Marfat.com

Marfat.com

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (احزاب ۵۶)

تیرا وجود الکتاب ﷺ

(اولیائے کرام اور ان کا ذوقِ نعت)

پروفیسر محمد اقبال جاوید

FAA

فروغِ ادب اکادمی

لاہور ◎ گوجرانوالہ ◎ اسلام آباد

Marfat.com

111143

خوبصورت، معیاری اور
دیدہ زیب کتابوں کا اہم مرکز

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب .... تیرا وجود الکتاب

مصنف .... پروفیسر محمد اقبال جاوید

سال اشاعت .... جنوری 2001ء

تعداد 500

قیمت .... [redacted] روپے

ٹائٹل .... عرفان احمد قریشی انفوویو کمیونی کیشنز
نزد دین پلازہ (غلہ منڈی) جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

کمپوزنگ .... سجاد کمپوزنگ سنٹر آفتاب سٹیل مارکیٹ گوجرانوالہ

ناشر .... محمد اقبال نجمی

فروغ ادب اکادمی
88-بی سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ فون: 0431-251603

Marfat.com

والد مرحوم کے نام

○

مجھ گنہگار، خطاکار، سیہ رو کے لیے
وقف تھیں صبح و مسا کتنی عطائیں تیری
تیری الفت کی قسم، تیری محبت کی قسم
ابر رحمت سے بھی بڑھ کر تھیں دعائیں تیری

○

محمد اقبال جاوید

Marfat.com

ادب گاہیست زیرِ آسماں، از عرش نازک تر
نفس گُم کردہ می آید، جُنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

عزت بخاری

Marfat.com

ترتیب

نمبر شمار اولیائے کرام	نعتیہ مصرع	عہد حیات	صفحہ
۱- حضرت احمد جام ژندہ پیلؒ	در کائنات حسن رخش جلوہ می دہد	۱۰۴۹ء-۱۱۴۱ء	۱۱
۲- حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ	اے غبار خاک کویت سرمہ چشم فلک	۱۰۷۷ء-۱۱۶۶ء	۳۱
۳- حضرت معین الدین چشتیؒ	مالولوئیم و مرجاں عمان ما محمدؐ	۱۱۴۱ء-۱۲۳۶ء	۴۶
۴- شیخ سعدی شیرازیؒ	چہ وصفت کند سعدی نا تمام	۱۱۸۴ء-۱۲۹۲ء	۶۵
۵- حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ	سرگشتہ ایم ذرہ صفت در ہوائے تو	۱۱۸۶ء-۱۲۳۶ء	۷۷
۶- حضرت بو علی قلندرؒ	مارا سفر قبلہ ابروئے تو در پیش	۱۲۰۵ء-۱۳۲۴ء	۹۹
۷- مولانا جلال الدین رومیؒ	سید و سرور محمدؐ نور جاں	۱۲۰۷ء-۱۲۷۳ء	۱۱۳
۸- مولانا نورالدین جامی	زرحمت کن نظر برحال زارم یا رسول اللہ	۱۴۱۴ء-۱۴۹۲ء	۱۵۴
۹- حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ	مکے میں ہوں پر ہے ہوس کوئے مدینہ	۱۸۱۸ء-۱۸۹۹ء	۱۸۸
۱۰- حضرت احمد رضا خاںؒ	مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام	۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء	۲۱۷
۱۱- حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ	اج سک متراں دی ودھیری اے	۱۸۵۹ء-۱۹۳۷ء	۲۶۷
۱۲- قاضی محمد سلیمان منصورپوریؒ	اسم او مہر سلیماں را دہد شان جلیل	۱۸۶۷ء-۱۹۳۰ء	۲۹۴
۱۳- حضرت سید م وارثؒ	محمدؐ سر سے پا تک مظہر حسن الٰہی ہیں	۱۸۸۲ء-۱۹۳۶ء	۳۲۶
۱۴- خواجہ محمد یار فریدی چشتیؒ	مدح او شیریں کند گفتار را	۱۸۸۲ء-۱۹۴۷ء	۳۵۰

Marfat.com

حرف اعتذار

اہل اللہ اور ان کی نعت سرائی دونوں موضوع انتہائی نازک ہیں، میں خود کو
ں بھی نہیں پاتا، فارسی زبان و ادب پر بھی مجھے کماحقہ، عبور نہیں اور بیشتر مقام بھی میری
جھ سے بالاتر رہے، جبکہ غلطی بھی لازمہ بشریت ہے۔ بہرکیف میں اپنی فکری لغزشوں
ر قلمی لکنتوں کا معترف ہوں اور ان پر دل کی گہرائیوں سے نادم -------- اس
نین کے ساتھ کہ اس بارگاہ ناز میں عمل سے کہیں زیادہ نیت کی کیفیت دیکھی جاتی ہے اور
ہ بفضلہ درست ہے۔

اللہ، اللہ! وہ رحمت ہے خطاکاروں پر
جو خطا ہونے سے پہلے ہی خطا پوش ہوئی

○

(مرتب)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز

شاعری میں وزن و وقار اور لطف و لطافت کے لئے دل کی جو گداختگی' فن کی جو برجستگی اور ادا کی جو بے ساختگی مطلوب ہے۔ اس سے ہر "با تخلص" بہرہ ور نہیں ہوتا۔ اس کے لئے ایک عمر کی ریاضت درکار ہے۔ نطق' پلکوں پر شرر اور آستین آگ سے تر ہو تب بات بنتی ہے کہ داغ سلگیں تو بستان گداز مہکتا ہے۔ بیدل نے یونہی نہیں کہا تھا۔

زبان خامہ ہم شق دارد از حرف آفرینی ہا　　دم تیغ است بیدل' راہ باریک سخن سنجی

گو نعت گوئی کے سلسلے میں' یہی بات عرفی نے بہت پہلے کہی تھی کہ نعت گوئی تلوار کی دھار پر چلنا ہے' یہ کسی دنیوی شخصیت کی قصیدہ گوئی نہیں کہ محض لفظی خوشنمائی سے زمین کو آسمان بنا دیا جائے بلکہ یہاں تو اس وجود ذی جود (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی توصیف پیش نظر ہوتی ہے جس کی بارگاہ ناز کو بوسہ دے کر زمین ارجمند اور آسمان سربلند ہے۔ جو وجہ وجود کائنات ہے اور جس کا اسوۂ حیات فی الواقع سرمایہ نجات ہے اور خود خالق کائنات جس کا مدح خواں ہے اور خود قرآن جس کی کتاب نعت ہے۔ اس ذات اقدس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حقیقی مدحت کے لئے لازم ہے کہ مدحت نگار ذاتی اعتبار سے قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہو اور فنی لحاظ سے اس کے قلم سے نکلنے والا ہر لفظ موسیقیت کی میزان میں تلا ہوا ہو۔ وہ کوئی کم مرتبہ شاعر نہ تھا جس نے کہا تھا۔

ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ایست　　ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب

ضروری ہے کہ نعتیہ اشعار میں جذبے کا والہانہ پن بھی ہو اور شعری شعور کا بانکپن بھی۔ لفظی دروبست بھی دل آویز ہو اور اظہار کا انداز بھی ذہانت کا آئینہ------- سب سے بڑی احتیاط یہ کہ محبت منتہائے کمال پر پہنچ کر بھی مبالغے کے طلسم خانے میں نہ بھٹکے۔

ماضی بعید کی راسخ الایمان اور قادر الکلام شخصیات' نعت کہتے ہوئے لرزا کرتی تھیں کہ کہیں قلم کی ہلکی سی چوک' خطرے اور خسارے کا باعث نہ بن جائے مگر آج ہر شاعر بلا تامل' تلوار کی دھار پر چلا جا رہا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہمارا (الاماشاء اللہ) ظاہر قرآن و سنت کے مطابق ہے نہ باطن' نہ حقائق قرآنی کا ہمیں کوئی خاص فہم ہے اور نہ انوار رسالتؐ سے ہمیں کوئی خاص علاقہ۔ مگر نعتوں کے ڈھیر ہیں کہ لگتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ کیا بات ہوئی کہ دور نعت کا ہے اس لئے نعت کہنا چاہئے جب کہ ہر دور ہی نعت کا دور رہا ہے کہ درود و سلام کا سلسلہ ازل انوار بھی ہے اور ابد آثار بھی اور نعت درود و سلام ہی کی شعری شکل ہے۔ عزیز احسن کے الفاظ میں۔

"نعت اگر حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطبہ ہے تو آپؐ سے مخاطب ہونے والوں کو قرآن کریم فرقان حمید اس طرح آداب کلام سکھاتا ہے "اے ایمان والو' نہ کہا کرو "راعنا" اور کہا کرو "انظرنا" اور

Marfat.com

سنا کرو" (البقرۃ آیت نمبر ۱۰۴)

اس ہدایت سے شعراء پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ نعت میں کوئی ایسا لفظ استعمال نہ کریں۔ جو ذو معنی ہو اور تلفظ کے ذرا سے فرق سے اسی لفظ میں ذم کا پہلو نکلتا ہو۔ ایک اور مقام پر قرآن کریم نے رسالت مآب ﷺ سے مخاطب ہونے والوں کو حکم دیا کہ تمہاری آواز نبی اکرم ﷺ کی آواز سے بلند نہ ہو۔ اس حکم کا مقصد بھی بارگاہ نبوی ﷺ میں لب کشائی کی عفت اور کلام کی حرمت کی تعلیم دینا ہے۔

پھر یہ کیوں کر ممکن ہے کہ اسلامی تعلیمات سے کماحقہ آگاہی حاصل کئے بغیر اور مقام رسالت، منصب و مقصد نبوت اور نبی کریم ﷺ کی بعثت کی عظمت کا ادراک حاصل کئے بغیر کوئی شاعر غلطیوں سے پاک ایسی نعت لکھ سکے جس میں حضور ﷺ سے براہ راست مخاطبہ ہو۔

نعت میں اگر بیان واقعہ مقصود ہو تو یہ بھی ضروری ہے کہ واقعہ اپنی پوری اسناد کے ساتھ نہایت حزم و احتیاط سے اس طرح نظم ہو کہ نہ تو روح واقعہ مجروح ہو اور نہ شعری محاسن کا خون ہو" (اردو نعت اور جدید اسالیت ص ۱۷)

اللہ پاک کے رنگ اور اسوۂ رسول پاک ﷺ کے آہنگ کے بغیر تو اقبالؒ درود پاک بھیجنے سے بھی لرزتے ہیں۔

چوں بنام مصطفیٰؐ خوانم درود ۔ از خجالت، آب می گردد وجود
چوں نداری از محمدؐ رنگ و بو ۔ از درود خود میالا نام اوؐ

نعت وہ واحد صنف سخن ہے جو حضور ﷺ کی آرزو سے وجود میں آئی اور حضور ﷺ ہی نے اس کے اسلوب و اصول اور حدود و قیود مقرر فرمائے۔ اس لئے اگر ایک نعت گو قرآن پاک کی ملہمانہ بصیرتوں اور صاحب قرآن ﷺ کی فصیحانہ بلاغتوں سے انوار نہیں سمٹ سکتا۔ اگر وہ قرآن مجید کے انداز نعت گوئی سے بھی شناسائی حاصل نہیں کرنا چاہتا۔ اگر وہ صحابہ کرامؓ کے دور کی نعت سرائی کے مطالعہ سے بھی بے توفیق ہے اور اگر شمائل ترمذی تک بھی اسکی رسائی نہیں۔ تو کم از کم ان بزرگوں کے انداز مدحت ہی کو ایک نظر دیکھ لے جو دھرتی کے اس ظلمت کدے میں اللہ کا نور تھے، جنکا ہر سانس عبادت کا مرقع تھا، جو دینی اقدار کے مظہر اور شرعی آداب کے نمائندہ تھے، جنکی عالمانہ عظمت اور مومنانہ بصیرت تاریخ کی ایک بے غبار صداقت تھی۔ جنہیں فطرت نے قلب سلیم کے ساتھ ساتھ اس طبعی موزونیت سے بھی نواز رکھا تھا۔ جسے شعر و ادب کہتے ہیں، جنکی راتیں اشکوں سے منور اور جنکے دن یادوں سے معطر رہتے تھے، جن سے اللہ تعالیٰ راضی تھا کہ وہ اسکے محبوب ﷺ کی ہر ادا سے رنگ و نور سمیٹتے تھے اور جن سے ایک دنیا نے علم کے اسرار اور معرفت کے انوار لئے۔ وہ سب "سچے صوفی" تھے۔ کمال تصوف یہ ہے کہ سالک، رضائے الٰہی کے سانچے میں ڈھل کر، بے نیاز آرزو ہو جائے۔ دل ہر آرزو سے خالی ہو کر محبوب حقیقی کا خلوت کدہ بن جائے یوں اسکا سینہ ایک ایسا آئینہ خانہ ہو کہ جدھر نظر جائے، وہی نظر آئے جو مقصود نظر بھی

Marfat.com

ہے اور محبوب نظر بھی۔ گویا ایک حسن کے سامنے ہر حسن بے حقیقت ہو کر رہ جائے۔

ہر شاہدی کہ در نظر آمد بہ دلبری　　در دل نیافت راہ کہ آنجا مکان تست

زیرِ نظر اوراق میں نعتیہ انوار، اولیائے کرام کے سوانحی تذکار سے ہم آہنگ ہیں اور ان کی تدوین کا مقصود بھی یہی ہے کہ ان عظیم و جلیل شخصیات کے حالات اور نعتیہ شہ پاروں کو دیکھ کر دور حاضر کے نعت گو سنبھلنے اور سنورنے کی کوشش کریں کہ یہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے کہ آج قرطاس و قلم کی اس وادی جمیل میں حکایت زیادہ ہے اور حقیقت کم۔ گفتار میں کردار کی آنچ لو نہیں دے رہی۔ بات دل سے نہیں اٹھ رہی کہ وہ دل کے دروازوں پر دستک دے سکے۔

جسے سن کے روح مہک اٹھے، جسے پی کے درد چہک اٹھے
ترے ساز میں وہ صدا نہیں، ترے میکدے میں وہ مے نہیں

قدیم ادبی تذکروں میں صوفی شعراء کی فنی، علمی اور فکری حیثیت کا اعتراف بہت کم کیا گیا ہے اور مجازی شعراء ہی کو اہمیت دی گئی ہے۔ حقیقت نگار شعراء کی خصوصیات کلام کا اگر ذکر بھی ہوا تو ان کی شاعری کے حمدیہ اور ناصحانہ پہلوؤں کی تو کچھ نہ کچھ نشاندہی کی گئی مگر نعتیہ گوشوں سے اغماض برتا گیا۔ یہ چشم پوشی دراصل اسلام سے گریز کی شعوری یا لاشعوری ادبی کوشش تھی۔ جب کہ حضور ﷺ کے حوالے کے بغیر حمد، مجرد توحید اور ناصحانہ امور مجرد تصوف ہیں جن کا اسلام سے کوئی سا تعلق بھی نہیں ہے کیونکہ ہمارا ہر عقیدہ اور ہر نظریہ رسول پاک ﷺ ہی سے وابستہ ہے۔ انؐ کے بغیر ہر بات "بولہبی" ہے۔ کیونکہ انؐ سے بے نیاز رہ کر عرفان حق کا ہر تصور بے حقیقت ہے۔ حضور ﷺ کے ذکر کے بغیر تو اللہ تعالیٰ کو اپنا ذکر بھی پسند نہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو اطاعت رسول ﷺ سے وابستہ کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور نبی پاک ﷺ کی مدحت دونوں رفیع و وسیع بھی ہیں اور لازم و ملزوم بھی۔ بنا بریں حضور ﷺ کو نظر انداز کر کے الوہیت و ہدایت کا ہر تذکرہ اسلام سے گریز ہے ------ المیہ یہ ہے کہ غیر مسلموں نے صوفیہ سے ظاہری تعلق پیدا کر کے انسان نوازی اور امن و آشتی کا نعرہ بلند کیا اور ہم نے اپنے غیر اسلامی شعائر کو تصوف کے سائے میں آسودہ کرنے کی شعوری کوشش کی اور شریعت سے گریز و فرار کے لئے تصوف کو پناہ گاہ کے طور پر استعمال کیا جب کہ آداب شریعت کی قلبی پابندی ہی کا دوسرا نام تصوف ہے اور شریعت کے بغیر طریقت ایک لفظ ہے بے معنی اور ایک جسم ہے بے روح۔

وادیم ترا ز گنج مقصود نشاں　　گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

یہ ایک تاریخی صداقت ہے کہ صوفیائے کرامؒ نے قلبی تزکیے اور روحانی تصفیے کے نظام کو رسول پاک ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں مرتب و منظم کیا تھا اور حضور ﷺ ہی کی محبت کو معیار ایمان اور اطاعت کو وقار ایمان قرار دیا تھا۔ افسوس کہ غیر مسلم، صوفیائے کرام سے متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور ہم تصوف کے سائے میں پناہ لے کر شعائر اسلام سے بیگانہ ہو کر رہ گئے۔ لازم ہے کہ ہم فکری توانائی، روحانی رہنمائی اور شعری سچائی ان اللہ والوں سے لیں جنھوں نے اپنے لاثانی انداز سے 'لافانی

Marfat.com

حقیقتوں کو شعر و سخن کا دل آویز پیرہن عطا کیا مانیے کہ دور حاضر کے فکر کو روشنی' ذہن کو تابندگی' ذوق کو پاکیزگی اور وجدان کو تقدیس یہیں سے ملے گی۔

کس طرح بنتے ہیں ذرے' ماہتاب
تابش خورشید سے ٹکرا کے دیکھ

جیسا کہ ابتدا میں اشارہ کیا گیا ہے کہ نقادان سخن نے اہل اللہ کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے انہیں حکیم و عارف تو ضرور قرار دیا مگر وہ انکے نعتیہ آہنگ سے دامن کشاں رہے جب کہ انکے ہاں نعت گوئی کے واضح نقوش موجود تھے --- آج بحمد اللہ نعت ڈھونڈی جا رہی ہے تاکہ اس ذکر جمیل کا تاریخی تسلسل محفوظ رہے۔ پہلے لوگ نعت گوئی کو رجعت پسندی قرار دیتے تھے۔ آج نعت ہی ترقی پسندی کی دلیل سمجھی جا رہی ہے۔ پہلے اس سے گریز دانشوری تھا' آج اس سے وابستگی' فکر و دانش کی معراج ہے۔ آج اس امر کا شدید احساس ابھر رہا ہے کہ اصل سے کٹ کر' ہر شے ڈانواں ڈول ہو جایا کرتی ہے' اخلاف' اسلاف کا آئینہ نہ ہوں تو سینوں کے اندر دل اندھے ہو جاتے ہیں اور نفسانی خیانت اور فکری خباثت دانشوری کا روپ دھار لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج نعت ہی کی بدولت سوچ کی یہ پسماندگی اور فکر کی یہ درماندگی تیزی کیساتھ ثروت و رفعت میں بدل رہی ہے کہ۔

ہر خیر تری سیرت تاباں سے چلی ہے
خوشبو کی ہر اک موج گلستاں سے چلی ہے
ہر دشت کو' ہر باغ کو شاداب کرے گی
بارش جو ترے ابر خراماں سے چلی ہے

ضرورت اس امر کی ہے کہ دور حاضر کے نعت گو' قرآن مجید' صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظام سے نعت گوئی کے آداب سیکھیں تاکہ عقیدت اور عقیدے میں ایک حسین امتزاج پیدا ہو۔ سوچ میں توازن اور تحریر میں اعتدال' حسن بن کر نکھرے۔ کیونکہ ارادت مندانہ مبالغہ آرائیاں بدعت و ضلالت ہی کی قابل نفرین شکلیں ہیں۔ ہمارے اسلاف علم و عمل میں پختہ تر ہو کر' توصیف رسالت مآب ﷺ کے لئے قلم اٹھانے کی ہمت کیا کرتے تھے اور ہم دین کی زیبائی اور عمل کی رعنائی کے بغیر صرف غزل کی ضمیر کا مرجع بدل کر اسے نعت بنانے کی کوششوں میں مصروف ہیں اور نہیں سمجھتے کہ سراپا نالہ بننے سے پہلے' نوا پیدا کرنا محض فریب نفس ہے۔ انگیٹھی اس وقت تک کمرے کو گرم نہیں کرتی جب تک وہ خود انگارا نہیں بنتی' خود تڑپ کر ہی دوسروں کو تڑپایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ غزل' باوضو ہو جائے تو نعت بن جاتی ہے مگر حق یہ ہے کہ غزل اس وقت تک نعت نہیں بن سکتی جب تک غزل گو خود باوضو نہ ہو۔

خوشا' نماز نیاز کسے کہ از سر صدق
باآب دیدہ و خون جگر طہارت کرد

(یکم شوال ۱۴۲۱ھ)

محمد اقبال جاوید

۷۷۴-بی' سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

Marfat.com

حضرت احمد جام ژندہ پیلؒ

(در کائنات حسن رخش جلوہ می دہد)

قبول عام اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ بعض مصرعے اس قدر معروف ہو جاتے ہیں کہ لوگوں کو نہ شاعر کا پتا چلتا ہے اور نہ شعر مکمل کرنے کے لئے دوسرا مصرع ہی ملتا ہے۔ اکثر گمنام شاعروں کے قلم سے کوئی ایسا مصرع یا شعر نکل جاتا ہے جو زبان زد عام ہو کر ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے نتیجہ معلوم کہ شعر شہرت کی بلندیوں پر اڑتا چلا جاتا ہے اور شاعر پردہ خمول میں اترتا چلا جاتا ہے اور ایک دور آتا ہے کہ وہ ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا۔

صوفیانہ تذکروں میں جب بھی محویت و استغراق اور سر بیچ کر متاع دل و جاں خریدنے اور رضائے حق اور حسن حق کے لئے لٹنے، کٹنے اور مٹنے کی بات آتی ہے تو یہ شعر اکثر دیکھنے اور سننے میں آتا ہے۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

گویا عشاق کا خلوص، راہ وفا میں جان دے کر، بار بار زندہ ہونے اور بار بار جان دینے کا تمنائی ہوتا ہے۔ بہت کم لوگوں کو علم ہوتا ہے کہ یہ شعر، حضرت احمد جامؒ کا ہے۔

پوری غزل (دیوان احمد جام صفحہ ۳۰) یوں ہے۔

منزل عشق از جہان دیگر است — مرد معنی را نشان دیگر است
آں فقیراں کہ ایں رہ می روند — ہر یکے صاحب قران دیگر است
دل چہ بندی درجہان بے وفا — کہ ایں جہاں راہم جہانے دیگر است
عشق را در مدرسہ تعلیم نیست — کہ ایں چنیں علم از زبان دیگر است
عقل کے داند کہ ایں رمز از کجاست — کہ ایں جماعت را بیان دیگر است
در دل ویران ہر بیچارہ — شاہ را گنج نہانے دیگر است
دل خورد زخمے و ز دیدہ خوں چکد — کہ ایں چنیں شست از کمان دیگر است
کشتگان خنجر تسلیم را — ہر زماں از غیب جان دیگر است

Marfat.com

ساقیا خون جگر در کاسہ کن کیں شراب از خم خان دیگر است
در سرے بازار صرافان عشق زیرِ ہر دار جوان دیگر است
در بیابان وصالش روز و شب زہر سنگی کاروان دیگر است
احمدا ناگم نگردی ہوشدار ایں جرس از کاروان دیگر است

اور یہ بات بھی خواص ہی جانتے ہیں کہ یہی وہ شعر ہے جسے ایک مجلس سماع میں سنتے' حضرت بختیار کاکیؒ پہلے بے خود ہوئے اور پھر جاں بحق تسلیم ہوئے------- جو قلم لازوال نوعیت کا ایسا پر تاثیر شعر لکھ سکتا ہے۔ اس کی شاعرانہ عظمتوں پر شبہ کرنا' آفتاب کی درخشندگی سے انکار کرنے والی بات ہے۔ اور پھر جب شاعر تصوف کی حلاوتوں سے بھی بہرہ ور ہو۔

تو اس کی فنکارانہ جلوہ آرائی کے ساتھ ساتھ اس کے فکری گداز کے سامنے دل جھکانا لازم آتا ہے۔ ایک عام شاعر اور صوفی شاعر میں وہی فرق ہے جو مجاز اور حقیقت میں ہے۔ ایک عام شاعر جو لکھتا ہے وہ صرف ظاہر کی بات ہوتی ہے جب کہ ایک صوفی شاعر غزل کے علائم و رموز کے سہارے جو بھی بیان کرتا ہے وہ حقیقت ہی کا پرتو ہوتا ہے' کیونکہ دونوں کا مقصود نظر اور محبوب نظر الگ الگ ہے۔

ے عشق اک کفر ہے جب تک ہے وہ محدود مجاز
اور اس حد سے گزر جائے تو ایماں ہو جائے

اشیاء و اشخاص کا ظاہری حسن و جمال عارضی اور مستعار ہے۔ وہ جمال حقیقی کی کسی نہ کسی مستانہ ادا یا کسی نہ کسی جھلک کا آئینہ دار ہے۔ بلبل پھول کو نہیں دیکھتی بلکہ وہ پھول میں کسی کی رعنائی پاتی اور گیت گاتی ہے۔ پروانہ شمع کے شعلے میں کسی کا حسن دیکھتا ہے اور دیوانہ وار لپکتا ہے گویا ہر حسن محض پرتو ہے کسی لازوال جمال کا۔

شرر ہو' برق ہو' نظارہ گل ہو کہ عارض ہو
بہر عنواں حکایت ایک ہی معلوم ہوتی ہے

سورج کی کرنیں' کسی دیوار پر مرتکز ہوں تو ہم دیوار کو روشن نہیں کہیں گے کہ اس کی تابانی عارضی ہے۔ روشن آفتاب ہی کو سمجھا جائے گا۔

گر شود پرنور روزن یا سرا تو مداں روشن مگر خورشید را
در و دیوار گوید روشنم پرتو غیرے ندارم ایں منم

Marfat.com

پس بگوید آفتاب اے نارشید   چونکہ من غائب شدم' آید پدید

(اگر مکان اور دریچہ روشن ہو جائے تو تم کو سمجھنا چاہئے کہ آفتاب روشن ہے۔ درودیوار اگر یہ دعویٰ کریں کہ ہم خود روشن ہیں تو آفتاب کہے گا کہ جب میں غائب ہو جاؤں گا تو اس وقت یہ بات کھل جائے گی)

تصوف شاعری میں ہو یا نثر میں۔ جلوت میں ہو یا خلوت میں' زینت منبر ہو یا بر سردار' اس کا مقصد مجاز کی بھول بھلیاں میں گم سوچ کو حقیقت کی انہی رفعتوں سے آشنا کرنا اور فکری بے راہ روی کو یقین کی منزل تک لے جانا ہے کہ۔

خدائے لم یزل کا دست قدرت تو' زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے

آپ کا پورا نام شہاب الدین ابو نصر احمد بن ابی الحسن بن احمد بن محمد النامقی الجامی عرف ژندہ پیل ہے۔ "ژندہ" کا مطلب مست اور زبردست ہے' محمود کی مدح میں فردوسی کا ایک شعر یوں ہے۔ بہ دل ابر بہمن' بہ کف رود نیل --- بہ تن ژندہ پیل وبجاں جبرئیل۔ یہاں مراد فیل ربانی ہے آپ کا وطن مالوف قصبہ جام ہے۔ آپ کی پیدائش ۴۴۱ھ / ۱۰۴۹ء ہے۔ آپ سلجوقی دور کے معروف صوفی اور شاعر تھے۔ غزالی اور سنائی بھی آپ ہی کے دور کی شخصیات تھیں۔ آپ کا سلسلہ نسب صحابی رسولؐ حضرت جریر بن عبداللہ الجبلی سے ملتا ہے۔ یہی وہ صحابیؓ ہیں جنہیں ان کی خوبصورتی کی بنا پر حضرت عمرؓ "اہل اسلام کے یوسف" کہا کرتے تھے۔ حضرت احمد جام بائیس سال تک رند مشرب اور آشفتہ سر رہے۔ ایک دن شراب سے لدا ہوا ایک گدھا گھر لا رہے تھے کہ غیب سے کوئی آواز سنائی دی۔ کہ:

ع..... فطرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنابندی

حق یہ ہے کہ دل میں قبول حق کی صلاحیتیں ہوں تو رحمت حق ایسے ہی ناگہانی انداز میں نوازا کرتی ہے اس واقعہ سے آپ کی کائنات بدل گئی۔ آپ نے ترغیبات حیات سے بے تعلق ہو کر بارہ برس خلوت اور مجاہدے میں گزارے۔ آپ یزد جام کے پہاڑوں میں بھی مصروف تفکر و عبادت رہے۔ یہاں آپ نے ایک مسجد تعمیر کرائی اور مجلسی زندگی کا آغاز کیا۔ چالیس برس کی عمر میں آپ جام کے معد آباد نامی گاؤں میں منتقل ہو گئے یہاں بھی آپ نے ایک مسجد اور خانقاہ تعمیر کرائی۔ آپ نے مختلف شہروں کے سفر کئے' مکہ معظمہ بھی گئے۔ آپ کا انتقال معد آباد ہی میں (محرم ۵۳۶ھ ر اگست ۱۱۴۱ء) ہوا۔ آپ کی خواہش کے مطابق آپ کو معد آباد

Marfat.com

کے باہر ایک مقام پر دفن کیا گیا۔ اس مقام پر ایک مسجد اور خانقاہ تعمیر ہوئی۔ بعد میں آبادی بن گئی اور یہ آبادی تربت شیخ جام سے موسوم ہوئی۔ آپ کے بعد آپ کے ایک بیٹے برہان الدین نصر نے خلافت سنبھال کر رشد وہدایت کا سلسلہ قائم رکھا۔

تصوف کے ضمن میں آپ نے حضرت ابو سعید بن ابی الخیرؒ کے ایک مرید حضرت ابو طاہر کردؒ سے فیض حاصل کیا۔ انہوں نے آپ کو ایک پیوند لگا ہوا خرقہ بھی عطا کیا تھا جو حضرت ابو بکر صدیقؓ سے نسبت رکھتا تھا۔ بقول مولانا جامیؒ یہ خرقہ حضرت احمد جامؒ کے بعد غائب ہو گیا۔ مولانا شبلیؒ کے مطابق "سب سے پہلے صوفیانہ خیالات' حضرت ابو سعید ابوالخیر نے ادا کئے۔ وہ شیخ بو علی سینا کے معاصر تھے۔ اس زمانے تک تصوف کے حقائق اور مسائل شاعری سے آشنا نہیں ہوئے تھے۔ صرف عشق اور محبت کے جذبات تھے۔ چونکہ ان کا مخرج عشق حقیقی تھا۔ اس لئے تصوف کا رنگ جھلکتا تھا---------- اور حضرت احمد جام کا تعلق بھی' حضرت ابو طاہر کرد کے حوالے سے حضرت ابو سعید ابوالخیر سے ہے۔"

آپ کے روحانی مقام مین بنیادی دخل آپ کی ذاتی عبادت و ریاضت کو ہے۔ تصنیف و تالیف میں بہت سی کتابیں آپ سے منسوب ہیں۔ اکثر کتابیں نایاب ہیں البتہ انس التائبین اور مفتاح النجات دستیاب ہیں۔ کہتے ہیں کہ فیروز شاہ تغلق کے کتب خانے میں احمد جام کی تمام تصانیف موجود تھیں۔ چونکہ دور شباب تک آپ کی زندگی رند مشربی میں گزری اس لئے حصول علم دین کی طرف آپ باقاعدہ توجہ نہ فرما سکے۔ آپ کے خیالات قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں یا ذاتی کشف وکیفیت کے آئینہ دار۔ آپ معرفت الٰہی کے لئے ذکر الٰہی اور مراقبے کو ضروری سمجھتے تھے۔ وحدت الوجود' اور حلول وتناسخ ایسی فلسفیانہ تعبیرات کے بجائے آپ نظریہ توحید کے قائل تھے۔ کہ یہی نظریہ قابل فہم بھی ہے اور قابل عمل بھی۔ آپ نے اپنے صوفیانہ افکار کی ترغیب وتشویق کے لئے شاعری کا سہارا بھی لیا۔ کہ فطرت نے آپ کو اس موزونی طبع سے بھی نوازا تھا جس کا خوبصورت حاصل شاعری ہوا کرتی ہے۔ آپ کے صوفیانہ افکار کی ایک جھلک ان کی نثر کے اس اقتباس کے آئینے میں دیکھئے۔ یہ اقتباس "مفتاح النجات" سے ماخوذ ہے۔

"وہی وہ ہے جس کی تعریف وتوصیف وہ پانی کرتا ہے اور اس کی تعریف میں ستارے رطب اللسان رہتے ہیں اور اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔ صدیق' ابدال اور زاہد وہ سورج ہے جس سے تمام لوگ نور اور روشنی پاتے ہیں صوفی کے لئے واجب ہے کہ وہ اپنے ماحول میں

Marfat.com

برکت کی شبنم اس طرح منتشر کرے جس طرح کہ مشک اور عود اپنی خوشبو منتشر کرتے ہیں۔"

آپ کے نزدیک حقیقی فقر ایک اکسیر ہے جس کی خاصیت یہ ہے کہ جو چیز اس سے مس ہو جائے وہ اس کے رنگ میں رنگ جائے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (جلد ۲) کے مطابق آپ کے نثری اور شعری افکار میں تطابق نہیں ہے۔ اشعار میں آپ وحدت الوجودی محسوس ہوتے ہیں جبکہ نثر میں آپ کا نظریہ توحید واضح اور روشن ہے۔ محققین کا خیال یہ بھی ہے کہ یہ دیوان جزوی طور پر جعلی ہے۔ ناقدین کے لئے کسی کلام کو جعلی قرار دینا بہت آسان ہے مگر اس بات کا جواب دینا شاید مشکل ہو کہ کسی کو کیا ضرورت تھی اپنا کلام کسی سے منسوب کرنے کی۔ آیا اس دور میں شعری صلاحیتیں اتنی ہی ارزاں اور فراواں تھیں کہ ہر کسی کا کلام، ہر کسی کے کلام میں شامل اور ہر کسی کی شعری سوچ ہر کسی پر منطبق ہو سکتی تھی۔ اور لوگ اپنی شعری تخلیقات ہر لحظہ بے نام اور ضائع کرنے پر آمادہ رہتے تھے۔ جبکہ دور حاضر کے با تخلص اور شعر ساز حضرات تو ہر لمحہ دوسروں کے شعر اپنانے میں لگے رہتے ہیں۔ یا پھر یوں لگتا ہے کہ اس زمانے میں خرمن شعر و ادب عام تھے مگر آج خوشہ چین عام ہیں اور خرمن کمیاب، بہرکیف اس ضمن میں کوئی سی بات بھی حتمی نہیں ہے۔ شاعری چونکہ ایک ایسی تصوراتی اور نغماتی صلاحیت ہے جو مبالغے کی صنعت سے بال و پر لیتی اور تشبیہات و استعارات سے نکھرتی ہے اس لئے لاکھ احتیاط کے باوصف بھی، اعتدال کا دامن ہاتھ سے چھوٹ چھوٹ جاتا ہے، نثر میں قلم ضابطے کی زد میں رہتا ہے۔ اس لئے وہ خیال و فکر کی بے نام وادیوں میں گمراہ نہیں ہوتا بلکہ حقائق کی واضح پگڈنڈیوں پر چلتا ہے یہی وجہ ہے کہ نثر میں کسی اکھڑی ہوئی سوچ کا غیر متوازن اظہار بھی نقد و نظر اور احتساب و تعزیر کی ترازو میں تل جاتا ہے مگر افراط و تفریط کے سانچے میں ڈھل کر، ابھرنے والے اکثر اشعار شک کا فائدہ پا کر صاف نلوہ نکل جاتے ہیں کہ شعر قلبی سرمستیوں کا ایک کیف افزا اظہار ہے جبکہ ایک صوفی کی روحانی واردات اور قلبی کیفیات اس کا ذاتی تجربہ اور اس کا تصوراتی احساس تو ہوتی ہیں مگر اہل ظاہر اور اہل شریعت کے لئے کسی نوع سے بھی حجت نہیں ہوا کرتیں احمد جام شاعری میں احمد یا احمدی تخلص کرتے تھے۔

زیر تبصرہ تیرہ نعتیں حضرت احمد جام ژندہ پیلؒ کے جس دیوان سے ماخوذ ہیں وہ امیر امان اللہ خاں والی سلطنت خداداد افغانستان کے عہد میں، شیخ الٰہی بخش، محمد جلال الدین تاجران کتب کشمیری بازار لاہور کے زیر اہتمام، ملا عبداللہ خطیب سردستان کی درستی کے ساتھ، خواجہ عبدالرحمٰن بن خواجہ شیر محمد بن خواجہ عبدالرحمٰن بن خواجہ یعقوب بن خواجہ صوفی امین ساکن

Marfat.com

سروستان، ہرات، نبیرہ صدق حضرت غوث صمدانی، فیل ربانی شیخ الاسلام احمد جام قدس سرہ العزیز کی فرمائش پر طبع ہوا۔ اور کتابت محمد فیروز الدین سکنہ اٹادہ کی ہے۔ پہلی نعت یوں ہے۔

اے صدر ایوان رسل، اے شمع جمع انبیاء
خورشید برج سلطنت، جمشید تخت کبریا
طٰہٰ ویٰسین نام تو، انا فتحنا کام تو
اجرام یکسر رام تو، اے آفرینش را بہا
نامت محمد آمدہ، محمود واحمد آمدہ
دین تو سرمد آمدہ، بوالقاسم ست کنیت ترا
ہم صدر وبدر عالمی ہم تاج وفخر آدمی
ہم انتہا را خاتمی ہم مصطفیٰ، ہم مجتبیٰ
جنت سرا بازار تو، رضواں امانتدار تو
اے ازگل رخسار تو، فردوس اعلیٰ راضیا
ترک فلک ہندوی تو، نور ملک از روئے تو
واللیل وصف موئے تو، نعت جمالت والضحیٰ
تو گوہر آدم صدف، تو رہبر ہر ناخلف
بر انبیاء داری شرف چندانکہ برمس کیمیا
برتر زچرخ اخضری، بہتر ز ماہ ومشتری
بر دعوی پیغمبری آمد ترا آہو گواہ
ہر دم ہزاراں آفریں برجانت از جاں آفریں
بیحد و پایاں آفریں بر روح پاکت از خدا
مقصود لولاک آمدی، از عالم پاک آمدی
بس چست چالاک آمدی جانہا فدایت مرحبا
اے شافع روز جزا دریاب از فضل وعطا
چوں ماندہ ایم اے پیشوا، درشدت خوف و رجا
روئے تو ماہ انور است، گیسوت شمع خاور ست
خلق توعین کوثر است، دست تو دریائے عطا

Marfat.com

اے اختر برج کرم ازروضہ بیروں نہ قدم
تا از رخت ہر صبحدم گرد ہمہ عالم ضیا
اقبال وجاہ ما توئی پشت پناہ ما توئی
چوں عذر خواہ ما توئی دریاب آخر کار ما
کام ہر عالم توئی نور دل آدم توئی
ہرخستہ را مرہم توئی اے درد دلہا را شفا
دل خستہ گاں راشاد کن مارا زغم آزاد کن
از امتانت یاد کن بخرام در کوئے وفا
چوں احمدی جامی نہاں دارد گناہ بیکراں
از حق بخواہ ای کامراں جرم گناہ ایں گدا

یہ نعت زبان کی ندرت' تراکیب کی کیف آفرینی اور مضامین کی تازگی کے اعتبار سے حضرت احمد جامؒ کے وسعت مطالعہ' شرعی بالغ نظری' رسالتؐ ماب ﷺ سے نسبت خاطر' اور خود آگہی کی عظمتوں کا ایک نغماتی اظہار ہے۔ تراکیب کا حسن اپنے اندر جدت اور ندرت لئے ہوئے ہے۔ حضور ﷺ کو صدر ایوان رسل' جمشید تخت کبریا' اختر برج کرم' صدر وبدر عالم اور مقصودولولاک ایسی خوبصورت اور جامع تراکیب سے خطاب کیا گیا ہے۔ احمد جامؒ نے حضور ﷺ کے رخ اقدس کو ماہ انور' گیسوؤں کو شمع خاور' اخلاق عالیہ کو کوثر اور دست مبارک کو دریائے عطا قرار دیا ہے۔ علم بیان کا یہی وہ کمال ہے جس نے اسلوب واداکو ایمائیت کی رعنائی اور بلاغت کی زیبائی عطا کی ہے۔ دور حاضر کو ناز ہے کہ اس نے غم دوراں کو نہ صرف نعت کا مضمون بنایا ہے بلکہ اپنے دردوکرب کے لئے سکون بھی اسی چوکھٹ پر پایا ہے۔ جسے گردش زمانہ بھی رک کر اور جھک کر بوسہ دینے کی سعادت حاصل کرتی ہے۔ احمد جامؒ ایسا قدیم صوفی شاعر بھی آلام روزگار کی تلخیوں کے لئے اسی نگہ کرم کے لئے ترستا ہے۔ اور اپنی ظلمتوں کو اجالنے کے لئے اسی شمع ضوبار کا تمنائی ہے۔ اس پوری نعت میں ایک رواں دواں تسلسل ہے۔ بات دل سے اٹھتی' نوک قلم پر شعر بن کر مچلتی اور قاری کو نور کے ہالے کی طرح اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ اس نعت میں فنی پختگی' تاثر وکیف سے ہم آہنگ ہے اور یہ فیض ہے حضور ﷺ کے ذکرپاک کا کہ لفظ لفظ میں نورو سرور کی ایک دنیا سمٹ جاتی ہے۔

Marfat.com

دل بحرفے می برد حسن کلامش رانگر
روح در تن می دمد لطف پیامش رانگر

دوسری نعت دیکھئے۔

نکتہ حق گوش کن از مصطفٰیؐ کہ او بگفت ایں باعلیؓ مرتضا
از رموزی ھو محکم بالیقین حق بہ بین وحق بداں در ہر کجا
نحن اقرب را بخواں از بہر حق گر کنی تو گوش دانی ماجرا
آشنائے بحر وحدت گر شوی ذات ماخودرا نمودہ' ذات ما
ذات ما اندر ظہور ذات حق کے بود پے ذات عارض رہنما
مصطفٰیؐ آمد بفقرم رہبری مصطفٰیؐ مخطوب شد با ایں ہما
بالیقیں یکذات آمد ہر دوکون در تعدد نام ہا آمد جدا
ہر کسے با ہر کسے در التجا من بسوئے مصطفٰیؐ در التجا
احمدی آمد نشان ذات حق ذات، حق راہیں تو ہر جا وا نما

اس نعت میں رسول پاک ﷺ کے ایک فرمان اقدس کو عنوان بنا کر اور جناب علیؓ کو بطور راوی وشاہد پیش کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ جلوہ گر ہے ہماری اپنی ذات میں اس کی جلوہ گری بدرجہ اتم موجود ہے صرف دیکھنے والی نظر اور محسوس کرنے والے دل کی ضرورت ہے۔ گویا انفس و آفاق میں اسی کی نشانیاں میں اور وہی ذات زندہ وپائندہ ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ کے فرمان الفقر فخری کی طرف اشارہ کر کے یہ بتایا ہے کہ ان کا اپنا انداز فقر' فقر رسالت ﷺ سے فیضاب ہے اور ان کے روزوشب کا گداز' اسوہ رسول ﷺ کی تقلید کا اعجاز ہے۔ ان کے نزدیک وہی ایک آستاں ہے جو بیکسوں کا ملجاوماویٰ اور اہل دل کا کعبہ مراد ہے نعت گوئی کا یہ انداز اس قابل ہے کہ اس کی تقلید کی جائے۔ یہ نعت بیک وقت اپنے اندر رب العالمین کی رفعت' توحید کی عظمت' حدیث کی صداقت اور ان کے اپنے دل کی عقیدت کا ایک دل آویز اظہار ہے کہ کائنات کی وسعتیں ان کی ذات اور بات میں سمٹتی محسوس ہوتی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ لوگ ذات سے کائنات کی طرف جاتے ہیں مگر احمد جامؒ کائنات سے ذات کی طرف آتے محسوس ہوتے ہیں۔

تیرا کرم تو خود ہی مرے دل میں بس گیا
مجھ کو تو جستجو تھی ترا نقش پا ملے

Marfat.com

تیسری نعت ملاحظہ ہو۔

آں امام الیقین و مرشد دیں | ہادی و مہدی ست و راہ نما
او بحق است و حق ز وے قائم | در مکان و زماں بہر دو سرا
مظہر نور اوست کہ آدم ہم | کہ بدالست جملہ کے اسماء
ہم از و شد رموز عالم ملک | ہم ز وے شد ظہور ایں اشیاء
مصطفیٰ خاتم النبیین بود | دیں زوے شد زدین کفر جدا
گر نبودی طفیل او عالم | آدم و آدمی بودے بکجا
ہم زوے نوحؑ یافت کشتی را | کہ ز طوفان و غرق یافت نجا
گر نبودی دعاش شامل نوحؑ | نوح کے رستی از بلائے خدا
گر نگشتی خلیلؑ را ہادی | کے نجاتش شدی ز آزرہا
حق رضا باد زآل و صحب او | کہ ہمہ ہادی اندوراہ نما
احمد ز وصف شاں چہ شرح دہد | کہ جہاں است زوصف شاں املا

یہ نعت اس حقیقت کے گرد گھومتی ہے کہ حضور ﷺ وجہ تکوین کائنات ہیں۔ صداقت جہاں کبھی تھی۔ جہاں آج ہے اور جہاں کل ہوگی وہ صادق ہی کا فیض ہے۔ ''آپؐ کی ذات گرامی اتنی مکمل ہے کہ آپ کے دم ہی سے صفات کی تکمیل ہوئی' صفات کو مرتبہ ملا' صفات کو تقدس ملا' پہچان ملی' عروج ملا' ایک عام آدمی سچ بولے تو ہم اس سچ کی تحقیق کر سکتے ہیں عقل کے ذریعے سے مشاہدے کے ذریعے سے لیکن ایک پیغمبر اور خاص طور پر حضور اکرم ﷺ کی صداقت ہماری تحقیق سے بلند و ماورا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے زندگی کے معاملات میں جو بھی ارشاد فرمایا وہ صداقت ہے کہ ان کا مشاہدہ موجود تھا مگر کمال صفت تو یہ ہے کہ آپ نے اللہ کریم کے بارے میں اور مابعد کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا وہ ہماری تحقیق میں نہ آسکنے کے باوجود صداقت ہے بلکہ صداقت مطلق ہے کہ ہم آپ کی ہربات کو تحقیق کے بغیر تسلیم کرنے کو اپنا ایمان بلکہ سرمایہ ایمان سمجھتے ہیں'' حقیقت یہ ہے کہ جو صادق تک پہنچ گیا۔ صداقتیں خود اس تک پہنچ جاتی ہیں۔ حضور ﷺ حق ہیں اور حق ان سے قائم و دائم ہے یہاں بھی اور وہاں بھی۔ حسن عمل ان کے اسوے کی پیروی کا دوسرا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حق وہی ہے جو اس لب صدق اظہار سے ادا ہو اسی لئے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ حقائق خود بیان نہیں فرماتے بلکہ حق مصطفیٰؐ کے لبوں سے چھلکتا ہے اور بار

Marfat.com

بار یہی کہا جاتا ہے کہ آپ گم کردہ انسانیت کو کہہ دیجئے۔ بتا دیجئے۔ قرآن مجید کا یہ لب ولہجہ ایک چلتے پھرتے پیکر کی عظمت کو پیش کرنے کی ایک شعوری کوشش ہے آل نبیؐ اور اصحاب نبیؐ کا ذکر کرتے ہوئے شاعر کا قلم بے ساختہ اس صداقت کو آشکار کر جاتا ہے کہ اس وجود مسعود سے تعلق رکھنے والے اصحاب ستاروں کی تاب وتب لئے ہوئے ہیں اور ہر ستارہ گمرہوں کو راستہ دکھانے اور کم نصیبوں کا مقدر سنوارنے پر قادر ہے۔ بعض اشعار میں ان روایات کی طرف اشارے بھی ہیں۔ جو آج کی نعت میں بھی کہیں کہیں جھلکتے ہیں کہ آدمؑ کی توبہ، نوحؑ کی سلامتی اور ابراہیمؑ کا تحفظ بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ حضور ﷺ ہی کے طفیل ہے کہ یہ اسباب مرتب نہ ہوتے تو ختم نبوت کا اعجاز واعزاز ظہور میں نہ آتا۔ گویا ہبوط آدم سے ظہور عیسیٰ تک کی کتاب کائنات کا ہر ورق آپؐ کا ثناخواں، آپؐ کا مژدہ بردار اور آپؐ کی فضیلتوں کا امین ہے۔

آیہ کائنات کا معنی دیریاب تو
نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ وبو

اب درج ذیل اشعار پر غور کیجئے۔

عارض تابان او مطلع خورشید عشق
گوشہ چشمان او منظر خورشید تاب

لفظ گہر بار او غیرت ابر بہار
منبع آثار او معجز اہل ثواب

در نظرش ہر دو کون ذرہ بود فی المثل
در کف دریائے او قطرہ نما بحر آب

وصف رخ والضحیٰ من چہ سرائم صفت
مدح تو گفتہ خدا من چکنم اضطراب

یہ چار شعر حضرت احمد جامؒ کی ایک طویل غزل سے ماخوذ ہیں۔ ان کا رنگ اور ڈھنگ نعتیہ ہے صوفیاء کی شاعری کا مجازی لب ولہجہ اور غزلیہ علائم ورموز بھی حق گوئی، حق شناسی اور حق پرستی ہی کے آئینہ دار ہوتے ہیں ان اشعار میں جن خیالات کا اظہار ہے دور حاضر کے نعت گو انہی خیالات کو جب ادا کی طرفگی کے ساتھ اپناتے ہیں تو اسلوب کی جدت، خیال کی کھنگی کو

Marfat.com

لطافت عطا کرکے، یوں قارئین کے دل میں اتارتی ہے کہ ذوق سلیم، جھومتا اور کیف پاتا ہے۔اقبال نے کہا تھا۔

لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

شورش کاشمیری نے کہا تھا۔

سورج نے ضیا اس چشم سے لی اس نطق سے غنچے پھول بنے
اٹھا تو ستارے فرش پہ تھے بیٹھا تو زمیں کو عرش کیا

ضمیر جعفری نے کہا تھا۔

وہ اک امیؐ کہ ہر دانش کو چمکاتا ہوا آیا
وہ اک دامان بخشش، پھول برساتا ہوا آیا

اور غالب نے بہت پہلے کہا تھا۔

غالب ثنائے خواجہؐ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است

یہ وہ اشعار ہیں جن پر دور حاضر ناز کرتا ہے اور جنہیں کم و بیش ضرب المثل کی حیثیت حاصل ہے مگر آج سے آٹھ سو برس قبل کے ان اشعار کی تازگی پر بھی غور کر لیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عارض تاباں کو مطلع خورشید عشق اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ گہر بار کو غیرت ابر بہار قرار دینا، حسن وخیال اور حسن بیان کا ایک اعجاز آفرین کرشمہ ہے اور یہ اعجاز بیان بھی فیض ہے اس ذات اقدس کا، جو فی الواقع روح بہاراں ہے اور جس کے تبسم دل آویز سے چمنستان کونین کی کلیاں چٹکنا سیکھتی ہیں اور جس کے خرام ناز سے سنگریزوں کو ریشم کا لوچ ملتا ہے اور جس کی گفتار حسیں الوہی صداقتوں کا پت، ست اور تت ہے۔

یاد اللہ تاج وافسر ما ست — راحت از نام دوست مغفر ماست
تاکہ توحید بر زبان من است — قیصر وترک وردم چاکر ماست
درجہاں فخر بیش ازیں چہ بود — زانکہ خیرالبشرؐ پیمبرؐ ماست
قاب قوسین گشت معراجش — روز محشر لواش برسر ماست

Marfat.com

یار غارش رئیس صدیقاں که سراج بہشت عمر ماست
آنکه نام ویست ذوالنورین کاتب وحی بر پیمبر ماست
آں وصی رسولؐ وابن عمش که علیؓ نام وشیر وحیدر ماست
آں دو سبط نبیؐ حسنؓ اور حسینؓ دیده ما شبیر وشبر ماست
دین پاک و در نبیؐ راگیر سنت اش ہادی ست ورہبر ماست
زینہار از طریق وی مگزر زانکه اعدائے او مسخر ماست
راه احمد نه راه محض بوذ فضل مولا لباس مغفر ماست

اس نعت میں اسلامی عقائد کی ایک سچی اور واضح تصویر پیش کی گئی ہے پہلے دو شعر اللہ تعالٰی کی توحید کے بارے میں ہیں کہ جس نے اس ایک در پر سر جھکا لیا وہ عالم میں سرفراز ہو گیا اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ والوں کے پاؤں کی ٹھوکر ہمیشہ تاج سلطانی سے کھیلتی رہی ہے۔ اس کے بعد رسول پاک ﷺ کے حضور میں اظہار ارادت ہے کہ انہی کی رحمتوں سے ہم بلند وبالا ہیں یہی تعلق ہمارا فخر ہے اور یہی نسبت ہمارا ناز اور انہی کی شفیع المذنبینی ہم گنہگاروں کا آخری سہارا ہے اس کے بعد خلفائے راشدینؓ کا ذکر ہے کہ وہ صحابہؓ کی عظیم جماعت کے برگزیدہ انسان ہیں۔ ان کا وجود ستاروں کے جھرمٹ میں ماہتاب کی طرح ہے یہ ستارے اور یہ ماہتاب اسی آفتاب عالمتاب سے ضوپذیر ہیں جس کے آتے ہی ظلمتوں نے نور کا لباس پہن لیا تھا اور کفریوں کافور ہو گیا تھا جیسے سورج کی اولین کرنیں' رات کی تاریکیوں کو نگل لیتی ہیں۔ اس کے بعد حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا تذکرہ ہے کہ یہ دونوں نفوس قدسیہ سیرت وصورت کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ کا عکس ہیں اور ان سے قلبی لگاؤ' فرض عین اور حاصل ایمان ہے۔ یہ تعلق خاطر حضور ﷺ کی روحانی مسرت کا باعث ہے۔ اس کے بعد سنت رسول ﷺ کو سیدھا اور سچا راستہ قرار دیا گیا ہے۔ نعت گوئی کی یہ شکل بایں وجہ قابل تقلید ہے کہ اس میں وہ سب کچھ آ گیا ہے جو ہماری سلامتی ایمان کے لئے ضروری ہے۔ ورنہ آج کل بعض نے نعت گوئی کو حضور ﷺ ہی کے تذکار اقدس تک محدود کر دیا ہے اور بعض حضرات ضد میں صرف حمد ہی کو طرہ امتیاز بنائے ہوئے ہیں ایک طبقہ احترام صحابہؓ کا مدعی ہے' دوسرا اہل بیتؓ کا ثنا خواں ہے نتیجہ معلوم کہ ہم لوگ خانوں میں بٹ کر اصل راستے سے ہٹ گئے ہیں اور بکھر کر رہ گئے ہیں۔ ضرورت ان تمام پہلوؤں کے حسین اور معتدل امتزاج کی ہے کیونکہ حمد' نعت' احترام صحابہؓ اور حب اہل بیتؓ ایک ہی مرکز

111143

Marfat.com

سے ابھرنے والے دل آویز سلسلے ہیں یہ لازم بھی ہیں اور ملزوم بھی۔ واجب بھی ہیں اور مطلوب بھی۔۔۔۔۔ جس طرح حدیث وحی خفی بھی ہے اور گفتار رسالت مآب ﷺ بھی اور ان امور و اعمال اور ان اشخاص کا تذکرہ بھی جنہیں چشم رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پسندیدگی سے دیکھا۔ اسی طرح نعت میں اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکر بھی آئے گا کہ حضور ﷺ کی ذات کائنات کے لئے ایک عظیم ترین احسان ہے۔ ثنائے رسول ﷺ بھی آئے گی کہ خود خدا ان کا ثنا خواں بھی ہے اور ان کی ثنا کا طلبگار بھی۔ صحابہؓ اہل بیتؑ اور اہل اللہ کا اشارتاً ذکر خیر بھی ہو گا۔ کہ یہ کتاب و سنت کی چلتی پھرتی تصویریں ہیں اور انہیں خدا اور رسول ﷺ کی پسندیدگی کا شرف حاصل ہے۔ ان کی الگ الگ توصیف، حمد، نعت اور منقبت کہلائے گی۔ مگر نعت کہتے ہوئے اگر یہ تذکرے بھی آ جائیں تو نعت گوئی ہمارے عقیدے کے حسن کا ایک جامع اور سمٹا ہوا اظہار ہو جائے گی۔ مولانا ظفر علی خاں کہتے ہیں ؎

خدا کی حمد' پیغمبرؐ کی نعت' اسلام کے قصے
مرے مضموں ہیں جب سے شعر کہنے کا شعور آیا

○

اے شب گیسوئے تو روز نجات ۔۔۔ خاک پایت چشمہ آب حیات
گرد راہت طوطیائے چشم دل ۔۔۔ عقدہ زلف تو حل مشکلات
لفظ شیرینی تو راح و روح دل ۔۔۔ ذات مقصود تو جملہ کائنات
ذات پاکت مطلع نور خدا ۔۔۔ پر تو نورت محیط جملہ ذات
شربت تشنہ دلاں اقوال تو ۔۔۔ راحت دل خستگاں آب حیات
ہو محکم سری از اسرار تو ۔۔۔ لی مع اللہ نکتہ از واردات
باد از قہرے تو دائم بے قرار ۔۔۔ کوہ از حلم تو دائم در ثبات
شکر لطف تو در ہر نے رواں ۔۔۔ چاشنی فیض تو در ہر نبات
عقل از درک کمالت مختصر ۔۔۔ زانکہ وصفت نیست جنس مدرکات
ملجائے بے چارگاں خاک درت ۔۔۔ ہر زمانے در حیات ودر ممات
احمدی دیوانہ را سودائے تست ۔۔۔ اے شب در یاد تو روز نجات

یہ نعت افکار عالیہ کے اعتبار سے بھی اور حسن بدیع کے لحاظ سے بھی فن کا ایک نادر نمونہ

Marfat.com

ہے۔ تشبیہات واستعارات کا جمال منتہائے کمال پر پہنچ کرلودے رہا ہے۔ حضور ﷺ کے دہن مبارک سے بکھرنے والے پھولوں کو راح و روح دل کہنا' صنعت تجنیس کی شان بڑھا رہا ہے۔ دوسری طرف ہوا کی بیقراری کا باعث حضور ﷺ کے غصے اور پہاڑ کے ثبات وقیام کو حلم رسالت ماب ﷺ کی وجہ سمجھنا' صنعت حسن تعلیل کا ایک نادر نمونہ ہے۔ خاک پا کو چشمہ آب حیات' گیسوؤں کی شب کو روز نجات' گرد راہ کو طوطیائے چشم دل' احادیث کو شربت تشنہ دلاں اور خاک در کو زندگی کے ہر مرحلے کیلئے ملجائے بے چارگاں سے تعبیر کرنا' بلاغت کا ایک دل آویز اظہار ہی نہیں بلکہ چاہنے والے دل کی کیفیات کا خوبصورت عکس بھی ہے۔ بقول شاعر۔

جب تک زباں پہ ذکر رہا اس کی ذات کا
آتا رہا مزا مجھے قند و نبات کا

○

اے صورتت نشان خداوند اکبر است
ذات خدائے بیں کہ بصورت مصور است
حسن وجمال تو ہمہ اوصاف ایزدی ست
اے صورتت بمعنی اللہ اکبر است
درکائنات' حسن رخش جلوہ می دہد
اے حسن تو بصورت ومعنی برابر ست
در ہر طرف جمال خداوند ذوالجلال
اظہار کردہ حسن بعالم منور است
واللہ کہ غیر نیست بمعنی چہ بنگری
در صورتت بیں کہ بمعنی چہ خوشتر است
ذات خدائے چونکہ بصورت شد آشکار
انساں تماثلی ز خداوند اکبر است
نور خدائے بررخ آدم وآدمی ست
نورش محیط ذرہ ذرات مظہر است
ایں رمز' ایں نکات ز اسرار مصطفٰی است

Marfat.com

احمد ز پیرویش بعالم چہ خوشتر است

اس غزل کا انداز حکیمانہ اور ناصحانہ ہے۔ انسان اللہ تعالی کے حسن تخلیق کا ایک دلکش پیکر ہے۔ خصوصیات ربانی کی ایک رواں دواں تصویر اور اعجاز سیرت وصورت کی بنا پر کائنات کی رعنائی اور کائنات حسن لازوال کی ایک جھلک---- اظہار ذات کی ایک مستانہ موج اور خودبینی کے بعد خودنمائی کی ایک بے ساختہ آرزو ہے----- کائنات اور انسان کے بارے میں یہ حکیمانہ بصائر اور فلسفیانہ توجیحات کو شعر کے رنگ میں بیان کرنے کے بعد احمد جام ان تمام نکات و معارف کو اسرار مصطفی ﷺ قرار دیتے ہیں اور راہ مصطفی ﷺ ہی کو وجہ سعادت سمجھتے ہیں کہ انبیاء انسانی عظمتوں کا عطر ہوا کرتے ہیں اور خاتم النبیین ﷺ کی ذات گرامی قدر جملہ انبیائے کرام کی رفعتوں اور فضیلتوں کا خلاصہ ' عصارہ اور نچوڑ ہے۔ آخری شعر نے اس حکیمانہ غزل کو نعت بنا دیا ہے اور نعت میں حقائق وبصائر کے اظہار کا یہ ایک بہترین انداز ہے۔

○

عاشقاں نے بارگاہت نالہ وآہا زنند
بردرتو طبل سبحان الذی اسریٰ زنند
سرزمستی شراب وگفتگو ہادر کشند
پشت ہائے خود بفرق طارم خضر از نند
عرشیاں' بر آستانت از شرافت خاکروب
قدسیاں برخاک پایش بوسہ ہا ہرجازنند
آسمان وعرش وکرسی آرزو دارند ہمہ
بوسہ اندر خاکپائی خواجہ بطحا زنند
دشمنانش از تعصب سرفروبردہ بنار
دوستانش خیمہ اندر جنت الماوا زنند
گر شراری عاشقانش از دل خود برکشند
آتش اندر صفحہ نہ طارم اعلا زنند
شورا فتد در ملائک گرشبی مستان او
ہمچو احمد نالہ ہا را ازدل شیدا زنند

Marfat.com

یہ نعت مقام رسالت ماب ﷺ کی عظمتوں کا ایک ایسا شاعرانہ اظہار ہے کہ اسے پڑھ کر ذوق و وجدان اپنے اپنے ظرف کے مطابق کیف و سرور سمیٹ سکتے ہیں۔ در حضور ﷺ سجدہ گاہ قدسیاں ہے۔ آپؐ سردار انبیاء بھی ہیں اور سرتاج اولیاء بھی۔ عرش و کرسی انہی کے وصید در کو جھک جھک کر چوم رہے ہیں۔ زمین ارجمند ہے کہ وہاں آپؐ کی بارگاہ ہے اور آسماں رفیع و بلند ہے کہ اس نے آپؐ کے آستانے کو بوسہ دیا ہے آپ ﷺ کے دشمن خائب و خاسر اور آپ ﷺ سے محبت کرنے والے جنت کی خنک فضاؤں میں خیمہ زن ہیں اور احمد جام کے مطابق عشق کا یہ گداز حضور ﷺ کا فیض ہے الغرض یہ نعت مقام محمد ﷺ کی رفعتوں اور محبت کرنے والے دل کی وسعتوں کا ایک حسین امتزاج ہے۔

○

مقتدای نسل آدمؑ رہنمائے عاجزاں
آنکہ گردوں سربزیر پاش در وا افگند
آنکہ از انفاس پاکش زندہ گردد مردہ ہا
درمیان خلق عالمؑ رسم احیا افگند
پارہ از خاک پایش تاج فرق قدسیاں
خاک درگاہش بسر ایں چرخ خضرا افگند
طالب از خاک درش کحل بصر ساز دہمہ
واصل از نور جلالش چشم بالا افگند
خاک پایش را یرک سرمہ کن بادیدہ ہا
زانکہ اونوری ہدا درچشم اعمیٰ افگند
بردرش سرگشتہ ویچارہ افتادہ است
تانظر دربندہ خود خواجہ ماافگند

حضرت احمد جامؒ کے نزدیک خاک در محبوب، عاشق صادق کے لئے اکسیر سے کم نہیں ہے اور جب محبوب ایک اکمل و احسن وجود ہو کہ اس کی نگہ کرم سے عقیدے کھلتے، بگڑے سنورتے، ذرے ابھرتے اور رخ مہروماہ کا غازہ بن جاتے ہوں تو پھر اس محبوب کے دروازے کی خاک چاہنے والوں کے لئے سرمہ بصیرت اور قدسیوں کے لئے سربلندی کا سامان بن جایا کرتی

Marfat.com

ہے۔اس نعت میں ،نعت گو اسی سایہ دیوار کی طلب، اسی آستانے کی آرزو اور اسی خاک در کی تمنا کر رہا ہے کہ اس سے زیادہ حسین اور کوئی چاہت نہیں ہے۔اب خورشید رضوی کا یہ خوبصورت شعر پڑھنے کے بعد احمد جامؒ کی نعت سے لطف لیجئے۔

اے زہے قسمت! اگر دشت جہاں میں آپؐ کے
نقش پا پر چلتے چلتے نقش پا ہو جائیے

○

اے کہ درصورت تو جملہ جہاں کردہ سجود
پرتو نور خدائے زجمالت موجود
ابرویت قبلہ معنی ولبت آبحیات
اہل دل جملہ بنزدی رخ تو کردہ سجود
ہر کجا آیت حسنی ست بشانت نازل
مصحف نور الٰہی ز جمالت مقصود
پر تو حسن تو بودہ است کہ بر آدم تافت
سجدہ کردند ملائک وتو بود معبود
ہمہ انور خدائے ست بروی تو عیاں
بر کمالت ہمہ آثار الٰہی موجود
ہر چہ درچشم تو آید ہمہ اسرار خدا ست
گرہمہ چنگ ورباب ست ہمہ نائے سرود
ہمہ انوار خدائے ست بروی تو عیاں
بارک اللہ زتو آثار الٰہی بنمود
رویت انوار خدائے ست ولے چشم کجا
ہمہ جا نور الٰہی ست چہ ھبط چہ صعود
حمد اللہ کہ درچشم تو انوار خدا ست
زہی انوار الٰہی کہ شدہ بر تو درود
احمد گوشہ گزیں از ہمہ عالم زنہار
بردہن مہر بنہ تا کے ایں الفت شنود

Marfat.com

رسول پاک ﷺ کی دل آویز شخصیت میں مصور حقیقت نے اپنے کمال فن کا اظہار اس نوع سے کیا کہ تصورات کا جمال اپنے کمال تک پہنچ گیا ہے۔

مشیت حسن کی تکمیل فرماتی ہوئی ابھری
تصور آخری تصویر بن جاتا ہوا آیا

جس شخصیت کی سیرت کے شفاف آئینے میں 'انوار الٰہی' آثار الٰہی اور اقدار الٰہی بدرجہ اتم جھلک رہے ہوں' جس کے لئے الطاف واکرام کے خزانے وقف ہوں اور ان خزانوں میں ہر لمحہ اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہو' جو وجود پاک اللہ تعالیٰ کی رحمت کامل کا مرکز و مورد ہو۔ جس ذات اقدس کے لئے التفات و توجہ اس لئے فراواں ہو اور جس پر سعادتیں اس لئے برس رہی ہوں کہ اس سے جملہ عالمین فیضیاب ہوں اور اس فیض سے ان کی سختیاں' آسانیوں میں بدل جائیں' مشکلات کی گرہیں وا ہوں' تمناؤں کی کلیاں پھول بنیں' پسندیدہ مقاصد کا حصول آسان ہو اور ہر خاتمہ' حسن و خوبی پر منتج ہو------ اس نعت میں اس رخ تاباں کی جہاں افروزیوں کا ذکر ہے کہ جس کے طفیل سے بادل برسایا جاتا اور پیاسوں کو سیراب کیا جاتا تھا۔ اس سلسلے میں جناب ابوطالب کا احساس و اعتراف شعر کی صورت میں آج بھی تاریخ کی ایک درخشندہ صداقت ہے۔

○

برگفتہ	احمد	نگہ	کن	یا نور	محمدؐ	نگہ کن
احمد	زاحد	جدا	نیائے	از راہ	موبدی	نگہ کن
شناس	تو	خویش	رابہ تحقیق	اس دولت	سرمدی	نگہ کن
گر زہد	مغفرت	بخواہی		در قول	محمدؐ	نظر کن
ما آیت	مصحف	وجودیم		دریائے	محیط	و بحر جودیم

چھوٹی بحر میں یہ مختصر نعت اس حقیقت کی آئینہ دار ہے کہ اگر انسان فرمودات رسالت مآب ﷺ کو روبرو رکھے۔ تو اسے خودشناسی ہی نہیں' خداشناسی کی نعمت عظمیٰ بھی مل سکتی ہے۔ احد کو احمدؐ کی نسبت سے جاننے اور پانے کی تلقین اور خود کو پہچاننے کا درس ہے۔ کہ خود آگہی ایک ایسی سرمدی دولت ہے جس سے کائنات کے عقدے کھلتے' نگاہوں کو بصیرت کی دولت عطا ہوتی اور دلوں کو عرفان حق کا نور ملتا ہے۔ وہی بارگاہ ناز تشکیک کے صحراؤں میں بھٹکنے والے راہیوں کی آخری منزل ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں پر ہر انسان کو

Marfat.com

سکون و طمانیت کا کیف ملتا ہے۔

خود وقت کو ملتا ہے سکوں ان کی گلی میں
سنتے ہیں وہاں گردش ایام نہیں ہے

صوفیائے کرام کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے اسلامی تصوف کی حقیقتوں سے لوگوں کو نہ صرف آگاہ کیا بلکہ اپنی تحریر، تقریر اور عمل سے واضح کیا کہ اصل اساس قرآن وسنت ہے۔ گو تصوف میں پہلے ہی کئی تانے بانے اور سلسلے تھے۔ یونانی، ہندی، یہودی اور مسیحی کج بحثیوں اور کج فکریوں نے اسلامی تصوف کو بھی گورکھ دھندا بنا کر ویران و بیکار کرنا چاہا۔ مگر اکابر صوفیاء نے ان نظریات سے اسلامی تصوف کو بچا کر رکھا۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے الفاظ میں ''جس شخص نے تصوف سے پہلے قرآن حفظ نہ کیا ہو اور حدیث میں سند حاصل نہ کی ہو۔ اسے دوسروں کی رہنمائی کا کوئی حق نہیں'' -------- تاریخ جانتی ہے کہ صوفیائے کرام کی اکثریت قرآن و حدیث کی منتہی تھی۔ زبان و قلم کی بہترین صلاحیتوں سے متصف تھی، طبعی موزونیت کی بنا پر بیشتر صوفیاء بہترین شاعر بھی تھے وہ فلسفہ و منطق کی گہرائیوں اور کمزوریوں دونوں سے کماحقہ آشنا تھے۔ دوسری طرف ذکر و فکر اور مجاہدات و مراقبات نے ان کے علم کو حسن عمل کی دل آویزیوں سے نوازا تھا---------- یہی وجہ ہے کہ ان کی محفلوں میں ہر ذوق تسکین پاتا تھا۔ ادباء کو شاعرانہ تاب و تب ملتی تھی، علماء کو فقیہانہ بصیرتیں عطا ہوتی تھیں سرگرداں عقل کو سکون منزل کا احساس ہوتا تھا اور ان کی ایک نظر دل کی ویرانیوں کو گل و گلزار کر دیتی تھی۔

زندگی دے رہے ہیں آنکھوں سے کیا سلیقہ ہے بھیک دینے کا

حضرت احمد جامؒ ایسے ہی حقیقی صوفیاء میں سے ایک ہیں جو گو قدیم دور سے تعلق رکھتے ہیں مگر ان کی سوچ کا انداز تحیر خیز حد تک قابل قدر اور قابل عمل ہے ان کی نعتوں میں عالمانہ اور والہانہ بصیرتیں متوازی چلتی ہیں۔ ان کی نعت قرآن و سنت کی اساس پر پروان چڑھتی ہے ان کا تصوف اسی مرکز کے گرد گھومتا ہے ان کے نزدیک افکار الوہیت اور گفتار رسالت مآب ﷺ کو دل کی گہرائیوں میں اتارنے اور خود کو اسوۂ رسول ﷺ کے مقدس سانچے میں ڈھالنے کا دوسرا نام تصوف ہے حق یہ ہے کہ دل کی اس گواہی کے بغیر اسلام کا اقرار، خوبصورت الفاظ کا مجموعہ تو ہو سکتا ہے حقیقت نہیں بن سکتا۔

Marfat.com

تو عرب ہو یا عجم ہو ترا لا الہ الا
لغت غریب جب تک ترا دل نہ دے گواہی

○

کتابیات

۱- دیوان حضرت احمد جامؒ ۲- اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۳- اسلامی انسائیکلوپیڈیا- سید قاسم محمود ۴- شعر العجم ۵- مولانا شبلی نعمانی ۶- تاریخ تصوف- پروفیسر یوسف سلیم چشتیؒ ۷- حرف حرف حقیقت- واصف علی واصف-

Marfat.com

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ
(اے غبار خاک کویت، سرمہ چشم فلک)

حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، معلم بہ تعلیم الٰہی، مؤدب بہ تادیب خداوندی اور مبلغ بہ تبلیغ ربانی تھے۔ وہ اس کارخانہ سودوزیاں میں اللہ تعالیٰ کی نوازشہائے بے پایاں کا عظیم ترین اظہار تھے۔ انہیں مولا کریم نے یہ قدرت عطا فرمائی تھی کہ ان کی ہلکی سی توجہ بھی انسان کو ظاہری اور قلبی اعتبار سے سنوار کر فقروغنا کے بلند ترین مقام تک لے جا سکتی تھی۔ وہ مخبر صادق ہونے کے ساتھ ساتھ رشدوہدایت کا ایک جامع ذریعہ تھے۔ وہ تعلیم کے ساتھ ساتھ تزکیہ بھی فرماتے چلے جاتے تھے۔ یوں کتاب و حکمت کے رموز بھی کھلتے چلے جاتے تھے اور قلب و نظر کی ظلمتیں بھی نور بنتی چلی جاتی تھیں اور منصب نبوت کا تقاضا بھی یہی تھا۔۔۔ گویا انؐ کی حیات اقدس زندگی کے ہر پہلو کے لئے ایک احسن نمونہ تھی۔ اور انؐ کے کرم کے سلسلے کو بکو، جو بہ جو، اور یم بہ یم تھے ؎

وہ جس کا جذب تھا بیداری جہاں کا سبب
وہ جس کا عزم تھا دستور ارتقا کی طرح
وہ جس کے لطف سے کھلتا ہے غنچہ ادراک
وہ جس کا نام نسیم گرہ کشا کی طرح
وہ جس کا سلسلہ جود، ابر گوہر بار
وہ جس کا دست عطا، مصدر عطا کی طرح
خزاں کے حجلہ ویراں میں وہ شگفت بہار
فنا کے دشت میں وہ روضہ بقا کی طرح

حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صحابہؓ تک تو رشدوہدایت اور تعلیم و تزکیے کا سلسلہ بیک ساعت، بیک مقام اور بیک نظر چلتا رہا۔ مگر مرور زمانہ کے ہاتھوں خصائص بکھرتے اور فیوض کے منابع تقسیم ہوتے چلے گئے۔ ظاہری احکام و اعمال شریعت کہلائے اور باطنی اوصاف

Marfat.com

وکمالات طریقت سمجھے جانے لگے۔ منزل بہر نوع وہی رہی---- رضائے خداوندی---اور یہی قرآن وحدیث کی جملہ تعلیمات کا واحد مدعا ہے---- بظاہر جداگانہ (دراصل متوازی) راہوں کی بنا پر اہل ظاہر نے شریعت اور طریقت کے مابین ایک خلیج پیدا کی اور پھر اسے بحث و تمحیص کی زد میں لاکر' فراخ تر اور طویل تر کرنے کی بھرپور سعی کی۔ حالانکہ شریعت سے جلوت سنورتی اور طریقت سے خلوت نکھرتی ہے نتیجہ معلوم کہ علمائے کرام اور فقہائے عظام اپنی علمی کاوشوں سے نسیم گرہ کشا کی طرح شعور وادراک کے غنچے کھلاتے رہے اور صوفیائے کبار کا جذب وشوق ابر گوہربار کے مانند دلوں کی بنجر کھیتیوں کو سیراب کرتا اور خزاں کی ویرانیوں کو بہاروں کا پیغام دیتا رہا۔ مقصود ایک ہی رہا۔ ظاہر کو سنوار کر اور باطن کو نکھار کر مسلمان کے ایمان کو ممتاز اور عرفان کو اعجاز بنا دینا۔ علماء علم دیتے رہے اور صوفیاء اس علم کو معرفت عطا کرتے رہے۔ علماء کے پاس دانش تھی' صوفیاء نے اس دانش کو بینائی بخشی اور بصارت کو بصیرت بنا دیا اور کمال سیرت یہ ہے کہ ہر ذرہ ایک جہان راز بن کر جھلملانے لگے۔ اور "میں" تو کے سانچے میں ڈھل جائے۔

جہان تمنا میں جب تو ہی تو ہے تو بے فائدہ پھر تری جستجو ہے
ہر اک رنگ سے تیرا جلوہ ہے پیدا خلش خار میں ہے تو پھولوں میں بو ہے

گویا "اسلام کے ظاہری احکام کو شریعت کہتے ہیں اور باطنی قوت تسخیر کو طریقت' یا یوں سمجھئے کہ علم وعمل کی پختگی کا نام شریعت ہے اور شریعت کے لئے ظاہری وباطنی قواء کا مسخر ہو جانا طریقت ہے دونوں میں کوئی مغائرت نہیں۔ اہل شریعت اور اہل طریقت دونوں اسلام کے اسرار جلی اور معارف خفی کی امانت اپنے سینوں میں رکھتے ہیں اور دونوں منزل تقدس کے معتبر قافلہ سالار ہیں"---- یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام کی اکثریت علوم ظاہری کی منتہی اور غوامض قرآن وحدیث سے کماحقہ آشنا رہی ہے۔

انبیاء بگڑی ہوئی نسلوں کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوا کرتے ہیں اور اولیاء ان کی تعلیمات کو شگفتہ وشاداب رکھنے میں بھرپور کردار ادا کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الطاف واکرام ربانی کا ایک بیش بہا' ہردم معمور اور ہر لحہ افزوں خزانہ ہیں۔ اور اولیاء اسی خزانے سے اپنی جھولیاں بھرتے اور طالبان حقیقت ومعرفت کو ان کے ظرف کے مطابق لعل وجواہر بانٹتے چلے جاتے ہیں۔ نہ وہ منبع کم ہوتا ہے نہ مرشد کی توجہ میں کوئی کمی آتی ہے---- قصور کاسہ گدائی ہی کا ہوا کرتا ہے۔

Marfat.com

؎ تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگئ داماں بھی ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حنبلی سلسلے کے پیرو اور قادری سلسلے کے بانی تھے۔ وہ شریعت و طریقت کے ایک ایسے شاہباز تھے جن کی برکات سے ایک عالم شاداب رہا اور اسی شادابی سے آج بھی تازگی سمیٹ رہا ہے ؎

کہیں ایثار غم ہوتا ہے ضائع چمن شاداب ہے شبنم نہیں ہے

انہوں نے اپنے بارے میں ایک شعر میں اظہار خیال فرمایا ہے یہ اظہار واقعیت پر مبنی ہے کیونکہ اللہ والے کا قلم' صداقت رقم ہوتا ہے وہ کسی عالم میں بھی مبالغے کا شکار ہو کر' دروغ کو فروغ کا رنگ نہیں دیا کرتا' وہ شعر یوں ہے۔

انا بلبل الا فراح املاء دوحها طربا وفی العلیا وباز اشهب

(میں خوشیوں کا بلبل ہوں اور ان کے تنوں کو خوشیوں سے پر کرتا ہوں اور عالم بالا میں باز اشہب ہوں)

یہ شاعر کی تعلی نہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپ سے اس قدر خوارق کا اظہار ہوا کہ انہیں پڑھ کر عقل انسانی سراپا عجز ہو کر رہ جاتی ہے اور بے ساختہ منعم حقیقی کے انعامات خاص کا ثناخواں ہونا پڑتا ہے کہ فرد واحد میں جمال و کمال' فکر و نظر' ذہن وذوق اور حال وقال کی عظمتوں کو کمال پر لے جا ہم آہنگ کر دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا مشکل کام ہے۔

آپ کا سن پیدائش یکم رمضان ۴۷۰ھ (۱۰۷۷ء) ہے اور مقام پیدائش گیلان' یہ علاقہ بلاد دیلم کے قریب تھا۔ یہ مقامات شمالی ایران کے جنوبی ساحل پر واقع ہیں۔ جس کے مشرق میں رے اور طبرستان ہیں۔ عربوں نے گ کو ج سے بدلا۔ تو جیلان مشہور ہوا۔ آپ مادر زاد ولی تھے۔ یاد رہے کہ آپ کی پیدائش کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ کی عمر ساٹھ برس کی تھی یوں سن یاس میں آپ آس کا پیغام لے کے آئے۔ آپ کی حیات مستعار کو اگر "کمال عشق" قرار دے لیا جائے تو بے جا نہ ہوگا بلکہ صدق آفرینی ہوگی کہ عشق کے عدد ۴۷۰ ہیں' جو آپ کا سن پیدائش ہے اور کمال کے عدد ۹۱ ہیں اور ۹۱ برس ہی کی عمر میں آپ نے رحلت فرمائی۔ آپ کا کمال ولایت اس امر سے آشکار ہے کہ رمضان میں دن کے وقت آپ اپنی والدہ مکرمہ کا دودھ نہیں پیا کرتے تھے۔ ایک بار ۲۹ شعبان کو بوجوہ چاند نظر نہ آیا۔ صبح کو لوگوں نے آپ کی والدہ محترمہ سے استفسار کیا کہ کیا حضرت نے آج دودھ پیا ہے؟ والدہ نے نفی میں جواب دیا اور یہ

Marfat.com

بات یقینی ہو گئی کہ اس دن رمضان کی پہلی تاریخ تھی۔ آپ کی تاریخ ولادت اس شعر کے ایک ٹکڑے سے نکلتی ہے۔

باغ نبویؐ کہ بود باغے نادر زاں باغ زگل دمید عبدالقادر

"دمید عبدالقادر" کے عدد ۴۷۰ ہیں آپ کے والد گرامی قدر کا نام حضرت ابو صالح جنگی دوست تھا کہ آپ جہاد کے از حد شائق تھے۔ اس لئے "جنگی دوست" کے لقب سے ملقب تھے۔ ان کا انتقال شیخ کے بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ والدہ ماجدہ کا اسم گرامی فاطمہ تھا۔ کنیت ام الخیر اور لقب امتہ الجبار تھا وہ وقت کے ایک معروف اہل دل ابو عبداللہ الصومعی کی دختر تھیں۔ جبکہ حضرت کا اسم گرامی عبدالقادر' لقب محی الدین اور کنیت ابو محمد تھی۔ آپ کا نسبی سلسلہ بارہ واسطوں سے حضرت علیؓ تک پہنچتا ہے اور والدہ محترمہ کا سلسلہ نسب بھی پندرہ واسطوں سے حضرت علیؓ کو جا ملتا ہے۔ آپ کی پھوپھی سیدہ عائشہؒ بھی جیلان کی ایک پارسا خاتون تھیں۔ خشک سالی کے ایام میں ایک دن لوگ ان کی خدمت میں بارش کی دعا کے لئے حاضر ہوئے۔ انہوں نے اپنے صحن میں جھاڑو دی اور آسمان کی طرف دیکھ کر عربی میں دعا فرمائی جس کا مفہوم کچھ یوں تھا کہ پروردگار! جھاڑو میں نے دی ہے چھڑکاؤ آپ کر دیں' لوگ گھروں کو واپس ہوئے تو وہ راستے میں بارش سے بھیگ چکے تھے۔

آپ ۱۸ برس کی عمر میں تحصیل علم کے لئے بغداد آئے پچیس برس کی عمر میں آپ علوم ظاہری کی تکمیل کر چکے تھے۔ اور اگلے پچیس برس باطنی تزکیے کی نذر ہوئے۔ آپ کا قول ہے کہ "میں پچیس برس تک عراق کے صحراؤں میں رہا اس کیفیت میں کہ نہ کسی کو جانتا تھا اور نہ مجھے کوئی جانتا تھا" آپ وفات تک بغداد میں مقیم رہے بروایت ۸ ربیع الثانی ۵۶۱ھ بعد نماز عشاء وفات پائی اور اپنے مدرسہ واقع باب الازج میں مدفون ہوئے۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنے وقت کے جید اور معتبر علماء سے کسب فیض کیا انہوں نے فنون وادب کے میدان میں التبریزی (م۔ ۵۰۲ھ) کے حضور میں زانوئے تلمذتہ کیا۔ حنبلی فقہ کی تعلیم ابو الوفا بن العقیل اور قاضی ابو السعد المبارک سے حاصل کی۔ علوم حدیث میں ابو محمد جعفرالسراج (م۔ ۵۰۰ھ) ان کے معلم تھے اور تصوف کے سلسلے میں انہیں ابو الخیر حماد الدباسؒ (م۔ ۵۲۳ھ) سے ارادت وعقیدت تھی۔ قاضی ابو سعیدؒ کے ہاتھوں آپ کو خرقہ طریقت عطا ہوا گویا حضرت شیخؒ ایک ہمہ جہت شخصیت تھے۔ وہ علمی' فقہی' دینی اور روحانی کمالات کی ایک حسین وجمیل قوس قزح تھے یا دوسرے لفظوں میں ایک سچے اور پکے

Marfat.com

مرد مومن تھے۔ عطائے خرقہ طریقت کے بعد آپ نے شوال ۵۲۱ھ میں پہلا وعظ بغداد کے محلہ حلبہ برانیہ میں فرمایا۔ چونکہ باطنی فیوض و برکات کی بنا پر آپ کے افکار میں وقار اور گفتار میں اعتبار آچکا تھا نتیجہ معلوم کہ آپ کی زبان پر تاثیر کے بکھرنے والے علمی موتیوں سے ایک دور کی تہی دامنی معمور ہوتی رہی اور آپ کی نگہ برق آسا سے دلوں کی وادیاں مستنیر و مسخر ہوتی رہیں یوں ایک عہد کا وجدان سنورتا اور روح نکھرتی رہی۔

آنچہ زری شود از پر تو آں قلب سیاہ
کیمیائیست کہ در صحبت درویشاں است

آپکی زبان اور قلم میں تلوار کی کاٹ تھی۔ آپکی نگاہ کے زاویے برق خاطف بن کر لہراتے رہے۔ دعوت وارشاد اور تذکیر و تطہیر کا یہ سلسلہ بغداد میں چالیس برس تک جاری رہا۔ آپکے مواعظ میں اسقدر کشش تھی کہ انہیں سننے کیلئے ایک دنیا بغداد کیطرف کھنچی چلی آتی تھی۔

بسا اوقات اس مجلس وعظ میں حاضرین کی تعداد ساٹھ ہزار سے تجاوز کر جایا کرتی تھی۔ چنانچہ ان مجالس کا اہتمام شہر سے باہر عید گاہ میں کرنا پڑتا تھا۔ آپ کے فیض سے لاکھوں غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے اور کروڑوں مسلمانوں کو آپ کی زبان بصیرت افروز نے باخدا مسلمان بنادیا۔ آپ کی حق گوئی مسلمہ تھی۔ خدا کے خوف نے آپ کو ہر خوف سے بے خوف کر دیا تھا۔ آپ نے عرفان تصوف کو رموز شریعت کے ساتھ ہم آہنگ کیا کہ کتاب وسنت دلوں کے ایوان یوں منور و معنبر کرتی چلی گئی جیسے شاخ گل ولالہ میں باد سحر گاہی کا نم سما جاتا ہے۔ آپ کی خود شناسی اور خدا آگہی، علم و دانش اور تنویر و تعبیر کے پھول بکھیرتی رہی۔ آپ کے علمی فیض کے سلسلے پیہم تھے اور دوسری طرف آپ کی کرامات بھی حد تواتر کو پہنچی ہوئی تھیں۔ گلزار معرفت میں ایسے پھول صدیوں کے بعد کھلتے ہیں جن کی مہک میں بہار کی جملہ رعنائیاں یکجا ہو چکی ہوتی ہیں ۔

جس پہ فطرت کو پیار آتا ہے وہی مجموعہ صفات ہو تم

نفحات الانس (نورالدین جامی) کے مطابق آپ کے مرشد طریقت شیخ حمادؒ نے آپ کے بارے میں "مقتدائے اولیاء" ہونے کی پیش گوئی فرمائی تھی۔

آپ سلوک و معرفت کے ساتھ ساتھ قرطاس و قلم کی بھی بہترین صلاحیتوں سے متصف تھے۔ پندرہ کے لگ بھگ وقیع تصانیف آپ کے زور قلم کا حاصل ہیں۔ آپ کی تحریریں فصاحت وبلاغت اور حلاوت و عذوبت کا ایک تاثر آفرین شاہکار ہونے کے ساتھ ساتھ کتاب

Marfat.com

وسنت کی ایک دل نشین تفسیر اور اپنے دور کے انحطاط کی ایک عبرت ناک تصویر بھی ہیں۔
بطور صاحب طریقت آپ کی عظمت و رفعت مسلم ہے جس طرح ایک فلسفی شاعر اپنے ہر مصرعے میں کوئی پیغام رکھتا چلا جاتا ہے اسی طرح ایک صوفی عالم' قاری کو علم و حکمت کے ساتھ ساتھ ایک طرح کی قلبی سرشاری اور روحانی سرخوشی سے بھی نوازتا چلا جاتا ہے۔ ایک عالم کی تحریر صرف ذہن کو متاثر کرتی ہے جبکہ کسی اہل دل کی تحریر دلوں کو مسخر کرتی چلی جاتی ہے آپ کی تصانیف فصیحانہ بلاغت آفرینیوں کا ایک عرفانی نمونہ ہیں۔ آپ کا لفظ لفظ عروق مردہ میں زندگی کا تازہ لہو دوڑاتا چلا جاتا ہے آپ کی تصانیف میں غنیتہ الطالبین معروف ہے۔ مگر اس کے بارے میں بعض اہل نظر احباب نے تامل کا اظہار کیا ہے ان کے خیال میں حضرت شیخ کے انداز تحریر اور طرز فکر کی کوئی سی جھلک بھی اس کتاب میں نہیں ہے۔ ان کے نزدیک یہ کتاب ایک اور شخص عبدالقادر جیلی کی تصنیف ہے۔ بعض کے نزدیک یہ کتاب اساسیات دین کے بارے میں شیخ کی ایک ایسی تصنیف ہے جس سے مبتدی بالخصوص اور منتہی بالعموم بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔ فتوح الغیب میں تصوف سے متعلق ۷۸ مقالات ہیں یہ ایک ایسی قابل قدر تصنیف ہے جس کا ہر مضمون اسرار معرفت کا گنجینہ اور ہر جملہ صدہا صداقتوں کا خزینہ ہے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اسی کا ترجمہ فارسی میں کیا تھا بعد میں اس کے تراجم اردو میں بھی ہوئے۔ یہ مقالے اصطلاحات تصوف سے بچتے ہوئے اسرار شریعت و طریقت کی ایک قابل قبول توضیح ہے۔ "فتح ربانی" میں آپ کے ۶۲ خطبے شامل ہیں یہ آپ کے ارشادات کا ایک ایسا مجموعہ ہے جسے آپ کی تعلیمات کا افشردہ و عصارہ کہہ سکتے ہیں۔

دراصل یہ ایک مختصر سی کتاب ہے مگر فکر کی رفعت' بیان کی عظمت اور انداز کی ندرت کے اعتبار سے ایک کیف آفرین تاثر کی حامل ہے حضرت شیخ عفیف الدین بن المبارک نے آپ کے مواعظ کو یکجا کر کے اہل نظر کی آسودگی اور اہل دل کی سرشاری کا جو سامان کیا ہے وہ اس نقطہ نظر سے قابل تحسین ہے کہ اگر ہم آج شیخ طریقتؒ کے ارشادات ان کی زبان سے نہیں سن سکتے تو کم از کم انہیں دیکھ اور پڑھ تو سکتے ہیں اب ان مواعظ کا ترجمہ اردو میں بھی ہو چکا ہے "عوارف المعارف" میں آپ نے کتاب و سنت کو نظریات تصوف کی بنیاد بنا کر ایک تجدیدی کارنامہ انجام دیا ہے توحید و رسالت کی اس سچی تعبیر نے میدان تصوف میں گمرہی اور بدعت کو یوں نابود کر دیا ہے جس طرح سورج کی اولین کرنیں' شب کی ظلمتوں کو نگل جاتی ہیں۔ "قصیدہ غوثیہ" جمال ذات اور کمال تصوف کی آئینہ دار ایک ایسی شعری تصنیف ہے کہ

Marfat.com

اسے بزرگان سلف' اکتساب عظمت اور حصول استغناء کے لئے بطور وظیفہ پڑھتے رہے ہیں۔ یہ حب الٰہی میں ڈوب کر کہی گئی ایک ایسی توصیف ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کی رفعتوں پر غور و فکر کے بعد انسان خود کو فی الواقع احسن تقویم سمجھنے لگ جاتا ہے۔ اسے اللہ بھی یکتا نظر آتے ہیں اور بطور شاہکار ربانی اپنا آپ بھی بے مثال دکھائی دیتا ہے۔ اس قصیدے میں اس حقیقت کا اظہار بھی ہے کہ حضرت اسم اعظم کے راز سے واقف تھے اور اسی راز کے فیض سے اشیائے کائنات تابع اور محکوم رہتی ہیں۔ مکتوبات غوث اعظم فارسی زبان میں ایک نوع سے اسرار تصوف کی ایک آسان شرح ہے انہیں پڑھ کر ایک سالک کے روز و شب سنورتے اور اس کا قال' حال کے سانچے میں ڈھل کر دلنواز ہو جاتا ہے طرز تحریر کا ایجاز گہرائی اور گیرائی کی جمالیاتی تاب و تب لئے ہوئے ہے۔ آپ علم کلام کے دقیق مسائل اور وحدت الوجود کی فلسفیانہ توضیحات کے بجائے قرآن و سنت' توحید ربانی اور اسوہ رسالت مآب ﷺ کو اس والہانہ شیفتگی کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ ذہن بھی جلا پاتا ہے' دل بھی جھومتا ہے' روح بھی وجد کرتی ہے اور ہولے ہولے قاری خود کو کتاب و سنت کی پاکیزہ فضاؤں میں محو پرواز محسوس کرتا ہے۔ "دیوان غوث اعظم" فارسی زبان میں اسرار حق کا ایک نغماتی اظہار ہے غزلوں کی تعداد ۸۲ ہے فنی اعتبار سے بھی اس کا مقام انتہائی بلند ہے اور معنوی اعتبار سے بھی یہ اس قدر دل آویز ہے کہ ذوق کو شوق کی عظمتوں سے آشنا کرتا چلا جاتا ہے اس دیوان کی کم و بیش تمام غزلیں ذات حق اور صفات حق کے کمال و جمال کی آئینہ دار ہیں چونکہ اہل اللہ کی ذات اور بات میں تاثیر ہوتی ہے اس لئے یہ دیوان بھی اہل دل کا وِرد و وظیفہ بن چکا ہے سا لکین حق آگاہ نے ہر غزل کے خصائص متعین کر رکھے ہیں دور حاضر کی اکثریت عربی اور فارسی کے ذوق سے بیگانہ اور سلوک و معرفت کے سلسلوں سے کوسوں دور ہے۔ اردو دان طبقے کی اکثریت بھی "پنجابی نما اردو" کو اپنا نشان امتیاز بنائے ہوئے ہے۔ طبیعتیں ذوق و شوق سے بے مایہ ہو کر' مادیت کی اس قدر پرستار ہو گئی ہیں کہ روحانی نکھار کی نہ انہیں ضرورت ہے نہ احساس۔

ے سوچو تو سلوٹوں سے بھری ہے تمام روح
دیکھو' تو ایک شکن بھی نہیں ہے لباس میں

آج لازم ہے کہ صوفیائے کرام کے کلام بلاغت نظام کو آسان اردو ترجمے اور شرح کے ساتھ پیش کیا جائے تاکہ نئی پود کو ان کی علمی مرتبت' ادبی فضیلت اور دینی وجاہت کا علم ہو

Marfat.com

سکے۔ اور یہ بھی پتا چل سکے کہ جن صوفیائے کرام کے نام پر اور جن کے مزاروں پر نام نہاد عقیدت' بدعت کا بازار گرم کرتی ہے وہ خود کس قدر سچے موحد اور فرمودات رسالت ﷺ کے کس قدر شیدا تھے۔

کسے خبر کہ ہزاروں مقام رکھتا ہے
وہ فقر جس میں ہے پوشیدہ روح قرآنی

جناب سید عبدالقادر جیلانیؒ کے دیوان کا ایک ایک شعر ان کی قلبی کیفیات کا عکاس ہے توحید' توکل' تقویٰ' عبادت' ذکر' فکر اور فقر' غرض متصوفانہ روزوشب کا وہ کونسا نغمہ ہے جو اس ساز سخن کے رگ و ریشے میں مچلتا محسوس نہیں ہوتا۔ غزل کے علائم و رموز اور تشبیہات واستعارات کے زرتار لباس کو "عرفانیات" کی توضیح کے لئے اس خوبی سے برتا گیا ہے کہ حضرت کے باطنی تصرفات کے ساتھ ساتھ ان کی شاعرانہ صلاحیتوں کے حضور میں سرنیاز خم کرنا پڑتا ہے۔ شیخؒ کا یہ ادبی اور شعری ملکہ مبدء فیاض کے انعامات خاص کے بعد' ابوزکریا یحییٰ بن علی بن الخطیب التبریزی کے انداز تدریس و رنگ تربیت کا نتیجہ ہے اس سارے دیوان میں اللہ تعالیٰ کی عظمتوں' پاکیزگیوں اور رحمتوں کا تذکرہ اس قدر زیادہ ہے کہ ڈھونڈے سے صرف تین نعتیں ملی ہیں مگر یہ تین نعتیں اپنے وزن اور وقار کے اعتبار سے دوسروں کے نعتیہ دواوین پر حقیقتاً بھاری ہیں۔

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ
دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

نعت کی اس کمی سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ نعت کہنا' فی الواقع تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔ ایک ایسی بارگاہ ناز کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے جہاں جنیدؒ و بایزیدؒ بھی نفس گم کردہ آتے ہیں۔ جس کی مدحت کے لئے الفاظ قلم سے نہیں' پلکوں سے چنے جاتے ہیں' جہاں ' ترجمان دل بن جاتے اور سکوت' تکلم کی معراج ہو جاتا ہے اس میدان میں قلم' احتیاط سے اٹھانا اس لئے بھی ضروری ہے کہ زبان و قلم کی ہلکی سی لغزش بھی انسان کو پایہ ایمان سے گرا دیتی ہے۔ اس بارگاہ عظیم و جلیل ---- کہ یہ عرش بھی نازک تر ہے--- میں خود اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی آواز پست تر رکھنے کا حکم دیا ہے اور حضور ﷺ کے حضور میں درود و سلام بھیجنے کی تلقین کی ہے اور یہ بھی کہ عالم بالا میں فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں اور ظاہر ہے کہ عالم بالا میں بلند آہنگی کا کوئی تصور نہیں ہے وہاں تو سکوت چھلکتا اور بے زبانی' زبان بنی

Marfat.com

رہتی ہے۔ بے خبر بلگرامی ایک مقام پر کہتے ہیں کہ خدا کے ساتھ تو ہزار شوخی کرلو لیکن بارگاہ رسالت ﷺ میں انتہائی احتیاط مطلوب ہے۔

ہزار بار تواں کرد باخدا شوخی
ولیک دم نتواں زد بہ مصطفیٰ گستاخ

یا کسی نے کہا۔ باخدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار۔ لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ حضور حق میں ہر شوخی اور گستاخی کی اجازت ہے قرآن نے واضح کہا کہ لاترجون للہ وقارا (تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم خدا کی عظمت و بزرگی کا اعتقاد نہیں رکھتے) اب عبدالقادر جیلانیؒ کی پہلی نعت دیکھئے۔

قصر رسالت از تو معمور ۔۔۔ منشور لطافت از تو مشہور
خدام ترا غلام گشتہ ۔۔۔ کیخسرو و کیقباد و فغفور
در جملہ کائنات گویند ۔۔۔ صلوٰۃ تو تا دمیدن صور
معراج تو تا بہ قاب قوسین ۔۔۔ جبریل بہ راہ بماندہ دور
ہم حلقہ بگوش تست غلماں ۔۔۔ ہم بندہ کمترین تو حور
بنوشتہ خدائے پیش از آدم ۔۔۔ ازبہر رسالت تو منشور
ازہیبت غیرت تو موسیٰ ۔۔۔ دیدار خدا نہ دید برطور
روشن ز وجود تست کونین ۔۔۔ اے ظاہر وباطنت ہمہ نور
اے سید انبیائے مرسل ۔۔۔ وے سرور اولیائے مستور
گل از عرق تو یافتہ بوئے ۔۔۔ شد شہد در اندرون زنبور
ہرکس بہ جہاں گناہگار ست ۔۔۔ گشتہ بہ شفاعت تو مغفور
محی بہ غلامئے تو زد لاف ۔۔۔ از راہ کرم بدار معذور

یہ نعت حضور ﷺ کے مقام رفیع کا ایک بلاغت آفرین شاعرانہ اظہار ہے اس نعت کے مضامین اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ذات گرامی میں جملہ انبیاء کی دل آویز ادائیں، حسن کی ایک کہکشاں بن کر سمٹ گئی ہیں قصر رسالت کی رفعت اور الطاف ربانی کی وسعت انہی سے آشکار ہے۔ آپؐ ہی کا فیض ہے کہ فغفور و خاقان آپ کے غلاموں کی ٹھوکروں کی زد میں ہیں۔ معراج آپؐ ہی کی نشان عظمت اور رفعت ذکر آپ ہی کا تمغہ امتیاز ہے۔ آپؐ آخر ہیں تو اول بھی ہیں اور ایسے اول کہ آپؐ کا منشور رسالت" حضرت آدم سے پہلے، بہت پہلے، کاتب تقدیر کے ہاتھوں رقم ہو چکا تھا، آپ ہی کی بنا پر، موسیٰؑ طور پر

Marfat.com

دیدار خداوندی نہ کر سکے۔

اس خیال کو نظم کرتے ہوئے "ہیبت غیرت" کی ترکیب قابل غور ہے چونکہ یہ شرف آپؐ کو ملنا تھا اس لئے موسیٰؑ آپ کے شریک و سہیم کیسے ہو سکتے تھے؟ آپ انوار ربانی کے ایک ایسے مظہر جمیل ہیں کہ آپؐ کے پاکیزہ افکار و اعمال سے ایک عالم روشن رہا ہے اور رہے گا اس کائنات رنگ و بو کا ہر کیف، کسی نہ کسی پہلو سے، آپؐ ہی کے خرمن جمال کا خوشہ چیں ہے---- یہی وہ نعت ہے کہ جس کے بارے میں روایت ہے کہ اگر اسے ہر روز گیارہ بار پڑھا جائے تو انسان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف مل سکتا ہے۔ حق یہ ہے کہ دل والوں کی زبان صدق اظہار سے نکلنے والی گفتار کے انوار، سنگینی گردش ایام پر خندہ زن رہا کرتے ہیں اور ان کے آثار ہر زماں تابندہ تر رہتے ہیں۔

اب دوسری نعت دیکھیے۔

اے غبار خاک کویت سرمہ چشم فلک
اے بتو محتاج خلق ہر دو عالم یک بیک
یارسول۔ اللہ توئی کان ملاحت پر کمال
کز تو باید روئے خوباں دو عالم نمک
ہر کہ او امروز مالد روئے بر خاک درت
آں مبارک روئے فروا کے درآید در ہلک
شام سبحان الذی اسریٰ .بعبدہ شد سوار
بر براق راہواری۔ برق ہمچوں تیز وتک
در مقام قاب قوسینت خدا کردہ سلام
تو رسانیدی سلام حق بامت یک بیک
از خدایت رحمت واز تو شفاعت روز حشر
در نجات عاصیان امت تو نیست شک
تا ملک بشنودہ است صلوٰۃ تواز امتت
عذر خواہے از گناہ امت تو شد ملک
گر بنوے روئے تو مے بود درکتم عدم
ہم ولی وہم نبی ہم سماوات وسمک

Marfat.com

مرغ جانہا را بود پر صلوٰۃ از لطف تو
بے پر تو ایں چنیں نتواں پریدن بر فلک
نامہ ہائے عاصیان امت خود را ببیں
پس بفرما تا گناہاں را کنند از نامہ حک
محی صلوٰۃ آں شفیع و آں نبیؐ بسیار خواں
زانکہ داری تو بدی بسیار و نیکوئی تویک

یہ وہ نعت ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسے روزانہ سات بار پڑھنے سے گناہ گاروں کو دامان شفاعت کا سایہ نصیب ہو جاتا ہے اس میں حضور ﷺ کی توصیف کے لئے انتہائی نادر اور پر تاثیر انداز اختیار کیا گیا ہے۔

تشبیہات کی جدت' اظہار کی ندرت اور فکر کی جامعیت نے اس نعت کو صوری اور معنوی اعتبار سے استجابت و پذیرائی کی "تیر بہدف" کیفیتوں کا جامع بنا دیا ہے۔ مدحت کا انداز دیکھیں کہ حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی خاک راہ کو یہ آسمان اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتا ہے اور آپ کے لطف و کرم کا سلسلہ بیک وقت یہاں کے رہنے والوں کو بھی نوازتا ہے اور وہاں کے رہنے والوں کو بھی۔ حضرت شیخؒ ایک مقام پر حضور ﷺ کو کان ملاحت قرار دیتے ہیں اور خوبان دو عالم کہ اسی کا نمک پروردہ کہتے ہیں آپ کے خیال میں آج جس نے در حضور ﷺ کی خاک کو اپنے چہرے کے لئے غازہ نور بنا لیا۔ اس چہرے کی رعنائی روز قیامت بھی برقرار رہے گی----- اور اگر پردۂ عدم میں آپ کے وجود ذی جود کی زیبائی نہ ہوتی تو "سماوات و سمک" بھی نہ ہوتے اور انبیاء و اولیاء بھی خاتم کونین کے نگینے بن کر نہ چمکتے۔ اس نعتیہ آہنگ کے بعد اس یقین کا اظہار ہے کہ حضور ﷺ کی شفاعت گناہگاران امت کو ضرور نوازے گی۔ اور آپ کے لطف و کرم سے عاصیوں کی نامہ سیاہی ضرور اپنا رنگ بدلے گی اور التجالازما رنگ لائے گی۔ حضرت شیخؒ' رسالت ماب ﷺ کے لطف و کرم کے حصول کا ایک ہی طریقہ بتاتے ہیں کہ انسان کثرت سے حضور ﷺ کی ذات پر درود بھیجے۔ درود خود دعا ہے کہ اس خزانہ رحمت پر زیادہ سے زیادہ رحمت نازل ہو اور یوں ہم عالمین زیادہ سے زیادہ اس سے متمتع ہوتے رہیں۔ درود واحد عبادت ہے جو کسی نوع سے رد نہیں ہوتی۔ یہی درود طائر روح کے لئے شہپر پرواز بن جاتا ہے۔ فرشتے اس درود پاک کو سنتے' سنبھالتے اور مقام مقصود تک لے جاتے ہیں اسی وجہ سے یہ فرشتے اس سرمایہ حسنہ

Marfat.com

کے لئے ہمارے گواہ بھی ہوں گے۔ اور اس کے طفیل ہمارے گناہوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے عذر خواہ بھی۔ اسی لئے حضرت شیخ یہ ہدایت فرماتے ہیں کہ درود کی کثرت اختیار کرو تاکہ اگر ایک طرف نامہ اعمال گناہوں سے سیاہ ہو تو دوسری طرف فرشتوں کے پاس' فرستادہ درود کا یہ ارمغان محبت' مغفرت کا وثیقہ بنتا چلا جائے۔ اب تیسری نعت ملاحظہ ہو۔

غلام حلقہ بگوش رسولؐ ساداتم — زہے نجات نمودن حبیب آیاتم
کفایت است ز روح رسول و اولادش — ہمیشہ در دو جہاں جملہ مہماتم
زغیر آل نبیؐ حاجتے اگر طلبم — روا مدار یکے از ہزار حاجاتم
دلم زحب محمدؐ پر است و آل مجید — گواہ حال من ست ایں ہمہ حکایاتم
چو ذرہ ذرہ شود ایں تنم بخاک لحد — تو بشنوی صلوات از جمیع ذراتم
غلام خادم خدام خاندان توام — زخادمی تو دانم بود مباہاتم
سلام گوئم وصلوات باتو ہرنفسے — قبول کن بہ کرم ایں سلام وصلواتم
گناہ بے حد من بیں تو یارسول اللہ — شفاعتے بکن ومحو کن خیالاتم
ز نیک و بد ہمہ داند کہ من مجرمیم — خلائقے کہ کند گوش برمقالاتم
ز ہر کہ بدتر از ونیست منؔ ازو بترم — نہ دانم ایں کہ بتو چوں شود مقالاتم
بگوئے محی کہ بہر نجات میگویند — درود سرور کونین درمناجاتم

اس نعت میں حضرت شیخ درود وصلوات اور توصیف ومدحت رسول ﷺ کو اپنی نجات کا ایک ثقہ وسیلہ سمجھتے ہیں اپنے نسبی تعلق اور خاندانی واسطے کو بھی بطور ایک سند پیش کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کے ساتھ اور آپؐ کی آل مطہرہ کے ساتھ جو نسبت ہے اسے وہ ہر دو جہاں کی جملہ مہماتؔ کے لئے کافی سمجھتے ہیں اور حب نبی ﷺ اور عترت رسول ﷺ سے عقیدت وارادت کو اپنے لئے سرمایہ افتخار بناتے ہوئے شفاعت کے طلبگار ہیں۔ حب نبی ﷺ کی انتہا یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ خاک لحد مجھے ذرہ ذرہ بھی کر دے تو بھی میرے جسم کا ہر ذرہ زبان حال سے درود وسلام کے نذرانے پیش کرتا رہے گا۔ اپنے گناہوں کو بے حد وبے حساب اور اپنے وساوس کو ناقابل اظہار قرار دیتے ہوئے وہ صرف ایک نگہ کرم کے تمنائی ہیں کہ اگر وہ نصیب ہو جائے تو فخر ومباہات کی اور کونسی دولت رہ جاتی ہے کہ جس کے لئے دامن طلب پھیلایا جائے۔

الغرض حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حقیقی معنوں میں "محی الدین" تھے۔ آپ کے طفیل

Marfat.com

دینی اور روحانی افق، اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ، تاریخ میں، ایک بار پھر جگمگانے لگے۔ اور دل لسانی اقرار کی تصدیق کرنے لگ گئے۔ قال اور حال کی صدائیں ایک ہو گئیں۔ لفظ اور معنی کے فاصلے معدوم ہو کر رہ گئے اور کتاب وسنت کی تعبیر دل آویزیوں کے سانچے میں ڈھل گئی اور یوں تصوف ایک فکری، نظری اور عملی سرمایہ بن گیا۔ ذہنی مغالطے دور ہو گئے، قلبی زنگ دھلے، روحانی انوار چمکے اور ذوق وشوق کی وادیوں میں بصیرت کے دیئے جھلملانے لگے۔

آپ کے مقاصد دعوت کو مختصراً سمجھنے کے لئے آپ کے مواعظ کے ایک مختصر اقتباس کا اردو ترجمہ کافی ہے۔

"جناب رسول اللہ ﷺ کے دین کی دیواریں پے در پے گر رہی ہیں اور اس کی بنیاد بکھری جاتی ہے اے باشندگان زمین آؤ اور جو گر گیا ہے اس کو مضبوط کردیں اور جو ڈھے گیا ہے اس کو درست کردیں۔ جو چیز ایک سے پوری نہیں ہوتی اس کے لئے سب ہی کو مل کر کام کرنا چاہئے۔ اے سورج، اے چاند اور اے دن، تم سب آؤ"

دور حاضر (کہ فتنہ آخر زمان ہے) میں بھی الجھے ہوئے ذہنوں کی اصلاح اور بگڑے ہوئے دلوں کے تزکیے کے لئے حضرت شیخ ہی کا طریق ارشاد، کارگر، کار فرما اور کارساز ہے اور جدید دور میں تجدید ایمان کا یہی انداز معتبر اور نتائج کے اعتبار سے پر بہار ہے۔

ہر نگینے کا اپنا اپنا مقام، اپنی اپنی چمک اور اپنی اپنی جاذبیت ہوتی ہے۔ جذب ونور کا یہ کیف اسی خاص مقام پر لو دیتا اور انوار بکھیرتا ہے اس مقام سے اس نگینے کو ہٹانا یا بڑھانا نگینے کی عزت افزائی نہیں، توہین ہے اور یہ توہین "عقیدت کیش" کی اپنی کم علمی اور کوتاہ بختی کی دلیل بھی ہے۔ حق یہ ہے کہ جب عقیدت فسون وفسانہ میں الجھ کر بدعت کی حدوں کو چھوتی ہے تو مدعیان محبت نہ صرف گمراہ ہوتے ہیں بلکہ بسااوقات اپنے اعمال کا حسن بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ ان کی علمی لاعلمی، روحانی بے مائیگی اور قلبی نابینائی، نہیں سمجھتی کہ اسباب بہرکیف اسباب ہیں مالک اسباب نہیں۔ جملہ اولیائے کرام مل کر بھی کسی نبی کی شان تک نہیں پہنچتے۔ اور جملہ نبی مل کر بھی خدا نہیں بن سکتے۔ حضرت شیخ جب اپنے کیف وکمال پر غور فرماتے ہیں تو انہیں بے ساختہ منعم حقیقی یاد آجاتا ہے اور وہ کہہ اٹھتے ہیں۔

غم مخوری کہ حق ترا از ہمہ خلق برگزید
ایں از جمال لطف اوست نہ زکمال خدمت است

اپنی ذات کے بارے میں خالق حقیقی کے الطاف خاص کا اظہار ان کی غزل میں بھی جابجا

Marfat.com

ملتا ہے سچی بات یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا ایک عظیم شاہکار ہے اللہ تعالیٰ نے اسے صوری اور معنوی دونوں جمال عطا کئے ہیں۔ دنیا کو اس کے لئے بنایا اور اسے اپنے لئے مخصوص کیا۔ اس کے احساس کو نزاکت اور فکر کو رفعت' اسی لئے دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو جان سکے' اس تک جا سکے اور اسے پا سکے۔ وہ غنچہ سے گل اور گل سے گلزار ہو کر بھی' اسی کی خوبیوں کا ثنا خواں رہے کہ ہر خوبی اسی کی دین اور ہر راہ اسی کی چاہ کے در تک پہنچتی ہے------ ہم سب کو حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کے ان آخری الفاظ پر ضرور غور کرنا چاہئے اور یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھنی چاہئے کہ خراج عقیدت تو دراصل خراج اطاعت کا دوسرا نام ہے۔ سفر آخرت پر روانہ ہوتے ہوئے اپنے بیٹے جناب شیخ عبدالوہابؒ پر نگاہ واپسیں ڈالتے ہوئے شیخؒ کے لبوں نے یوں حرکت فرمائی تھی۔

"ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہو اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرو اس کے سوا کسی سے امید نہ رکھو اور اپنی تمام ضروریات اللہ کے سپرد کر دو۔ صرف اس پر بھروسا رکھو اور سب کچھ اسی سے مانگو' خدا کے سوا کسی پر وثوق اور اعتماد نہ رکھو' توحید اختیار کرو کہ توحید پر سب کا اجماع ہے"

ان کا دیوان' توحید کے اسی تصور سے لبریز ہے اور یہی وہ توحید ہے جس پر قائم رہنے کا وعدہ ہر روح سے اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بقول مولانا ظفر علی خاں) شب تار الست سے پھوٹنے والے نور اولین (یعنی توحید) کا اجالا ہیں ۔

پھوٹا جو سینہ شب تار الست سے
اس نور اولیں کا اجالا تمہی تو ہو

☆ ☆

Marfat.com

مآخذ

۱۔ دیوان حضرت غوث الاعظم۔ شیخ الٰہی بخش جلال دین کشمیری بازار لاہور (۱۳۴۷ھ)

۲۔ خزینتہ الاصفیاء جلد اول۔ مفتی غلام سرور لاہوری۔

۳۔ قصیدہ غوثیہ اردو شرح مولانا محمد اعظم نوشاہیؒ۔

۴۔ رسالہ سلسبیل لاہور۔ تذکرہ اولیائے جدید (جنوری فروری ۱۹۷۲ء)

۵۔ رسالہ مولوی دہلی، ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ۔

۶۔ رسالہ مولوی دہلی، ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ۔ غوث الاعظم نمبر۔

۷۔ سیارہ ڈائجسٹ 'اولیائے کرام نمبر۔ دسمبر ۱۹۸۶ء۔

۸۔ اردو دائرہ معارف اسلامی جلد ۱۲۔

۹۔ تاریخ دعوت و عزیمت۔ حصہ اول۔ سید ابوالحسن علی ندوی۔

۱۰۔ دیوان غوث اعظمؒ۔ ترجمہ و شرح۔ مطیع الرحمٰن قریشی نقشبندی

Marfat.com

حضرت معین الدین چشتیؒ

مالولو ئیم و مرجاں' عمان ما محمد (ﷺ)

محمود غزنوی نے کئی بار "سومنات ہند" کو روندا مگر اس کی آنکھ بند ہوتے ہی اس کی اولاد' اس کی وسیع سلطنت سنبھال نہ سکی۔ نتیجہ معلوم کہ ہندوؤں نے ایک بڑے علاقے کو پھر اپنے قبضے میں کرلیا۔ شہاب الدین غوری' محمود غزنوی کے نقش قدم پر یہاں وارد ہوا۔ مگر پرتھوی راج کے مقابلے میں وہ اپنے قدم یہاں نہ جما سکا۔ اور دوسری بار' ایک غیبی اشارے کی بنا پر' پرتھوی راج کی متکبرانہ' کافرانہ اور گستاخانہ حرکتوں کے لئے تازیانہ عبرت بن کر نازل ہوا۔ اس تائید غیبی کے تحت' شہاب الدین غوری' "پرتھوی سرکشی" کو مٹی میں ملاتا ہوا خود حضرت معین الدین چشتیؒ کی بارگاہ ناز میں سراپا نیاز ہو کر جھک گیا کہ عالم خواب میں' انہی کے ارشاد پر وہ دوبارہ حملہ آور ہوا تھا۔ جناب شیخ اس ہندو راجے کو چیلنج دے چکے تھے کہ تین دن ہی کی بات ہے پتھورا زندہ گرفتار ہو گا۔ ہندوستان کی جغرافیائی تسخیر محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کے ذریعے تاریخ کا حصہ بنی جبکہ اس ملک کی روحانی تسخیر' حضرت معین الدین چشتیؒ کے ہاتھوں تکمیل کو پہنچی۔ یہ ایک حسین اتفاق ہے کہ معرکہ سومنات میں اشارۂ غیبی کے تحت محمود غزنوی کی روحانی اور جسمانی مدد بھی حضرت خواجہ ابو محمد چشتیؒ (اس سلسلے میں حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی دعائیں بھی تاریخی صداقت ہیں) نے فرمائی۔ حضرت اس وقت ستر برس کے تھے۔ اور محمد غوری کے ساتھ بھی حضرت معین الدین چشتیؒ کی روحانی تائید شامل تھی۔ یاد رہے کہ خواجہ ابو محمد چشتیؒ کے سلسلے میں پانچ چھ واسطوں کے بعد حضرت عثمان ہارونیؒ آتے ہیں جو حضرت معین الدین چشتیؒ کے شیخ طریقت تھے۔

حضرت معین الدین چشتیؒ اپنے مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے ہمراہ حج بیت اللہ کے بعد روضہ نبویؐ پر حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے آپ کو' اشاعت اسلام کے لئے ہندوستان جانے کا حکم دیا' تعمیل ارشاد کے طور پر' آپ ۵۸۷ھ میں ہندوستان تشریف لائے۔ آپ غزنی سے سیدھے لاہور تشریف لائے اور سب سے پہلے حضرت علی ہجویریؒ کے مزار اقدس پر حاضری دی اور چالیس دن تک یہیں معتکف رہے اور اس عظیم شخصیت کے طفیل'

Marfat.com

مالک حقیقی نے آپ کو جن باطنی فیوض سے نوازا' ان کے اعتراف کے طور پر بوقت رخصت آپ کی زبان مبارک سے بےساختہ نکلا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

اور والہانہ انداز میں کہے گئے یہ الفاظ' آج کتنی ہی زبانوں کا ورد اور کتنے ہی دلوں کی دھڑکن بن چکے ہیں۔ لاہور سے آپ ملتان پہنچے۔ وہاں سے آپ نے ہندوستان میں بولی جانے والی زبانوں سے آگاہی حاصل کی۔ پھر دہلی اور دہلی سے اجمیر پہنچے کہ یہی مقام پرتھوی راج کی خسروانہ رعونت کا صدر مقام تھا اور اس کی اکڑی ہوئی گردن کے جھکنے بلکہ کٹنے کا وقت آ گیا تھا۔ اور دوسری طرف یہ بھی مقدر ہو چکا تھا کہ ہندوستان کے بتکدے میں' اس مرد حق کی آواز' تکبیر بن کر گونجے گی اور کم و بیش نوے لاکھ غیر مسلم اسلام قبول کریں گے اور یہ بھی مقسوم ہو چکا تھا کہ حضرت معین الدین چشتیؒ سے فیضیاب شخصیات ہندوستان کے گوشے گوشے میں اسلام کا نور بن کر پھیل جائیں گی اور تاریخ شاہد ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ' حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر' حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور خواجہ نصیرالدین محمود چراغؒ ایسے اکابر صوفیاء کی برکتوں سے برصغیر سے کفریوں کافور ہو گیا جیسے آفتاب کی کرنوں سے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں۔ ورود اجمیر کے ساتھ ہی پرتھوی راج نے حضرت کے راستے کو روکنے کی بہت سعی کی' آپ کی کرامات کو ساحری قرار دیتے ہوئے' ہندو جوگیوں اور ساحروں کو ان کے مقابلے کے لئے بار بار ابھارا اور وہ مقابل آئے بھی کہ شب کے بندے تھے اور صبح کی اس تنویر کو سمجھنے سے قاصر تھے مگر جب روبرو آئے تو نگہ پر تاثیر کے ایک زاویے کی بھی تاب نہ لا سکے اور خود شکار ہو کر رہ گئے۔ ان نامساعد حالات میں آپ سے جن کرامات کا اظہار ہوا۔ انہیں آج کا انسان نہ سمجھے تو الگ بات' ورنہ وہ تاریخ کی روشن صداقتیں ہیں۔

آپ کا اسم گرامی معین الدین حسنؒ' والد گرامی قدر کا نام خواجہ سید غیاث الدین حسنؒ والدہ کا نام سید ام الورع ماہ نور' والد ماجد کا شجرہ نسب امام حسینؓ تک اور والدہ ماجدہ کا نسبی سلسلہ امام حسنؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ کا وطن مالوف سیستان یا سجزستان تھا۔ اسی لئے آپ کو سجزی (سنجری کہنا غلط ہے) کہتے ہیں۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۱۴ رجب ۵۳۷ھ (۱۱۴۱ء) ہے۔ آپ گیارہ برس کے تھے کہ والد گرامی قدر وفات پا گئے۔ ترکے میں آپ کو ایک وسیع باغ اور ایک پن چکی ملی۔ آپ باغ کی دیکھ بھال میں مصروف تھے کہ وہاں ایک صاحب حال شخصیت

Marfat.com

ابراہیم قندوزیؒ تشریف لائے' حضرت نے انہیں احتراماً انگوروں کا خوشہ پیش کیا اور جناب قندوزی نے اپنی جھولی سے کھلی کا ایک ٹکڑا نکالا' اسے اپنے دانتوں سے چبایا اور آپ کو دے دیا۔ اسے کھاتے ہی دل کے دروازے کھل گئے اور بصارت کو وہ بصیرت عطا ہوئی جس کی آرزو اہل دل مدتوں کرتے رہتے ہیں یوں فطرت نے خود بخود لالے کے اس پھول کی حنابندی فرمادی۔

نہ جانے کب اجالے کی کرن گھر میں اتر آئے
شب تاریک میں بھی گھر کا دروازہ کھلا رکھنا

اس کے بعد آپ نے تحصیل علم ودانش کے لئے پندرہ برس کی عمر میں سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ سمرقند پہنچے۔ حضرت شرف الدینؒ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے قرآن پاک حفظ کیا۔ بخارا کے حضرت حسام الدین بخاریؒ سے بھی فیضاب ہوئے بخارا سے عراق جاتے ہوئے ہرون واقع نیشاپور سے گزرے اور یہاں حضرت عثمان ہارونیؒ کی ہدایت و رفاقت میسر آئی۔ اسی مرشد طریقت کے حضور میں آپ کی باطنی بے تابیوں اور قلبی بیقراریوں کو منزل کا سکون ملا۔

سوز دل' اشک رواںؔ' آہ سحر' نالہ شب
ایں ہمہ از اثر لطف شما می بینم

آپ یہیں بیعت ہوئے آپ کے باطنی انوار پر آپ کے مرشدؒ بھی ناز فرماتے رہے۔ بیس سال تک آپ ان کی صحبت میں رہے۔ حج بیت اللہ کے بعد اور ورود ہند سے پہلے آپ نے دوران سفر میں' بلاد اسلامیہ کی بعض عظیم المرتبت شخصیتوں سے بھی فیض اٹھایا۔ جن میں حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ' حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ' حضرت نجم الدین کبریؒ' حضرت شیخ محمود اصفہانیؒ اور حضرت عبدالواحد غزنویؒ ایسے اکابر صوفیاء قابل ذکر ہیں۔ کیسے شاداب زمانے تھے اور کیسی کیسی نایاب شخصیات عام تھیں دور حاضر کہ قرب قیامت بھی ہے اور فتنوں سے پر بھی اور ساتھ روحانی عظمتوں کے اعتبار سے قحط الرجال کا شکار بھی' اس میں ڈھونڈے سے' کوئی ایسی نگاہ بھی میسر نہیں آتی جو سانس لینے والے مردوں کو زندگی کی رمق دے سکے۔ نہ چراغ رخ ہے' نہ شمع وعدہ' نہ موج صبا ہے نہ باد بہار' کلیاں ہیں کہ سرشاخ سلگ رہی ہیں---- یا تو یہ دور ہی تہی دامن ہے' یا ہماری طلب ہی ناقص ہے---- حق یہ ہے کہ برصغیر پاک وہند میں اسلام تاقیامت جس انداز سے پھلے' پھولے اور پھیلے گا۔ اس کا

Marfat.com

معتد بہ اعزاز حضرت چشتیؒ کو جاتا ہے کہ ان کی ذات بابرکات یہاں تشریف نہ لاتی تو یہاں کی فضائیں اذان کی صداؤں سے محروم رہتیں۔

حضرت معین الدین چشتیؒ نے پچاس برس ہندوستان میں گزارے۔ آپ نے نہ صرف یہاں کی زبانیں سیکھیں بلکہ یہاں کے رسوم ورواج اور تہذیب وتمدن کو بہ نظر غائر دیکھا۔ آپ نے محسوس کیا کہ یہاں کے لوگ موسیقی کے شیدا ہیں۔ ہندوؤں کے مندر ساز و آواز کی سحر آفرینیوں کا مرکز ہیں چنانچہ آپ نے بطور ایک ماہر نفسیات تلحین و ترنم کو تبلیغ کے ایک ذریعے کے طور پر اپنایا۔ بالکل ویسے ہی جیسے صوفیاء کی "انسان دوستی" غیر مسلموں کو اپنی طرف لانے اور انہیں اپنانے میں معین ومددگار ثابت ہوئی۔ چنانچہ حضرت نے موسیقی کو اسلامی سانچے میں ڈھال کر سماع بنادیا۔ جو آج قوالی کے نام سے معروف ہے۔ یہ وقت کی ایک اہم ضرورت تھی اور آج شیخ کے خاص متبعین کے لئے کیف و سرور اور "اک گونہ بیخودی" کا ایک پاکیزہ ذریعہ۔ خاص کا لفظ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ چشتیہ سلسلے کے اکابر صوفیاء نے بھی سماع کو ہر ایک کے لئے سود مند قرار نہیں دیا۔ بلکہ یہ تو تپیدہ خاطر سا لکین کے لئے ایک نسخہ خاص ہے اور معالج دوا مریض کی کیفیت کے مطابق تجویز کیا کرتا ہے اور ایک ہی دوا ہر ایک کے لئے نہیں ہوتی۔ معروف چشتی شیخ قاضی حمید الدین ناگوری کے الفاظ میں۔

> "میں ہوں حمید الدین کہ سماع سنتا ہوں اور مباح کہتا ہوں علماء کی روایت کی بنا پر اس لئے کہ درد دل کا مریض ہوں اور سماع اس کی دوا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے شراب سے علاج کرنے کی ایسے وقت میں اجازت دے دی ہے جبکہ ازالہ مرض کے لئے اور کوئی دوا ہی نہ ہو اور حکیموں کا بھی اس پر اتفاق ہو کہ صحت شراب کے بغیر ناممکن ہے اس تقدیر پر' میرے مرض کی دوا جو کہ لاعلاج ہے' سرود کا سننا ہے لہٰذا اس کا سننا ہمارے لئے مباح اور تم پر حرام ہے۔"

(سیر الاقطاب قلمی)

خواجہ نظام الدین اولیاءؒ سماع میں مزامیر کے استعمال کی اجازت نہیں دیتے (سیر الاولیاء ص ۵۲۰' ۵۲۱) دوران سماع میں صاحب وجد کا میلان کلیتہ" محبوب حقیقی کی جانب ہو تو اس کے لئے سماع درست ہے۔ ہر بوالہوس' حسن پرستی کو اپنا شعار بنالے تو قباحت کے پھلنے پھولنے کا اندیشہ ہے اہل درد اور صاحب ذوق کو عالم کیف میں لانے اور اس کے آنسوؤں کو دریا بنانے کے لئے ایک مصرع تر ہی کافی ہے اور بے ذوق کے لئے ساز کا ہر سر اور آواز کا ہر

Marfat.com

تاثر، بے اثر ہے کہ ایسے بھی ہیں جنہیں محض "خندۂ گل" جگا دیتا ہے اور وہ بھی ہیں جو "خروش سلاسل" میں بھی سوئے رہتے ہیں۔

حضرت شیخ معین الدین چشتیؒ نے برصغیر پاک وہند میں اسلام کے قیام ودوام کے لئے جو قابل قدر خدمات انجام دیں۔ ان پر تبصرہ کرتے ہوئے، مولانا ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں۔

"جو سرزمین ہزاروں برس صحیح یقین اور صحیح معرفت سے محروم اور توحید کی صدا سے ناآشنا تھی وہ علماء واولیاء کی سرزمین اور علوم اسلامیہ اور کمالات دینیہ کی محافظ وامین بن گئی۔ اور اس کی فضائیں اذانوں سے اور دشت وجبل اللہ اکبر کی صداؤں اور اس کے شہرودیار قال اللہ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نغموں سے ایسے گونجے کہ صدیوں سے عالم اسلام گوش بر آواز ہے۔

جہانے را دگرگوں کرد یک مرد خود آگاہے"

حضرت شیخ نے ۶۳۳ھ (۱۲۳۶ء) میں وصال فرمایا۔ سرمد نے آپ کی تاریخ وفات اس رباعی سے نکالی ہے۔

شد ز دنیا چو در بہشت بریں — مرشد متقی معین الدیں
گفت تاریخ رحلتش سرمد — محرم دل ولی معین الدیں

شہاب الدین محمد غوری سے لے کر التمش تک، کون ہے جو آپ کے دربار گہربار سے موتی نہیں چنتا رہا۔

یہ شان تو شاہوں کے بھی در پر نہیں دیکھی
اللہ رے! اس مرد حق آگاہ کا کردار

اورنگ زیب عالمگیر کا دل بھی آپ کی محبت سے لبریز تھا۔ محمد بن تغلق آپ کے مزار پر حاضری کو اپنے لئے سعادت سمجھتا تھا۔ خلجی سلاطین نے آپ کے مزار کو تعمیر کرایا۔ اکبر، اجمیر شریف پاپیادہ حاضر ہوا کرتا تھا۔ شاہجہان کی بیٹی جہاں آراء نے اپنی پلکوں سے اس مقبرے میں جھاڑو دی تھی۔ اور انگریز وائسرائے کرزن نے کہا تھا کہ میں نے اپنی زندگی میں دو ایسے بزرگ دیکھے ہیں جو اپنی وفات کے بعد بھی لوگوں میں اسی طرح حکمرانی کر رہے ہیں کہ جیسے بہ نفس نفیس ان کے درمیان موجود ہوں ان میں سے ایک تو مغلیہ حکمران اورنگ زیب عالمگیر ہے اور دوسرے خواجہ معین الدین چشتیؒ ------ یہ ان کے حسن کردار کی عظمت ہے کہ وقت کے عظیم کجکلاہوں کی جبین نیاز ایک خاک نشین کے حضور میں جھکتی رہی ہے اور اس بارگاہ ناز کی مٹی، ان کی جبینوں پر نور بن کر چمکتی رہی ہے بقول حافظ۔

Marfat.com

حافظ ایں جا بادب باش کہ سلطان وملک

ہمہ دربندگی حضرت درویشان ست

شیخ کی تصانیف میں گنج الاسرار' انیس الارواح' دلیل العارفین اور دیوان معین قابل ذکر ہیں دیوان کے بارے میں بعض محققین شک کا شکار ہیں انیس الارواح کے بارے میں حتمی ہے کہ وہ آپ کی تصنیف ہے باقی کے بارے میں تاریخ خاموش ہے جبکہ عوام انہی کے نام سے انہیں جانتے اور پہچانتے ہیں۔

دیگر صوفیاء کی طرح حضرت شیخ معین الدین چشتیؒ کے دیوان معتدبہ حصہ ثنائے ربانی پر مشتمل ہے مگر ان کے ہاں نعتوں کی تعداد نسبتاً زیادہ ہے اس نعتیہ سرمائے میں جمال نبوتؐ کا ذکر بھی ہے اور کمال رسالتؐ کا بیان بھی' اپنی بشری لغزشوں کا اعتراف بھی ہے اور رحمت وشفاعت کی طلب بھی۔ تمناؤں کے آویزے بھی ہیں اور درود وسلام کے نذرانے بھی' غرض۔

انداز ہیں جذب اس میں سب شمع شبستاں کے

اک حسن کی دنیا ہے خاکستر پروانہ

قدیم اور جدید نعت کا اگر جائزہ لیا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آج کا شاعر ہیئت کے رنگ اور آہنگ کے تاثر سے شعر کو نشتر بناتا ہے۔ جبکہ قدیم شاعر' سوز دل کو شعر کے قالب میں اتارتا تھا۔ آج زیادہ تر ظاہر سنوارا جاتا ہے پہلے باطن پر نور ہوتا تھا اور شعر کی ظاہری تاب وتب اتنی نظر افروز نہیں ہوتی تھی۔ بات وہی ہے کہ آج روح سلوٹوں سے پر ہے اور ظاہری تراش خراش چکاچوند کی حامل۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ قدیم شاعر حضور ﷺ کے ظاہری حسن وجمال کے اظہار پر زیادہ توجہ دیتے تھے۔ وہ اپنے دل کو اسی تصور حسین سے سجانے کی سعی کرتے رہتے تھے۔ کہ دل کا تعلق استوار ہو جائے تو زندگی نکھر جاتی ہے۔ آج شاعر اوصاف رسالتؐ اور سیرت طیبہ کو موضوع بنائے ہوئے ہے وہ اپنے ہر درد کا علاج وہیں ڈھونڈتا ہے۔ وہ ذات کی بات کم کرتا ہے اور کائنات کو ساتھ لے کر زیادہ چلتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دور حاضر کی ظلمتوں کو انوار سیرت ہی سے اجالا جا سکتا ہے کہ آج بھنور' طوفان خیز ہیں اور کشتیاں ڈگمگا رہی ہیں۔ راستے ناپید اور منزلیں معدوم ہیں اور انسان مادی طور پر ترقی یافتہ ہوتے ہوئے بھی' روحانی طور پر' اندھیروں میں ٹامک ٹوئیے مار رہا ہے۔ جہاں تک نعت میں حسن ظاہر کے اظہار کا تعلق ہے پرانے شاعر تو راست تصور کے ساتھ احساس کو شعر بناتے تھے مگر آج کے شاعر نے زلف وعارض' چشم وابرو' لب ودنداں اور قدر ورخ کے تذکرے کو اس

Marfat.com

انداز سے لیا ہے کہ حقیقت مجاز کی غزل آفرینیوں میں بھٹک کر رہ گئی ہے کیونکہ شاعر کی گفتار اور کردار کے آئینے دھندلے ہیں۔ اس کی سوچ پر مادیت کا زنگ ہے ملکیت کا نور نہیں۔

کروں میں کس طرح رخ تیری جانب معلق سر پہ شمشیریں بہت ہیں
قدم اٹھے ترے رستے میں کیسے. سگ دنیا ہوں زنجیریں بہت ہیں

اس میں شک نہیں کہ حضور ﷺ ظاہراً ایک حسین ترین وجود تھے۔ یہ بھی شاعرانہ مبالغہ نہیں کہ رخ انور کے روبرو بدر کامل بھی شرماتا تھا' یہ بھی حق ہے کہ وہ کائنات حسن بھی تھے اور حسن کائنات بھی------ مگر اصل بات وہ غازۂ جاں ہے جس سے چہرہ روشن' تاباں اور گلگوں ہو جاتا ہے------- حضرت شیخ کی نعت میں بھی جمال رسالت ماب ﷺ کا ذکر ہے مگر نسبتاً کم۔ چند شعر دیکھئے۔

اے ز شرم روئے ماہت درعرق غرق آفتاب
وز فروغ ماہ رخسار تو ماہ اندر نقاب
گر ز انوار رخت یک شعلہ' تابد بر فلک
از حیا مستور گردد آفتاب اندر نقاب

جاں کز بدان چو آ ہوئے وحشی رمیدہ بود
بر بوئے مشک نافہ زلف تو آرمید
درجنب آفتاب کجا. ذرہ را بقا است
اندر جوار' سایہ نماید وجود او
ز آئینہ دل ست نمودار حسن دوست
زنگ وجود تست حجاب نمود او

اللہ تعالیٰ کی ذات بلند و برتر ایک ایسا منبع نور ہے جس سے کائنات کی ظاہری تزئین بھی ہوتی ہے اور اہل کائنات کے دلوں کے نگینے بھی چمک اٹھتے ہیں۔ قلب و نظر کی پاکیزگی اور طہارت کا سب سے بڑا الوہی ذریعہ انبیائے کرام ہیں کہ وہ انوار ربانی سے براہ راست فیضاب ہوتے ہیں چونکہ منبع کسی کا محتاج نہیں' اس لئے وہ کبھی خشک نہیں ہوتا اور اس سے پھوٹنے والی نہریں' ابلنے والے چشمے اور نکلنے والے دریا بھی ہر لحظہ لبالب رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کے ابلاغ وعطا میں کبھی کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اور یہ بھی سچ ہے کہ اس ذریعہ معرفت

Marfat.com

سے بہرہ ور' دل بھی ہر دم شاداب رہتے ہیں۔ انہیں کسی فصل لالہ و گل کی احتیاج نہیں ہوتی۔ زمانے کی آنکھیں پتھرا جائیں اور دل اندھے ہو جائیں تو الگ بات ہے۔ یہ تو جملہ انبیاء کی سعادات و برکات کی بات ہے اور حضور ﷺ مرکز انوار انبیاء ہیں ان کی روحانی سیرابی' شادابی اور فیض یابی کی بے کرانیوں کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ اقبال نے کہا تھا۔

ہر کجا بینی جہان رنگ وبو   آنکہ از خاکش بروید آرزو
یاز نور مصطفیؐ اورا بہا ست   یا ہنوز اندر تلاش مصطفیؐ ست

حضور ﷺ کی سیرت کے انوار' ہر نوع سے مکمل ہونے کے ساتھ ساتھ ہر انداز سے محفوظ بھی ہیں اور قیامت تک گم گشتہ انسانیت کی دستگیری کے لئے حاضر و موجود بھی ہیں اور ان انوار کو' اہل نظر' نسل انسانی کی تہذیب و تزئین کے لئے ایک قیمتی سرمایہ سمجھتے ہیں کہ یہ محض فرد واحد کی سیرت نہیں بلکہ جملہ پیغمبروں کی زندگیوں' ہدایتوں اور پاکیزگیوں کا افشردہ و عصارہ ہے۔ آپ کی ہر بات' ہر عمل اور ہر ہدایت جامع بھی ہے اور ساطع بھی۔ اکمل بھی ہے اور اجمل بھی۔۔۔۔۔ حضرت معین الدین چشتیؒ کے نزدیک حضور ﷺ کی ذات اقدس منبع نور حقیقت سے یوں فیضاب ہے جس طرح ماہ کامل' خورشید عالمتاب کی تابشوں سے بہرہ ور ہوتا ہے چونکہ آپ اول و آخر ہیں اسی لئے جملہ انبیاء کی معلمانہ رہنمائی بھی' آپ ہی کے طفیل ہے گویا وہ سب اس سالار انبیاء کے ہراول دستے ہیں' رنگ و نور کے قافلے ہیں جو اسی میر کاروان نبوت کی تلاش کو بیدار رکھنے کے لئے نکلے' اسی کی خبر دیتے رہے اور اسی کے گیت گاتے رہے' حضرتؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسم محمد ﷺ کو اپنے ساتھ یوں ملا لیا جس طرح کہکشاں کے رنگ ایک دوسرے سے پیوست ہوتے ہیں اور دوسری طرف حضور ﷺ کی ذات والاصفات نور وحدت کا اجالا بن گئی۔ فرماتے ہیں۔

نور حق ست آں مجسم گشتہ در ذات نبیؐ
ہمچو نور ماہ کز خورشید کردست اکتساب
از محمدؐ دیدہ باید فرض کردن در بہشت
چونکہ بیروں آید انوار تجلی بے حساب

شمس وقمر مگوی کہ انوار انبیاء
اندر ظہور خویش زنور تو مستفید

Marfat.com

شدہ جام جہاں نمائے دلت
مظہر اسم شاہد و مشہود
جام جانت زدودہ صیقل عشق
از برائے ظہور نور شہود

ہمچو بسم اللہ بر منشور قرآنت خدای
تاقیامت ہم عناں مانند عنواں ساختہ
در وحدت راکہ می جویند در بحر قدم
حق درون حقہ جسم تو پنہاں ساختہ

زبان رسالت ماب ﷺ جن ملکوتی بلاغتوں کی عکس بردار ہے ان کا اندازہ کوئی سی انسانی عقل بھی نہیں کر سکتی۔ جس طرح خدا کی ذات ماورائے وہم وخیال ہے اسی طرح شان نبوتؐ بھی فکر انسانی کے احاطے میں نہیں آسکتی۔ انسان اپنے ناقص فہم کو بلندیوں پر لے جا کر اس مقام کو سمجھنے اور سمجھانے کی سعی کرتا رہتا ہے اور اپنی بساط کے مطابق ذرہ خورشید کے انوار سمیٹتا اور بانٹتا رہتا ہے مگر حقیقی فہم و تفہیم سے بہر نوع قاصر رہتا ہے حق یہ ہے کہ جو آنکھ تعصب سے ہٹ کر اور جو سوچ تکبر سے کٹ کر سیرت محمدی ﷺ کا مطالعہ کرے گی وہ اس میں ہر لحظہ ایک نئی عظمت' نئی لذت اور نئی راحت پائے گی۔ اور یہ احساس ابھرے گا کہ عظمت کو تاب وتب کے نئے رخ اسی بارگاہ سے عطا ہوں گے' لذت یہیں سے فیض لے کر نشاط روح بنے گی اور راحت و آسودگی کی بہاریں انہی نکہتوں پر ناز کریں گی۔ جناب شیخؒ کی نعت کے آئینے میں اگر مقام رسالت ﷺ کا نظارہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ ہی وجہ تکوین کائنات ہیں۔ اسی خرام ناز سے خاک کے ذرے مہکتے اور راستے جھومتے ہیں اسی چشم ناز سے سورج ضیا پاتا اور اسی نفس معنبر سے کلیاں پھول بنتی ہیں۔ اسی قامت زیبا سے پہاڑوں کو سربلندی ملتی اور اسی نطق معتبر سے گفتار' انوار میں ڈھلتی رہی ہے۔ چند شعر دیکھئے۔

آفتاب از خاک راہت یافت حشمت لاجرم در فضائے آسماں زد خیمہ زریں طناب

Marfat.com

عالم نمی از رشحہ بحر کرم اوست　　آدم کف خاکے زغبار قدم اوست
در درشکم بحر نہاں است ودل او　　دری ست کہ صد بحر نہاں درشکم اوست

یارب بحق سید کونین مصطفیٰؐ　　کش جسم وجاں خلاصہ کون ومکاں بود
آں خرقہ پوش فقرکہ بردوش عرشیاں　　از گرد دامن کرمش طیلساں بود

اے از ظہور نور تو کون ومکاں پدید　　از عرش تابہ فرش از نور تو آفرید
بر روئے ہر کہ بستہ سعادت در عطا　　وقت دعا، سپردہ بدر بان تو کلید
ہر دیدہ را تحمل دیدار دوست نیست　　جز دیدہ کہ وام کنند از تو اہل دید
زانم چہ غم کہ ہر نفسم عمر کم شود　　چوں مہر تست در دل و جاں دمبدم مزید

اے تو سلطان دار ملک وجود　　ہمہ عالم طفیل تو مقصود
مرکز ومحور وجود توئی　　کہ بہ تو قائم است ہر موجود

در جاں چوکرد ومنزل جانان ما محمدؐ　　صد درکشاد در دل از جان ما محمدؐ
ما بلبلیم نالاں درگلستان احمد　　مالولوئیم ومرجاں، عمان ما محمدؐ
از امتان دیگر ما آمدیم برسر　　وانزا کہ نیست یاور، برہان ما محمدؐ

چہ مظہریست کہ مبعوث شد بر اول وآخر　　بظاہر ست موخر بباطن ست مقدم

اے ذات تو بر بساط کائنات　　سر دو جہان ودر بحرین
چشم دوجہان بہ تست روشن　　دردیدہ جان تو قرۃ العین
آلودہ نشد بسیر عرفاں　　داماں تو از غبار کونین

گر عروج جاں معینی بایدت بر نہ فلک　　در رکاب خواجہؐ لولاک می باید شدن

Marfat.com

ہستی طلیعہ ایست از نور وجود او کونین شبنمے ست زدریائے جود او

پیش ازاں کاستاد فطرت فرش دایواں ساختہ پایہ قدرت فراز کون امکاں ساختہ
قالب آدم چو از خواب عدم برداشت سر خاک پایت طوطیائے دیدۂ جاں ساختہ
دشمناں ازکین تو برنار حرماں سوختہ دوستاں از مہر تو بانور ایماں ساختہ
ازبرائے ما حضر پیش گدایانت خدای ہشت جنت با ہزاراں حوروغلماں ساختہ

جناب شیخؒ کے مطابق موتی سمندر کی آغوش میں نہاں ہوتا ہے جبکہ اس در یتیم میں ہزاروں سمندر چھپے ہوئے ہیں صوفیاء اگر لولوو مرجان ہیں تو سمندر' حضور ﷺ ہیں۔ حضور ﷺ بظاہر موخر مگر بباطن مقدم ہیں۔ اگر حضور ﷺ کی جلوہ فرمائی نہ ہوتی تو کائنات اپنی تمام تر رعنائیوں اور شادابیوں کے باوجود نخل ماتم سے زیادہ دیقع نہ ہوتی اسی لئے آج بھی ہر حسن کی آنکھ ادھر ہی لگی ہوئی ہے' ہر عطا اسی در کی جانب تک رہی ہے' ہر راستہ اسی آستاں کی طرف جاتا اور ہر آبلہ پا اسی سایہ دیوار کا تمنائی ہے کہ اگر اس دیوار کا سایہ نہ رہے تو اس حار زار حیات میں تپتے ہوئے سورج کی حدت کے سوا رکھا ہی کیا ہے؟ دل کی وادیاں' نور بداماں ہیں تو انہیؐ کے فیض سے اور گلشن امکاں گل بداماں ہے تو انہی کے کرم سے کہ

ان کی محفل تجلی کی روشن سحر
ان کی محفل سے باہر دھواں ہی دھواں

مولانا ظفر علی خاں نے معراج کے بارے میں ایک مقام پر لکھا تھا۔

جلتے ہیں جبرئیل کے پر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تمہیؐ تو ہو

مولانا مفتی محمد شفیعؒ کے الفاظ میں "نبوت کا پانچواں سال اسلام کی تاریخ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے جس میں فخرالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اعزازی جلوس کے ساتھ نوازا گیا جو آنحضرت ﷺ کی خصوصیت ہے۔ ایک رات آپ کے پاس جبریل آئے۔ آپ کو براق پر سوار کیا گیا۔ اور مسجد اقصیٰ تک لے گئے' وہاں آپ نے تمام انبیاء و مرسلین اور ملائکہ کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد آپ کو آسمانوں کی سیر کروائی گئی اس کے بعد آپ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف تشریف لے گئے' پھر آنحضرت ﷺ آگے بڑھے اور جبریل امین

Marfat.com

یہیں رہ گئے کیونکہ ان کو اس درجہ سے آگے بڑھنے کا حکم نہیں تھا۔ اور اس وقت آپ کو خداوند بزرگ و برتر کی زیارت ہوئی، صحیح یہ ہے کہ زیارت فقط قلب سے نہیں بلکہ آنکھوں سے ہوئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں گر پڑے۔ اور خداوند عالم سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی وقت نمازیں فرض ہوئیں۔ اس کے بعد آپ واپس ہوئے۔ وہاں سے براق پر سوار ہو کر مکہ معظمہ کی طرف تشریف لے چلے، راستہ میں مختلف مقامات پر قریش کے تین تجارتی قافلوں سے گزرے جن میں سے بعض کو آپ نے سلام کیا۔ اور انہوں نے آپ کی آواز پہچانی اور مکہ واپس ہونے کے بعد اس کی شہادت دی، صبح سے پہلے یہ سفر مبارک تمام ہو گیا"

حضرت معین الدین چشتیؒ کی نعتیہ شاعری میں اس واقعہ کا جا بجا ذکر ملتا ہے۔ چند شعر دیکھیں ؎

نقرہ خنگ چرخ را از مہ کشد زریں لگام
در شب اسریٰ چو آرد پائے ہمت در رکاب
از فلک بگزر کہ فوق العرش منزل گاہ اوست
چوں کند عزم سفر اے خواجہ عالی جناب
در مقام لی مع اللہ از کمال اتصال
از خدا نبود جدا ہمچوں شعاع از آفتاب

بر اوج طارم قدس آمد از نشیمن خاک
نہاد بزم طرب در فضائے عالم غیب
نشست بر پر جبریل وبال اسرافیل
کہ تارسید بخلوت سرائے عالم غیب
چوشد ندم سرا پردہ گفت جبریلش
کہ ہیں بگوئی محمد ثنائے عالم غیب
عروج نیست بشر بر اوج او ادنیٰ
مگر بہ پیروی مقتدائے عالم غیب
زشاخ سدرہ بر آرد صفیر نغمہ شوق

Marfat.com

جو بلبلیکہ بود خوشنوائے عالم غیب

آں خواجہ کز حریم حرم تا فضائے قدس
گاہ عروج نہ فلکش نردبان بود

زائر شدن دنا تدلیٰ
آں دائرہ گشتہ قاب قوسین
آں خط تو ہمی برانداخت
تاعکس جدا نباشد از عین
بنی چو جان زقید حوادث بدر پرد
بر زروہ دنا فتدلیٰ صعود او

شہسوار دلدل شوتیکہ در میدان چرخ
عشق از بدر وہلالت گوئی وچوگاں ساختہ

اقبالؒ نے زوال امت کی وجہ یہ بتائی ہے کہ آج مسلمان دل تو رکھتے ہیں مگر دل کے اندر محبوب نہیں رکھتے- یوں دل ایک ایسا پھول جو خوشبو سے محروم ہے- دل تمنائے محبوب سے زندہ ہوتے اور تابندہ رہتے ہیں- اگر آرزو کی یہ اطافت اور یاد کی یہ چاہت انسان سے چھن جائے تو نخل دل کے برگ وبار مرجھا جاتے ہیں اور زندگی ویرانیوں کا مرکز بن جاتی ہے گویا دل کی بہار' گلہائے آرزو کے مہکنے سے ہے- اسی لئے دل کو "شہر آرزو" کہتے ہیں- حضرت چشتیؒ بھی اپنے دل کو اسی نور سے مستنیر کرنا چاہتے ہیں جس نور سے گمراہ انسانیت کو بینائی ملی- اور وہ نہ صرف خود کو دیکھنے کے قابل ہوئی بلکہ دوسروں کے لئے خضر راہ بن گئی- یہاں تک کہ ہر صحابیؓ" سپہر رشد و ہدایت کا روشن ستارہ بن گیا- حضرت معین الدین چشتیؒ در رسالتﷺ پر کشکول آرزو لے کر جاتے ہیں کہ حق کی معرفت مل جائے- وہ محض باتوں سے دل نہیں بہلانا چاہتے بلکہ اپنی آنکھوں سے حسن رسالت مآب ﷺ کی ادائیں دیکھنا چاہتے ہیں- منزل حق کو پانا اور حق تک پہنچنا ہے اور واسطہ حضور ﷺ ہیں- مقصود اللہ تعالیٰ

Marfat.com

ہیں اور ان تک رسائی اس راستے سے ہے جو مخبر صادق کا بتایا ہوا اور دکھایا ہوا ہے۔ ان کا دیا لو اسی سراج منیر سے لیتا ہے جس نے دلوں کو ایمان کا نور' آنکھوں کو بصیرت کی چمک' تذبذب کو دلیل کی روشنی اور شکوک کو یقین کی چاندنی عطا کی تھی۔

ہر چہ خواہی بامعنی بیش بر از مہرولطف
لیکن از در گہ مراں واللہ اعلم بالصواب

جانم پلید بر نفس از بہر وصالش
موقوف بروں آمدن دمبدم اوست

از جام صاف عیش کسے چاشنی گرفت
کزخم عشق در دی درد تو در کشید
خواہد معین کہ حسن تو بیند معائنہ
خرسند تاکجے شوم از گفت واز شنید

ما طالب خدائیم' بردین مصطفائیم
بر در گہش گدائیم' سلطان ما محمدؐ

گوہر وصلش بہ نقد ہر دو عالم می خرند
لیکن از بہر گدایان تو ارزاں ساختہ

از روئے قرآن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہر انسانی تکلیف گراں گزرتی تھی کہ وہ ذات رؤف ورحیم ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو کسی حیوان یا جانور کو تکلیف میں دیکھتے تو اس کا کرب اپنے دل میں محسوس فرماتے تھے وہ ہر درد کو اپنا درد بنا لیتے تھے۔ جنگ بدر کے بعد کفار قید ہوئے تو عباس کی درد بھری آواز نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رات بھر سونے نہ دیا۔ گویا جانی دشمنوں کے لئے بھی آپؐ سراپا رحمت تھے اور اپنی امت کی آسانی کے لئے ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حضور میں دست بدعا رہتے تھے ایسی شفقت تو ماں باپ کو اولاد سے بھی نہیں ہوتی جتنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت سے تھی اور ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد اگر کوئی ذات رحیم

Marfat.com

وکریم ہے تو وہ حضور ﷺ کی ذات ہے انہیں امت کی دنیاوی اور اخروی فوز وفلاح کی طلب اس قدر شدید تھی کہ قرآن نے اس کے لئے حرص کا لفظ استعمال کیا۔ یہ حرص اپنے لئے نہیں دوسروں کے لئے تھی قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ کے الفاظ میں۔

"حضور ﷺ کا پیکر' محبت کل تھا۔ حضور ﷺ کا وجود منفعت عامہ اور جود عامہ کی صفات سے مشکل و مجسم تھا"

رؤف' رافت سے مبالغے کا صیغہ ہے اور رحیم' رحم سے صفت مشبہ' مبالغے میں فراوانی پائی جاتی ہے اور صفت مشبہ میں دوام ولزوم پایا جاتا ہے۔ گویا حضور ﷺ ہمارے لئے سراپا شفقت ہیں اور ان کی رحمت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ وہ یہاں بھی رحیم ہیں اور وہاں بھی۔ رحمت عامہ کے اسی استقرار و استمرار میں شفاعت کا راز مضمر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو یہ پیش کش فرمائی تھی کہ آپ اپنی آدھی امت کو بغیر حساب وکتاب بخشوا لیں یا شفاعت کا حق لے لیں' آپ نے دوسری پیش کش کو قبول فرمایا---- اور یہ حق سراسر گنہگاروں کے لئے ہے اور آپ کا ہر کلمہ گو اس کا مستحق ہے اور یہ حق لامحدود ہے۔ اب حضرتؒ وہ نعتیہ اشعار دیکھئے جن میں اپنی لغزشوں کا اعتراف اور حضور ﷺ کی رحمتوں کی طلب پائی جاتی ہے:-

یارسولؐ اللہ شفاعت از تو میدارم امید ۔۔۔ باوجود صد ہزاراں جرم در روز حساب
اندراں روزے کہ بہر انتقام عاصیاں ۔۔۔ آتش دوزخ بر افروز دعلم از التہاب
درخیال من نمی گنجد تمنائے بہشت ۔۔۔ دارم از فضلت امید رستگاری از عذاب

دارم امیدے کہ نپرسند بمحشر ۔۔۔ تقصیر معینے کہ بنا برکرم اوست
بر بندہ کہ دارد خط آزادی دوزخ ۔۔۔ آں بندہ غلام وی و آں خط رقم اوست
چوں کہ نیکی تو کم بود وبدی بیش ۔۔۔ زیں واسطہ دانم کہ غم بیش وکم اوست

نومید چوں شود دل وجان امیدوار ۔۔۔ جای کہ رحمت وکرم بیکراں بود
دارد معین برحمت حق منتہائے تو ۔۔۔ امید ازاں زیادہ کہ اندر گماں بود
تو بحر رحمتی ومن آلودہ گناہ ۔۔۔ پاکم بشوی اے ز تو پاکی ہر پلید

Marfat.com

مستغرق گناہیم' ہر چند عذر خواہیم　　پژمردہ چو گیاہیم باران ما محمدؐ
از درد زخم عصیاں مارا چہ غم چو سازد　　از مرہم شفاعت درمان ما محمدؐ

بصورت از بشر آمد ولے زردئی حقیقت　　ز فرق تابقدم رحمت خدا ست مجسم
بروز حشر بظل لوائے اوشدہ واثق　　بسان امت او جملہ انبیائے مکرم
زابر جود چوشد فیض رحمتت متقاطر　　فضائے روضہ جاں شد ز عین فیض توخرم
ہزار غم از گناہ است بردل من وہردم　　فزودہ ام غم دیگر ہزار بار براں غم

سوخت سرتا قدم جملہ دریں دوزخ ہجر　　بہ محمدؐ کہ رساند خبر سوختگاں

اندراں عنواں دو رحمت کردہ ظاہر اندریں　　جسم وجانت رحمتی برانس وبرجاں ساختہ
راہ جنت گرچہ دشوار ست پیش دیگراں　　برطلبگاران ایں امت چہ آساں ساختہ
نار نمرودی برابراہیم گرشد گلستاں　　آتش دوزخ برایں امت گلستاں ساختہ
یا رسولؐ اللہ' بحال عاصیاں کن یک نظر　　تاشود زاں یک نظر کار فقیراں ساختہ
رحمتہ العالمینی بر معینے رحم کن　　کز جہالت خویش را محکوم شیطاں ساختہ

حضرت معین الدینؒ چشتی اپنی نعت کے آئینے میں' حضور ﷺ ہی کی متابعت اور اطاعت کو معیار عمل قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک حضور ﷺ کی زبان مبارک' ترجمان حق بھی ہے اور مظہر صدق وصفا بھی۔ حق یہ ہے کہ آپؐ خود کب زبان کھولتے تھے' بلکہ آپؐ کے لبہائے ناز سے نکلنے والا ہر لفظ' متکلم حقیقی کے منشا کے سانچے میں ڈھل کر نکلتا تھا۔۔۔۔ انہی کی اطاعت کا فیض ہے کہ ان کے ماننے والوں کے ہاتھ 'اللہ کے ہاتھ اور زبان' اللہ کی زبان ہو جاتی ہے۔۔۔۔ حضرت شیخؒ کے نزدیک اس انعام واکرام کے تشکر کی ایک ہی صورت ہے کہ اس ذات گرامی قدر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر پیہم درود بھیجا جائے جس کی بدولت ہم خود شناس وخدا شناس ہوئے۔ وہ لوگ فی الواقع خوش قسمت ہیں جن کے لب' ذکر خداورسول ﷺ سے ہر لحظہ شاداب رہتے ہیں۔ اسی شادابی میں قلبی تطہیر کی تفسیر اور روحانی تنویر کی تعبیر پوشیدہ ہے۔ نص قرآنی کے مطابق درود کی ترسیل میں اللہ تعالیٰ' ملائکہ اور مومنین' تینوں ہر لحظہ مصروف عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ذات اقدس پر پیہم رحمت لٹا رہا

Marfat.com

ہے۔ اور یوں نبی کریم ﷺ کی ثنا' ہر ساعت پھیلتی جا رہی ہے اور اعزاز ہر لمحہ فزوں تر ہوتے جا رہے ہیں' فرشتے' مزید رحمتوں کی دعاؤں میں محو ہیں اور مومن بھی طلب رحمت کے لئے سراپا دعا ہیں۔ یہ درود بظاہر حضور ﷺ کے لئے ہے مگر بباطن ہم لوگ اپنے لئے رحمت مانگ رہے ہوتے ہیں کہ وہ خزانہ رحمت جتنا معمور ہو گا اور ہم عالمین اتنے ہی فیضاب ہوں گے۔ حضرت اپنی نعت کے ذریعے کثرت درود کی تلقین کرتے ہیں کہ درود ہی ہماری عقیدت و محبت کے اظہار کا واحد پیمانہ ہے۔

ندائے عالم غیب ار زحق نمی شنوی شنوز لفظ پیمبرؐ صدائے عالم غیب
ترا بحضرت عزت ہمی نماید راہ محمدؐ عربی رہنمائے عالم غیب

می فرستد معین درود بتو حق تعالیٰ زمن شود خوشنود

اے آب و گل سرود ی وہی جان و دل درود ے یا بشنود بہ یثرب افغان ما محمدؐ
در باغ و بوستانم دیگر مخواں معینی باغم بس است قرآں بستان محمدؐ

مرا ز دیدہ و دل ہر زماں درود دمادم نثار روضہ پرنور صدر و بدر دو عالم
معین چہ تحفہ فرستد بغیر اشک زدیدہ کند درود پیاپے رواں بسوئے تو ہر دم

یہ ایک حقیقت ہے کہ فارسی غزل میں حمد و نعت کے مضامین بالواسطہ تصوف ہی کی دین ہیں کہ تصوف قلب و نظر کی ایک ایسی پاکیزگی کا نام ہے کہ دوئی کے سب نقش مٹ جائیں' اللہ کے سوا' ہر تمنا دل سے رخصت ہو جائے' دل خالی بھی ہو' خلوت خانہ بھی ہو اور آئینہ خانہ بھی' وہ صرف محبوب حقیقی کی جلوہ گاہ ہو۔ شفاف ہو تاکہ حسن حق کا عکس بردار ہو سکے۔ اور عشق حق' طالب حق کے رگ و پے میں یوں سما جائے جیسے باد سحر گاہی کا نم' شاخ گل کے ریشے ریشے میں سرور و کیف کی ایک کائنات لے کر اتر جاتا ہے اور سرور و کیف کے اس حصول کے لئے رسول پاک ﷺ کی محبت لازم ہے اور یہ محبت' اتباع رسول ﷺ ہی کا ایک دل آویز نتیجہ ہے جبکہ نعت اسی محبت اور اسی اتباع کا ایک شاعرانہ اظہار ہے۔ پروفیسر ظہیر احمد صدیقی کے الفاظ میں۔

"خدا تک پہنچنے کے مقصد نے عشق کے تصور کو جنم دیا اور تصوف

Marfat.com

اور عشق حق لازم وملزوم ہو گئے اور ہر صوفی ایک عاشق صادق کی طرح اپنے محبوب یعنی خدا کی محبت میں تڑپ رہا ہے۔ ہجر سے نالاں ہے۔ وصال کا طالب ہے۔ بلکہ اس کی نظر میں کائنات کی وجہ تخلیق ہی عشق ہے جو اس حدیث قدسی پر مبنی ہے کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ جانا جاؤں تو میں نے کائنات کو خلق کیا۔۔۔۔ اور یوں صوفی کی نظر میں کائنات کا ذرہ ذرہ عشق میں مضطرب اور بے چین ہے اور وصال کا طالب ہے ذرہ کی طلب ہے کہ خورشید تک رسائی حاصل کرے، گل پر بلبل عاشق ہے، چاند پر چکور اور سرو پر قمری، یوں کائنات میں ہر جگہ عشق ہی کا کاروبار جاری ہے انسان اسی عشق کی انتہا ہے کہ انسان بہترین خلائق ہے خلیفتہ اللہ ہے اور امانت الٰہی کا حقدار ہے۔ یہ امانت، یہ خلافت درحقیقت عشق ہی ہے۔۔۔۔ اسی عشق کے مظہر کامل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔۔۔۔۔ اور معراج رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال حق کی سب سے بڑی نشانی ہے کوئی انسان وہاں تک نہیں پہنچ سکتا البتہ آپؐ کے واسطے سے کسی حد تک تجلیات حق سے بہرہ ور ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔۔"

حضرت معین الدین چشتیؒ کی طبعی موزونیت، فکری پاکیزگی اور شعری جمال، تصوف ہی کا فیض ہے ان کا کلام اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی ایک شاعرانہ تمنا ہے یہی ان کے دل کی دھڑکن ہے یہی ان کی نگاہوں کی تمنا ہے یہی ان کی روح کی لرزش ہے اور یہی ان کے سلگتے مصرعوں کی پکار ہے اور نعت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس تمنا، اس لرزش اور اس پکار کی تکمیل کا واحد ذریعہ ہے۔۔۔۔۔۔

☆ ☆

Marfat.com

کتابیات

۱۔ تاریخ دعوت و عزیمت حصہ سوم ---- مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

۲۔ سیارہ ڈائجسٹ لاہور اولیائے کرام نمبر -- حصہ اول

۳۔ سلسبیل لاہور تذکرۃ الاولیاء جدید، جنوری، فروری ۷۳ء

۴۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ -- جلد ۷

۵۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا -- سید قاسم محمود

۶۔ دیوان خواجہ معین الدین چشتیؒ -- شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین تاجران کتب کشمیری بازار لاہور۔

۷۔ رحمتہ اللعالمین، جلد ۲، ۳۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری۔

۸۔ مقالات سیرت۔ ڈاکٹر آصف قدوائی۔

۹۔ درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ -- مولانا محمد سرفراز خاں صفدر۔

۱۰۔ فارسی غزل اور اس کا ارتقاء ---------- پروفیسر ظہیر احمد صدیقی۔

Marfat.com

شیخ سعدی شیرازیؒ

(چہ وصفت کند سعدی ناتمام)

بعض شاعروں کی اپنی زندگیاں شہرت و قبول کے اجالوں سے محروم رہتی ہے مگر ان کے بعض اشعار اور مصرعے زبانوں پر رواں ہو جاتے' دلوں میں سما جاتے اور چرخ ہفتمیں کی رفعتوں کو چھونے لگ جاتے ہیں۔ جیسے جیسے وہ مصرعے بلندیوں پر اڑتے چلے جاتے ہیں۔ ویسے ویسے ان کے خالق قعر گمنامی میں اترتے چلے جاتے ہیں اور ایک وقت آتا ہے کہ لوگ ان عظیم شاعروں کو ڈھونڈتے اور ان کے بارے میں قیاس آرائیاں کرتے رہ جاتے ہیں کہ کس کے جگر کے خون نے ان لفظوں کی یوں آبیاری کی ہے کہ وہ کیف و نشاط بن کر روح میں اترتے چلے جاتے ہیں۔ دوسری طرف بعض شاعر تو فی الواقع معروف اور عظیم ہوتے ہیں اور ان کی شاعری کے بعض ٹکڑے بھی مقبول و مشہور مگر یہ شعری آویزے اس تیزی سے پھیلتے' بڑھتے اور آگے نکلتے ہیں کہ بسا اوقات ان کے معروف خالق بھی پیچھے رہ جاتے ہیں۔

شیخ سعدیؒ اپنی شخصی وجاہت' شعری عظمت اور ناصحانہ تاب و تب کے اعتبار سے ایک قابل قدر مقام کے حامل ہیں۔ ان کے بعض عربی اور فارسی اشعار آج برصغیر پاک و ہند میں بالخصوص اور عالم اسلام میں بالعموم' ہر لب کی دعا' ہر دل کی تمنا اور ہر مسجد کی زینت بنے ہوئے ہیں مگر بہت کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ یہ اشعار شیخ سعدیؒ کے ہیں۔

بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلو علیہ و آلہ

نخستیں ابو بکرؓ پیر مرید عمر پنجہ بر پیچ دیو مرید
خرد مند عثمانؓ شب زندہ دار چہارم علیؓ شاہ دلدل سوار

Marfat.com

خدایا بحق بنی فاطمہؓ کہ برقول ایماں کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول من ودست ودامان آل رسولؐ

پہلی قطعے سے متاثر ہو کر کہی گئی تضمینوں کو اگر یکجا کیا جائے تو ایک دفتر مرتب ہو سکتا ہے اور تیسرا ائمہ کرام کی اکثریت کی دعا کا مقطع ہوا کرتا ہے۔ بلغ العلیٰ بکمالہ--- کے ساتھ ساتھ نسیما جانب بطحا گزر کن اور یا صاحب الجمال و یا سید البشر--- وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں--- سلام اے آمنہ کے لالؐ اے محبوب سبحانی--- سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں--- خوار ہیں بدکار ہیں ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں----- وہ اشعار وقطعات ہیں جو ہمارے ہاں بار بار دہرائے جاتے ہیں اور بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ یہ علی الترتیب' مولانا جامیؒ' حضرت عبدالحق محدث دہلویؒ' ظفر علی خاں' حفیظ جالندھری' ماہر القادری اور حشر کاشمیری کے ہیں۔ اسی طرح شیخ سعدیؒ کے بہت سے اشعار' فضائل و شمائل رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اظہار خیال کرنے والوں نے لئے سند اور دلیل کا کام دیتے ہیں۔ مثلاً۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست کتب خانہ چند ملت بشست

خلاف پیمبرؐ کسے راہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

مپندار سعدی کہ راہ صفا تواں رفت جز بر پے مصطفیٰؐ

اگر یکسر موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

شیخ سعدیؒ کے بارے میں ہماری اکثریت یہی جانتی ہے کہ وہ گلستان اور بوستان کے مصنف ہیں۔ گلستاں اور بوستاں کیا ہے؟ اس کے بارے میں نئی پود کم وبیش نابلد ہے کیونکہ یہ پود اسلاف کے علمی' دینی اور روحانی ورثے سے کٹ گئی ہے یہ بات بھی اکثریت کے علم میں نہیں کہ شیخ سعدی ایک ایسے غزل گو بھی تھے جن کے قلم کی جنبشوں پر حسن مچلتا اور ایمائیت ناز کرتی تھی۔ ان کی غزلیں قامت اور قیمت دونوں اعتبار سے وقیع اور قابل قدر ہیں۔ مجازی پیرایہ حکایت کی حد تک رہتا ہے شکایت تک نہیں پہنچتا۔ سعدی اس لئے بھی اہم ہیں کہ انہوں نے غزل کو قصائد کی تشبیب سے الگ کر کے' ایک الگ صنف سخن کے طور پر پیش

Marfat.com

کیا- اس اعتبار سے انہیں ایک نوع سے اولیت حاصل ہے- پروفیسر ظہیر احمد صدیقی کے الفاظ میں "سعدی کو زمانے نے استاد غزل تسلیم کیا ہے ان کے بعد آنے والے بڑے بڑے غزل گو شعراء نے ان کے تتبع میں غزلیں کہی ہیں"

فلسفیانہ رموز' حکیمانہ نکات اور متصوفانہ بصائر کے اظہار کے لئے فارسی زبان' اپنے دائرہ اثر اور حلقہ تفہیم وافہام کے اعتبار سے عربی کی نسبت کہیں موزون ومناسب ہے- اس لحاظ سے اردو بھی فارسی کے مقابل نہیں آسکتی کہ وہ وقعت' اظہار اور تاثر کے اعتبار سے خود فارسی کی محتاج ہے یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبالؒ نے جب اپنے فکر کی رفعت اور خیال کے عمق کو عام کرنا چاہا تو انہیں اردو سے کہیں زیادہ فارسی پسند آئی- اسی زبان نے ان کے افکار عالیہ کو آفاقیت عطا کی اور ان کا فکر برصغیر کی حدود سے نکلا اور عالم اسلام کے رگ وپے میں باد سحرگاہی کا نم بن کر اتر گیا-

کس ننالید در ایں عہد چو من بردر دوست
کہ بہ آفاق سخن می رود از شیرازم

سیاسی انقلابات نے سعدی کے شعروادب میں زندگی کی بے ثباتی کا احساس پیدا کیا- آلام روزگار نے طبعی ذوق میں گداز ابھارا' تصوف کی چاشنی نے اس گداز کو تیرنیم کش بنا دیا' مذہب سے والہانہ لگاؤ نے مجاز کو عرفان وحقیقت کا آہنگ عطا کیا' وسعت مشاہدہ نے جگ بیتی کو آپ بیتی کا تاثر دیا- ذاتی طور پر شیخ سعدی آنسوؤں میں مسکرانے کے عادی تھے' وہ زندگی کی سنگینیوں کو صبروشکر سے توشہ آخرت بنانے کے قائل تھے- ان کا رنگ شعر آج بھی نکھرا نکھرا اور اجلا اجلا محسوس ہوتا ہے اور کہنگی کا کوئی سا غبار بھی اسے دھندلا نہیں سکا- یہ شگفتگی اور تازگی نتیجہ ہے اس آتش غم کا جو ان کے گوشہ ہائے خاطر میں شرارہ بار تھی- آگ کے بھڑکے بغیریات بنتی ہی نہیں- آگ جلتی ہے' تب پتھر' طور بنتے ہیں سعدی ہی کے شعر ہیں-

ہرکس نباشد ایں گفتار عود ناسوختہ ندارد بوی

گر برسد نالہ سعدی بکوہ کوہ بنالد بزبان صدا

غزل لطیف ترین جذبات کا خوبصورت ترین اظہار ہے- سعدی سے پہلے غزل یا تو قصائد کی تشبیب تک محدود تھی یا نصیحتوں اور ہدایتوں کا ایک رواں دواں اظہار- مگر سعدی نے غزل کو اس کے حقیقی خال وخط کے ساتھ پیش کیا- اسے اپنی ذاتی کیفیات سے اجالا اور

Marfat.com

نکھارا' مجاز کی دلفریبیوں سے رعنائی عطا کی۔ حکیمانہ امور کو تغزل کی ایک ایسی نشتریت کے ساتھ رقم کیا' جو ایک پختہ فکر غزل گو ہی کی خصوصیت ہو سکتی ہے۔ انہوں نے جدت ادا سے فرسودہ اور پیش پا افتادہ مضامین میں بھی تازگی کی ایک لہر دوڑا دی' چھوٹی چھوٹی باتوں سے بڑے بڑے نکتے ابھارنے پر شیخ کا قلم اور ذہن دونوں قادر تھے۔ اشعار کے ساتھ ساتھ' سعدی کو بھی' اپنی زندگی ہی میں شہرت' قبولیت اور عظمت مل چکی تھی۔ خود انہیں اس امر کا احساس تھا کہ ان کے قلم سے گلستان کے دیباچے میں یہ سطور نکل گئی تھیں۔ جن کا ترجمہ یوں ہے۔

"سعدی کا ذکر جمیل عام لوگوں تک پہنچ گیا ہے اور کلام کی شہرت روئے زمین پر پھیل گئی ہے صاحب ذوق کلام سے نیشکر کے مانند شیرینی حاصل کرتے ہیں اور اس کی انشاء کے نمونے کاغذ زر کے مانند لئے پھرتے ہیں"

سعدی کی نعتوں میں قلبی عقیدت کے ساتھ ساتھ تغزل کی وہ شان بھی جلوہ گر ہے جو شعر کو پر پرواز عطا کرتی اور اسے اعجاز بناتی ہے انہوں نے نعت کو بطور صنف سخن نہیں اپنایا۔ کچھ نعتیہ اشعار گلستان اور بوستان کی ابتداء میں ملتے ہیں۔ ان کے علاوہ دو نعتیہ قصائد ہیں۔ یہ سرمایہ بظاہر اس قدر کم ہے کہ اس کی بنیاد پر سعدی کو باقاعدہ نعت گو شاعر قرار نہیں دیا جا سکتا مگر یہ سرمایہ نعت اپنی علمی' شعری' قلبی اور فکری حیثیت سے اس قابل ضرور ہے کہ دیگر خصوصیات کلام کے ساتھ اسے بھی سعدی کی شاعری کا ایک دقیع رخ قرار دیا جا سکے اور پھر ان کے بعض اشعار کی قبولیت عامہ' اس بات کی دلیل بھی ہے کہ ان کی یہ مدحت' بارگاہ نبویؐ میں پذیرائی پا چکی ہے۔ سعدی باتوں باتوں میں جو بات پیدا کر جاتے ہیں وہ ہر قلم کے بس کی بات نہیں ہے۔

بات بنانا مشکل سا ہے شعر سبھی یاں کہتے ہیں
فکر بلند سے یاروں کو اک ایسی غزل کہہ لانے دو

تاثر اور کیف کے حامل یہی وہ چند آنسو ہیں جنہوں نے سعدیؒ کو خاصان بارگاہ رسالت ﷺ سے تعلق رکھنے والا ایک ایسا نعت گو بنا دیا ہے جس کی مدحت کا انداز شستہ و شگفتہ ہے۔ ان کی قلبی شیفتگی نے اس مختصر سے سرمایہ نعت کو شرف قبول کی اس عظمت سے بہرہ ور کیا ہے کہ اس کے مقابل ایک عمر کا قلمی ریاض بھی ہیچ ہے۔

علم' معلومات کے گل کتر کر' گلستاں بنا سکتا ہے' عقل بھول بھلیاں کے ایوان استوار کر سکتی ہے' شاعر تعلیانہ خود نمائیوں کے انبار لگا سکتا ہے مگر کوئی اہل درد' اپنے دل کی دھڑکنوں

Marfat.com

سے ہم آہنگ کوئی ایک مصرع ہی کہہ دے تو وہ ان شعری اور عقلی "قنطار مقنطرہ" پر حاوی اور بھاری ہو گا۔

ان کی ان نعتوں کو ایک نظر دیکھنے سے جہاں ان کا فنی حسن' نگاہ کو متاثر کرتا ہے وہاں ان کی نعتوں کا معنوی جمال بھی دل میں اترتا ہے۔ ان کی نعتیں سیرت رسول ﷺ کا ایک سچا عکس ہیں۔ حضور ﷺ کی فضیلتوں کا ایک ایسا نغماتی تذکرہ ہیں کہ مجمل ہوتے ہوئے بھی مواد کے اعتبار سے بلیغ و معتبر ہیں ---------- ممدوح عظیم و جلیل (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حسن صورت سے حسن سیرت تک کے بہت سے پہلوؤں کی طرف ان کی نعتوں میں اشارے ملتے ہیں' انبیائے کرام میں ان کی افضلیت سے لے کر میدان حشر میں ان کی شفاعت تک' ان کے ناسخ ادیان ہونے سے لے کر پیکر انوار ہونے تک' عبدیت کی عرش رسائی سے لے کر جبریل کی سدرۃ المنتہائی تک' ثنائے ربانی سے لے کر زمیں بوسی ملائک تک' وجہ وجود کائنات سے لے کر تکمیل دین الوہی تک' موجودات عالم کی کم نصیبی سے لے کر رحمت عالم کی وسعت عنایت تک' امی لقب کی حکمت آفرینی سے لے کر ابو الحکم کی بو جہلی تک ---------- غرض علم و نظر اور جذب و شوق کی ایک شعری کہکشاں ہے۔ کہ اس کا ہر رخ' ایک نیا ہی رنگ پیش کر رہا ہے۔ عقیدت' احتیاط و ہوش کی انگلی تھام کر چلتی ہے نکات سیرت' تاریخی واقعیت کا سہارا لے کر نکھرتے اور مدحت' روحانی لرزشوں سے ہم آہنگ ہو کر ابھرتی اور دل کے ویرانوں میں رنگ و نور بن کر بکھرتی چلی جاتی ہے یہ مدح سرائی فنی اعتبار سے ایجاز و اعجاز کے سانچے میں ڈھلتی نظر آتی ہے۔

محمدؐ کز' ثنائے فضل او برخاک ہر خاطر
کہ بارد قطرہٗ در حال دریائے نعم گردد

نعت کہنے سے قبل اپنی بے بضاعتی اور تحیر آفرینی کا یوں اظہار کرتے ہیں۔

دگر مرکب عقل را پویہ یہ نیست عنانش بگیرد تحیر کہ ایست

دریں بحر جز مرد داعی نرفت گم آں شد کہ دنبال راعی نرفت

کہا نے کہ زیں راہ بر گشتہ اند بر فتند بسیار و سرگشتہ اند

گو حمد' نعت اور منقبت الگ الگ اصناف سخن ہیں۔ مگر آج کل اردو نعت گو شعراء کے

Marfat.com

ہاں کہیں کہیں ایسی منظومات نظر آتی ہیں جن میں حمد کے ساتھ ساتھ نعت کا ایک خوبصورت امتزاج ہے اور بعض نعتوں میں صحابہ کرامؓ سے متعلق توصیفی اشعار بھی ملتے ہیں کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہیں اور ان کی فیوض و برکات ابد آثار ہیں۔ جبکہ صحابہ کرامؓ وہ عظیم و جلیل شخصیات ہیں جو انوار نبوت سے براہ راست مستفید ہوتی رہیں اور جنہوں نے ان انوار کو وہاں وہاں تک پہنچایا' جہاں جہاں تاریکی تھی۔ کہ ہر صحابیؓ گم کردہ راہ' مسافروں کے لئے ایک روشن ستارہ ہے۔ اس کا ہر فعل معیار حق اور ہر بات عیار حق ہے۔ شیخ سعدیؒ کی ایک نایاب نظم درج ذیل ہے یہ نظم' حمد اور نعت کی ایک دل آویز قوس قزح ہے۔ یہ نظم ''گلدستہ دلپذیر المعروف بہ چمن بے نظیر فارسی'' (مرتبہ منشی محبوب عالم کاتب ایمن آبادی ناشر شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین کشمیری بازار لاہور) کی ابتدا سے مقتبس ہے۔

الحمد للّٰہ الذی خلق الوجود من العدم
فبدت علٰی صفحاتہ انوار اسرار القدم
شکر آں خدائے را کہ اوست آفریدہ از عدم
پس کرد پیدا از عدم' انوار اسرار قدم
مازال فی ازالہٖ متعززاً لجلالہ
مستغنیا بکمالہ لا بالعبید والخدم
ماوائے ہر آوارہ او' بیچارگاں را چارہ او
دلدار ہر غمخوارہ او غفار ہر صاحب ندم
بہر العقول ظہورئہ سور القلوب حضورئہ
نور النوار ظر نورہ بہرالنفوس بماوسم
درد و غمش مہمان دل' نام لطیفش جان دل
دل زان او اوزان دل گر عاشقی درنہ قدم
والی علی احبابہ اصناف لطف احسانہ
یاسو کلام بلا بمراہم الکرم الاعم
درویش او را نام نہ گر چاشت باشام نہ
واندر دلش آرام نہ از مہر برجانش رقم

Marfat.com

وافی الحجی عرفانہ' ماضل فی فردانہ
سبحانہ' سبحانہ صناق المنی فاق الامم
از ہر چہ گویم برتری وز ہر چہ خوانم بہتری
وز آنچہ دانم مہتری جاں جانہاء لاجرم
نعت النبی المصطفیٰ لما عفی رسم الصفا
تہدی بہ اوصافنا برشادہ سہل الاعم
اے قوت دلہا گفت اومہر ہدی در گفت او
مانام قلبی جفت او فخر عرب فخر عجم
صلو علیہ وآلہ ماضاء ت شمس الفلک
بل زاد خیر کانما الحی بہ خیر الامم
عقل آشنائی کوئے او دل خیر بادی سوئے او
جانہا فدائے روئے او' اومحتشم او محترم

اب چند شعر دیکھئے کہ کس انداز سے علم کی گہرائی' دل کے خلوص کے ساتھ مل کر شعری افق پر جگمگا رہی ہے۔

کریم السجایا جمیل الشیم ... نبی البرایا' شفیع الامم
امام رسل پیشوائے سبیل ... امین خدا مہبط جبرئیل
شفیع الوریٰ' ۔خواجہ بعث ونشر ... امام الہدیٰ' صدر دیوان حشر
کلیمے کہ چرخ فلک طور اوست ... ہمہ نور ہا پرتو نور اوست
چناں گرم درتیہ قربت براند ... کہ درسدرہ جبریل ازو باز ماند
چہ نعت پسندیدہ گویم ترا ... علیک السلام اے نبی الورا
درود ملک برروان تو باد ... بر اصحاب وبر پیروان تو باد
چہ کم گردد اے صدر فرخندہ پے ... زقدر رفیعت بدرگاہ حے
کہ باشند مشتے گدایان خیل ... .بمہمان دارالسلامت طفیل
خدایت ثنا گفت وتبجیل کرد ... زمیں بوس قدر تو جبریل کرد

Marfat.com

بلند آسماں پیش قدرت خجل ‏ ‏ تو مخلوق و آدم ہنوز آب و گل
تو اصل وجود آمدی از نخست ‏ ‏ وگر ہر چہ موجود شد فرع تست
ندانم کدامیں سخن گو یمت ‏ ‏ کہ والا تری زانچہ من گو یمت
ترا عز لولاک تمکین بس است ‏ ‏ ثنائے تو طہٰ و یٰسین بس است
چہ وصفت کند سعدی ناتمام ‏ ‏ علیک الصلوٰۃ اے نبی السلام

درج بالا سلام میں بعض امور محل نظر ہیں۔ غالباً ایسی ہی باتوں کے پیش نظر شبلی نے شعرالعجم میں اس امر پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ ابن جوزی کی شاگردی کے باوجود سعدی کے قلم سے بعض ایسی احادیث کا ذکر ہوا ہے جو اہل تحقیق کے نزدیک موضوعات میں سے ہیں۔

اب کچھ ایسے شعر دیکھئے جو ان کی نعتیہ غزلوں سے ماخوذ ہیں۔

ماہ فرومانده از جمال محمدؐ ‏ ‏ سرو نروید باعتدال محمدؐ
قدر فلک را کمال ومنزلتے نیست ‏ ‏ در نظر قدر باکمال محمدؐ
وعدۂ دیدار ہر کسی بقیامت ‏ ‏ لیلۃ الاسریٰ شب وصال محمدؐ

آدمؑ ونوحؑ وخلیلؑ وموسیٰؑ وعیسیٰؑ ‏ ‏ آمده مجموع در ظلال محمدؐ
عرصہ گیتی مجال ہمت او نیست ‏ ‏ روز قیامت نگر مجال محمدؐ
شمس وقمر بر زمین حشر نتابد ‏ ‏ نور نتابد مگر جمال محمدؐ
ہمچو زمین خواہد آسماں کہ بیفتد ‏ ‏ تا بدہد بوسہ بر نعال محمدؐ
شاید اگر آفتاب وماه نتابد ‏ ‏ پیش دو ابروی چوں ہلال محمدؐ
چشم مرا تا بخواب دید جمالش ‏ ‏ خواب نمی گیرد از خیال محمدؐ
سعدی اگر عاشقی کنی در جوانی ‏ ‏ عشق محمدؐ بس است و آل محمدؐ

اس نعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال و کمال کا ذکر تاریخی حقائق کی روشنی میں کیا گیا ہے۔ دیکھنے والوں نے جب اس روئے انور کے بعد چاند کو دیکھا تو وہ پھیکا پھیکا لگا۔ اس قامت زیبا کو سرو سے تشبیہ دیں تو خود سرو کا قد اونچا ہو جاتا ہے اور مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سعدی شیرازی یوں روشنی ڈالتے ہیں کہ ہر ایک کو دیدار حق کے لئے قیامت کے دن کا انتظار کرنا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج زندگی ہی میں نصیب ہو گیا اور قیامت کو چاند، سورج، ستارے غرض روشنی کا ہر ذریعہ ماند پڑ جائے گا مگر جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم انوار بکھیرتا رہے گا اور تابش

Marfat.com

انوار سے دلوں کی وادیاں بھی روشن ہوں گی اور میدان حشر بھی تاباں--- لوائے حمد بھی آپؐ ہی کے ہاتھ میں ہو گا۔ جملہ انبیائے کرام اسی کے سائے میں مقیم ہوں گے۔ اس نعت میں زیارت رسول ﷺ کی سعادت کا بھی ذکر ہے کہ یہ نصیب ہو جائے تو وہ خیال اور وہ جمال قلب و نظر کا یوں احاطہ کر لیتا ہے کہ نیند بھاگ جاتی' اور آنکھیں نرگس کے مانند گدائی کے کاسے بن جاتی ہیں۔ آخری شعری نردبان مجاز سے بام حقیقت تک کی کیفیات کا مظہر ہے کہ اس کائنات کا ہر حسن زوال پذیر ہے۔ مقصود اس حسن رہ گزر میں کھو جانا نہیں بلکہ حسن آفرین کی عظمتوں کا اندازہ مطلوب ہے۔ اور اس وقت تک حسن آفرین تک نہیں پہنچا جا سکتا جب تک اس وجود ذی جود کے قدموں تک رسائی نہ ہو جس سے خود حسن آفرین کو محبت ہے کہ اسی کی محبت' اللہ کی محبت کی دلیل ہے اور اسی محبت کو دوام و استقرار حاصل ہے۔

سبوئے جاں میں چھلکتی ہے کیمیا کی طرح
کوئی شراب نہیں عشق مصطفیؐ کی طرح

سعدی شیرازی کی ایک اور نعتیہ غزل چھوٹی بحر میں' بڑی بڑی حقیقتوں کو واضح کر رہی ہے کہ حضور ﷺ کی ذات اقدس' اہل بینش کے لئے چراغ راہ اور مشعل ہدایت ہے' آپؐ آیہ کائنات کا معنی دریاب ہیں کہ آپؐ پر رسالت' معرفت اور ہدایت کی جملہ رفعتیں ناز کرتی ہیں۔

اے چشم و چراغ اہل بینش مقصود وجود آفرینش
صاحب دل "لاینام قلبی" مہمان "ابیت عند ربی"
در وصف تو "لانبی بعدی" خود وصف تو وزبان سعدی
اے عرش مجید بارگاہت وی کعبہ وقبلہ درپناہت
اے برسر خلق سایہ تو وی چرخ کمینہ پایہ تو

نعت نبی ﷺ فقیروں کو یوں محتشم اور محترم بنا دیتی ہے کہ تاج و تخت ان کا طواف کرتے ہیں۔ ثنائے محمد ﷺ سے دلوں کی ویرانی' شادابی میں بدل جاتی ہے' اسی دروازے سے علم کو وہ بینائی عطا ہوتی ہے جسے حکمت کہتے ہیں سعدی کی یہ نعت انہی بصیرتوں کی آئینہ دار ہے۔

امید رحمت است آرے خصوص آنرا کہ در خاطر
ثنائے سید مرسل نبی محترم گردد

Marfat.com

محمدؐ کز ثنائے فضل او برخاک ہر خاطر
کہ بارد قطرہ درحال دریائے نعم گردد
چو دولت بایدم تحمید ذات مصطفیؐ گویم
کہ در دریوزہ صوفی گرد اصحاب کرم گردد
اگر تو حکمت آموزی بدیوان محمدؐ او
کہ بوجہل آں بود کہ خود بدانش بوالحکم گردد
زفقر جاودانی است وصاحب مال دنیا شد
ہراں درویش صاحب دل کزیں در محتشم گردد

پروفیسر ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق سعدی شیرازی کی نعت گوئی پر یوں تبصرہ کرتے ہیں۔

"سعدی کے نعتیہ کلام کی ممتاز خصوصیت بیان کی سادگی اور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا خلوص ہے اس لئے ان کے اشعار پر معانی' پر سوز اور اثر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ سبک الفاظ اور خوش آہنگ ترکیبوں سے شاعر کلام کو ترنم ریز بنا کر وجد و حال کی کیفیت مہیا کر دیتا ہے جو سنتا ہے لطف اندوز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سعدی کے نعتیہ اشعار دلوں میں گھر کر جاتے ہیں اور حب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دل بے چین ہو جاتا ہے"

خطابیہ انداز میں شیخ سعدیؒ کی ایک نعت بھی دیکھتے جایئے۔

جاں فدائے تو یارسول اللہؐ دل گدائے تو یارسول اللہؐ
ارحم الرحمین نہ بخشایذ بے رضائے تو یارسول اللہؐ
کاش ہر موئے من زباں بودے در ثنائے تو یارسول اللہؐ
سرنہادت بر ورت سعدی بے نوائے تو' یارسول اللہؐ

نعت تو بہر کیف شاعر کے نطق کی معراج ہے جبکہ سعدی کی عام شاعری کا اعتراف بھی' ہر عظیم قلم کرتا رہا ہے دربار اتا بکیہ کا معروف شاعر مجد ہمگر' سعدی کو یوں خراج عقیدت پیش کرتا ہے۔

از سعدی مشہور سخن' شعر روان جوی
کو کعبہ فضل است ودلش چشمہ زمزم

ہمام تبریزی یوں ان کی شعری عظمت کا اعتراف کرتا ہے۔

Marfat.com

ہمام را سخن دلفریب وشیریں است
ولی چہ سود کہ بے چارہ نیست شیرازی

امیر خسرو کا قلم ان کی محراب عظمت میں یوں سجدہ ریز ہے ۔

خسرو سرمست اندر ساغر معنی بریخت
شیرہ از خمخانہ مستی کہ در شیراز بود

اس عظیم شاعر اور قابل قدر نعت گو کا مقام پیدائش شیراز' سن پیدائش ۱۱۸۴ء اور سن وفات ۱۲۹۲ء ہے۔ نام مشرف الدین بن مصلح الدین عبداللہ ہے تکمیل علم اور حصول انوار تصوف کی خاطر آپ نے بہت سے سفر کئے۔ ۱۴ بار پاپیادہ حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا۔ آپ صحیح معنوں میں گرم و سرد زمانہ چشیدہ تھے' آپ کے روحانی پیشواؤں میں حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے اسمائے گرامی آپ کی عملی وجاہت اور دینی وقعت کے سلسلے میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ نے عظیم سلطنتوں کے طلوع وغروب کے عبرت ناک منظر دیکھے۔ خود قید وبند اور فقر وفاقہ کی صعوبتوں سے گزرے مگر صبر وشکر کو اپنایا اور دست سوال نہ پھیلایا۔ یہ آپ کی عظمت ہے کہ آپ فاقوں کے ساتھ سوئے اور آہوں کے ساتھ اٹھے مگر کسب زر کے لئے شاہوں کی ثناخوانی سے اجتناب کیا یہاں تک کہ اپنے قصیدوں کو بھی نصیحتوں کا مرقع اور عبرتوں کی داستان بنا دیا۔ اور آپ کے اضطراب مسلسل کو سکون وقرار کی دولت دیار خدا ودر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی۔ کہ یہی وہ مقام ہیں جہاں پیاپے ٹھوکریں کھانے والی سرگرداں عقل کو منزل کا حسین احساس نصیب ہوتا ہے اور اس رحیم وغفور ذات کے حضور میں بھی سعدی دل کی پوری تابانیوں' سعادتوں اور بصیرتوں کے ساتھ رطب اللسان ہے۔ جس کا حبیبؐ رحمتوں کا مظہر اور بخششوں کا وثیقہ ہے ۔

کریما بہ بخشائے برحال ما
کہ ہستم اسیر کمند ہوا

برگ درختان سبز درنظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

Marfat.com

اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم
وز ہرچہ گفتہ اند وشنیدیم وخواندہ ایم
مجلس تمام گشت بہ آخر رسید عمر
ماہمچناں دراول وصف تو ماندہ ایم

بات ”چہ وصفت کند سعدی ناتمام“ سے شروع ہوئی تھی اور ”ماہمچناں دراول وصف تو ماندہ ایم“ تک پہنچی ہے گویا اول و آخر عجز بیان ہی حسن بیان بنا ہوا ہے۔ سعدی شیرازی تو ایک عمر کی بات کرتے ہیں حق یہ ہے کہ خضر کی سی عمریں بھی مل جائیں، تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندروں کا پانی سیاہی ہو جائے۔ پھر بھی خالق کائنات کے اوصاف کا بیان تشنہ ہی رہے گا اور اسی طرح محبوب ربانی ﷺ کی توصیف پر بھی کوئی سا قلم اور کوئی سی زبان بھی قادر نہیں ہے یہاں بھی قلم قلم اور حرف حرف، بے مائیگی کا احساس دامنگیر رہتا ہے کہ اظہار وبیان کا کوئی سا پیرایہ بھی اس جلوۂ معنی کا احاطہ نہیں کر سکتا، یہی وہ دو مقام ہیں جہاں پر فکر رسا بھی آبلہ پا نظر آتی ہے۔

مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغ اسیر
کرے قفس میں فراہم خس، آشیاں کے لئے

ماخذ

۱۔ کلیات سعدی ۲۔ ادب نامہ ایران۔ مرزا مقبول بیگ بدخشانی ۳۔ شعر العجم جلد ۲، ۵۔ ۴۔ نقوش رسولؐ نمبر جلد ۱۰۔ ۵۔ اردو میں نعتیہ شاعری۔ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق ۶۔ سیارہ ڈائجسٹ اولیائے کرام نمبر جلد ۲۔ ۷۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔ سید قاسم محمود۔ ۸۔ حبیبی یا رسولؐ اللہ۔ عزیز الدین خاکی۔ ۹۔ فارسی غزل اور اس کا ارتقاء۔ پروفیسر ظہیر احمد صدیقی۔

Marfat.com

حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ

(سرگشتہ ایم ذرہ صفت در ہوائے تو)

دہلی کے مضافات میں وہ مقام جو کبھی مہرولی اور اب قطب صاحب کے نام سے جانا جاتا ہے اسے یہ فخر حاصل ہے کہ وہاں وہ عظیم انسان آسودۂ خاک ہے جسے تاریخ تصوف حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے نام سے پہچانتی ہے۔ ۵۸۲ھ میں پیدا ہونے والی یہ عظیم شخصیت ۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ کو وجد و بیخودی کے جس عالم میں واصل بحق ہوئی' تاریخ نے اسے بھی محفوظ رکھا ہے کہ انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی ہر بات اور ہر فعل کو ایک فطری تحفظ حاصل ہوتا ہے کہ ان کی ہر بات صداقت آفرین اور ہر فعل حق آگاہی کی ایک روشن دلیل ہوتا ہے کیونکہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور اولیاء محفوظ۔ کہتے ہیں کہ خواجہ قطب الدینؒ ایک دن محفل سماع میں محبوب حقیقی کے تصور دل آویز میں گم اس شعر کی تصویر بنے بیٹھے تھے ۔

عجب انداز از خود رفتگی ہے
بھری محفل میں سب کے درمیاں گم

کہ اچانک قوالوں نے یہ شعر پڑھا۔

عاشق رویت کجا بیند بکس   بستہ مویت کجا یابد خلاص

اس شعر نے خود رفتگی کی کیفیت کو اشتعال دیا۔ بار بار اسی شعر کو سنتے اور جھومتے رہے اس اثنا میں قوالوں نے شیخ احمد جامؒ کا یہ شعر پڑھا۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

یہ شعر سن کر ان کی کیفیت مرغ بسمل کی سی ہو گئی۔ تین دن (اوقات نماز کے سوا) یہ حالت رہی کہ پہلے مصرعے پر "کلیمتا" از خود رفتہ ہو جاتے اور دوسرے مصرعے پر باہوش' آغاز سماع کے پانچویں دن تک یہی کیفیت رہی کہ حاضرین نے قوالوں سے کہا کہ وہ مصرع ثانی نہ پڑھیں یوں یہ صاحب ادراک اور جنوں آفرین وجود' مالک حقیقی سے جاملا۔ آپ کی نماز

Marfat.com

جنازہ سلطان التمش نے پڑھائی۔ آپ کی تاریخ ہائے تولد و وفات درج ذیل ہیں۔

تاریخ ولادت = جناب شیخ قطب الدین اوشی
که بود از مقتدائے شیخ و ہم شاب
بتولیدش رقم کن قطب عاشق
بگویم عاشق سالک در نیاب (۵۸۲ھ)

تاریخ وفات = عجب تاریخ و صلش گفت سرور
ز قطب الدین مقدس قطب اقطاب
دگر تاریخ او جنت مقام است
دوبارہ عالم لاسرار دریاب (۶۳۴ھ)

آپ کو "اوشی" اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کی ولادت اوش (فرغانہ) میں ہوئی اور "کاکی" کے بارے میں کئی راویات ہیں "کاک" سے مراد "نان تنگ یا کلیچہ روغنی" ہے کہتے ہیں کہ آپ کی اہلیہ محترمہ کو تنگ دستی کے باعث ایک بنیے ہمسائے سے قرض لینا پڑتا تھا ایک دن اس بنیے کی بیوی نے کہا کہ "بہن اگر ہم نہ ہوتے تو تم فاقوں مرجاتے" یہ سن کر اہلیہ نے ادھار نہ لینے کی قسم کھالی۔ جب حضرت کو پتا چلا تو آپ نے فرمایا کہ آمنہ' جب بھی کھانے کی ضرورت ہو' طاق کا پردہ ہٹا کر کاک حاصل کر لیا کرو "چنانچہ یہ سلسلہ چلتا رہا اور آپ کا لقب کاکی" مشہور ہو گیا' اس سلسلے میں اور بھی روایات ہیں۔

آپ کے والد گرامی قدر کا نام کمال الدین بن سید موسیٰ تھا۔ سلسلہ نسب امام جعفر صادقؒ تک پہنچتا ہے آپ ڈیڑھ سال کے تھے کہ والد وفات پا گئے۔ پانچ سال کے ہوئے تو غیبی اشارے سے شیخ ابو حفص اوشیؒ کے حلقہ درس میں پہنچے۔ علوم متداولہ اور علوم باطنیہ میں کمال حاصل کیا۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ اوش آئے تو آپ ان سے بیعت ہوئے۔ آپ ایک عرصہ تک سفر و حضر میں ان کے ساتھ رہے اور ان کی صحبت سے فیض یاب ہوئے اور انہی کے ساتھ حج بیت اللہ سے مشرف بھی ہوئے۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے علاوہ آپ نے اپنے دور کے دیگر اہل دل اور اہل علم حضرات سے بھی اکتساب فیض کیا۔ یہ دور شریعت و طریقت کے اعتبار سے انتہائی زرخیز اور مردم خیز تھا---- پرتھوی راج کے زمانے میں خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیر آ چکے تھے اور خواجہ قطب الدین بلاد اسلامیہ کی علمی اور نظری سیاحت میں مصروف تھے۔ آپ مرشد کی زیارت کے لئے اجمیر آنا چاہتے تھے۔ مگر وہاں سے دہلی میں قیام

Marfat.com

کرنے اور دعوت وارشاد کا سلسلہ شروع کرنے کا حکم ہوا۔ چنانچہ آپ پہلے ملتان آئے جہاں خواجہ بہاؤ الدین زکریاؒ کے ہاں بطور مہمان قیام کیا اور اس قیام کے دوران میں منگولوں نے ملتان پر حملہ کیا اور آپ ہی کی نگہ برق آسا سے' ان کا لشکر حملہ کئے بغیر ہی تتر بتر ہو گیا۔ اس کے بعد آپ دہلی آئے تو سلطان التمش نے دیدہ ودل فرش راہ کئے۔ سلطان نے آپ کی بیعت کی اور قطب مینار آپ کی یاد میں تعمیر کرایا۔ وقت کی بیشتر صاحب کشف وکرامت شخصیات آپ کی خدمت میں حاضری کو سعادت سمجھتی تھیں۔

وانکہ پیشش بنہد تاج تکبر خورشید

کبریائیست کہ درحشمت درویشاں است

آپ کے متبعین کی وجہ سے چشتیہ سلسلہ خوب پھلا' پھولا اور پھیلا۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا دیوان ان کی شاعرانہ عظمتوں کا ایک شگفتہ اظہار ہے یہ دیوان غزلوں پر مشتمل ہے غزلوں کی اکثریت وحدت الوجود کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ عرفان ومعرفت انگڑائی لیتے محسوس ہوتے ہیں اور حسن' اپنے مرکز کی طرف مائل پرواز نظر آتا ہے۔ بیشتر اشعار میں وحدت' فنافی اللہ' بیخودی اور سرمستی کے مضامین کی تکرار ہے۔ مگر انداز بیان اس قدر شستہ اور شوخ ہے کہ یہ تکرار بار خاطر نہیں بنتی بلکہ جذب وشوق کے دروازے کھولتی اور زنگ آلود دلوں کو صیقل کرتی چلی جاتی ہے کہ شیشہ خاطر اگر دھندلا جائے تو محبوب کے جمال کی جھلک شفاف نہیں رہتی۔ یہ دیوان الف بائی ترتیب سے ہے اور بعض مقامات پر زمین شعر اس قدر سنگلاخ ہے کہ اس میں لالہ وگل کو روئیدگی سے بالیدگی تک لے جانا' کسی صاحب فن ہی کا اعجاز ہے اور یوں لگتا ہے کہ خدائے شعر سے جبریل شعر مسلسل آ جا رہے ہیں اور بات بنتی بھی چلی جا رہی ہے اور نکھرتی بھی۔

دوسری طرف مضامین ومفاہیم میں اس قدر گہرائی اور گیرائی ہے کہ قرآن وحدیث کے غائر مطالعہ اور مسائل تصوف سے مکمل شناسائی کے بغیر ان کی کماحقہ' تفہیم بھی مشکل ہے۔ المیہ یہ ہے کہ ہمارے نقادوں نے صوفیائے کرام کے کلام کو ادبی' شعری اور فکری نقطہ نظر سے کبھی غور وتفکر کے قابل نہیں سمجھا۔ نتیجہ معلوم کہ اس نوع کے اکثر شعری لولوئے لالا' قوالوں کے ہاتھوں اپنی حقیقی حیثیت اور وقعت کھو بیٹھے ہیں۔

تصوف نے حضرت بختیار کاکیؒ کے اشعار کو وہ حلاوت' گھلاوٹ' سوز اور تڑپ عطا کی ہے جس کا تصور نہ کوئی عام شاعر کر سکتا ہے اور نہ کوئی عام شخص۔ تصوف نے ان کے اشعار کو

Marfat.com

اسلام کی آفاقی صداقتوں کا عکاس بنا دیا ہے کیونکہ شریعت اور طریقت میں کوئی رقابت نہیں ہے- دور حاضر کی خانقاہیت میں جو خلاف تصوف امور در آئے ہیں- وہ اسلام سے متصادم ہوں تو ہوں ورنہ حقیقی تصوف اور اسلام میں نہ کوئی بیگانگت ہے' نہ مسابقت' بلکہ تصوف کے رخ سے اگر احکام قرآنی کو دیکھا جائے اور اتباع سنت کی سعی کی جائے تو ایک مسلمان کی زندگی کا ہر لمحہ ذکر الٰہی سے لبریز اور صدق وصفا سے دل آویز دکھائی دے گا- تصوف تو اتباع کتاب وسنت کی ایک قلبی اور روحانی approach ہے- یہ اس جدوجہد کا نام ہے جو قلبی تزکئے کے لئے کی جاتی ہے اور دل وہ عضو ہے کہ اگر یہ درست نہ ہو تو لاکھ سجود وقیام بھی تضیع اوقات سے آگے نہیں بڑھتے' صوفیائے کرام کی ہر تحریر بار بار دیکھئے------ آپ کو حرف حرف میں شرعی احکامات ہی کی تاب وتب نظر آئے گی- گویا قرآنی حقائق کو دل کی گہرائیوں میں اتار کر جسم وجان پر نافذ کرنے اور انہیں ریشے ریشے میں جاری وساری کرنے کا دوسرا نام تصوف ہے------- اور دیوان حضرت بختیار کاکیؒ میں حمد ونعت کے ساتھ ساتھ بہت سے متصوفانہ حقائق کا شاعرانہ اظہار بھی ہے- نگاہ کی عفت' دل کی طہارت' توکل کی رفعت' خلوص کی عظمت' تسلیم ورضا کی کیفیت' خود نمائی کی مذمت اور صفائے معاملات کی اہمیت' ایسے کتنے ہی مضامین ہیں کہ آسمان شعر پر ستاروں کی طرح جگمگا رہے ہیں-

حضرت اکثر مقامات پر اپنے ذاتی مقام کے بارے میں بھی اشارے فرماتے چلے جاتے ہیں- حق یہ ہے کہ صوفیائے کرام کے افکار مبالغہ آمیز تعلیوں سے مبرا ہوا کرتے ہیں ان کی زبان بھی صدق اظہار ہوتی ہے اور قلم بھی حقیقت نگار' ہم ایسے کم نظر اور کم نصیب لوگوں کو ان کے واردات ومشاہدات پر مبالغے کا گمان گزر سکتا ہے کیونکہ ہمارے فکر وخیال کی اڑانیں جنوں کی اس رفعت کا اندازہ نہیں کر سکتیں جن سے صوفیاء کے روز وشب عبارت ہوتے ہیں- ان کیفیات بیخودی کا اندازہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ قاری خود چاک گریباں کے اس شعور تک پہنچے- جو تصوف کی خاکساری کا طرۂ امتیاز ہے اب حضرت بختیار کاکیؒ کے چاک گریباں میں ایک نظر ڈالئے اور چند لمحوں کے لئے اس سوچ میں کھو جایئے کہ گریباں کا یہ چاک' کس کس رخ سے' چاک سحر کو شرما رہا ہے اور اس میں سے آفتاب عشق کس کس زاویے سے ضوفشاں ہے-

مارا بچشم کم منگر کز طریق عشق   جبریل را بخاک درما ست التجا

Marfat.com

دانی کہ چیست شیوہ رندان درد نوش　　رندی و بیخودی وبقا از پئے فنا

از مابغیر درد تو چیزے طمع مدار　　ایں است پیشگی بخدا زاد راہ ما

ہمہ وش از شرر آتش عشق　　سوخت از فرق سرمن تلپا

شد جاں زجاناں متصل بیروں زنقش آب وگل　　اندرمیان جان ودل تابافتم جانانہ را

گشتم غبار از من مسکیں اثر نماند　　وقت ایست اے صبا، کہ بکویش بری مرا

مارا بغیر عشق نہ مذہب نہ ملت است　　داند کسے کہ گوش کند داستان ما
بے اختیار جامہ جاں پارہ می کنی　　گر پے بری بوادی آں دلستان ما

دیوانہ ام زعشق وبود عشق رہبرم　　اندر نماز خویش بدو دارم اقتدا
تاقطب دیں بوادی عشق آشنا شدہ　　بیگانہ ہم ز خویش شدہ ہم ز آشنا

گردد ز اہل دیدہ برآں کو چو قطب دیں　　اورا دودیدہ برکف پائے محمدؐ است

چوں ایں طریق خاص مسلسل بہ مصطفیٰؐ است　　عشاق چنگ در روش قطب دیں زنند

توحید وہ بنیادی نقطہ ہے جس کے گرد جملہ تعلیمات قرآنی گھومتی ہیں۔ اسی تصور کے دھندلانے سے ذہنوں میں تشکیک راہ پاتی ہے جبکہ تشکیک سے ایمان کمزور ہو جاتے اور اسلام کے برگ وبار مرجھا جاتے ہیں۔ توحید کے بنیادی رموز پیش نظر نہ ہوں تو مبالغہ آفرینیاں انسان کو بدعت کی ایک ایسی دلدل میں پھنسا دیتی ہیں۔ جس سے نکلنا مشکل اور جس میں ڈوبنا آسان ہوتا ہے حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے دیوان میں اللہ تعالیٰ کی وحدت پر اس قدر زور دیا

Marfat.com

گیا ہے کہ دیوان کا معتدبہ حصہ توحید ہی کے اسرار و غوامض پر مشتمل ہے حضرت بختیار کاکیؒ کو اپنی نارسائیوں کا کماحقہ اعتراف ہے اس کے باوجود وہ وصال حق کے آرزو مند ہیں۔ وہ دیدۂ معنی کو دیدار حق کے لئے لازم سمجھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ طالب' خود سے بیخود ہو جائے۔ ان کے خیال میں نگہ دل کو بصیرت' اسی جمال جہاں آرا سے ملتی ہے اور فکر اسی لمعہ حسن سے جلا پاتی ہے۔ حق یہ ہے کہ ان کے اشعار سے شوق کو ذوق پرواز ملتا ہے۔ چند شعر دیکھئے۔

اے لال درثنائے صفاتت زبان ما — اے در صفات وحدت تو عقل نارسا
سرگشتہ ایم ذرہ صفت در ہوائے تو — شاید کہ کار مارسد از تو بہ مدعا

آرزو گر بودت پرتو دیدار خدا — زنگ ہستی ببرد دیدہ معنی بکشا
ربود وسوسہ ہر دو کون از دل من — ہمیں خیال وصالت بدل بماند مرا

ہر کس کہ آشنا بخدائی بشود یقین — بیگانہ می شود نہ ہمہ خویش و آشنا

بے جمالت دیدۂ دل را نباشد روشنی — چشم دل از لمعہ دیدار تو یابد جلا

از آفتاب حادثہ مارا چہ غم بود — چوں ہست سایہ کرم او پناہ ما

چشم معنی بکشابیں کہ چساں می آید — خانہ وصاحب خانہ بحریم دل ما

نیست یک ذرہ کہ اوطالب دیدارتو نیست — درہوائے رخ تو جامہ دراں کیست کہ نیست

ہر مو کہ ہست برتن من گر زباں شود — نتوانم آنکہ شرح دہم داستان دوست

غرقہ دریائے عصیانم خدایا دستگیر — وز گناہ خود پشیمانم خدایا دستگیر

Marfat.com

گوشہ گیر و بجز ذکر خدا لب مکشائے   ایں بود دولت جاوید کہ کردم اظہار

حضور ﷺ کے ارفع مقام کا اندازہ لگانے کے لئے یہی ایک دلیل کافی ہے کہ جتنا ذکر مبارک آپ کا ہوا اور ہو رہا ہے اور جس انداز سے ہوا اور جس ادا سے ہو رہا ہے۔ انداز وادا کی وہ شان' رفعت اور جمال ہی اپنی دلیل آپ ہے۔ قدیم صحائف کی پیش گوئیاں' کلام الٰہی کی تفاسیر' احادیث نبویؐ کی توضیحات' تاریخ وتفاسیر کی سچائیاں اور حمد ونعت کے زمزمے' دراصل ذکر رسول ﷺ ہی کی دل آویز اور بو قلموں صورتیں ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اوقات عالم کا ایک ثانیہ بھی ایسا نہیں گزرتا جو اس ذکر سعید سے تازہ تر' زندہ تر اور تابندہ تر نہ ہوتا ہو' یہ وہ مقدس تذکرہ ہے کہ لحہ بہ لحہ پھلتا' پھولتا اور پھیلتا ہی جا رہا ہے یہ نغمہ فصل لالہ وگل کا محتاج نہیں۔ بہار ہو کہ خزاں' ورفعنالک ذکرک کی گونج بہرزماں اور بہرمکاں سنائی دے رہی ہے اور یہ گونج فردوس گوش بھی ہے اور نشاط روح بھی۔

ہر لحہ' ہر صدی کا ازل سے افق افق
صل علیٰ کا سرمدی نغمہ سنائے ہے

ہمارے یہ نغمے اور یہ زمزمے' حضور ﷺ کے مقام اور ان کی شان میں کیا اضافہ کریں گے جبکہ خود خدا ان کا ثنا خواں اور کائنات ان کی مدحت سرا ہے یہ ذکر تو ہم اس لئے کرتے ہیں کہ اس نسبت سے خود ہم عظمت و رفعت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

حضرت بختیار کاکیؒ کے درج ذیل اشعار مقام رسالت مآب ﷺ کی ایک جھلک پیش کر رہے ہیں۔

دربارگاہ عزتت بہر علو مرتبہ
جبریل ہمچوں خادماں نہ نشستہ است یکدم زپا
تو پر دگئی دلبری از ہرچہ گویم بہتری
در دین ودنیا سروری' ہستی تو دائم با خدا

ز لمعہ رخ خود پرتوئے بہ طور فگند
زعقل وفہم و خرد وارہاند موسیٰؑ را
ببیں کہ از کرم ولطف خود چگو نہ نشاند

Marfat.com

برآستاں محمدؐ ہماں تجلی را

آں دلبرے کہ کعبہ مقصود کوئے اوست
خاک رہش بدیدۂ بیناست طوطیا

موسیٰؑ کہ معجزات ولے اندر عصاش بود
خود باعصائے خویش عصائے محمدؐ است
روح الامیں صدر نشیں را علی الدوام
ورد زبانش ورد ثنائے محمدؐ است

پرواز نیست سوئے تو مرغان سدرہ را
آدم ببال ہمت خود سوئے تو پرید

اندر دو جہاں ہیچ سعادت بہ ازیں نیست
آنرا کہ شود دولت دیدار میسر

گرچہ بصورت آمدی بعد از ہمہ پیغمبراں
اما بہ معنی بودۂ سرخیل جملہ انبیاء
اے مہتر آخر زماں ہستی تو مارا جان جاں
اے پیشوائے انس وجاں ہستی سپہ سالار ما
شاہان عالم چاکرت مابندگان خاک درت
نور ہدایت رہبرت اے شمع جملہ انبیاء

حضرت بختیار کاکیؒ کے نزدیک ایمان، نبوت ہی کا فیضان ہے۔ ایمان کی معنویت حضور ﷺ ہی کی محبت کو محور بنا کر جذب وشوق کے سانچے میں ڈھلتی ہے ہمیں اللہ تعالیٰ کی جان اور پہچان وسیلہ رسالت مآب ﷺ سے عطا ہوئی ہے نبی کریم ﷺ سے بے تعلق رہ کر مولا کریم سے کوئی تعلق سا رشتہ بھی استوار نہیں ہو سکتا بلکہ

Marfat.com

حضور ﷺ کی سیرت پاک کے بغیر قرآن پاک کی تفہیم بھی نصیب نہیں ہوتی- یہی وجہ ہے کہ حضرت کاکیؒ کے خیال میں اسلام چہرۂ رسالت کے انوار کی تعبیر ہے اور ان انوار کو دل کے آئینے میں سمیٹنے کا دوسرا نام ایمان کی تکمیل ہے۔

ایماں حکایتیست غرض نور روئے تست کس بے فروغ روئے تو ایماں چہ می کند

جانہا فدائے نام تومستان ہمہ از جام تو مابندۂ انعام تو' تو بادشاہ ومن گدا

راضی بود خدائے ازاں بندہ کہ او کاریکہ می کند برضائے محمدؐ است

ہزار جان گرامی فدا است بر رویت ہزار دل چومن خستہ وقف ہر مویت
زکوئے تو نتوانم بجانبے رفتن چراکہ رشتہ دل می کشد مرا سویت
بر آستان تو شبہا ازاں ہمی نالم کہ ہست کعبہ مقصود من سر کویت

ہر کسے از بہرایماں عجز واطاعت میکند درد عشق یار باشد مایہ ایمان من

قرآن ایک الوہی ضابطہ حیات ہے اور اس کا اکمل نمونہ سیرت رسول ﷺ ہے اور اس سیرت کو چراغ راہ بنا لینے میں دینی اور اخروی فلاح پوشیدہ ہے چونکہ سراپائے نبوت آیات قرآنی کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا اس لئے سیرت رسول ﷺ قلبی اصلاح اور اخلاقی نکھار کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ رسول پاک ﷺ کی کامیاب تبلیغ اور کامیاب زندگی کا اعتراف تاریخ کا ہر دور کرتا رہا ہے- تہذیب کا جمال ہو یا سیاست کا کمال' تاج وتخت کی سیادت ہو یا فقر کی ثروت' فکر ونظر کی عفت ہو یا جسم وروح کی عظمت' غرض اس کائنات میں جو حسن بھی ہے اور جہاں بھی ہے وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ سیرت پاک ہی سے کسب فیض کا نتیجہ ہے تاریخ عالم میں بہبود انسانی کے لئے برپا ہونے والے کسی بھی سیاسی' اخلاقی' روحانی یا معاشرتی انقلاب پر غور کرلیں اس کی بنیادیں' فرامین رسالت ﷺ ہی سے مستعار ہوں گی' یہ سراج منیر نہ ہوتا تو کائنات اپنے تمام تراجالوں کے باوجود دھواں دھواں ہوتی-

حضور ﷺ کی سیرت اقدس نے انسانی شرف ومجد کی شاہراہوں میں بصیرت کے

Marfat.com

چراغ جلائے' اس سیرت کے اندر ہر دور کے لئے ایک تابندہ تر مستقبل کے امکانات مضمر ہیں۔ یہ سیرت ایک پیغام ہے دلکشا' ایک نظام ہے پاکیزہ تر' ایک رستہ ہے واضح اور ایک منزل ہے روشن' سفر حیات میں یہی ایک راستہ سیدھا اور محکم ہے گوئٹے نے درست اعتراف کیا تھا۔

"اسلام کی تعلیم کسی مقام پر بھی ناکام ثابت نہیں ہو سکتی' ہم اپنے تمام نظامہائے تمدن کے باوجود اس کے حدود سے آگے نہیں جا سکتے اور حقیقت تو یہ ہے کہ کوئی انسان بھی اس سے آگے نہیں جا سکتا"

اقبالؒ اسی لئے حضور ﷺ کے لمحات زندگی میں زمانوں کو سمٹا ہوا محسوس کرتے ہیں۔

صد جہان تازہ در آیات اوست
عصر ہا پیچیدہ در آنات اوست

حضرت کاکیؒ کے نعتیہ اشعار میں جہاں حضور ﷺ کے معجزات اور آخرت میں ان کے شفیع عاصیاں ہونے کا تذکرہ ہے وہاں ان کا جذبہ عشق انہیں اسی چوکھٹ پہ لے جاتا ہے کہ وہیں سے ہدایت کے دروازے کھلتے ہیں۔ قلب و نظر کا شوق بے پایاں انہیں اسی بارگاہ بندہ نواز کی طرف لے جاتا ہے، جہاں شکستہ ناخن اور سوختہ پر انسانوں کو بال و پر ملتے اور عقدہ کشائی کی توفیق عطا ہوتی ہے۔ جہاں ایک نگہ فیض سے پیکر گل' آیات الٰہی بن کر دمکتے اور چمکتے دکھائی دیتے ہیں۔

از عالم پاک آمدی مقصود لولاک آمدی
بس چست وچالاک آمدی جا نہا فدایت مرحبا

گر نبودی نور رویت مہر ومہ بودی سیاہ
روشنی مہروماہ از پرتو انوار تست

درجہاں ہر جا کہ زیبائی بود
ذرۂ از چہرۂ زیبائی اوست

ہرگز نخواندی یک ورق خلقے گرفت از تو سبق

Marfat.com

انگشت مہ را کردہ شق اے خواجہ معجز نما

روز قیامت بیگماں باشی شفیع امتاں
رضواں مثال خادماں خدمت کند از جاں ترا

از گرمی زبانہ خورشید آتشیں
روز جزا پناہ لوائے محمدؐ است

نوبہار آمد و آفاق معطر دارد
گل شگفت وچمن وباغ منور دارد

بو یہا می شنوم از ہمہ اطراف جہاں
ہیچ بوئے بہ ازاں نیست کہ دلبر دارد
جذبہ عشق مرا بر سر کویش آورد
کیست کہ بہتر ازیں ہادی ورہبر دارد

حسن' اعضاو جوارح میں کمال تناسب کا دوسرا نام ہے۔ فطرت کی ہر شے اپنے اندر توازن کا یہی آہنگ لئے ہوئے ہے اللہ تعالیٰ حسین ہیں اور دنیا حسن الٰہی کی جلوہ گاہ' دنیا کے نظارے اس قدر دلفریب ہیں کہ خود بخود نگاہوں سے لپٹ لپٹ جاتے ہیں اور انہیں دیکھنے کے لئے آنکھوں کا سراپا کاسہ گدائی بن جانا لازم ہے اور جس انسان کے لئے یہ دنیا سجائی گئی' وہ احسن تقویم ہے اسے خالق حقیقی نے خوبصورت پیکر بنا کر بھیجا ہے گویا مکان بھی دل آویز ہے اور مکین بھی دلربا جبکہ انبیائے کرام' جملہ انسانیت کا خلاصہ و سلالہ ہوتے ہیں وہ ایسی صوری اور معنوی خصوصیات سے متصف ہوتے ہیں کہ خود حسن ان پر ناز کرتا ہے' چونکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین اور سرتاج انبیاء ہیں اسلئے انکے وجود ذی جود میں' خالق حقیقی نے اپنے کمال فن کا اظہار یوں فرمایا کہ حضرت حسان بن ثابتؓ کیمطابق اسطرح محسوس ہوتا ہے کہ آپ ہر نوع سے مکمل ہو کر' خود اپنی مرضی کیمطابق دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ چھٹی صدی ہجری کا شاعر اثیر اخسیکتی (وفات ۵۷۷ھ) کہتا ہے۔

Marfat.com

حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یہی وجہ ہے کہ آپ جمال صورت اور کمال سیرت کے اعتبار سے مکمل ہی نہیں، اکمل ہیں، حسین ہی نہیں، احسن ہیں اور جمیل ہی نہیں، اجمل ہیں۔ آپ مرکز انوار انبیاء ہیں اور رخ رسالت جمال الٰہی کا آئینہ تبھی تو جملہ انبیاء پر تو خود حسن و رعنائی فخر کرتی ہے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خود حسن آفرین کو ناز ہے۔

جو حسن میرے پیش نظر ہے اگر اسے
جلوے بھی دیکھ لیں تو طواف نظر کریں

اب اس رخ زیبا کی ایک جھلک حضرت بختیار کاکیؒ کی نعت کے آئینے میں دیکھئے۔

گرچہ درعالم شگفتہ سربسر گلزار لیک
چوں گل رویش گلے اندر ہمہ گلزار کو

اے شعاع روئے تو خورشید تاباں راضیا
آنی کہ ہستی از شرف بالا تراز عرش علا

دردن خلوت تاریک ہرکس روئے او بیند
نہ بیند روز روشن، روشنی خورشید تاباں را

نور رویش ہر دو عالم را منور ساختہ
دیدہ باید کہ بیند شاہ خوباں مرا
دلربائے من بخوبی بے نظیر عالم است
نیست حاجت کس کند تعریف جاناں مرا

آنجا کہ آفتاب لقائے محمدؐ است
خورشید ذرہ زضیائے محمدؐ است

Marfat.com

غنچہ زیر پردہ از شرم گل رخسار تست
خوبی خوباں ہمہ از پرتو دیدار تست

عرق کہ بررخ آں ماہ روئے سادہ بود
چو برگ گل کہ برو شبنمے فتادہ بود
دلم بہ ماہ وشاں زاں نمی شود مائل
کہ یار من زہمہ مہوشاں زیادہ بود

ہر کسے تاب ندارد کہ بہ بیند رخ تو
تاب رخسار ترا دیدۂ بینا دارد

اے رخ زیبائے تو آفاق منور
وز بوئے خوش دلکش تو عطر معطر

چوں نباشد درجہاں روئے زرویت خوب تر
گر بغیر از تونہم دل بر کسے خاکم بسر
دمبدم چوں ماہ رخسار تو افزوں می شود
مہر من زاں بیش می گردد دما دم بیشتر

حضور ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے۔ اس محبت کو ہم عشق نہیں کہہ سکتے کہ عشق عموماً صنفی میلانات کا ایک سفلی اظہار ہوتا ہے جبکہ محبت، نفسانی خواہشات کے بجائے روحانی اور قلبی تقاضوں کی ترجمان ہوتی ہے۔ اس کا تقدس شدید تر ہو کر بھی عشق نہیں بنتا، حضور ﷺ کی محبت، احترام و تعظیم اور خود سپردگی کے جذبات عالیہ سے پھوٹتی، ابھرتی، پھلتی، پھولتی اور پھیلتی ہے۔ محبت کی انتہا یہ ہے کہ خالق دوجہاں یہ بھی گوارا نہیں فرماتے کہ ان کے محبوب کو نام لے کر پکارا جائے۔ یہ بھی پسند نہیں ہے کہ ان کے حضور میں، آواز بلند کی جائے گویا محبت کا تقاضا، ادب کی وہ انتہا ہے کہ نطق پر چپ لگ جائے اور آنسو

Marfat.com

زبان بن جائیں۔ اگر اس مقام رفیع کی نزاکتوں کا خیال نہ رکھا جائے تو قرآن کا فیصلہ واضح ہے کہ اس سے جملہ اعمال صالح غارت ہو جاتے ہیں۔ اعمال کا حسن' کفر سے مٹتا ہے گویا حب نبی ﷺ کے تقاضوں سے پہلو تہی' ایک مسلمان کے ہر عمل کو سلب کر کے اسے کفر تک لے جاتی ہے اور کفر کا مقدر وہ آگ ہے جو بجھنا نہیں جانتی' گویا حضور ﷺ کی محبت سے تہی دل' کم از کم جنت میں نہیں جا سکتا' کیونکہ یہ وہ بارگاہ ناز ہے جہاں ہلکی سی لغزش اور معمولی سی بے ادبی بھی' انسانی اعمال کی جملہ شگفتگی کو مٹی بنا دیتی ہے۔

حضرت بختیار کاکیؒ حب رسول ﷺ میں اس قدر از خود رفتہ ہیں کہ روئے رسول اکرم ﷺ ان کے لئے قبلہ گاہ ہے ان کے نزدیک دل میں لگن اور روح میں تڑپ ہو تو راہ نبی ﷺ میں بے سروسامانی ہی سب سے بڑا سامان ہو جایا کرتی ہے ان کے مجروح دل کے لئے درد ہی مرہم اور درد ہی دوا ہے۔ وہ دیار ناز سے تعلق رکھنے والے چوپایوں کی بھی خدمت محض اس لئے کرتے ہیں تاکہ اس بہانے ان کا اپنا وجود نگہ ناز میں معتبر قرار پائے مگر اس از خود رفتگی کے باوجود وہ اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہیں کہ شریعت کی ظاہری اور قلبی اطاعت ہی انسان کو عطائے خداوندی کا مستحق بناتی ہے بہ الفاظ دیگر حضور ﷺ کا اسوۂ حیات ہی فی الواقع سرمایہ نجات ہے۔ کہتے ہیں۔

بہر نماز روئے بمحراب کے کنم   جائے کہ روئے دوست بود قبلہ گاہ

بے زاد قطع بادیہ حاجی نمی کند   بے زادیست در رہ او زاد راہ ما

ہر کس ز درد خویش علاجش طلب کند   درد آمدست مرہم جاں فگار ما

را تب بجانبے نبرد قطب الدیں دگر   جز آستان یار کہ باشد حصارما

آہ مومنے کہ مرد بہ شرع شریف او   مستوجب عطائے خدائے محمد است

فارغ از ہر دو جہاں گشت زغم شد آزاد   ہر کرا درد غم عشق تو دردل باشد

Marfat.com

آنکس کہ روئے یار ندیدہ بعمر خویش | باید کہ سربسر رہ صدق وصفا رود

خیال عشق تو فارغ ازین وآنم کرد | فروغ روئے تو وارستہ از جہانم کرد

افتادہ ام جدا ز دیار وزیار خود | تاکے جفاکشم زغم گل عذار خود
من پائے بند غربت ودلدار در وطن | عزم سفر کنم بسوئے شہر یار خود
خدمت کنم بجاں بہ سگ کوئے آں نگار | پیدا بدیں بہا نہ کنم اعتبار خود
تاچند قطب دیں غم پنہاں خوری وگر | پنہاں مدار درد خود از غمگسار خود

لذت عشق تو کے عاقل فرزا نہ چشید | لذت عشق ترا' عاشق شیدا دارد

آنکس کہ خوئے کردہ بغمہائے عشق تو | دیدار حورو صحبت رضواں چہ می کند
آنکس کہ زجام مئے عشق تو بود مست | ہشیار نگردد نفسے تادم محشر
آتشے سودائے عشقش شعلہ زد درجان من | سوخت در ملک وجودم ہرچہ بود از خشک و تر
گر دمے صد بار قربانت شوم اے نازنیں | آرزو دارم کہ قربانت شوم بار دگر

زندگی کا سارا نظام آرزو ہی کے گرد گھومتا ہے عام انسان دنیا ہی کی تمنا میں جیتا اور اسی کے لئے مرتا ہے تمناؤں کے یہی کھلونے اس کے روزوشب کی رعنائی ہیں ؂

اٹھا ہوں اک ہجوم تمنا لئے ہوئے
دنیا سے جا رہا ہوں میں دنیا لئے ہوئے

مگر وہ باصفا انسان جو دنیا میں رہتے ہوئے بھی' دنیاوی آلودگیوں سے بچ کے رہتے ہیں جو کاروبار حیات محض فرمان الٰہی سمجھ کر انجام دیتے ہیں اور جن کی ہر سانس عبادت ہوتی ہے وہ لوگ اسباب دنیا کی خواہش نہیں کرتے بلکہ مالک اسباب کی آرزو کرتے ہیں۔ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ وہ مل گیا تو زندگی خود بخود سانچے میں ڈھل گئی۔ اللہ تعالیٰ کی یہ محبت' حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک منطقی نتیجہ ہے کہ اس کے بغیر ایمان تکمیل کو نہیں پہنچتا اور نہ رضائے الٰہی پر راضی ہونا نصیب ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش پاکی تابانیوں سے دل کی

Marfat.com

ظلمتیں اجالنے کی آرزو' اس آستان ناز پر جاروب کشی کی حسین چاہت' اس سایہ دیوار میں غم والم کی جملہ تمازتوں کو لے جانے کی خواہش' اس ایک نگاہ کرم سے اپنے بے ترتیب وبے کیف شب وروز کو سنوارنے کی التجا اور محض اس خیال سے محو نالہ وفغاں رہنا کہ ایک بار تو "سگان در" میں اپنا شمار ہو جائے------ حضرت قطب الدینؒ ایسی ہی چاہتوں سے خود کو سروچراغاں بنا کر بارگاہ نبوت کی جانب یوں بڑھتے ہیں۔

تاروئے خوبت دیدہ ام مہر از ہمہ ببریدہ ام
بنشیں بیا در دیدہ ام اے نور بخش دیدہ ہا

ہرگز بہ سایہ دگر اے قطب دیں مرو
جز آستان دوست کہ باشد پناہ ما

تو بمن نواز شے کن دل زار وناتوانم
نظرے بکن بسویم کہ رود زشوق جانم
ہمہ شب بر آستانہ بہ فغاں ونالہ باشم
بامید آنکہ خوانی زسگان آستانم

کفار نے بار بار حضور ﷺ سے معجزات کی طلب کی' گو مختلف مقامات پر اللہ کے فضل وکرم سے حضور ﷺ سے ایسے معجزات رونما ہوئے کہ دیکھنے والے ششدر رہ گئے مگر طلب پر اعجاز آفرین واردات کا اظہار اس لئے بہت کم نظر آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے تھے کہ نبی کریم ﷺ مافوق الفطرت اور ناقابل یقین واقعات وکیفیات سے مخالفین کو مبہوت ومسحور کرکے' اللہ کی وحدانیت اور اپنی رسالت منوائیں' مولا کریم نے ہر مقام پر اپنے نبی کریم ﷺ کو ایک ایسے عبد کے روپ میں پیش کیا جس پر وحی اترتی ہے بطور ایک پیغمبر' حضور ﷺ کا جو مقام ہے اس تک کوئی انسان نہیں جا سکتا۔ مگر بطور ایک عظیم انسان' حضور ﷺ نے گفتار وکردار کی جس پاکیزگی کا ثبوت دیا' وہ نمونہ ہمیں دعوت تقلید دیتا ہے کہ ان نقوش وآثار کو مشعل راہ بنا کر ہم بھی شرف انسانی کے بلند مدارج تک پہنچ سکتے ہیں گویا حضور ﷺ خود ایک چلتا پھرتا اعجاز تھے اور آج بھی اگر کوئی انسان

Marfat.com

کتاب وسنت کا کماحقہ ' اتباع کرتا ہے تو یہی اتباع اس کی عظمت ہے اور یہی اس کی کرامت۔ اس عظیم وجلیل انسان' کا یہ اعجاز کچھ کم ہے کہ عرب کا ریگستان آج بھی' کائنات کو نکہتیں بانٹتا ہے۔ آج بھی اس آستان ناز کی خاک' چشم عقیدت کے لئے کحل بصیرت سے کم نہیں ہے۔ آج بھی انہی کے کرم سے فکر میں برنائی' بیان میں رعنائی اور اظہار میں توانائی ہے۔ آج بھی انفاس رسالت' کی مہک سے دلوں کے غنچے کھلتے اور تمناؤں کے آنگن مسکراتے ہیں آج بھی اس تصور سے دل جھومتا اور روح وجد کرتی ہے اب دیکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فروغ رخ وکردار سے حضرت بختیار کاکی'' کے روز وشب کیسے رخشندہ ہیں۔

چوں قطب دیں نعت تو گفت در سخن بہر تو سفت
خنداں شد وچوں گل شگفت بنگر تو ایں اخلاص را

ظلمت نماند درہمہ آفاق ذرۂ
یکساں شد از فروغ رخش صبح وشام ما
اے قطب دیں' منال کہ از دولت وصال
ایام شد ز روئے ارادت غلام ما

بہ آب چشمہ حیوانش احتیاج نیست
بہر کہ روئے بخاک درش فتادہ بود

نکنند از غم دوراں سرمو اندیشہ
ہر کہ چوں سایہ لطف تو حصارے دارد

برخاک آستان تو ہرکس کہ رونہاد
کحل بصر زخاک تو دیدہ با کشید

صوفی کہ بنزدیک تو باشد ہمہ سرمست
زاہد کہ ز تو دور بود کشتہ مدر

Marfat.com

در بزم وصال تو دمے ہر کہ نشیند
باملک سلیماں نہ کند نیز برابر

مگو زاہد کہ قطب الدیں سرفراز جہاں گشتہ
غبار کوئے آں یارم اگر برآسماں گردم

من بملک ہر دو عالم کے برابر میکنم
گر شود روشن ز رویش کلبہ احزان من
برشاخ دل شگوفہ ایماں نگاہدار
باشد کہ از ہوائے وصالش ثمر شوی

میں نے اب تک مختلف مقامات پر جن اشعار کو حوالہ بنایا ہے وہ حضرت بختیار کاکیؒ کی غزلوں سے ماخوذ ہیں۔ میں نے اپنی دانست کے مطابق جن اشعار کو نعتیہ رنگ و آہنگ کا حامل سمجھا' انہیں چن کر دامن میں رکھ لیا' مولا کریم معاف فرمائیں ہو سکتا ہے کہ اس انتخاب میں کہیں چوک ہو گئی ہو بہرکیف سوچ بھی راست ہے اور نیت بھی کج نہیں جبکہ لغزش لازمہ بشریت ہے اب قارئین کے ذوق ادب اور شوق نعت کو نکھارنے کے لئے حضرت کی تین مکمل نعتیں دی جا رہی ہیں کہ طبیعت اس بات پر آمادہ نہیں ہوئی کہ ان کی ہیئت مجموعی کو انتخاب کے کسی انداز سے مجروح کیا جائے کہ پھول کو پھول ہی رہنا چاہئے اسے پتی پتی کرنے کے عمل کو ایک ناقد تو پسند کر سکتا ہے مگر ذوق سلیم اور کیف روحانی کو یہ نشتر زنی اور دراز دستی کسی نوع گوارا نہیں ہے۔

یا محمدؐ مہرومہ را نور چوں روئی تو نیست
کور بادا آنکہ او را چشم دل سوئی تو نیست
یا محمدؐ حق بقرآں خواندہ ات خلق عظیم
ہیچکس را خلق و خومانند چوں خوئی تو نیست
یا محمدؐ چوں گلت را رنگ و بو از نور اوست

Marfat.com

نیست گل را رنگ رویت، مشک رابوئی تو نیست
یا محمدؐ خانہ دنیا و دیں بادش خراب
ہر کرا در دین ودنیا خانہ پہلوئی تو نیست
یا محمدؐ وصف گیسوی تو والیل آمدہ
زنگی شب را ولی بوی چو گیسوی تو نیست
یا محمدؐ در دو عالم تیرہ وناشستہ دست
ہر کہ او را آبروئے خویش از جوئی تو نیست
یا محمدؐ بہر چیزی ہر کسی در ہا و ہوست
عاشقان مست را غیر از ہیا ہوئی تو نیست
یا محمدؐ طاقہائی دہر گر طاق آمدہ
ہیچ طاقی درجہاں چوں طاق ابروئی تو نیست
یا محمدؐ سرو قدت آب حیواں خوردہ است
درچمن سروے بسان قد دلجوئی تو نیست
یا محمدؐ ہرکسی را کعبہ جائے دیگر ست
قطب دیں را کعبہ مقصود جز کوئی تونیست

بخوبی تاقدت از جای جستہ بصحن باغ سرو از پانشستہ
گلے ہمچوں گل روی تو زیبا ز گلزار جہاں ہرگز نہ رستہ
بود از خار خار عشقت اید وست ہمیشہ در دلم خاری نشستہ
طبیب درد بیماران عشقے مرو از پیش ایں بیمار ختہ
شدہ پیوند با تو رشتہ دل زمہر غیر تو یکسر گستہ
جمال خود زقطب الدیں مپوشاں بحق برروئے سائل درنہ بستہ

زندہ ازاں باشم نگار من کہ درجانم توئی
در دو عالم چیست زیں بہتر کہ جانانم توئی
جمع شد ملک وجودم تا تو دروی آمدی

Marfat.com

موجب جمعیت ملک پریشانم توئی
ہمچو بلبل برگل رویت اگر نالم مدام
خوش بود چوں باعث فریاد وافغانم توئی
یکزماں با تو بہ از گلگشت جملہ کائنات
کی کشد دل سوئے آنہا چوں گلستانم توئی
ہر کسے برآسماں خورشید را بیند ولے
دردل چوں آسماں خورشید تابانم توئی
قطب دیں را ملک دل از شمع روشن تربود
زانکہ در اقلیم دل شمع شبستانم توئی

صوفیائے کرام کے کلام کے مطالعہ سے ایک بات واضح ہے کہ ان کے کلام میں اللہ تعالیٰ کی حمدوثنا کے بارے میں غزلیں اتنی زیادہ ہیں کہ بسااوقات دیوان کا غالب حصہ بیان توحید ہی پر مشتمل نظر آتا ہے جبکہ نعتیں بہت کم ہیں۔ کہیں کہیں اپنے مرشد کی شان میں منقبت بھی مل جاتی ہے۔ حمد کی کثرت اور نعت کی قلت کا یہ مطلب نہیں کہ صوفیائے کرام کو حضور ﷺ سے محبت نہ تھی یا وہ برنگ شعرا اپنے جذبات کے اظہار پر قادر نہ تھے اور نہ نعت کے سلسلے میں 'دور حاضر کی پرگوئی اور زود نویسی کا یہ مطلب ہے کہ دور حاضر' دور گزشتہ کے مقابلے میں حب رسول ﷺ سے زیادہ بہرہ ور ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ صوفیائے کرام کو یہ احساس تھا کہ حمد میں میدان بے حد وسیع ہے جتنا چاہے کہتا چلا جائے۔ مگر نعت ایک نازک صنف سخن ہے اوز اس قدر نازک ہے کہ بہترین روحانی اور قلبی صلاحیتوں کے حامل اولیائے کرام بھی قلم اٹھاتے ہوئے لرزتے رہے۔ کہ کہیں احترام کے آبگینے کو ٹھیس نہ لگ جائے اور دوسری طرف بہترین شعری صلاحیتوں سے متصف۔ اہل قلم بھی سکوت ہی کو اظہار احوال کا ذریعہ بناتے رہے۔

شان ان کی سوچئے اور سوچ میں کھو جایئے
نعت کا دل میں خیال آئے تو چپ ہوجایئے

سورہ احزاب کی یہ آیت کہ اللہ اور اس کے فرشتے حضورؐ پر درود بھیجتے ہیں اور ہمیں بھی حکم ہے کہ ہم بھی درود بھیجیں۔ یہ آیت دور حاضر کے ہر نعتیہ مجموعے کے سر آغاز کی حیثیت رکھتی ہے اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ ہم تو کماحقہ اس ذات اقدسؐ پر درود نہیں بھیج سکتے

Marfat.com

کیونکہ اس کا مقام ہماری علمی بصیرتوں، فکری اڑانوں اور ذہنی رفعتوں سے کہیں بالاتر ہے اس لئے اے مالک حقیقی تو ہی اس ذات پر درود بھیج اور اس کے مقامات عالیہ کو بلند و برتر فرما کہ تو ہی صحیح معنوں میں مقام رسالت مآب ﷺ کا مرتبہ دان ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ صوفیائے کرام کی اکثریت بہترین قلبی گداز، فکری تقدس اور شعری عظمت کے باوجود نعت کہنے سے گریزاں اور لرزاں ہے اور ہم ہیں کہ نعتوں کے دیوان بناتے چلے جا رہے ہیں کہ یہ دور نعت کا ہے اور بزعم خویش **"ورفعنالک ذکرک"** کا حق ادا کر رہے ہیں حالانکہ ہر دور ہی نعت کا دور رہا ہے اور ہر دور ہی ورفعنالک ذکرک کی تصدیق کرتا رہا ہے۔ ہماری اکثریت (استثنائی کیفیات ہر مقام پر ہوتی ہیں) نعت گوئی کی دوڑ میں محض شامل ہے اور لہو لگا کر شہید بننا چاہتی ہے۔ جبکہ ہمارا رخ کردار اس نوعیت کا ہے کہ اسلام تو خیر ایک بلند دستور زندگی ہے اگر اس کے خال وخط عام انسانیت کے سامنے بھی پیش کئے جائیں تو انسانیت شرم کے مارے گردن جھکا لے۔ غیر شرعی ظاہر و باطن کے ساتھ نعت کہنا، ذوق نعت سے ایک خوفناک تلعب ہے۔ سوچتا ہوں کہ ایسے لوگ تمازت آفتاب سے کیسے بچ سکیں گے کیونکہ خراج عقیدت سے کہیں زیادہ خراج اطاعت مطلوب ہے اپنے ظاہر و باطن کو اسوۂ حسنہ کے سانچے ڈھالنے کی شعوری سعی کے بعد نعت کے لئے قلم اٹھایا جائے تو ایسے اشعار کے لئے گنبد افلاک اور گنبد خضریٰ سے منظوری پہلے آئے گی اور قلم بعد میں حرکت کرے گا نعت گوئی میں یہ سرپٹ اور بگٹٹ نوعیت کی دوڑ درست نہیں۔ رکنے، سنبھلنے، سوچنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ہماری کسی لسانی اور قلبی لغزش سے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا یہ بے شعور تو صیفی رجحان خدا و رسول ﷺ کی ناراضی کا باعث بن جائے، پہلے اپنے گریبان میں جھانکیے، دل کو دل بنائیے پھر زبان کھولیئے اور قلم اٹھائیے۔

نالہ ہے بلبل شوریدہ ترا خام ابھی
اپنے سینے میں اسے اور ذرا تھام ابھی

☆ ☆

Marfat.com

کتابیات

اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۶/۲

سیارہ ڈائجسٹ اولیائے کرام نمبر جلد اول

دیوان خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ۔ مطبع نو لکشور کانپور۔ طبع سوم۔ ستمبر ۱۹۰۴ء

تصوف اسلام۔ عبدالماجد دریابادی

مخزن نعت۔ مرتبہ محمد اقبال جاوید

رحمتہ العالمینؐ۔ جلد دوم۔ قاضی سلیمان سلمان منصور پوری

منہاج القرآن۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری

Marfat.com

حضرت بو علی قلندرؒ

(ما را سفر قبلہ ابروئے تو در پیش)

شیخ شرف الدین بو علی قلندرؒ کے والد ماجد سالار فخر الدین ۶۰۰ھ میں عراق سے ہندوستان تشریف لائے اور پانی پت میں آباد ہو گئے۔ وہ ایک جید عالم دین تھے حضرت بو علی قلندرؒ یہیں پیدا ہوئے۔ آپ کا سن پیدائش ۶۰۲ھ (۱۲۰۵ء) ہے آپ مادر زاد ولی تھے اور پیدائش ہی سے خوارق و کرامات کا اظہار شروع ہو گیا تھا آپ کا نسبی سلسلہ امام ابو حنیفہؒ سے ملتا تھا۔ آپ کے والد گرامی نے آپ کی تربیت دینی نہج پر کی۔ آپ نے فقہ، حدیث اور تفسیر پر عبور حاصل کیا۔ فارسی اور ہندی زبانیں بھی سیکھیں۔ آپ کی طبیعت آغاز ہی سے موزونیت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی اور رجحان طبع شاعری کی جانب تھا بعد میں بو علی قلندرؒ پانی پت سے دہلی آ گئے اور قطب مینار کے پاس ہی مسجد قوۃ الاسلام میں وعظ و پند کا سلسلہ شروع کیا جو کم و بیش بیس سال تک جاری رہا۔ آپ کے حلقہ درس میں قریب و دور کے معروف علماء شامل ہوا کرتے تھے۔ اس سے آپ کی دینی بصیرت اور تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے دینی تعلیم و تعلم کے ساتھ ساتھ آپ نے مجاہدات و ریاضت کا سلسلہ بھی جاری رکھا ایک دن آپ درس و تدریس میں مصروف تھے کہ ایک درویش آیا اور اس نے آپ سے کہا "شرف الدین! جس کام کے لئے تو پیدا ہوا ہے وہ تو تو نے فراموش کر دیا ہے" درویش کے اس جملے میں اس قدر تاثیر تھی کہ آپ سلسلہ تدریس چھوڑ کر جذب و مستی کے عالم میں جدھر رخ ہوا نکل کھڑے ہوئے۔ جذب کی اس کیفیت میں آپ نے اپنا کتب خانہ بھی دریا برد کر دیا آپ کی وارفتگی کا اندازہ ان تین شعروں ہی سے لگا لیجئے۔

علم و عقلم را فروغ جلوہ روئے تو سوخت
ہمچناں کز شعلہ آتش بسوزد خار و خس

شعلہ یاد رخ پر نور او
بو علی شام و سحر می سوزدم

Marfat.com

شدم چوں مبتلائے او نہادم سرِپائے او
شدم محو لقائے او نمی دانم کجا رفتم

دوران سفر میں آپ کی ملاقات مولانا رومؒ اور حضرت شمس تبریزؒ سے ہوئی جنہوں نے آپ کو جبہ و دستار سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے اپنی قلندرانہ وضع قطع تازیست برقرار رکھی۔

بڑے مزے میں گزرتی ہے بیخودی میں امیر
خدا وہ دن نہ دکھائے کہ ہوشیار ہوں ہم

پایان عمر میں کرنال کے قریب بوڈھ کھیڑہ کے جنگل میں ڈیرہ کرلیا۔ ۹ رمضان ۷۲۴ھ میں وفات پائی اور پانی پت میں مدفون ہوئے۔ تذکروں میں کرنال میں بھی آپ کا مزار بتایا گیا ہے یہ بھی مرقوم ہے کہ آپ پہلے وہیں دفن ہوئے پھر اعزہ نے آپ کے جسد خاکی کو پانی پت منتقل کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کی وفات کے بعد دفن کے بارے میں اہل کرنال اور اہل پانی پت کے درمیان خاصی لے دے ہوئی۔ بالاخر پانی پت میں دفن کیا گیا کہ وہی آپ کا مرزبوم تھا۔

تصوف میں آپ کس سلسلے سے منسلک تھے اس بارے میں حتمی رائے قائم نہیں کی جا سکتی البتہ آپ کا شمار حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے روحانی متبعین میں ہوتا ہے حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے بھی آپ کے تعلق خاطر کا پتا چلتا ہے آپ کی تصانیف میں دو مثنویاں قابل ذکر ہیں جو کلام قلندر کے نام سے مشہور ہیں اختیار الدین کے نام لکھے ہوئے آپ کے مکاتیب، عشق حقیقی کے موضوع پر ایک قابل قدر سرمایہ ہیں۔ آپ کا ایک دیوان شیخ الٰہی بخش، محمد جلال الدین تاجران کتب لاہور نے شائع کیا تھا جو ۸۸ غزلوں پر مشتمل ہے۔

تصوف کو مولانا منظور نعمانی نے دین کا تکمیلی شعبہ قرار دیا ہے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ اس کے بغیر ظاہر کی زیبائش تو ہو جاتی ہے مگر روح و دل کی آرائش نہیں ہوتی، شرعی ضوابط کے اثرات زبان و جسم سے تعلق رکھنے والے اعمال پر مرتب ہوتے ہیں جبکہ طریقت کے زیر اثر ایمان دل میں اترتا اور رگ و ریشے میں سرایت کر جاتا ہے تصوف کے بغیر دین کی حقیقتوں تک رسائی مشکل سے نصیب ہوتی ہے گویا اقرار باللسان تو ہو جاتا ہے مگر تصدیق بالقلب میسر نہیں آتی۔ دین میں سب سے پہلے ایمان کا مقام ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خبر دی، اسے حق جاننا خواہ اس کا تعلق غیب ہی سے کیوں نہ ہو، گویا صادق کی بتائی ہوئی صداقتوں کو تسلیم کر لینے کا دوسرا نام ایمان ہے یہی دین کی بنیاد ہے اس کے بعد ان صداقتوں کو معمول کے سانچے میں ڈھالنا اور اپنی زندگی کے ظواہر کو اس کے مطابق بنانے کی سعی کا نام اعمال ہے اور تیسری

Marfat.com

بات روح ودل کا تزکیہ ہے کہ جب تک یہ نہ ہو نہ عمل پر بہار آتی ہے اور نہ ایمان کا چمن مہکتا ہے عمل میں حسن اور ایمان میں نکھار اسی تزکیئے سے آتا ہے جب تک یہ نصیب نہ ہو۔ ایمان محض خوبصورت الفاظ کا مرقع تو ہو سکتا ہے حقیقت نہیں بن سکتا۔

حضور ﷺ اور اکابر صحابہؓ کی صحبت سے یہ تینوں عظمتیں بیک ساعت اور بیک مقام مل جایا کرتی تھیں۔ اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ ادھر بات پھیلی' ادھر خوشبو بکھرتی اور کم ہوتی چلی گئی ایک ہی شخصیت میں ایمان کا نور' عمل کا حسن اور قلبی تطہیر کا نکھار' ملنا مشکل ہو گیا' یوں اسلام کے پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ ایک قدرتی تقسیم کار کے تحت' شعبے الگ ہوتے چلے گئے۔ نتیجہ معلوم کہ عقائد کہ میدان کو ائمہ نے سنبھال لیا' اعمال کی دنیا کو فقہاء نے سنوارنا شروع کر دیا اور دل ونگاہ کے تزکیئے کو صوفیاء نے کمال تک پہنچایا۔ اور یوں نبی امی ﷺ کی زبان صدق اظہار سے سنی جانے والی ''خبر'' بہار کا کارواں اور صبا کی موج حیات بن کر جس راستے سے گزری' اسے معطر کرتی چلی گئی۔

قرآن مجید نے کئی مقامات پر قلبی خشیت اور روحانی لرزش کو صدق ایمان کا محور قرار دیا ہے اور قرآن نے بتایا ہے کہ خوف خدا کی وجہ سے مومنین کے بدن لرزتے اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کا ظاہر وباطن' گداز ہو کر اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف جھک جاتا ہے اور ان کی حیات مستعار کا ہر لمحہ ذکر سے زندہ' فکر سے تابندہ اور اشکوں سے منور رہتا ہے گویا تصوف' خلوص عشق کو گداز کے سانچے میں ڈھال کر کیمیا بنا دینے کا نام ہے۔

وفا کا سوز تو کندن بنا دیتا ہے انساں کو
محبت جس کو خاکستر کرے گی کیمیا ہو گا

ایک صاحب النظر نقاد کے الفاظ میں۔

''ہمارے جملہ صوفیائے کبار اپنے دور کے علماء اجل تھے۔ قرآن' حدیث' فقہ' منطق' فلسفہ اور ریاضی وہیئت وغیرہ علوم میں انہیں قابل قدر دسترس حاصل تھی یہ ان کے بیرونی مشاہدات ومعلومات تھے مگر ان کا مطالعہ ذات ان جملہ مشاہدات ومعلومات کو اس طرح باہم ممزوج بلکہ مرکب بنا دیتا تھا کہ خارجی صداقت اور اندرونی حقیقت ایک وحدت بن جاتی تھی حقائق کی یہ توحید اہل وجدان کو جس سرشاری سے نوازتی ہے اس کا لطف صحیح طور پر اہل حال ہی حاصل کر سکتے ہیں تاہم اہل حال کے علاوہ جملہ باذوق اور نفیس الطبع افراد بھی اپنی

Marfat.com

اپنی جگہ کیفیت یاب ہو سکتے ہیں- محروم کوئی بھی نہیں رہتا' صوفیاء کا میخانہ بڑے ظرف والوں کا ضیافت کدہ ہوتا ہے حضرات الصوفیہ کے رگ و ریشہ میں محبت رسول ﷺ رچی ہوتی ہے "صبغتہ اللہ" کی روشن ترین مثال حضور نبی اکرم ﷺ ہی کی سیرت طیبہ ہے واضح رہے کہ درس مسطور قرآن ہے اور عمل مشہود و منظور سیرت طیبہ --- اس کے بعد جس فرد فرید میں یہ رنگ اور یہ صبغ جتنا نمایاں طور پر جلوہ گر ہو وہ اہل بصر و بصیرت کے لئے قبلہ عقیدت ---- ان کا وجود حضرت سید المرسلین ﷺ کی سیرت سے عکس پذیر ہونے کے باعث سراسر فیضان اور رحمت ---- پھر قدرتی امر ہے کہ ایسے افراد تقدیس نہاد جب بات کریں گے تو حرف نور پارہ ہو گا' آنکھیں بھی روشن' دل بھی روشن --- ایسے بزرگوں کے کلام کا مطالعہ کیا کیا نسبتیں استوار کرتا ہے اور کہاں سے کہاں پہنچا دیتا ہے یہ حظ فقط محسوس ہی کیا جا سکتا ہے کوئی بھی حس لطیفہ الفاظ کے بس کی بات نہیں ہوتی"

شاعری کیفیات قلبی کا ایک مترنم اظہار ہے فکری گداز ہی سے شعر میں تاثر آتا اور حسن ابھرتا ہے- غالب نے کہا تھا-

حسن فروغ شمع سخن دور ہے اسد
پہلے دل گداختہ پیدا کرے کوئی

اور جب کوئی صاحب تصوف' شعر کی وادی میں قدم رکھتا ہے تو اس کا ہر شعر حقیقت کا پرتو اور پاکیزگی کی تصویر بن کر' قاری کے دل میں اتر جاتا ہے تصوف سے قبل غزل' محض سنی' سنائی باتوں کی غنائی شکل اور فرسودہ مضامین کو جدت اظہار سے ندرت دینے کی ارادی کوشش تھی- تصوف نے غزل کو کیف و وجدان کی وہ خصوصیت دی کہ اس کا ہر شعر' مژگاں کی نوک پر تلتا اور دل و جگر کو ایک ہی ادا میں رضامند کرتا چلا گیا- شبلی نعمانی نے غزل پر تصوف کے انہی سرمدی اثرات کا یوں ذکر کیا ہے-

"شاعری' اصل میں اظہار جذبات کا نام ہے تصوف سے پہلے جذبات کا سرے سے وجود ہی نہ تھا قصیدہ مداحی' اور خوشامد کا نام تھا' مثنوی واقعہ نگاری تھی' غزل زبانی باتیں تھیں تصوف کا اصلی مایہ خمیر' عشق حقیقی ہے جو سرتاپا جذبہ اور جوش ہے' عشق حقیقی کی بدولت مجازی کی بھی قدر ہوئی اور اس آگ نے تمام سینہ و دل گرما دیئے- اب زبان سے جو کچھ نکلتا تھا گرمی سے خالی نہیں ہوتا تھا ارباب دل ایک طرف' اہل ہوس کی باتوں میں بھی تاثیر آ گئی"

اردو ادب کے دور قدیم میں نعت بطور صنف سخن مسلم اور عام نہیں تھی بلکہ اسے ماضی

Marfat.com

قریب میں ادبی نقطہ نظر سے قبول عام حاصل ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام کے دواوین غزلوں پر مشتمل تھے۔ عام شاعر غزل کے عنوان سے خیالی محبوب کے زلف و عارض کی تصوراتی تصویر پیش کرتا اور زمین کو آسمان بنانے کی بے کیف سعی کرتا رہتا تھا جبکہ دوسری طرف غزل ہی کے عنوان سے صوفیائے عظام اور نیک نہاد شعرائے کرام' خدا اور رسول ﷺ کی حمد وثنا کرتے تھے غزل کی روایت کے پیش نظر' محبوب' یار' حسین' زلف' عارض اور قامت ایسے الفاظ استعمال کئے جاتے تھے۔ گویا بیان کا انداز اور اسلوب کا اظہار خود بولتا تھا کہ ممدوح مجازی نہیں' حقیقی ہے کیونکہ ایک عام شاعر اور ایک صوفی شاعر کے ذوق نظر' مقصود نظر' اور محبوب نظر میں وہی فرق ہے جو زمین اور آسمان میں ہے جو چیونٹی اور عقاب میں ہے کہ چیونٹی اپنا رزق' خاک رہ میں' ڈھونڈتی ہے جبکہ شہباز' آسمان کی رفعتوں کو بھی درخور اعتناء نہیں سمجھتا' شعر خود بولتا ہے کہ وہ کس کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ مجاز کوئی سا لباس بھی زیب تن کرے اس پر حقیقت کا گمان نہیں گزر سکتا اور حقیقت ہر لباس میں جلوہ گر بھی ہوتی ہے اور خرد شکار بھی۔ زیر نظر اشعار' حضرت بو علی قلندرؒ کی غزلوں ہی سے انتخاب کئے گئے ہیں۔ ان اشعار کا نعتیہ آہنگ واضح ہے۔ یہ الگ بات کہ قدیم و جدید دور کے اسلوب نعت گوئی میں خاصا فرق ہے پہلے شاعروں کی نعت عموماً جمال رسالت ﷺ کو بنیاد بنا کر ابھرتی' پھولتی اور پھیلتی تھی۔ وہ لوگ حسن ذات میں اس قدر گم ہو جاتے تھے کہ انہیں "کیا ہوں میں؟" کی فرصت کاوش بھی نہیں ہوتی تھی جبکہ آج کا شاعر صفات کے آئینے میں ذات کو دیکھتا ہے وہ زیادہ زور حسن سیرت پر دے رہا ہے وہ حسن و جمال صورت کے بیان دلکشا سے قاری کو بیخود نہیں بناتا بلکہ اسوۂ رسول ﷺ کے نقوش تاباں کو موضوع بنا کر' سوتوں کو جھنجوڑتا اور بگڑوں کو سنوارتا ہے۔

ہمارے آباواجداد خود دین قیم کی چلتی پھرتی تفسیر تھے' ان کے روز و شب ذکر خدا و رسول ﷺ میں گزرتے تھے ان کی آہوں سے عرش جنبش میں آتا' ان کے سجدوں پر رحمتیں لپکتیں اور ان کی نگاہوں سے دل بدلتے چلے جاتے تھے۔ ان کا چاک گریباں' چاک سحر کو شرما رہا ہوتا تھا۔ اور ان کے رخ کردار کی قسم فرشتے کھایا کرتے تھے۔ اس لئے حضور ﷺ کے حسن و جمال کا تذکرہ ان کے تصور کو تابانی اور خیال کو بے خودی کے وہ لمحے عطا کرتا تھا جو تنہائی کی نعمت' فکر کی رعنائی اور سوچ کی عظمت ہوا کرتے ہیں۔ آج کا دور گمراہی اور تاریکی کا دور ہے۔ اس لئے سیرت رسول ﷺ کا تذکرہ ضروری ہے کہ دور

Marfat.com

حاضر کی گمرہی' ہدایت آشنا اور ظلمت' نور بداماں ہو سکے' تہذیب مغرب کی بدولت ہم اپنے مرکز حقیقی سے یوں کٹ اور ہٹ گئے ہیں کہ نہ رہ نشیں رہے ہیں' نہ راہی۔ آج ضرورت یہ بھی ہے کہ صحیح راستہ سمجھایا جائے اور یہ بھی کہ درست منزل کی نشاندہی کی جائے۔ دور حاضر کی نعت انہی عصری تقاضوں کی عکاس ہے۔

خلق عظیم ۔ واسوۂ کامل حضورؐ کا
آداب زیست سارے جہاں کو سکھا گیا

نعت' اس وجود ذی جود (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توصیف کا نام ہے جو اس کائنات پر ایک عظیم ترین احسان ربی کی حیثیت رکھتا ہے جو ارفع' اکمل اور اجمل تصورات کی ایک آخری شکل ہے جس کا ہر فعل اور جسؐ کا ہر بول انسانی معراج کی عظمتوں کا آئینہ دار ہے۔ جسؐ کی سیرت اقدس میں جلال و جمال کی رفعتیں' منتہائے کمال پر پہنچ کر ہم آہنگ ہو گئی ہیں جس کا وجود ناز' حسن توازن کا ایک ایسا شاہکار ہے کہ اس کا پسینا بھی خوشبو دے رہا ہے ایسی رواں دواں خوشبو کو لفظوں میں بند کرنے کی سعی' فی الواقع تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے---------- اور پھر عظمت کا اعتراف بھی کسی باعظمت کا طلب گار ہوا کرتا ہے---- اس لئے جب مدحت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حضرت بو علی قلندرؒ ایسے سچے صوفی کا قلم حرکت کرے گا تو اس قلم سے بکھرنے والے نقوش' صفحہ قرطاس ہی کو نہیں' دلوں کی وادیوں کو بھی لو دیتے چلے جائیں گے۔

حضرت بو علی قلندرؒ کے ذوق نعت کی ایک جھلک دیکھنے سے پہلے' ان کے سوز دل اور گداز جاں کی ایک کیفیت بھی دیکھ لیجئے اور غور کیجئے کہ جب یہ سوز دل' ساز رگ جاں بنے گا تو. شاعری کے آنگن میں کیسے کیسے پھول نہیں کھلیں گے اور ذوق و شوق کی دنیا میں کیسے کیسے چراغ روشن نہیں ہوں گے' گلشن میں رنگ گل سے بھی آگ لگ جایا کرتی ہے اور جب ہر لخت دل میں آتش غم شرارہ بار ہو' تو ہوش و خرد کا افسانہ ورق ورق ہو کر جل جایا کرتا ہے۔ عشق کی زبان میں اسی خاکستر کو اکسیر کہتے ہیں۔

اگر یک شعلہ خیزد از دل ما بسوزد شہپر روح الامیں را
من از یک نعرۂ مستانہ خویش بہ جنبش آورم' عرش بریں را

Marfat.com

بر دل ما عشق نشتر می زند می چکد خوں از ہمہ رگہائے ما
شیشہ را بگداز وہم جام را التہاب وگرمی صہبائے ما

گر عشق حقیقی است وگر عشق مجاز است مقصود ازیں ہر دو مرا سوز وگداز است

عشق چوں شعلہ بلند کند ہستی ما برنگ خاشاک است

تا جلال تو بما پرتو فگند درجہاں شعلہ شدیم آتش مزاج

آہ من آتش زند در خرمن شمس وقمر
نعرۂ من می شگافد گوش گردوں را صماخ
موسیٰ ازیک نخل طور از خویشتن رفتست ومن
روز وشب بینم ہماں آتش میان ہر شجر

محبوب کے تصور میں عاشق صادق خود کو بھول جایا کرتا ہے اور بیخودی کی یہ کیفیات گو عوام الناس کے لئے حجت نہیں ہوتیں، پھر بھی ان سے یہ پتا ضرور چلتا ہے کہ حسن کا سحر، عشق کو کس قدر خود فراموش کر دیتا ہے کہ نہ اس کا تن اپنا ہوتا ہے نہ من اور کوئی کھینچے لئے جاتا ہے خود جیب وگریباں کو--- کی کیفیت مشاہدہ میں آتی ہے---------گویا خود کو مٹانا، عشق کی صداقتوں کا نشان افتخار ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ بو علی قلندرؒ کی زندگی میں ایسے لمحات بھی آئے کہ وہ تقاضائے شریعت سے بیگانہ ہو کر رہ گئے تھے۔ درج ذیل نعتیہ اشعار ان کی ایسی ہی قلندرانہ سرمستیوں کے آئینہ دار ہیں۔

غرق بحر عشق اویم گر کنم قصد نماز
گسترم سجادہ بر آب رواں ہمچوں حباب

اے شرف، نکتہ توحید ز رویش میخواں
نور آں روئے بر اثبات خداوند گواہ ست

Marfat.com

قلندر بوعلی ہستم بنام دوست سرمستم
دل اندر عشق او بستم نمی دانم کجارفتم

حضور ﷺ ظاہری صورت کے لحاظ سے اس قدر احسن تھے کہ الفاظ اپنی تمام تر رعنائیوں کے باوجود سراپا نگاری سے قاصر نظر آتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ فطرت کا سارا شباب، قدرت کا سارا نکھار اور زمانے کا سارا سنگھار بھی یکجا کر لیا جائے تو بھی اس شہ انجم مطاف کی تصویر کشی ممکن نہیں، جن آنکھوں نے رخ خیر البشر ﷺ کو دیکھا ہے وہ بتاتی ہیں کہ حضور ﷺ کے چہرۂ انور کے روبرو چاند بھی شرماتا اور آفتاب بھی رخ انور پر چھتا محسوس ہوتا تھا۔ وہ کون سی خوبصورت تشبیہ ہے جس نے جمال رسالت ﷺ کے بیان سے عزت نہیں پائی اور وہ کون سی آنکھ ہے جو کاسہ نرگس نہیں بنی------- چہرہ ایسا پر نور کہ بیاض سحر، چھپ چھپ کر اسے تک رہی ہو، رنگت، نور حق کی ضیا اور جبیں صدق وصفا کا آئینہ اور وجود، رحمت کردگار کی ایک مکمل تنویر----- بوعلی قلندرؒ کے نعتیہ اشعار زیادہ تر حسن حضور ﷺ کی عالم افروز تابشوں ہی کے ترجمان ہیں۔

من از شمائل تو۔ چناں غرق حیرتم کز جانب شمال ندانم ہمی جنوب

جلوہ ریز از رخ پاک توچہ شمس وچہ قمر عطربیز از سرزلفت چہ شمال وچہ صبا است

بہ پیش عارض پرنور جاناں چہ مہر روشن وماہ مبین است

مصحفے را ورق ورق دیدم ہیچ صورت نہ مثل صورت اوست

تبارک اللہ آں صورت بدیع تر است کہ سجدہ گاہ ملک از طفیلش آدم شد

در گل وعطر وعبیر وعنبر ومشک ختن از شمیم زلف تو ہر گز نمی یابم سراغ

فدائے روئے تو ارضین وافلاک بفرق تو منور تاج لولاک

Marfat.com

بیا برق جمال خویش افگن وجود من بود چوں خار و خاشاک

مارا سفر قبلہ ابروئے تو درپیش یاراں ہمہ درقصد حجاز اندر بہ تعجیل

بالا ز جلوہ ملکوت است حسن تو حیراں زشرح خوبی روئے تو عقل کل
ہر ذرہ را زیر تو مہر است اضطراب محو جمال روئے تو دیدیم جزو کل

چو از رخ می کشد بند نقابے تجلی می نماید بے قرارم

جمالت بود اندر روئے آدم کہ می بودش شرف برجملہ آدم
شرف درصورت پاکش عیاں دید جمال لایزالی را مسلم

منم محو جمال او نمیدانم، کجارفتم شدم غرق وصال اونمی دانم، کجارفتم

گربیاید ملک الموت کہ جانم ببرد تانہ بینم رخ تو روئے رمیدن ندہم

آفریں برعالم حسن تو باد مبتلائے تست، عالم آفریں،

زیں چہرہ زیبائے تو، زیں قامت رعنائے تو ہمچوں شرف شیدائے تو حورو ملک جن و پری

رسول پاک ﷺ جہاں جہاں رہے اور جہاں جہاں سے گزرے، عقیدت کی نگاہیں ان مقامات کو چوم چوم کر گزرتی ہیں، جہاں حضور ﷺ آسودہ ہیں وہ مقام عرش سے بھی نازک تر ہے- وہاں ہر لحظہ اللہ کے فرشتے اور اللہ کے بندے درودو سلام کے گلہائے نیاز، نذر کرتے رہتے ہیں اور گنبد اخضر کو ہوا کی کوئی موج بھی بوسہ دیئے بغیر نہیں گزرتی------
حضرت بوعلی قلندرؒ کے خیال میں اس عتبہ عالی پر جبین فلک بھی خم ہے وہ وصید بارگاہ رسالتؐ کی مٹی کو عبیرو عنبر سے قیمتی اور تاج ونگین سے افضل سمجھتے ہیں- وہ اسی مٹی کو غازہ بنا لینے

Marfat.com

کے آرزو مند ہیں۔ اور خود کو اسی ریاض الجنت کی بلبل سمجھتے ہیں۔

زہے آں عتبہ عالی کہ آنجا — جبین آسماں ہم برزمین است

زکوئے تونتوانم کہ من کنم اعراض — کہ بلبلم من وکوئے تو روضہ ز ریاض

ہمی نالم کہ بررو کے بمالم — ز راہ تو اگر یابم کف خاک
حدی خواں خوانداز نعت تو یکدم — شود جمازۂ من چست و چالاک

اے آنکہ بہ فرقت ز لعمرک بودا کلیل — اے بر در تو ناصیہ سا آمدہ جبریل

چہ گویم اے شرف در حضرت او — کہ او داند نہان و آشکارم

نیست فردوس بریں ہمسر کوئے تو کہ ما — راہ بہ کوئے تو بفردوس بریں مے بزیم

گر مرا برسر کوئے تو بود دسترسی — غیر را برسر کوئے تو رسیدن ندہم

نیست پروائے آب وناں مارا — ما بخوان کہ میہماں شدہ ایم
زاں زماں کو برآستاں بنشاند — در بلندی چو آسماں شدہ ایم

آستان عالی تو بے مثل — آسمانے ہست بالائے زمیں
یک کف خاک از در پرنور او — ہست مارا بہتر از تاج ونگیں

بقول مولانا جامیؒ، حضور ﷺ ایک "تازہ تر گلبرگ صحرائے وجود" ہیں اگر زیر آسماں یہ گل رعنانہ ہوتا تو چاند تاروں کی یہ انجمن بھی آراستہ نہ ہوتی، آپؐ ہی سب غایتوں کی غایت اولیٰ ہیں اور آپؐ ہی کے دم سے افلاک کا یہ خیمہ ایستادہ اور زمین کی یہ رعنائیاں قائم ہیں۔ رنگ وبو کے کتنے ہی پاکیزہ قافلے، آپ ہی کی تلاش میں نکلے تھے، آپؐ ہی مفہوم کائنات ہیں۔ آپ ہی الکتاب ہیں اور آپؐ ہی کے محیط بے کراں میں، گنبد آبگینہ رنگ، ایک بلبلے

Marfat.com

سے زیادہ دقیع نہیں ہے------------گویا آپؐ نہ ہوتے، تو یہ جہان ہست وبود بھی نہ ہوتا------انہی خیالات کی گونج بو علی قلندرؒ کی نعت میں دیکھئے۔

بگردوں انجمن تاباں کہ بینی فروغ جلوۂ آں مہ جبین است

جمال منظر او روح پاک آدم شد کز آفرینش آں ہستی دو عالم شد

اے از طراوت لب تو، تازگی مل اے از لطافت رخ تو نازکی گل

چہ نامے کز ثنائش چند فصلے نوشتہ برجبین عرش اعظم

اے کہ نامت را خدائے ذوالجلال زد رقم برجبہہ عرش بریں

خلق را آغاز و انجام از تو ہست اے امام اولین و آخریں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت، قرآن پاک کا ایک جمیل عکس ہے اور قرآن، ایک ایسا جامع آئین زندگی، جسے نہ ترمیم کی ضرورت ہے نہ اضافے کی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ حسنہ، ہر دور کی ہر گمرہی کے لئے صدق ویقیں کا ایک دل آویز اجالا ہے، آپؐ کے ہر عمل سے زندگی فروغ پذیر ہوئی اور بے شمار تازہ تر جہانوں کی نمود، وجود میں آئی، آپ فی الواقع "میر کاروان آگہی" ہیں۔ جہاں جہاں علم وشعور کا نور ہو گا، وہیں وہیں نقوش پائے رسالتؐ کی تابانیاں ضوریز نظر آئیں گی، قرآن مجید ابد تک کے لئے ایک جادۂ نور ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے انوار بھی ابدی اور سرمدی ہیں کہ قرآن ایک نظریہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نظریہ زندگی کا ایک عملی نمونہ--------حضرت بو علی قلندرؒ کی نعت میں گو جمال ذات کی ضوپاشیاں جا بجا دامن کش قلب ونظر ہیں مگر کہیں کہیں کمال سیرت کا تذکرہ بھی دعوت فکر دے رہا ہے۔

والضحیٰ شرح نور طلعت او

لعلی خلق وصف سیرت او

جمال ذات وصفاتش بہ جلوہ آمدہ است

Marfat.com

بہ بیں بچشم بصیرت جواہر اعراض

ایوان تو عرش است کہ در جلوہ در آنی
انوار تو اش بر در و دیوار چو قندیل

اے ثنایت رحمتہ للعالمیں
یک گدائے فیض تو روح الامیں
خرمن فیض ترا اے ابر فیض!
ہم زمین و ہم زماں شد خوشہ چیں

عرش بریں ایوان تو، روح الامیں دربان تو
عالم جرو فرمان تو، تو جملہ عالم را سری

حضرت بو علی قلندرؒ کو یہ کماحقہ احساس ہے کہ ممدوحؐ کی ذات گرامی اس قدر رفیع الشان ہے کہ وہ مشت غبار بن کر اور اڑ کر بھی اس کے گوشہ داماں کو چھو نہیں سکتے' اس ذات عظیم و جلیل کے عشق نے ان کے دل کو صد پارہ کر رکھا ہے اور اس حلقہ بگوشی کے طفیل وہ خود کو دو عالم میں سرفراز و سربلند محسوس کرتے ہیں- نام محمدؐ ان کے دل کی انگشتری کا نگینہ ہے اور اسی اسم اعظم کا ورد ان کی زندگی ہے- تحیر نے انہیں 'فنا کے مقام تک پہنچا رکھا ہے------ مگر وہ بے نشاں ہو کر بھی' اس آستان ناز کی نزاکتوں سے بے پروا نہیں ہیں- یہی وہ مقام ہے جہاں ان کے جذب و شوق کی مستانہ ادائیں' ہوش و خرد کا دامن تھام کر' سراپا ادب دکھائی دیتی ہیں- وہ خوب سمجھتے ہیں کہ اس بارگاہ میں ایک ہی شے باریاب ہے اور وہ عجز و نیاز کا افتخار ہے وہ جانتے ہیں کہ بارگاہ رسالتؐ ماب میں اسی سے بات بنتی اور ذات نکھرتی ہے اور عشق کے بغیر ادب کے یہ قرینے بھی کب نصیب ہوتے ہیں کہ محب' غبار بن کر بھی محبوب سے دور رہے کہ کہیں احترام کے آبگینے کو ٹھیس نہ لگ جائے-

جز خلوص و عجز انجامی نہ پرسند اے شرف — زاہد از زہد ریائی می نگردد کامیاب
خواہی کہ روئے بر در آں دوست قلندر — آں ہدیہ کہ مقبول شود عجز و نیاز است

Marfat.com

شرف دو جہاں اگر خواہی ہمہ دربندگی حضرت اوست

بکش از رخ نقاب اے ماہ یثرب بزن در جیب ودامان دلم چاک
بیفگن آتشے در سینہ من کہ سوزد خرمن صبر مرا چاک

ما اے شرف بہ طاعت کس سرنمی نہیم حلقہ بگوش ما بود از خاتم رسلؐ

بداں شاہد کہ من دارم بعالم سزد گراز دوعالم سربرآرم

رود آں نام را جانم بہ قرباں کنم آں نام را من ورد پیہم
خوشانامے وخوش آں صاحب نام بہ جز نامش نباشد اسم اعظم
بہ آں مہ آشنا گشتم زجان ودل فدا گشتم فنا گشتم، فنا گشتم نمی دانم کجا رفتم

شرف ارباد وزد بوئے زلفش ببرد باد رانیز دریں شہروزیدن ندہم

اوست دردما و مادر و محویم پس بہ ورد دعائی کوشیم

نیست پروائے دو جہاں مارا تابوصل تو کامراں شدہ ایم
تانشان تو یافتیم بعشق مادریں دہر بے نشاں شدہ ایم

غیر صلوٰت وسلام ونعت تو بوعلی را نیست ذکر دل نشیں

حضرت بوعلی قلندرؒ کی نعت میں گداز کی جو وارفتگی اور خود سپردگی کا جو والہانہ پن ہے وہ تصوف ہی کی دین ہے کہ تصوف کا بنیادی مقصد، فکر، سوچ اور احساس میں ایک ایسی لینت پیدا کرنا ہے کہ ہر سجدے میں پیشانی کے ساتھ دل بھی جھکتا چلا جائے۔ جسم بھی مطہر ہو اور روح بھی تاباں، چہرہ غازۂ دل کی بدولت گلگوں نظر آئے اور دل کا نور، نگاہوں میں سمٹ کر دوسرے دلوں کی دنیا بدلتا چلا جائے، آہوں کا وقار، آنسوؤں کا نکھار، نگاہوں کا نیاز اور لفظوں کا

Marfat.com

گداز، تصوف ہی کا فیضان ہے ورنہ مشکل ہے کہ ایک عام انسان، سوئے گردوں اشکوں کے سفیر بھیجے اور رات کے تاروں میں اپنے رازداں پیدا کرے۔ تصوف کا رچاؤ نصیب نہ ہو تو بسا اوقات جبینوں پر سجدوں کے داغ تو ابھر آتے ہیں مگر دل کے اندھیروں میں چاندنی نہیں اترتی۔

سجدوں کے داغ تیری جبیں پر ہوئے تو کیا
وہ سجدہ کر کہ روئے زمیں پر نشاں رہے

اہل دل، سجدوں کی اس رفعت سے بہرہ ور ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جہاں اہل اللہ کی جبیں جھک جاتی یا ور قدم ٹھہر جاتے ہیں وہ مقام نگہ عقیدت کی سجدہ گاہ بن جایا کرتے ہیں۔

ہر گام کو دیکھا ہے محبت کی نظر سے
شاید کہ وہ گزرے ہوں اسی راہگزر سے

☆ ☆

Marfat.com

مولانا جلال الدین رومیؒ

(سید و سرور' محمدؐ نور جاں)

مولانا جلال الدین رومیؒ (محمد نام۔ لقب جلال الدین) کا سن پیدائش ۶۰۴ھ (۱۲۰۷ء) بروز جمعہ اور سن وفات ۵ جمادی الاخرہ ۶۷۲ھ (۱۷ دسمبر ۱۲۷۳ء) ہے۔ جائے پیدائش بلخ اور جائے وفات قونیہ ہے آپ کا شجرہ نسب والد کی طرف سے حضرت ابوبکرؓ سے اور والدہ کی طرف سے حضرت علیؓ سے جاملتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد عرب سے بلخ میں آباد ہوئے تھے۔ آپ کے اسلاف اپنی علمی عظمتوں اور روحانی رفعتوں کے اعتبار سے معروف تھے۔ آپ کے دادا حسین بلخی اپنی علمی اور دینی فضیلت کے لحاظ سے اپنے دور کی ایک نمایاں شخصیت تھے۔ آپ کے والد گرامی کا نام محمد بن حسین خطیبی تھا۔ آپ عالم' خطیب اور صاحب دل بزرگ تھے۔ مولانا جلال الدین کی عمر بارہ سال کی تھی کہ آپ کے والد نے بوجوہ ۶۱۷ھ میں بلخ سے سکونت ترک کی۔ وہاں سے نیشاپور' بغداد' مکہ معظمہ اور ترکی پہنچے۔ وہاں کے شہر ملاطیہ میں چار سال تک رہے۔ نیشاپور میں حضرت فرید الدین عطارؒ سے ملاقات ہوئی' آپ نے مولانا جلال الدین رومی کی فضیلت کے بارے میں پیشین گوئی کی۔ ملاطیہ سے قرمان آئے اور وہاں سات سال تک رہے وہیں مولانا جلال الدین کی شادی ہوئی اور دو بچے ہوئے۔ بعد ازاں قونیہ آگئے یہیں ان کے والد گرامی کا انتقال ہوا' مولانا جلال الدین نے اپنے والد ہی کے ایک شاگرد سید برہان الدین محقق ترمذی (جو بلخ سے قونیہ آئے تھے) سے علوم متداولہ اور مدارج تصوف طے کئے۔ اور انہی کے جانشین بھی ہوئے۔ قونیہ آپ کے قیام اور آپ کے درس و تذکیر کی بنا پر مرجع خلائق ہی نہیں' علماء و فضلاء کا مرکز بھی بن چکا تھا۔ آپ نے ۶۲۹ھ میں حلب اور دمشق کا سفر بھی کیا اور کمال الدین بن عدیم حلبی سے استفادہ کیا۔ قونیہ ہی میں آپ کی ملاقات ایک درویش سیرت شخصیت حضرت شمس الدین بن علی بن ملک داد تبریزی سے ہوئی حقیقت یہ ہے کہ فطرت خود بخود لالے کی حنابندی کیا کرتی ہے شمس تبریز سیر و سفر میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ انہیں کہیں بھی کوئی ایسا جوہر قابل نہ ملا' جو ان کا مزاج داں و ہم جلیس ہو سکے' اور ان کے تصرفات فراواں سے بہرہ ور ہونے کا ظرف رکھتا ہو وہ اپنے مرشد کے اشارے پر قونیہ آئے۔

Marfat.com

مولانا روم' عالمانہ طمطراق سے علماء و طلبہ کے جلو میں آ رہے تھے کہ شمس تبریز نے بڑھ کر پوچھا کہ ریاضات وعلوم کی غرض کیا ہے؟ مولانا نے کہا آداب شریعت کا جاننا' شمس نے کہا نہیں' غرض یہ ہے کہ معلوم تک رسائی ہو جائے۔ اور حکیم سنائیؒ کا یہ شعر پڑھا۔

علم کز تو ترا نہ بستاند جہل ازاں علم بہ بود بسیار

یوں علم کا یہ چلتا پھرتا خزانہ' دل والے کی نگہ انقلاب آفریں کی تاب نہ لا سکا اور شکار ہو کر رہ گیا اور شعور و علم کا یہ کوہ گراں' عرفان و حقیقت کے سیل رواں میں تنکے کی طرح بہہ گیا اس ضمن میں اور بھی بہت سی روایات ہیں۔

شمس تبریزی کہ نور مطلقست آفتابست وزانوار حق است

(شمس تبریزی ایک آفتاب ہیں کہ انوار حق سے مستفید ہے وہ نور کامل ہیں)

شمس تبریزی بماراہ حقیقت بنمود

ماز فیض قدم اوست کہ ایماں داریم

(شمس تبریز نے ہمیں حقیقت کا راستہ دکھایا اور ہم اس کے فیض سے صاحب ایمان ہیں)

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم

تاغلام شمس تبریزی نہ شد

(شمس تبریز کی غلامی کے بغیر مولوی' مولائے روم ہرگز نہیں ہو سکتا)

اس روحانی کایا کلپ کے بعد آپ نے درس و تدریس کو چھوڑ دیا اور مرشد ہی کے ہو رہے۔ اہل قونیہ کو اس تبدیلی اور اپنی علمی محرومیوں کا دکھ ہوا۔ چنانچہ انہوں نے شمس تبریزی کے ساتھ توہین آمیز سلوک کیا اور وہ ناراض ہو کر دمشق چل دیئے۔ مگر مولانا کی سعی سے وہ پھر قونیہ آ گئے اور بعد میں پھر وہی بات دہرائی گئی اور یوں مولانا حضرت تبریز کی صحبت سے محروم ہوئے اور عالم فراق میں جوش آزر و تیز تر ہوتا رہا۔ شمس کی وفات کے بعد آپ مولانا صلاح الدین زرکوب کے حلقہ اثر میں آئے وہ ورق کوٹ رہے تھے کہ مولانا ہتھوڑی کی آواز سے بے چین ہو گئے' وہیں وجد طاری ہوا اور وہیں سے حضرت زرکوب بھی "کار زرکوبی" چھوڑ کر مولانا کے ہو لئے۔ یہ شعر اسی ساعت وجد آفریں کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

یکے گنجے پدید آمد ازیں دکان زرکوبی

زہے صورت' زہے معنی' زہے خوبی' زہے خوبی

یہی صلاح الدین زرکوب مولانا کے خلیفہ بنے مگر آپ کی زندگی ہی میں وفات پا گئے اور

Marfat.com

بعد میں حسام الدین حسن کو خلافت کا مقام عطا ہوا۔ آپ ہی کے کہنے پر مولانا نے اپنی مشہور مثنوی سپرد قلم کی کہ ان کی تمنا کی تھی کہ سنائیؒ اور عطارؒ کی مثنویوں کے انداز کی کوئی مثنوی لکھی جائے۔ مثنوی میں جابجا حضرت حسام الدین حسن کے بارے میں محبت آمیز اشعار ملتے ہیں۔ شمس تبریز کی صحبت سے عشق کی جو لو روشن ہوئی تھی وہ روز بروز تیز تر ہوتی رہی۔ جب دل میں غم اور محبت کی آگ شرارے برسا رہی ہو تو طبیعت کا اضطراب سنبھل نہیں سکتا جب تک کوئی ہمدم و ہمراز نہ ہو۔ شمس تبریز کے بعد صلاح الدین زرکوب اور حسام الدین حسن کی رفاقت اسی اضطراب مسلسل کی مجبوری تھی کہ۔

شمع را تنہا تپیدن سہل نیست---- اور وجد و سماع سے اس کیفیت کو جلا ملتی تھی اور سکون بھی۔

مثنوی چھ دفتروں اور ۲۶۶۶۰ ابیات پر مشتمل ایک طویل نظم ہے۔ اس میں قرآن وحدیث کی روشنی میں اخلاق و تصوف کے انوار ابھارنے کی سعی کی گئی ہے۔ منظوم حکایتوں سے نکات پھوٹتے، افکار چھنکتے، حقائق نکھرتے اور اسرار بکھرتے چلے جاتے ہیں "اردو معارف اسلامیہ کے مطابق" پوری مثنوی بہت غیر رسمی انداز میں پہلے سے سوچے سمجھے ڈھانچے کو پیش نظر رکھے بغیر لکھی گئی ہے افکار ایک آزاد تلازمہ کے واسطے سے باہم مربوط ہیں۔ بیچ بیچ میں آنے والی حکایات اکثر نامکمل رہ جاتی ہیں اور خاصا آگے چل کر ان کا تسلسل پھر سے قائم کر دیا جاتا ہے" انسانی فطرت، مثالوں سے حقیقتوں کا بہتر ادراک کرتی ہے یہ انداز استدلال دلوں میں بیٹھ جاتا ہے۔ مولانا کے پیش نظر ابلاغ ہے۔ وہ بات سمجھانا چاہتے ہیں۔ بنیادی طور پر ان کا انداز معلمانہ، شعور فلسفیانہ، احساس متصوفانہ اور طرز شاعرانہ ہے۔ انہوں نے قرآن کے بحر بیکراں سے موتی چنے ہیں اور اپنے خاص رنگ اور آہنگ کے ساتھ انہیں شعری افق پر اس انداز سے ٹانکا ہے کہ اس انداز نے ان کی مثنوی کو "زبان پہلوی کا قرآن" بنا دیا۔ آپ نے حکایات کے سہارے مشکل اور دقیق مسائل کو آسان کیا۔ کتنے ہی مشکل مسئلے ہیں کہ روح انسانی کا روح مطلق کے ساتھ کس نوع کا تعلق ہے کس طرح روح، اپنی اصل کی طرف لوٹنے کے لئے بے چین ہے اور زندگی کی ساری حقیقتیں اسی فطری بے تابی کے گرد گھومتی ہیں۔ روح ابدی ہے اور اس کا تعلق ذات خداوندی سے ہے اور یہ تعلق ویسا ہی ہے جیسا جز کا کل سے اور قطرے کا قلزم سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات حسن مطلق اور مرکز جمال ہے اسی سرچشمہ حسن مطلق سے حسن کی کرنیں پھوٹتی اور ایک عالم کو لباس نور عطا کرتی ہیں۔ انسانی

Marfat.com

روح، حسن ہے اور حسن ہر لحظہ اپنے مرکز کی طرف مائل پرواز رہتا ہے اسی بے چینی کا دوسرا نام عشق ہے اور عشق روحانی امراض کا ایک شافی علاج ہے علاوہ ازیں وحدت الوجود، جبر وقدر اور سعی وتوکل ایسے بہت سے مسائل کو عام فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

مولانا روم کا سلسلہ طریقت جلالیہ یا مولویہ ہے۔ اس فرقے کی خصوصیت سماع اور رقص کا ایک خاص انداز ہے ان کا یہ روحانی سلسلہ سنائیؒ اور عطارؒ سے ملتا ہے۔ ع ماز پئے سنائی وعطار آمدیم۔ مثنوی مولانا روم کو جو شہرت ملی اور جس طرح وہ ایک دنیا کے لئے فیض رساں ہے وہ مقام کسی دوسری فارسی تصنیف کو نہیں مل سکا۔ اس کتاب کی بے شمار شرحیں لکھی گئیں اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے کہ جوں جوں انسانی ذہن غور کرتا چلا جاتا ہے توں توں مطالب مزید نکھرتے اور فکر مزید سنورتا چلا جاتا ہے۔ مدت مدید کے بعد بھی نہ اس عظیم کتاب کی عظمت ہی میں کوئی کمی آئی ہے اور نہ اس کی حیثیت ہی غبار آلود ہوئی ہے اس کی وجہ ایک ہی ہے کہ اس کی اساس، افکار قرآنی پر ہے اور قرآنی فکر، سدابہار نوعیت کا ایک گلزار ہے یہ وہ نغمہ ہے جو فصل گل ولالہ کا پابند نہیں۔ کوئی موسم ہو یہ شاداب، تازہ اور اثر آفرین ہے۔

مولانا نے غزلیات کا ایک ضخیم دیوان بھی مرتب کیا۔ مگر حضرت شمس تبریز سے قلبی کی بنا پر یہ دیوان انہی سے منسوب کر دیا اور حق یہ ہے کہ ان غزلوں کی اکثریت شمس تبریز کی جدائی کے سوز کا ایک نغماتی اظہار ہے۔ بقول شاعر۔

تیری دوری سے مرے دل نے یہ محسوس کیا
درد شعلہ بھی ہے، نغمہ بھی ہے، آواز بھی ہے

سلوک وتصوف اور وجد وکیف کی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ مولانا کی شاعرانہ خوبیوں کا یہ عالم تھا کہ جب آمد کی کیفیت ہوتی تھی تو روانی بسا اوقات طغیانی بن جاتی تھی ان کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے دقیق اور ژولیدہ متصوفانہ مسائل، قرآنی فکر اور منطقی استدلال سے بیان کیے۔ ان کے ہاں دینی موعظت اور صوفیانہ حلاوت نے شاعرانہ رنگ وآہنگ سے مل کر ایک دلاویز قوس قزح کی شکل اختیار کر لی ہے مولانا قرآنی فکر کا احیاء چاہتے ہیں اور وجدان وتعقل کے مابین ایک ایسا فکری رابطہ قائم کرتے ہیں کہ بات یقین کی حد تک پہنچ کر دل میں ترازو ہو جاتی ہے اس مثنوی میں ذہن، دل سے انوار سمیٹتا ہے۔ مولانا کی یہ شاعرانہ کاوش زندگی کی ہر لحظہ بدلتی ہوئی قدروں کا ساتھ بھی دیتی ہے اور فکری سلسلے کو ماضی کی درخشاں روایات سے ملاتی بھی چلی جاتی ہے مولانا قاری کو خودشناسی کی تاب وتب دے کر، اسے تسخیر

Marfat.com

کائنات کے لئے آمادہ و مستعد کر دیتے ہیں۔ سوچ کے انی زاویے سے متاثر ہو کر اقبال نے اپنی فکر کو رازی سے ہٹا کر رومی سے یوں ملایا کہ اقبال کی شاعری کے حرف حرف نے دلوں کو عرفان ذہنوں کو جلا اور ہمتوں کو مردانہ پن عطا کیا۔

نے مہرہ باقی' نے مہرہ بازی
جیتا ہے رومی' ہارا ہے رازی

یہ مثنوی شرعی حقائق کا وہ واضح بیان ہے جو انسان کو طریقت کی منزلوں سے آشنا کرتا ہے کہ طریقت' علم دین کو عمل کے خوبصورت سانچے میں ڈھالنے کا دوسرا نام ہے یہ مثنوی صداقت کے طالبین کو منزل دکھاتی ہے۔ روح کی بیماریوں کے لئے شفا ہے۔ یہ عابدوں' زاہدوں اور سالکوں کے لئے نادر نکات کا ایک شعری ارمغاں ہے۔ صفاہی کے الفاظ میں

"اسے انسانی فکر کی بہترین تخلیقات میں سے سمجھنا چاہئے"

مولانا رومؒ کا دور علم کلام کی موشگافیوں کا نقطہ کمال تھا۔ عقل اپنی حد سے' اس حد تک بڑھ چلی تھی کہ وہ اس "دشت جنوں" کو بھی اپنی جولاں گاہ سمجھ بیٹھی تھی۔ جہاں جبریلؑ کی حیثیت بھی' صید زبوں سے زیادہ نہیں۔ یوں ذہن تیز اور دل افسردہ ہوتے جارہے تھے۔ علم کلام وقت کی ضرورت تھا تاکہ اسلام کے بارے میں چھوٹ زبانوں کو استدلال کی لگام دی جا سکے۔ مگر اس کے ساتھ ہی وقت کو انتہائی ضرورت تھی کسی ایسے "صاحب دل متکلم" کی جو عقل کو چنیں وچناں کی الجھی ہوئی راہوں سے نکال کر منزل کا سکون عطا کرے۔ مولانا رومؒ نے وقت کی اس ضرورت کو محسوس کیا اور باتوں باتوں میں تشکیک کو یقین کی اس نعمت سے آشنا کر دیا جو فی الواقع کسی صاحب نظر کے التفات خاص کا ثمر ہوا کرتی ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے الفاظ میں۔

"مثنوی علم الکلام کی بے اعتدالیوں اور عقل کی ہوس پرستی کے خلاف ایک صدائے احتجاج بلکہ اعلان جنگ ہے اور ایک ایسے نئے علم کلام کی بنیاد جس کی بدلتے ہوئے عالم اسلام کو سخت ضرورت تھی"

مثنوی کی برکات دائم اور پیہم ہیں اس نے صرف ماضی ہی کے الجھے ہوئے ذہن کو حقیقت کا عرفان نہیں دیا بلکہ وہ دور حاضر میں بھی زنگ آلود ذہنوں کو جلا بخش رہی ہے۔ دور حاضر کی علمی پسماندگی کا یہ عالم ہے کہ وہ عربی کے بعد فارسی علم وادب کی تفہیم سے بھی معذور ہو چکا ہے اور مشینی دور کے مصروف روز و شب میں اس کے پاس نہ مثنوی پڑھنے کے لئے وقت ہے

Marfat.com

اور نہ اسے سمجھنے کی صلاحیت۔ اس لئے اس دور کے نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ اقبال کو ضرور پڑھیں کہ اس کا فکر رومیؒ کے افکار سے خاصا متاثر ہے اقبال دور حاضر کو پکار پکار کر کہتا ہے۔

پیر رومی را رفیق راہ ساز　　　تا خدا بخشد ترا سوز و گداز

(پیر روم کو اپنے راستے کا ساتھی بنالے، تاکہ اللہ تعالیٰ تجھے سوز و گداز کی دولت عطا کریں)

مولانا رومؒ باتوں باتوں میں بات پیدا کرتے چلے جاتے ہیں۔ وہ حکایات و واقعات سے نتائج اخذ کرنے کا فن ہی نہیں جانتے بلکہ اپنے عالمانہ اور والہانہ انداز سے قاری کے دل و دماغ کو مسخر کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ وہ قصداً" نعت نہیں کہتے بلکہ جہاں حضور ﷺ کا ذکر آتا ہے تو اکثر دل کا لگاؤ، قلم کی نوک پر لو دینے لگ جاتا ہے اور وہ بے ساختہ توصیف رسالت مآب ﷺ کا حق ادا کرنے میں محو ہو جاتے ہیں اور حق یہ ہے کہ ایسے مقام رسمی نعت گوئی سے کہیں بلند اور حقیقی نعت گوئی سے بہت قریب ہوتے ہیں۔ ان کا انداز تکلف سے مبرا ہے نتیجہ معلوم کہ واقعیت، حسن بن کر دل کے ایوان سجاتی چلی جاتی ہے اور قاری محض ایک شعر یا ایک مصرع پڑھ کر نشاط و کیف کی وہ دولت پالیتا ہے جو نعت سرائی کا مقصود و مدعا ہے جبکہ رسمی نعتیں پڑھ کر بعض اوقات طبیعت متکیف ہونے کے بجائے منقبض ہو جاتی ہے ایک مقام پر مولانا رومؒ اس نکتے کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ عیار لوگ، مختلف حیلوں سے سادہ دل لوگوں کا شکار کرتے ہیں جس طرح شکاری پرندوں کو جال میں پھنسانے کے لئے جانوروں کی سی بولیاں بولتے ہیں اور جال پر پھول بکھیر دیتے ہیں اور سادہ دل پرندے لپکتے اور پھنس جاتے ہیں---- کہ دنیا موج رنگ کے دھوکوں سے خالی نہیں ہے یہاں گلشن نما قفس بھی ہیں اور گلپوش دام بھی------ وہ اس عیارانہ کیفیت کو واضح کرتے ہوئے ایک تاریخی حقیقت بیان کر جاتے ہیں کہ لوگوں نے تو مسیلمہ کو بھی احمد کے لقب سے پکارا تاکہ نادان دھوکا کھا جائیں مگر احمدؐ صادق تھا اور مسیلمہ کذاب۔ اس مقام پر ان کے قلم سے یہ شعر نکل جاتا ہے۔

بو مسیلم　را　لقب　کذاب　ماند

مر محمدؐ　را　اولوالالباب　ماند

(مسیلمہ کا لقب کذاب رہا، اور محمد ﷺ صاحب علم و دانش کہلائے)

دوسرا مصرع نعت ہی تو ہے، حضور ﷺ کو اولوالالباب کے لقب سے ملقب کیا ہے الباب، لب کی جمع ہے۔ مراد عقلیں، حضور ﷺ کو عقل والا نہیں، بلکہ عقول

Marfat.com

ودانش کا مجموعہ قرار دیا کہ وہ وجود گرامی براہ راست استاد ازل سے فیضاب تھا۔ اس قلب اطہر پر قرآن نازل ہوتا رہا اور وہ سینہ معارف قرآن کا گنجینہ بنا۔ یوں ان کی ہر بات' باتوں کی پیغمبر ثابت ہوئی۔--------اور ہر دور کو علم کے سرمایے' حکمت کے خزانے اور تزکیے کی دولت کے لئے اسی امیؐ لقب کی بارگاہ دانش و بینش میں سراپا طلب بن کر جانا پڑا۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کا ہر فیصلہ' ہر تنقید سے بالاتر تھا اور ہے۔ صرف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایات واسعہ نے آپ کو "اولوالالباب" بنا دیا تھا۔ قرآن مجید کی آیت ہے "اے پیغمبر! ہم نے تجھ پر جو سچی کتاب اتاری تو اس لئے کہ لوگوں کا فیصلہ تو اس طرح کرے جس طرح اللہ نے تجھ کو دکھلایا۔ النساء ۱۰۵" اس کے بارے میں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ "اراک اللہ" آنحضرت ﷺ کے ساتھ خاص تھا کہ آپؐ کی رائے اللہ تعالیٰ کے سمجھانے سے ٹھیک ہوتی تھی۔ اس لئے آپ کا فیصلہ واجب الاتباع ہے آنحضرت ﷺ کے بعد یہ منصب کسی اور کو حاصل نہیں ہوا۔ اس ضمن میں مولانا پیغام رسالت کی بہار آفرینیوں اور مقال نبوت کی عنبر سامانیوں کا اظہار شاعرانہ بلاغت کے ساتھ اس ایک مصرع میں کرتے ہیں۔

آں شراب حق ختامش مشک ناب

(فرامین رسالت مآب ﷺ وہ شراب حق ہیں جس کی مہر مشک خالص کی ہے کہ باہر سے سراپا نکہت اور اندر سے سراپا عشق و گداز و کیف)

گویا حضور ﷺ وہ شراب حق ہیں جس کی مہر مشک خالص کی ہے ختام' سبوئے شراب کے ڈھکنے کو کہتے ہیں جس سے اس کو سربمہر کیا جاتا ہے گویا آپؐ ظاہری اور باطنی اعتبار سے خوشبو ہی خوشبو تھے ظاہر ہے کہ مشک خالص مہر والا سبو جدھر بھی جائے گا خوشبو خود بخود بکھرتی جائے گی اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضور ﷺ جس راستے سے گزرتے تھے مہک لپٹ لپٹ کر اعلان کرتی تھی کہ۔ ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے۔

سورہ الصف (۶۱) کی آیت ۶ کا ترجمہ یوں ہے "اور یاد کرو عیسیٰ ابن مریم کی وہ بات جو اس نے کہی تھی کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں' تصدیق کرنے والا ہوں اس تورات کا جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی تھی اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہو گا"

یہ بات یقینی ہے کہ انجیل میں نبی منتظر کا اسم گرامی احمد ہی ہو گا۔ جدید تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ نصرانی باوجود بدنیتی اور تحریف کے بھی "اسم احمد" کے آثار مٹا نہیں سکے۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں سریانی زبان بولی جاتی تھی۔ سریانی نے عبرانی جگہ لی تھی۔ جو کم وبیش متروک ہو چکی تھی چاروں انجیلیں، حضرت عیسیٰ کے بعد یونانی بولنے والے عیسائیوں نے مرتب کیں اور یہ ان روایات پر مبنی تھیں جو سریانی بولنے والے عیسائیوں کی زبان سے ان تک پہنچی تھیں۔ یوحنا کی اصل یونانی انجیل میں Periclytos تھا جس کا مفہوم تعریف کیا ہوا ہے مگر عیسائیوں نے اسے Paracletus کہا جس کا ترجمہ معلم یا وکیل کیا۔ ابن ہشام کے مطابق حضرت عیسیٰؑ نے سریانی زبان کا لفظ "منحمنا" اپنی بشارت میں استعمال کیا تھا جو محمد اور احمد کا ہم مفہوم ہے گویا حضرت عیسیٰؑ نے فی الواقع حضور ﷺ کا نام لے کر ان کی آمد کی بشارت دی تھی اور پھر نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی تقریر پر نجاشی کا تبصرہ بھی تاریخ نے محفوظ رکھا ہے "مرحبا تم کو اور اس ہستی کو جس کے ہاں سے تم آئے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہی ہیں جن کا ذکر ہم انجیل میں پاتے ہیں اور وہی ہیں جن کی بشارت ابن مریم نے دی تھی"------ مولانا رومؒ کے قلم سے اس حوالے سے کچھ شعر نکل گئے ہیں جو اپنے اندر ایک عجیب نعتیہ تاب وتب لئے ہوئے ہیں کہ اس میں تاریخی حقائق بھی ہیں، تو صیفی انداز بھی اور ساتھ ہی حضور ﷺ کے اسم گرامی کی سعادات وبرکات کا ذکر بھی ہے انہوں نے ان اشعار میں حضور ﷺ کو سر پیغمبراں اور بحر صفا کہا اور یہ بتایا ہے کہ انجیل میں جب عیسائی حضور ﷺ کے نام اور ذکر پر پہنچتے تھے تو اسے تعظیماً" بوسہ دیتے تھے اور اس تعظیم کا اثر یہ تھا کہ وہ ہر خطرے محفوظ رہتے تھے اور ان کی نسل میں بھی برکت اور افزائش کے آثار نمایاں تھے۔ نصرانیوں کا ایک گروہ احترام نہیں کرتا تھا اور وہ گروہ ذلیل وخوار ہوا۔ نتیجہ معلوم کہ جب نام احمدؐ حصن حصین کا مقام رکھتا تھا تو ذات احمد کس قدر عظیم وجلیل اور معین ومعاون ہو گی۔

بود در انجیل نام مصطفیٰ
آں سر پیغمبراں، بحر صفا

(انجیل میں حضرت مصطفیٰ ﷺ کا اسم مبارک موجود تھا وہ پیغمبروں کے سرزار اور بحر صفا ہیں)

طائفہ نصرانیاں بہر ثواب
چوں رسیدندے بداں نام وخطاب

(عیسائیوں کی ایک جماعت جب اس نام پاک اور خطاب مبارک پر پہنچتی تو ازرہ ثواب

Marfat.com

بوسہ دا دندے بداں نام شریف

رو نہادندے بداں وصف لطیف

(اس اسم گرامی کو بوسہ دیتے اور اس تعریف لطیف پر ازرہ تعظیم اپنا منہ رکھ دیتے)

اندریں فتنہ کہ گفتم آں

ایمن از فتنہ بدند از شکوہ

(اس فساد میں جو میں نے اوپر بیان کیا ہے وہ (اس اسم گرامی کی تعظیم کی بدولت) فتنے اور خوف سے محفوظ رہتے)

ایمن از شر امیران ووزیر

در پناہ نام احمد مستجیر

(وہ لوگ اسم احمد پاک ﷺ کی پناہ میں آکر امیروں کی خانہ جنگی اور روزیروں کی شرارتوں سے امن سے رہتے)

نسل ایشاں نیز ہم بسیار شد

نور احمد ناصر آمد یار شد

(ان کی نسل بھی بڑھ گئی حضرت احمد ﷺ کا مبارک نور ان کا مددگار اور ساتھی بن گیا)

نام احمد چوں چنیں یاری کند

تا کہ نورش چوں مددگاری کند

(نام احمد ﷺ ہی اس انداز سے مدد کرتا ہے تو سوچئے کہ ان کا نور پاک کس قدر مددگار ہو سکتا ہے)

نام احمد چوں حصارے شد حصیں

تاچہ باشد ذات آں روح الامیں

(جب یہ اسم گرامی ہی تحفظ کے لئے ایک مضبوط قلعہ ہے تو اس روح الامین ﷺ کی ذات اقدس کس نوع کی محافظ ہو گی)

آخری شعر میں حضور ﷺ کو روح الامین کہا گیا ہے حضرت جبریلؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو بھی اس لقب سے پکارا جاتا ہے روح وہ لطیف جوہر ہے جو انسانی جسم کا مدبر ہے اس اعتبار سے اگر امت کو ایک جسم سمجھ لیا جائے تو پیغمبر کی ذات مدبر یا روح کہلائے گی۔ چونکہ پیغمبر کی تدبیر حق و صداقت اور خطاو خیانت سے پاک ہوتی ہے اس لئے وہ صحیح معنوں میں روح

Marfat.com

الامین ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ شان رسالت ﷺ میں گستاخی نہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور نہ کسی مسلمان کو' ایک گنہگار سے گنہگار مسلمان کو بھی فطرت سے ایسی غیرت ودیعت ہوئی ہے کہ وہ گستاخ رسالت کے وجود کو کسی نوع سے برداشت نہیں کر سکتا۔ یہود' حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو کبھی ذومعنیین الفاظ سے اور کبھی لہجے کے موڑ توڑ سے لفظ کا مفہوم بدل کر تنقیص کا کوئی نہ کوئی پہلو نکال لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امر کا سختی سے نوٹس لیا اور راعنا کو انظرنا سے بدل کر ہر قسم کے احتمالات فاسدہ کا قلع قمع کر دیا۔ امام مالکؒ کے خیال میں اگر کوئی شخص ایسا لفظ استعمال کرے جس سے تنقیص اور بے ادبی کا شائبہ بھی ہو تو وہ شخص مستوجب حد قذف ہے۔ مولانا رومؒ نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے ازراہ تمسخر حضور ﷺ کا اسم گرامی منہ چڑا کر لیا تو اس کا اپنا منہ وہیں ٹیڑھے کا ٹیڑھا رہ گیا وہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں معذرت خواہ ہوا تو رحمت عالم ؐ نے اسے معاف فرما دیا۔

آں دہن کژ کرد از تسخر بخواند
نام احمد را' دہانش کژ بماند

(وہ جس نے نام احمد ﷺ منہ چڑا کر ازراہ تمسخر لیا اس کا اپنا منہ ٹیڑھا ہو کر رہ گیا)

باز آمد کائے محمدؐ عفو کن
اے ترا الطاف علم من لدن

(وہ آپ کی خدمت میں آیا کہ اے محمد ﷺ مجھے معاف فرمائیے کہ آپ علم لدنی کے الطاف سے بہرہ ور ہیں)

مرحمت فرمود سید عفو کرد
چوں زجرات توبہ کرد آں روئے زرد

(جب اس نے روئے زرد کے ساتھ سراپا نادم ہو کر توبہ کی تو سرور کونین ﷺ نے رحم فرما کر اسے معاف فرما دیا)

یہاں ایک طرف حضور ﷺ کو سراپا رحمت کہا گیا ہے دوسری طرف توہین رسالت کو ایک ایسے جرم سے تعبیر کیا گیا ہے جس کی سزا اسی لمحے مل جاتی ہے اور تیسری طرف حضور ﷺ کی ذات اقدس کو علم لدنی کے الطاف و عنایات سے بہرہ ور قرار دیا گیا ہے۔ علم لدنی اس علم کو کہتے ہیں جو کسی مکتب یا کسی استاد سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے

Marfat.com

براہ راست عطا ہوتا ہے اور اس کج دہن کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میری یہ حرکت حضور ﷺ کے علم میں آچکی ہے اس لئے وہ معافی کا طلبگار ہوا۔

مولانا باطنی اوصاف پر زیادہ زور دیتے ہیں کہ اصل حیات 'سیرت ہی کا جوہر ہے اگر آدمی صرف صورت کی بدولت انسان کہلاتا اور باطن کی کوئی اہمیت نہ ہوتی تو (معاذ اللہ) حضور ﷺ اور ابو جہل برابر ہوتے' نور بصیرت سے محروم شخص نور و ظلمت کو ایک سمجھ لے تو الگ بات ہے مگر حق یہ ہے کہ ایک کا دل نورانی ہے جب کہ دوسرے کا پتھر' حضور ﷺ کے سامنے بت سجدہ ریز اور ابو جہل خود بتوں کے سامنے ذلیل و رسوا' حقیقت یہ ہے کہ چہرے بھی ایک سے کب ہوتے ہیں بعض چہرے غازۂ جاں کی بدولت بایں نوع گلگوں اور گلنار ہوتے ہیں کہ ناظر کہہ اٹھتا ہے کہ یہ چہرہ کسی دروغ گو کا ہو ہی نہیں سکتا اور بعض چہروں پر قلبی خباثت پھٹکار بن کر نقش ہو جاتی ہے کہ وہ ابو الحکم بن کر بھی ابو جہل ہی رہتے ہیں بہرکیف ابو جہل کی حیثیت سانس لینے والے مردے سے زیادہ نہ تھی اور حضور ﷺ کی نگہ فیض دلوں کی زندگی اور تابندگی کا باعث تھی یہی نہیں بلکہ ان کے تبسم سے چمنستان کونین کی کلیاں ہنسنا سیکھتی تھیں۔ ان کی سرو قامتی سے پہاڑ سربلندی پاتے تھے ان کے خرام ناز سے ریت کے ذروں کو ریشم کا لوچ اور جنگل کے کانٹوں کو گلوں کا گداز ملتا تھا اور ان کا کردار آئینہ تھا کہ ہر پتھر دل میں اترتا چلا جاتا تھا سچ یہ ہے کہ انسان ہونے اور صورت آدم ہونے میں بہت فرق ہے آدم میں روح ہوتی ہے جبکہ تصویر آدم میں روح نہیں ہوتی مولانا کے الفاظ میں۔

چند صورت اے صورت پرست
جان بے معنیت از صورت نرست

(اے صورت پرست آخر کب تک تو گرفتار صورت رہے گا تیری بے معنی جان نے صورت سے نجات نہ پائی)

گر بصورت آدمی انساں بدی
احمدؐ و بوجہل ہم یکساں بدی

(اگر آدمی صورت کی بدولت انسان کہلانے کا مستحق ہوتا اور باطن کا کچھ لحاظ نہ ہوتا تو (معاذ اللہ) احمد مرسل ﷺ اور ابو جہل برابر ہوتے)

Marfat.com

احمدؐ و بو جہل در بت خانہ رفت
زیں شدن تا آں شدن فرقیت زفت

(حضرت احمد ﷺ اور ابو جہل دونوں بت خانے میں گئے مگر آپ کے جانے اور اس کے جانے میں بڑا فرق ہے)

ایں در آید سر نہند آنرا بتاں
وآں در آید سر نہد چو امتاں

(آپؐ آتے ہیں تو بت آپؐ کے آگے منہ کے بل گر جاتے ہیں وہ آتا ہے تو خود ان بتوں کے سامنے پجاریوں کے مانند سر جھکاتا ہے)

رسول اکرم ﷺ کی تشریف آوری جملہ انبیائے کرام کی حیثیت وعظمت کی تائید و تصدیق ہے یہ حضور ﷺ ہی کا فیض رسالت ہے کہ کسی ایک نبی کا انکار سب کا انکار کرنا ہے۔ خطبوں میں مطلق العنان بادشاہوں کے فانی نام بھی بدلتے رہتے ہیں اور سکوں کی تحریریں بھی تغیرپذیر ہیں مگر انبیاء کے نام اور کام کو زمانے کی کوئی رو اور وقت کی کوئی کروٹ بھی دھندلا نہیں سکتی۔ الوہی تعلیمات ہمیشہ گردش ایام پر خندہ زن رہا کرتی ہیں حضور ﷺ آفتاب رسالت ہیں۔ آپؐ کی آمد سے افق نبوت کے تمام ستارے چمک اٹھے ہیں اور نہ اس آفتاب کو غروب ہے اور نہ ان ستاروں کے مقدر میں تنک تابی۔ تنویر کی تکمیل اسی کا نام ہے اور تصور کی آخری تشکیل بھی اسی کو کہتے ہیں حضور ﷺ کی رسالت ابدی ہے اس لئے ازلی بھی ہے اور جس طرح سو کے عدد میں ننانوے تک سب آ جاتے ہیں اس لئے اسم محمدؐ جملہ انبیاء کی تعلیمات اور اسمائے گرامی کا جامع ہے۔

خطبہ شاہاں بگرود واں کیا
جز کیا وخطبہ ہائے انبیاء

(دنیاوی بادشاہوں کے خطبے اور سرداری بدل جاتی ہے بخلاف انبیاء کے خطبوں اور سرداری کے)

زانکہ بوش بادشاہاں از ہو است
باز نامہ انبیاء باکبریاست

(کیونکہ بادشاہوں کی آن بان ہوا وہوس سے ہے اور انبیاء کی عزت وعظمت خاص خدا سے ہے).

Marfat.com

از درمها نام شاہاں برکنند
نام احمدؐ تا قیامت میزنند

(بادشاہوں کے نام (ان کے بعد) درہم ودینار سے مٹادیئے جاتے ہیں مگر احمد مرسل ﷺ کا نام قیامت تک منقش رہے گا)

نام احمدؐ نام جملہ انبیا ست
چونکہ صد آمد نود ہم پیش ماست

(احمد ﷺ کا اسم پاک تمام انبیاء کے ناموں کا مجموعہ ہے جب سو کا عدد آگیا تو نوے کا عدد بھی ہمارے سامنے ہے)

رسالت کی ایسی جامعیت کو فیضی نے یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

اسرار ازل خزینہ او محراب ابد مدینہ او

(ازل کے بھید اس کے خزانے میں ہیں ابد کی محراب اس کے مدینے میں ہے)

دینش بفروغ جاودانی مصباح زجاج آسمانی

(اس کا دین تابندہ وپائندہ ہے یہ صاف اور شفاف چراغ اللہ تعالیٰ نے روشن کیا ہے)

بربام ابد صدائے کوسش پیشانی عرش خاکبوسش

(اس کے نقارے کی آواز ابد تک گونجتی رہے گی اور عرش کا ماتھا اس کی خاک کو بوسہ دیتا رہے گا)

انبیائے کرام کے دل نورانی ہوتے ہیں اور نبی کریم ﷺ تو سردار انبیاء ہیں مولانا کے نزدیک اللہ تعالیٰ والضحیٰ کہہ کر دن جیسی گریزاں اور غیر معتبر چیز کی قسم نہیں کھا سکتے' بلکہ وہ والضحیٰ کہہ کر حضور ﷺ کی یاد تازہ کرتے ہیں کہ والضحیٰ نور ضمیر مصطفیٰ ہے اور اگر دن ہی مراد ہے تو دن کی روشنی بھی حضور ﷺ کے قلب پر انوار کا ایک پرتو ہے اور پھر ذکر حضور ﷺ سے قبل کسی نورانی شے ہی کی قسم کھائی جا سکتی تھی۔ اور پھر حضور ﷺ کے فیض سے دن ایسی شے کو یہ شرف ملا کہ زبان خداوندی نے تفہیم مطالب کے لئے اسے شہادت کے طور پر پیش فرمایا۔

زاں سبب فرمود یزداں والضحیٰ
والضحیٰ نور ضمیر مصطفیٰ

(اسی لئے تو اللہ تعالیٰ والضحیٰ کہہ کر قسم کھائی کہ یہ حضور ﷺ کے دل کا نور ہے)

Marfat.com

قول دیگر کایں ضحیٰ را خواست دوست
از برائے آنکہ این ہم عکس اوست

(اگر دوسروں کا یہ قول مان لیا جائے کہ اس سے مراد دن ہے تو یہ دن بھی تو اسی کا عکس ہے)

ورنہ برفانی قسم خور دن خطاست
خود فناچہ لائق گفت خداست

(ورنہ ایک فانی چیز کی قسم کھانا' مان لینا غلطی ہے کہ فانی چیز اللہ تعالیٰ کے کلام کے لائق ہی نہیں ہے)

اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی ﷺ کے اتباع میں دنیاوی اور اخروی سعادتوں کے راز پوشیدہ ہیں اسی کو قرآن کی بلیغ زبان "فوز عظیم" سے تعبیر کرتی ہے حضور ﷺ ہی کا دور رحمتوں اور عظمتوں کا امین ہے۔ اسی دور کی تمنا موسیٰؑ کرتے رہے اور آپؐ کی تشریف آوری سے سینہ شب تار الست سے پھوٹنے والا نور اولین' توحید کے روپ میں کائنات کے گوشے گوشے کو نورانی بنا گیا۔

احمدا' خود کیست اسپاہ زمیں ماہ بیں بر چرخ وبشگافش جبیں

(اے احمد مصطفیٰ ﷺ یہ زمین کی فوج کیا حیثیت رکھتی ہے جبکہ آپؐ کے اعجاز سے چاند آسمان پر دو نیم ہے)

تابداند سعد و نحس بے خبر دور تست ایں دور نے دور قمر

(تاکہ ہر سعادت مند اور بد بخت کو معلوم ہو جائے کہ آپ کا زمانہ جاہلیت کا زمانہ نہیں ہے)

دور تست ایرا کہ موسیٰؑ کلیم آرزومی برد زیں دورت مقیم

(یہ آپؐ کا دور ہے کہ اس دور میں مقیم ہونے کی تمنا حضرت موسیٰؑ کو تھی)

انبیاء مؤدب بتادیب الٰہی' معلم بہ تعلیم خداوندی اور منور بہ تنویر ربانی ہوا کرتے ہیں ان کے قلوب' انوار و تجلیات کی جلوہ گاہ ہوتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ الطاف وانوار حق کے امین بھی ہیں اور قاسم بھی۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات خاص کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ جب اس آفتاب رسالت کی کرنیں ابھریں اور پھیلیں تو انہوں نے کوہ کو بھی نوازا اور کاہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ آفتاب بغیر قصد و ارادہ کے ہر شے کو پر نور و پر سوز کیا کرتا ہے اور یہ اس شے کا ظرف ہے کہ وہ کیا کچھ سمیٹتی ہے بارش یکساں پڑتی ہے مگر کسی خطہ ارض سے گلزار پھوٹتے ہیں اور کہیں خار و خس بھی نہیں ابھرتے۔ بات حسن استعداد اور سوء

Marfat.com

استعداد کی ہے اگر قدح خوار ہمت و ظرف ہی سے محروم ہو تو ساقی کی نوازشات پر الزام نہیں آیا کرتا' آواز ایک ہی تھی ہر کان سنتا تھا مگر کوئی صدیق ہو جاتا ہے کوئی ابوالحکم سے ابوجہل بن جاتا ہے۔ انوار نبوت کی ان کیفیات کا تذکرہ مولانا کا قلم یوں کرتا ہے۔

نرد بالش عیسیٰ مریم چو یافت
برفراز گنبد چارم بتاخت

(جب حضرت عیسیٰ مریم کو اس (نور) کا زینہ مل گیا تو اس کی بدولت وہ چوتھے آسمان پر جا پہنچے)

چوں محمدؐ یافت آں ملک و نعیم
قرص مہ را کرد دردم او دونیم

(جب حضرت محمد ﷺ نے اس نور کی بدولت وہ مملکت و نعمت پائی تو آپ نے دم بھر میں چاند کی ٹکیا کو دو ٹکڑے کر دیا)

چوں ابوبکرؓ آیت توفیق شد
باچناں شہ صاحب وصدیق شد

(جب حضرت ابوبکرؓ (اس نور کی بدولت) توفیق کی نشانی ٹھہرے تو ایسے عظیم و جلیل شاہ دارین کے رفیق و صدیق بن گئے)

چوں عمرؓ شیدائے آں معشوق شد
حق وباطل را چو دل فاروق شد

(جب حضرت عمرؓ اس معشوق کے شیدا ہوئے تو دل کی طرح زبان سے حق وباطل کا فرق کرنے لگ گئے)

چوں کہ عثمانؓ آں عیاں را عین گشت
نور فائض بود ذوالنورین گشت

(چونکہ حضرت عثمانؓ اس (نور) نمایاں (کے نظارہ) کے لئے (ہمہ تن) چشم واشتیاق بن گئے تو اس نور کا افاضہ برابر جاری رہا اس لئے وہ ذوالنورین بن گئے)

چوں زرویش مرتضیٰؓ شد درفشاں
گشت اوشیر خدا در مرج جاں

(جب حضرت علیؓ اس رخ پر نور سے مستنیر ہو کر لوگوں میں موتی برسانے لگے تو ارواح کے جنگل میں شیر بن گئے)

حضور ﷺ ایک ایسے داعی حق ہیں جن کی تشریف آوری سے ادیان عالم کے بملہ

Marfat.com

چراغ گل ہو گئے اب ایک ہی روشن شمع ہے جس کی روشنی ابد تک کے لئے ہے اور جس کے مقدر میں گل ہونا نہیں ہے اب آپؐ ہی کی تعلیم ہے جو ہر نوع سے مکمل' اور ہر دور کی ہر ضرورت کے لئے مکتفی ہے۔ آفتاب کو آفتاب کہنے والا دراصل اپنی ہی مدح کر رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح رسالت کے انکار سے رسالت کی عظمتوں میں کمی نہیں آتی کہ رسالت کی صداقت کا شاہد خود خدائے کائنات ہے اور اس کی طرف سے اتاری گئی آخری کتاب صدق نبوت کی ایک روشن دلیل ہے اور اگر کوئی اس کتاب ہی سے انکار کرتا ہے تو تاریخ کی اس صداقت سے وہ کیسے انکار کر سکتا ہے۔ کہ حضور ﷺ کا ہر قول سچا' ہر فعل حق' ہر قدم راست' اور ہر ارادہ ثمربار رہا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ نبی کریم ﷺ کو کسی ایک مقام پر بھی ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور آپؐ کے زمانہ حیات ہی میں نوع انسانی پر مسلط ظلمتوں نے نور کا لباس پہن لیا تھا۔ سچ یہ ہے کہ اندھیرے بے وجود ہوا کرتے ہیں' روشنی کے نہ ہونے کا نام تاریکی ہے اور یہ سامنے کی بات ہے کہ سورج کی اولین کرنیں شب کی جملہ ظلمتوں کو نگل لیا کرتی ہیں رسالت مآب ﷺ کی صدق آفرین شخصیت کا اظہار مثنوی میں ایک مقام پر یوں ملتا ہے۔

گر دو سہ ابلہ ترا منکر شوند
تلخ کے گردی چو ہستی کان قند

(اگر دو تین بیوقوف آپؐ کے منکر ہوں تو آپ تلخ کب ہو سکتے ہیں جبکہ آپ قند کی کان ہیں)

گر دو سہ احمق ترا تہمت نہد
حق برائے تو گواہی میدہد

(اگر دو تین احمق آپ پر تہمت لگاتے ہیں تو کیا غم جب کہ آپ کی سچائی کو گواہی خود خدا دے رہا ہے)

گفت از اقرار عالم فارغم
آنکہ حق باشد گواہ اورا چہ غم

(آپ نے فرمایا کہ میں زمانے کے اقرار سے فارغ و بے نیاز ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ گواہ ہیں اس لئے کیا غم ہے)

گر خفاشے را ز خورشید خورے ست
آں دلیل آمد کہ او خورشید نیست

Marfat.com

(اگر ایک چمگادڑ کسی سورج سے غذائے نور پانے لگے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سورج ہی نہیں)

نفرت خفاشگاں باشد دلیل
کہ منم خورشید تابان جلیل

(چمگادڑوں کی (مجھ سے) نفرت اس امر کی دلیل ہے کہ میں رب جلیل کا درخشاں آفتاب ہوں)

اور یہ کہنا نعت گوئی کی معراج ہے کہ حضور ﷺ "خورشید تابان جلیل" ہیں اور چمگادڑوں کی بے رخی ہی دلیل آفتاب ہوا کرتی ہے۔ بقول صائب

عشق ہر ناقص بصیرت رانمی گردد نصیب
مہر عالمتاب باخفاش ہمدم کے شود

(کسی بے بصیرت انسان کو عشق کی دولت نصیب نہیں ہوتی، مہر عالمتاب اور چمگادڑ کی دوستی کب ہو سکتی ہے)

یہ حضور ﷺ کے کرم بے نہایت کا نتیجہ ہے کہ انسانیت کو گناہوں سے نجات ملی۔ نیکی کا احساس جاگا، خود گم کردہ راہ، رہبر منزل بن گئے اور یہ بھی احسان الٰہی ہے کہ ہم مسلمان جملہ اقوام کے آخر میں آئے۔

پس کرمہائے الٰہی ہیں کہ ما
آمدیم آخر زماں در انتہا

(یہ اللہ تعالیٰ کا انتہائی کرم ہے کہ ہم آخری زمانے میں آئے ہیں)

آخریں قرنہا پیش از قروں
درحدیث ست "آخرون السابقون"

حضور ﷺ کے اس فرمان کی وضاحت کرتے ہوئے کہ دنیا مردار ہے اور دنیا کا طالب کتا ہے مولانا رومؒ معراج کے واقعے کا ذکر کرتے ہیں کہ اس وقت عالم بالا کی ہر شے محبوب حق کے دیدار واستقبال کے آراستہ وپیراستہ تھی مگر حضور ﷺ کی توجہ عالم اسباب کے بجائے مالک اسباب کی جانب ہی رہی ایسی یک سو، یک نظر اور یک جہت شخصیت کو فتوحات سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے اور اس کے سامنے مال غنیمت کی کیا اہمیت ہو گی؟ انہوں نے جو کچھ کیا اللہ کی رضا اور اسلام کی اشاعت کے لئے کیا۔ اس مقام پر معراج کی مناسبت سے کچھ نعتیہ اشعار مولانا کے قلم سے نکل گئے ہیں۔

Marfat.com

جہد پیغمبر بفتح مکہ ہم   کے بود در حب دنیا متہم

(مکہ کو فتح کرنے کے لئے رسول پاک ﷺ کے کوشش فرمانے پر (معاذاللہ) محبت دنیا کا اتہام کب لگایا جا سکتا ہے)

آنکہ او را مخزن ہفت آسماں   چشم دل بربست روز امتحاں

(جن کی شان یہ ہو کہ روز امتحان (وقت معراج) بجز مشاہدہ جمال الٰہی سات آسمانوں کے خزانوں سے آنکھوں کو بند رکھا)

از پئے نظارۂ او حور و جاں   پر شدہ آفاق ہر ہفت آسماں

(جبکہ خود آپؐ کے نظارے کے لئے تمام حوریں اور روحیں ساتوں آسمانوں کے اطراف میں جمع تھیں)

قدسیاں افتادہ بر خاک رہش   صد چو یوسف او فتادہ در چہش

(فرشتے آپؐ کے راستے کی خاک پر منتظر پڑے ہوئے تھے اور حضرت یوسفؑ ایسے سینکڑوں آپؐ کے دیدار کے مشتاق تھے)

خویشتن آراستہ از بہر او   خود ورا پروائے غیر دوست کو

(سب نے اپنے آپ کو اس مقدس مہمان کے خیر مقدم کے لئے آراستہ بھی کر رکھا تھا۔ مگر آپؐ کو بجز محبوب حقیقی کے اور کس کی طرف توجہ ہو سکتی تھی)

چونکہ مخزن ہائے افلاک و عقول   چوں خسے آمد بر چشم رسولؐ

(پس افلاک اور ملائکہ کا مخزن حضور ﷺ کی نظر میں ایک تنکے کے برابر تھا)

پس چہ باشد مکہ و شام و عراق   کہ نماید او نبرد و اشتیاق

(تو مکہ، شام اور عراق کی کیا حیثیت تھی کہ آپؐ ان کے لئے آرزو اور اشتیاق فرماتے)

حضور ﷺ ایک علیل صحابیؓ کی عیادت کو تشریف لے جاتے ہیں جو ایک غلط دعا کی بنا پر حالت نزع میں تھے، حضور ﷺ نے ان سے اس دعا کی تفصیل معلوم فرمائی۔ حضور ﷺ کے اشارے اور آپ کی موجودگی سے اس صحابیؓ کو وہ دعا یاد آ گئی اس مقام پر مولانا، حضور ﷺ کی موجودگی کو یوں نور آفرین اور نور بخش قرار دیتے ہیں۔

از حضور نور بخش مصطفیٰ   پیش خاطر آمد اورا آں دعا

ہمت پیغمبر روشن کدہ   پیش خاطر آمدش آں گمشدہ

Marfat.com

گفت اینک یادم آمد اے رسولؐ   آں دعا کہ گفتہ ام من بوالفضول

چہرہ دل کا آئینہ ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ کا چہرۂ اقدس' رخ جمال الٰہی کا آئینہ تھا نتیجہ معلوم کہ متلاشی حق' محض چہرہ دیکھ کر ہی نور ایمان سے بہرہ ور ہو جاتے تھے اور دل دردمند' فرمودۂ قاصد ہی سے سبک گام عمل ہو جاتا تھا۔ مگروہ دل جن پر مہریں لگ چکی تھیں اور وہ آنکھیں جن پر جہالت کے پردے پڑ چکے تھے انہیں نہ چراغ رخ راستہ دکھا سکتا تھا نہ کسی اعجاز کی کارفرمائی۔

در دل ہر امتی کز حق مزہ است
روئے وآواز پیمبرؐ معجزہ است

(ہر امتی کے دل میں جو حق کا ذوق ہے اس کے لئے حضور ﷺ کا چہرۂ مبارک اور آواز مبارک معجزہ ہے کہ اس سے حق کا ذوق تازہ ہو جاتا ہے)

چوں پیمبرؐ از بروں بانگے زند
جان امت در دروں سجدہ کند

(جب حضور ﷺ باہر سے آواز دیتے ہیں تو امت کی جان اندر ہی اندر سر تسلیم خم کر دیتی ہے)

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے چہرۂ حضور ﷺ دیکھتے ہی کہہ دیا تھا کہ خود چہرہ ہی سچ بول رہا ہے۔ قیل و قال کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان کی اپنی استعداد معتبر تھی اور حق طلبی اور حق شناسی کی آرزو' دل میں موجود تھی۔ کدورت آمیز دل کا آئینہ جمال یار سے کوئی سا عکس بھی نہیں سمیٹ سکتا اور شمع کشتہ کو آفتاب کی شمع درخشاں سے کیا فائدہ مل سکتا ہے' بقول حافظ۔

زروئے دوست دل دشمناں چہ در یابد
چراغ مردہ کجا' شمع آفتاب کجا

(دوست کے چہرے سے دشمنوں کا دل کیا حاصل کر سکتا ہے------بجھا ہوا چراغ کہاں اور شمع آفتاب کہاں)

ورنہ کتنے ہی دل تھے کہ اس دور میں بھی ہدایت سے محروم رہے اور کتنی ہی آنکھیں تھیں کہ روئے نبوتؐ کی تابانیوں کے باوجود اندھی رہیں۔ کتنے ہی کان تھے کہ عرش سے اترنے والی گفتار سن کر بھی بہرہ رہے اور کتنے ہی وجود تھے کہ دست بریدہ رہے اور دریا سے کچھ نہ پا سکے۔

Marfat.com

آپ ؐ کی اس دنیا میں تشریف آوری سب سے بڑا انعام ربانی ہے اور حضور ﷺ کے قلب پر نزول قرآن سب سے بڑا اعجاز الوہیت ہے اللہ تعالٰی نے (سورہ حجر-۹) خود اس قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا اور یہ اس دور میں لیا گیا جبکہ آیات ابھی نازل ہو رہی تھیں اور جبکہ جمع و نظم قرآن کی کوئی سی شعوری صورت بھی واضح کیفیت میں موجود نہ تھی۔ اندریں حالات قرآن ہر نوع سے محفوظ ہے اور تا ابد رہے گا یہی دلیل اس کے معجز ہونے کے لئے کافی ہے کہ کسی سے ایک سورت اس جیسی نہ بن سکی اور پھر اس کے تحفظ کا اعلان قبل از وقوع و تکمیل کر دیا گیا کہ جاؤ بدنیتی پر مبنی سعی کر کے دیکھ لو۔ اس کتاب کا کوئی نسخہ بھی۔ کسی دوسرے نسخے سے 'کسی اعتبار سے مختلف نہیں ہو سکتا۔ کمی بیشی کے اس اختلاف کا نہ ہونا' ہر مخالف کے لئے ایک ظاہری دلیل قاطع ہے۔ نثر میں ہونے کے باوجود' بے شمار سینوں میں محفوظ ہو جانا' ہلکا سا لفظی اور اعرابی اختلاف بھی نہ پایا جانا اور رسالت مآب ﷺ سے لے کر اب تک اس کے تحفظ کلی کی تمام تر انسانی توفیقات اور اس کا بلیغانہ نظم' اسی الوہی تحفظ کی ناقابل تردید صورتیں ہیں۔ قرآن ہی نہیں صاحب ؐ قرآن کے ذکر کی رفعت اور ہر لحظہ فزوں تر سعادتوں کا ذمہ بھی' اسی کارساز نے لیا۔۔۔ رہ گیا انکار و استہزا' تو اس کا سامنا کس نبی اور کس مرد حق کو نہیں کرنا پڑا۔ گو استہزا' تکذیب کی قبیح ترین شکل ہے مگر حق کے روشن کئے ہوئے چراغ' پھونکوں سے نہیں بجھا کرتے۔ مولانا ان حقائق کو یوں نظم فرماتے ہیں۔

مصطفٰیؐ را وعدہ کرد الطاف حق — گر بمیری تو نمیرد آں سبق

(حضور ﷺ سے اللہ تعالٰی کی مہربانی نے وعدہ فرمایا کہ اگر آپ وفات بھی پا جائیں گے تو یہ درس قرآن بند نہ ہو گا) من کتاب و معجزت را رافعم — بیش و کم کن راز قرآں مانعم

(میں آپ کی کتاب اور معجزہ کو بلند کرنے والا ہوں۔ قرآن میں کمی بیشی کرنے والے کو اس فعل سے باز رکھنے والا ہوں)

من ترا اندر دو عالم حافظم
طاعناں را از حدیثت رافضم

(میں دونوں جہانوں میں آپ کا نگران ہوں۔ طعن کرنے والوں کو تمہارے خلاف باتیں بنانے کی وجہ سے چھوڑ دینے والا ہوں)

کس نتاند بیش و کم کردن درو
تو بہ از من حافظے دیگر مجو

Marfat.com

(کوئی اس کتاب میں کمی بیشی نہیں کر سکتا' آپ مجھ سے بہتر اور کوئی محافظ نہ ڈھونڈیں)

رونقت را روز افزوں میکنم
نام تو برزر وبرنقرہ زنم

(میں آپؐ کے اقبال کو روز بروز زیادہ کروں گا آپؐ کے نام کو سونے چاندی پر منقش کراؤں گا)

منبر و محراب سازم بہر تو در محبت قہر من شد قہر تو

(میں آپؐ کے لئے منبر و محراب بناؤں گا میرے محبوب ہونے کی وجہ سے آپؐ کی ناراضی' میری ناراضی ہو گی)

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت علیؓ نے اس شخص کو قتل کرنے سے ہاتھ روک لیا تھا جس نے آپ کے چہرے پر تھوک دیا تھا حضرت علیؓ کے اخلاق سے متاثر ہو کر وہ مسلمان ہونا چاہتا ہے اور وہ حضرت علیؓ کے حوالے سے بلاواسطہ حضور ﷺ کی نعت میں یوں رطب اللساں نظر آتا ہے۔

تو بتار واصل خویشم بودہَ کو فروغ شمع کیشم بودہَ

(میں اپنے خاندان کو چھوڑتا ہوں) آپ ہی میرا خاندان اور میرے حقیقی قرابت دار ہیں اور میرے اس طریق دینداری کی شمع کا نور آپ ہی ہیں)

من غلام موج آں دریائے نور کو چنیں گوہر در آرد در ظہور

(میں اس نور (رسالت) کے دریا کی موج کی غلام ہوں جو ایسے ایسے بے بہا موتی نکالتی ہے)

عرضہ کن برمن شہادت را کہ من
مر ترا دیدم سر افراز زمن

(پس مجھ کو کلمہ شہادت پڑھایئے میں آپ کو تمام زمانہ میں افضل سمجھتا ہوں)

حضرت علیؓ اسے روح عصر اور فخر دوراں اسی لئے نظر آتے ہیں کہ وہ شمع روشن ترین اور عظیم ترین تھی جس سے ان چراغوں نے اکتساب نور کیا تھا۔ وہ اس دریائے نور سے ابھرنے والی موجوں میں بہہ جانا چاہتا ہے جس کی تہ میں صدہا صدف پلتے اور بیش بہا موتی اچھلتے رہے ہیں اور جس وجودؐ ذی جود کی ایک نظر خزف کو حریف گہر بنانے کے لئے کافی تھی۔

بقول مولانا جامیؒ۔

السلام اے تازہ تر گلبرگ صحرائے وجود
السلام اے قیمتی تر گوہر دریائے جود

Marfat.com

اس "چراغ نبوت" سے روشن ہونے والے یہ دیئے، تا ابد قلب و نظر کی ظلمتوں کو اجالتے رہیں گے اور طالبان حق انہی کے نقوش پاکی تابانیوں کے لئے ترستے رہے ہیں۔

ہزار سکہ بہ بازار کائنات آرند
یکے بسکہ صاحب عیار می ترسد

شب تاریکی کی اور دن روشنی کی علامت ہے۔ قیامت میں ہر مستور و ملفوف شے واضح، روشن اور شاہد ہو گی کہ قیامت دن ہے۔ اولیائے کرام کی قلبی کیفیات بھی دن کی طرح روشن ہیں۔ بلکہ ان کی نورانیت کے سامنے دن بھی سائے کی طرح بے نور ہوتے ہیں۔

گرچہ خورشید فلک چشم و چراغ عالم ست
روشنائی بخش چشم اوست خاک پائے تو

سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۸۹ کا ترجمہ ہے "اور جب خدا کی طرف سے ان کے پاس قرآن اترا اور وہ اس کی جو ان کے پاس ہے تصدیق کرتا ہے اور اس سے پہلے کافروں کے مقابلے میں اپنی فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے تو جب وہ چیز جس کو جانتے پہچانتے ہوئے تھے۔ آ موجود ہوئی تو لگے اس سے انکار کرنے، پس منکروں پر خدا کی پھٹکار ہو"

حقیقت یہ ہے کہ قدیم صحائف میں حضور ﷺ کے ظہور کی خوشخبری موجود تھی۔ حضور ﷺ کا اسم گرامی اور ان کے اوصاف گرامی بھی درج تھے۔ ہر الہامی کتاب اس یاد سے معمور و مستنیر رہی ہے بعثت کے وقت یہود و نصاریٰ اس حقیقت کو جانتے بھی تھے اور حضور ﷺ کو پہچانتے بھی تھے مگر ان کے سینوں میں دل اندھے ہو گئے تھے وہ آنکھوں کے باوجود دیکھنے سے محروم تھے ورنہ اسی "نبی منتظر" کے وسیلہ جلیلہ سے دشمنوں پر غالب بھی ہوتے تھے۔ بیماریوں سے شفایاب بھی۔ اور بیچارگی میں بالا و برتر بھی------ مگر دلوں میں کھوٹ ہو تو کٹھالی میں پڑتے ہی وہ کالے ہو جاتے ہیں یہ حقیقت مولانا رومؒ کے قلم کے ذریعے، ایک عجیب اور پر کیف نعتیہ آہنگ کے ساتھ یوں نکھرتی ہے۔

پیش از آنکہ نقش احمد فرنمود
نعت او ہر گبر را تعویذ بود

(قبل اس کے کہ رسول پاک ﷺ کا وجود مبارک اپنی شان دکھائے، آپ کی تعریف ہر کافر کا تعویذ تھی)

Marfat.com

کایں چنیں کس ہست تا آید پدید
از خیال روش می طپید

(کہ ایسا کوئی (پیغمبر) ہے حتی کہ وہ دنیا میں آئے گا' غرض آپ کے دیدار کے خیال سے ان کا دل تڑپتا تھا)

سجدہ می کردند کاے رب بشر
در عیاں آریش ہرچہ زود تر

(وہ لوگ سجدہ (میں دعا) کرتے تھے کہ اے پروردگار بشر جہاں تک ہو سکے اس پیغمبر کو جلدی ظاہر کر دے)

تا بنام احمد از یستفتحون
باغیان شاں می شدندے سرنگوں

(حتی کہ آئیہ "یستفتحون" سے ظاہر ہے کہ حضرت احمد ﷺ کے نام کی برکت سے ان کے دشمن سرنگوں ہو جاتے تھے)

ہر کجا حربے مہولے آمدے
غوث شاں کراری احمد بدے

(جہاں کہیں کوئی ہولناک جنگ چھڑ جاتی تو حضرت احمد ﷺ کا نام لے کر حملہ کرنا فریاد رس ہوتا)

ہر کجا بیماری مزمن بدے
یاد او شاں داروئے شافی شدے

(جہاں کوئی پرانی بیماری ہوتی تو آپ کا ذکر ان کے لئے دوائے شافی ہو جاتا)

نقش او می گشت اندر راہ شاں
در دل ودر گوش ودر افواہ شاں

(آپ کا نقش ان کے راستوں میں' ان کے دل' کان اور منہ میں پھرتا تھا)

نقش او بر روئے دیوار او فتد
از دل دیوار خون دل چکد

(آپ کا نقش اگر دیوار پر پڑ جائے تو دیوار کے اندر سے خون دل ٹپکنے لگے (اگر دیوار ذی روح ہوتی تو اس کی یہ حالت ہوتی)

آنچناں فرخ بود نقشش برو
کہ رہد در حال دیوار از دورو

(آپ کا نقش اس پر ایسا مبارک ہو گا کہ فوراً دیوار دو روئی سے نجات پا کر یک رو ہو جائے)

گشتہ بایک روئی اہل صفا
آں دو روئی عیب مر دیوار را

Marfat.com

(اہل صفا کی یک روئی کے مقابلے میں (آدمی تو آدمی رہے) دیوار کے لئے بھی دو روئی عیب ہے)

این ہمہ انکار و کفراں زاد شاں　　چوں درامد سید آخرالزماں

(جب آپ معبوث ہو گئے تو ان لوگوں میں انکار و کفر پیدا ہو گیا)

آں ہمہ تعظیم و تفخیم وو داد　　چوں بدید ندش بصورت بر دباد

(جب ان لوگوں نے ظاہراً آپ کو دیکھ لیا تو وہ تمام تعظیم و تکریم (جو پہلے تھی) برباد ہو گئی)

قلب آتش دید در دم شد سیاہ

قلب راہ در قلب کے بودست راہ

(ان کا کھوٹا سکہ (بعثت نبوی کی) آگ سے چھوا اور کالا پڑ گیا۔ کھوٹے سکے کو (قبولیت کے) دل میں کب راستہ ملتا ہے)

ایک مقام پر مولانا رومؒ سورہ مزمل کے حوالے سے بظاہر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ختمی مرتبت پیغمبر اسلام ﷺ کو خطاب کرتے ہیں کہ آپ انھیں ہدایت و بصیرت کے چراغ جلائین ان کی لو کو کمال تک لے جانا ہمارا کام ہے آپ کفار کی پف زنی اور اغیار کی طعنہ زنی سے بے نیاز ہو کر کام کرتے رہیئے اس مقام پر بعض اشعار نعت کا ایک پاکیزہ نمونہ بن کر مولانا رومؒ کے قلم سے ابھرتے ہیں۔

بے فروغت روز روشن ہم شب است　　بے پناہت شیر اسیر ارنب است

(آپؐ کے پرتو کے بغیر روشن دن بھی رات ہے آپؐ کی پناہ کے بغیر شیر بھی خرگوش کی قید میں ہے)

باش کشتیباں دریں بحر صفا　　کہ تو نوح ثانی اے مصطفیٰ

(اے مصطفیٰ ﷺ آپ نوح ثانی ہیں اس محبت و صفا کے دریا میں آپ امت کے کشتیباں بن جائیں)

خیز و بنگر کاروان رہ زدہ　　غول کشتیباں ایں بحر آمدہ

(اٹھئے اور لٹے ہوئے قافلہ کو دیکھئے۔ اس سمندر کا ملاح شیطان اور بھوت بن رہا ہے)

خضر وقتی، غوث ہر کشتی توئی　　ہمچو روح اللہ مکن تنہا روی

(آپؐ خضر زمانہ ہیں ہر کشتی کے آپ فریاد رس ہیں روح اللہ (حضرت عیسیٰؑ) کی طرح تنہا چلنا اختیار نہ کیجئے)

Marfat.com

پس بکش تو زیں جہان بیقرار   جوق کوراں را قطار اندر قطار

(پس آپؐ اس جہان بیقرار سے اندھوں کی جماعت کو قطار اندر قطار (راہ ہدایت کی طرف) لے جائیے)

کار ہادی ایں بود تو ہادی   ماتم آخر زماں را شادی

(ہادی کا کام یہی ہوتا ہے آپؐ ہادی ہیں آخری زمانے کے غموں کے لئے خوشی کا پیغام ہیں)

چوں تو اسرا فیل وقتی راست خیز
رستخیزے ساز پیش از رست خیز

(چونکہ آپؐ اپنے وقت کے اسرافیل ہیں اس لئے اٹھیے اور قیامت سے پہلے قیامت برپا کر دیجئے)

ہر کہ گوید کو قیامت اے صنم   خویش بنما کہ قیامت منم

(جو شخص کہے کہ قیامت کہاں ہے اے محبوب اسے اپنا آپ دکھا کہ قیامت میں ہوں)

در نگر اے سائل محنت زدہ   زیں قیامت صد جہاں قائم شدہ

(اے محنت اٹھانے والے سائل، دیکھ اس قیامت (انقلاب آفرین وجود سے) سے سینکڑوں عالم قائم ہو گئے)

ایک بار سرداران عرب حضور ﷺ کے پاس آتے ہیں اور نزاع کا یہ حل پیش کرتے ہیں کہ آپ بھی سردار ہیں اور ہم بھی، آیئے، ملک باہم تقسیم کر لیں۔ اس مقام پر حضور ﷺ ہی کی زبان مبارک صورت حال اس انداز سے واضح فرماتی ہے کہ وہ وضاحت، مولانا رومؒ کے قلم پر آکر نعت کا ایک بلیغ آہنگ اختیار کر لیتی ہے۔

گفت، میری مر مرا حق دادہ است   سروری و امر مطلق دادہ است

(آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے افسری خدا نے دی ہے اور یہ سرداری اور حکومت اسی کی عطا کردہ ہے)

کایں قران احمد ست و دور او   ہیں بگیرید امر حق را اتقو

(یہ احمد ﷺ کا زمانہ ہے اسی کا حکم مانو اور خدا سے ڈرو)

میری من تا قیامت باقی است   میریئے عاریتے خواہد شکست

(میری سرداری قیامت تک باقی ہے، تمہاری افسری عارضی ہے اور ٹوٹنے والی ہے)

رسول پاک ﷺ جمال کردار اور کمال اخلاق ہی کا ایک بہترین نمونہ نہ تھے بلکہ

Marfat.com

حسن صورت کے اعتبار سے بھی توازن واعتدال کا ایک ایسا امتزاج تھے کہ ویسا دوسرا' نہ ہماری بزم خیال میں' نہ دکان آئینہ ساز میں' عناصر میں جوں جوں توازن بگڑتا ہے ظاہر و باطن میں کجی آتی چلی جاتی ہے اور جوں جوں توازن سنورتا ہے حسن نکھرتا چلا جاتا ہے اور جب توازن کی یہ کیفیات' لطافت کے نقطہ کمال کو چھو لیتی ہیں تو پھر انسان ایک چلتی پھرتی خوشبو ہو جاتا ہے اس کے تبسم سے کلیوں میں رعنائی ابھرتی اور اس کی باتوں میں' غنچوں کی چٹک آ جاتی ہے۔ اس کے خرام میں صبا کی لطافت اور اس کے قیام میں شبنم کی نظافت پیدا ہو جاتی ہے۔ نتیجہ معلوم کہ وجود بے سایہ' پسینا عنبر فشاں اور تبسم دل کشا ہو جاتا ہے۔ دنیا کا بندہ بہر نوع کثیف ہے اور اللہ کا بندہ بہر کیف' لطیف ہے۔

شمع شد جملہ زبانہ پاد سر   سایہ را نبود بگرد او گزر

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر اعتبار سے خاتم ہیں ان کا نہ کوئی مثل ہے نہ مثیل' ان سا نہ کوئی یہاں' نہ وہاں' کمال کی ہر رفعت' اور جمال کی ہر سطوت آپ پر ختم ہے' رتبے کی ہر بلندی اور تقرب کی ہر عظمت آپ ہی کے لئے وقف ہے۔ کائنات کی یہ بساط اسی وجود ذی جود کے لئے بچھائی گئی۔ اسی کاروان حسن کی گرد سفر بننے کے لئے ستارے بن بن کر سنورتے اور سنور سنور کر نکھرتے رہے۔ آپ ہی آیہ کائنات کا معنی دیریاب ہیں اور آپ ہی کے لئے انبیائے کرام کے قافلہ ہائے رنگ و بو آتے اور جاتے رہے۔

اول زہمہ بہ شکل نور آمدۂ
ہر چند کہ آخر بہ ظہور آمدۂ
اے ختم رسل قرب تو معلوم شد
دیر آمدۂ ز راہ دور آمدۂ

اور خاصہ خاصان رسل کی انہی عظمتوں کا بیان مولانا روم کے قلم سے دیکھئے۔

تا زراہ ختم پیغمبراں   بو کہ برخیزد زلب ختم گراں

(ممکن ہے کہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر چلنے سے یہ بھاری مہر لب سے اٹھ جائے)

ختم ہائے کانبیا بگزاشتند   آں بدین احمدی بر داشتند

(جو مہریں پہلے انبیاء چھوڑ گئے تھے ان کو دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اٹھا دیا گیا)

قفلہائے ناکشادہ ماندہ بود   از کف انا فتحنا بر کشود

(اسرار و رموز کے بہت سے قفل بے کھلے رہ گئے تھے جو صاحب انا فتحنا کے دست مبارک

Marfat.com

سے کھل گئے)

او شفیع است ایں جہان و آں جہان
ایں جہاں دردین و آں جادر، جناں

(آپ شفیع ہیں اس جہاں میں بھی اور اس جہاں میں بھی۔ اس جہاں میں دین کے بارے میں رہبری فرمائی اور اس جہاں میں جنت کے متعلق)

ایں جہاں گوید کہ تو رہ شاں نما
واں جہاں گوید کہ تومہ شاں نما

(اس جہاں میں حضور ﷺ دعا فرمارہے ہیں کہ اللہ ان کو ہدایت دے اور اس جہان میں یوں دعا کریں گے کہ الٰہی، ان کو ماہ تمام (دیدار) دکھا)

پیشہ اش اندر ظہور و در کموں ۔۔۔ اہد قومی انہم لا یعلمون

(آپ کا دستور تھا کہ عالم دنیا و آخرت کے بارے میں یہی دعا فرماتے تھے کہ الٰہی! میری امت کو ہدایت دے کہ وہ بے خبر ہے)

باز گشتہ از دم او ہر دو باب ۔۔۔ در دو عالم دعوت او مستجاب

(آپ کی دعا سے دنیا و آخرت کے دروازے کھل گئے دونوں جہانوں کے بارے میں آپ کی دعا مقبول ہے)

بہرایں خاتم شدست او کہ بجود ۔۔۔ مثل او نے بود نے خواہند بود

(آپ خاتم النبیین اسی لئے ہوئے ہیں کہ فیض رسانی میں نہ کوئی آپ کا مثل ہوا اور نہ آئندہ ہو گا)

چونکہ در صفت برد استاد دست ۔۔۔ نے تو گوئی ختم صفت بر تو است

(جب کوئی استاد فن کسی صفت میں فائق ہوتا ہے تو کیا تم یہ نہیں کہتے کہ یہ صفت تم پر ختم ہے)

در کشاد ختم ہا تو خاتمی ۔۔۔ در جہان روح بخشاں تو خاتمی

(گویا آپ ان مہروں کے کشادہ کرنے میں خاتم ہیں اور ایمان کی روح بخشنے والوں کے عالم میں خاتم ہیں)

ہست اشارات محمدؐ المراد ۔۔۔ کل کشاد اندر کشاد اندر کشاد

(غرض حضرت محمد ﷺ کی فرمائی ہوئی رموز سب کی سب فتوح در فتوح ہیں)

Marfat.com

صد ہزاراں آفریں بر جان او — برقدوم دور فرزندان او

(آپؐ کی روح پاک پر لاکھوں رحمتیں نازل ہوں اور آپ کے فرزندوں کی تشریف آوری اور گشت فرمائی پر بھی)

آنچناں کز صقل نور مصطفیؐ — صد ہزاراں نوع ظلمت شد ضیا

(جیسے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور کے صیقل سے لاکھوں قسم کی ظلمتیں روشنی میں بدل گئیں)

از جہود و مشرک و ترسا و مغ
جملگی یکرنگ شد از آں الپ الغ

(چنانچہ یہود، مشرکین، نصاری اور مجوس میں سے (جس قدر لوگ اسلام لائے) سب کے سب اس دلیر و بزرگ کی بدولت یک رنگ ہو گئے)

صد ہزاراں سایہ کوتاہ و دراز
شد یکی در نور آں خورشید راز

(لاکھوں قسم کے چھوٹے بڑے سائے اس آفتاب معنوی کی روشنی میں ایک ہو گئے)

نے دراز ماندو نے کوتہ نہ پہن
گو نہ گو نہ سایہ در خورشید رہن

(ان سایوں میں نہ کوئی لمبا باقی رہ گیا نہ چھوٹا نہ چوڑا۔ طرح طرح کے سائے اس آفتاب معنوی کی روشنی میں مغلوب ہو گئے)

یارسولؐ اللہ رسالت را تمام
تو نمودی ہمچوں شمس بے غمام

با محمدؐ بود عشق پاک جفت
بہر عشق او را خدا لولاک گفت

(عشق پاک کی عظمت دیکھو کہ چونکہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تو شامل تھا اس لئے عشق کی بدولت اللہ نے آپ کو لولاک کے ساتھ خطاب فرمایا)

منتہی در عشق او چوں بود فرد
پس مر ور از انبیاء تخصیص کرد

Marfat.com

(چونکہ آپؐ عشق حق میں کامل اور یکتا تھے اس لئے اللہ نے آپ کو اس فضیلت کے لئے انبیاء سے مخصوص فرمایا)

گر نبودی بہر عشق پاک را　　　کے وجودے دادمے افلاک را

(چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے محبوب پاک اگر تم عشق پاک کے لئے نہ ہوتے تو میں افلاک کو کب موجود کرتا)

یک ستارہ در محمدؐ رو نمود　　　یا فنا شد کفر ہر گبرو جہود

(تائید الٰہی کا ایک ستارہ حضرت محمد ﷺ کی ذات مبارک میں طلوع ہوا تو ہر آتش پرست اور یہودی کا کفر فنا ہو گیا)

یک ستارہ در محمدؐ شد سطرب　　　تا فنا شد کفر جملہ شرق و غرب

(ایک ستارہ حضرت محمد ﷺ کی ذات میں پھیلا تو تمام مشرق و مغرب کا کفر فنا ہو گیا)

آنکہ ایماں یافت رفت اندر اماں
کفر ہائے باقیاں شد در گماں

(جس نے ایمان پایا وہ امن میں چلا گیا اور باقی لوگوں کا کفر شک میں پڑ گیا)

حضور ﷺ کی ان بے مثال عظمتوں کا احاطہ نکتہ چین نگاہیں نہیں کر سکتیں۔ وہی نگاہ ان نورانی رفعتوں کا اندازہ کر سکتی ہے جو خود سرشار محبت ہو۔

گفت حق چشم خفاش بد سگال　　　بستہ ام من ز آفتاب بے مثال

(حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے بدخواہ چمگادڑ (کافروں کی) کی باطنی آنکھیں جمال محمدی ﷺ کے آفتاب بے مثال کے دیدار سے بند کر رکھی ہیں)

از نظر ہائے خفاش کم وکاست
انجم و آں شمس نیز اندر خفاست

(ناقص اور محدود نظر والی چمگادڑ کی آنکھوں سے کمالات اولیاء کے ستارے اور جمال محمد ﷺ کا آفتاب پوشیدگی میں ہے)

اہل ظاہر اور اہل باطن میں وہی فرق ہے جو کثیف و لطیف، جسم و روح اور لفظ و معنی میں ہے۔ اہل ظاہر حصول علم کے لئے کتاب، قلم اور معلم کے محتاج ہیں جب کہ اہل باطن کو یہ احتیاج اس لئے نہیں ہوتی کہ روح کے ساتھ ساتھ ان کا جسم بھی لطیف ہوتا ہے ان کے ذہنی افق پر علوم و اسرار کتابوں کے ذریعے نہیں بلکہ وہبی طور پر منعکس ہوا کرتے ہیں وہ امی ہوتے

Marfat.com

ہوئے بھی صاحب اسرار وعلوم ہوتے ہیں ان کا جسم روح ہی کی طرح لطیف ہوتا ہے۔

مصطفائے کو کہ جسمش جاں بود
تا کہ رحمٰن علمہ القرآں بود

(ہر شخص مصطفیٰ ﷺ کہاں ہو سکتا ہے کہ جس کا جسم بھی جان کی طرح لطیف ہو تاکہ اس کو رحمٰن درسگاہ غیب سے قرآن پڑھادے)

اہل تن را جملہ علمہ بالقلم
واسطہ افراشت در بذل کرم

(بخلاف اس کے تمام غیر لطیف جسم والوں کو (اہل ظاہر کو) قلم کے ذریعے تعلیم دینا علم کی بخشش خرچ کرنے میں واسطہ قرار دیا)

اسی وہبی رابطے کی بنا پر حضور ﷺ محرم اسرار تھے۔ ان کے حاسۂ ادراک اور حد ادراک کا اندازہ ہم لوگ نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کی رحمت عام' منافقوں کی ابلیسانہ حرکتوں سے آشنا ہونے کے باوصف' چشم پوشی اور اعراض سے کام لیتی تھی۔ ہمیں انتہائی احتیاط سے کام لینا چاہئے کہ ہمارے دل کی گہرائیوں سے پھوٹنے والا خیال بھی اس چشم بینا اور اس گوش شنوا سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ جب وہاں نگاہوں کے زاویوں سے طلوع ہونے والی تمنائیں' پلکوں پر مچلنے والے آنسوؤں کا خلوص اور دل سے ابھرنے والی دھڑکنوں کی چاہت بھی محسوس کی جاتی اور شرف قبول پاتی ہے تو پھر احساس کی خباثتیں اور ہمارے فکر کی غلاظتیں کیسے چھپ سکتی ہیں؟ نبی کریم ﷺ کے مشام تیز کا اندازہ کیسے ہو کہ وہ تو یمن سے اویس قرنیؓ کی خوشبو بھی محسوس فرمالیتے ہیں۔ اسی لئے سانس بھی ہولے سے لینے کی ہدایت ہے کہ یہ مقام' عرش سے بھی نازک تر ہے۔

آنکہ بابد بوئے رحمٰن از یمن
چوں نیابد بوئے باطل را زمن
مصطفیٰؐ چوں بوئے برد ازراہ دور
چوں نیابد از دہان ما بخور
ہم بیابد لیک پوشاند زما
بوئے نیک وبد برآید بر سما

عالم لوگ صرف بصارت رکھتے ہیں جبکہ مومن بصیرت کی دولت سے بہرہ ور ہوتا ہے وہ

Marfat.com

نور الٰہی سے دیکھتا ہے۔ وہ خدائے لم یزل کا دست قدرت بھی ہوتا ہے اور زبان صدق اظہار بھی۔ پھر نبی کے مقام عظیم کا اندازہ کون کر سکتا ہے کہ اس کی ایک نگاہ' کفر کو اسلام اور اسلام کو ایمان کی رفعت تک لے جاتی ہے نبی کی ذات اقدس میں دل کی جملہ بیداریاں' نگاہ کی جملہ رسائیاں اور روح کی جملہ سرشاریاں اپنے منتہائے کمال پر پہنچ کر ہم آہنگ ہو جایا کرتی ہیں۔ حضور ﷺ کہ جملہ انبیائے کرام کا عطر و خلاصہ تھے اس لئے ان کی عظمتوں کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ ذرہ بہرکیف ذرہ ہے اس کی آنکھ آفتاب کی درخشانیوں کو جتنا پا سکتی ہے۔ اتنا ہی دکھا سکتی ہے اللہ تعالیٰ کی توجہات خاص سے نبی کریم ﷺ قضا و قدر کی مخفی کیفیتوں سے کماحقہ' آگاہ تھے مگر وہ بعض امور کا انکشاف بحکم ربانی نہیں فرماتے تھے کہ ہر پوشیدہ امر کا اظہار درست نہیں ہوتا۔ ظاہر و باطن کا علم بھی اسی ذات بلند و برتر سے عطا ہوتا ہے اور اس کے اظہار کی اجازت بھی وہیں سے ملتی ہے مولانا روم ؒ ان حقائق کو بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ہمارے محسوسات ان سے کیسے چھپ سکتے ہیں حق یہ ہے کہ نبی کا ذوق حساس ترین اور بصیرت' روشن ترین ہوتی ہے۔

بند تقدیر و قضائے مختفی　　　شاں نہ بیند آں بجز ذات صفی

(تقدیر اور قضا پوشیدہ قید ہے واضح رہے کہ اس کو برگزیدہ ہستی کے سوا اور کوئی نہیں دیکھ سکتا)

دیدن آں بند احمد را رسد　　　بر گلوئے بستہ حبل من مسد

(اس قید کو دیکھنا حضرت احمد ﷺ کا حق ہے جو مونج کی رسی ابولہب کی بیوی کے) گلے میں بندھی ہے)

دید بر پشت عیال بولہب　　　تنگ ہیزم گفت حمالۃ الحطب

(آپ نے ابولہب کی بیوی کی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا دیکھا اس لئے فرمایا حمالۃ الحطب)

آنکہ داند ایں علامت ہا پدید　　　چوں نداند او شقی را از سعید

(جو شخص ان مخفی علامتوں کو نمایاں دیکھتا ہے وہ بد بخت اور نیک بخت کو الگ الگ کیوں نہ پہچان لے)

داند و پوشد بامر ذوالجلال　　　کہ نداند کشف را از حق حلال

(وہ جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو مخفی رکھتا ہے کہ خدا کی طرف سے اس کا اظہار جائز نہیں سمجھتا)

حضور ﷺ کی رحمت' عالمین کے لئے یوں وقف ہے جیسے آفتاب کی شعاعیں کسی

Marfat.com

ارادے کے بغیر کلبہ افلاس کو بھی نوازتی ہیں اور دولت کے کاشانوں کو بھی، حضور ﷺ بہرکیف اور بہرعالم، رحمت ہیں اور میدان حشر میں بھی انہیؐ کی رحمت، دل شکستہ عاصیوں کے لئے سکون و راحت کا پیغام بنے گی اور یہ انہیؐ کا فیض ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی امت کے صلحاء کو بھی شفاعت کا حق اور سفارش کا اعزاز عطا فرمائیں گے کہ امت محمدیہؐ کے اولیاء بھی سماوی انوار سے مستفید ہیں مولانا روم کے خیال میں ان کی حیثیت قوم میں نبی ہی کے مانند ہوتی ہے اور ان کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات "احکام نافذ" کی حیثیت رکھتے ہیں۔

بود شیخ رہنمائے پیش ازیں　　　آسمانی شمع بر روئے زمیں

(اس سے پہلے ایک شیخ رہنمائے زمانہ تھا جو روئے زمین پر گویا آسمانی شمع تھا)

چوں پیمبر در میان امتاں　　　در کشائے روضہ دار الجناں

(وہ شیخ پیغمبر (کامل متبع ہونے کی بنا پر) کی طرح زمانے کے اندر بہشت کے دروازے کھولنے والا تھا)

گفت پیغمبرؐ کہ شیخ رفتہ پیش　　　چوں نبی باشد میان قوم خویش

(نبیؐ کریم نے فرمایا کہ شیخ پیشرو اپنی قوم میں مثل نبی ہوتا ہے)

گفت پیغمبرؐ کہ روز رستخیز　　　کے گزارم مجرماں را اشک ریز

(پیغمبر ﷺ نے کہا کہ قیامت کے دن میں گنہ گاروں کو کب نالاں رہنے دوں گا)

من شفیع عاصیاں باشم بجاں　　　تا رہانم شاں ز اشکنجہ گراں

(میں جان و دل سے گنہگاروں کی شفاعت کروں گا تاکہ ان کو عذاب کے شکنجے سے چھڑا دوں)

عاصیان و اہل کبائر را بجہد　　　وا رہانم از عتاب نقض عہد

(میں نافرمانوں اور کبیرہ گناہ والوں کو کوشش کے ساتھ عہد توڑنے کے عتاب سے چھڑا لوں گا)

صالحان اُمتم خود فارغند　　　از شفاعت ہائے من روز گزند

(مگر امت کے نیک لوگ اس تکلیف کے دن مری شفاعت سے فارغ ہیں (کیونکہ وہ بخشے ہوئے ہیں)

بلکہ ایشان را شفاعتہا بود　　　گفت شاں چوں حکم نافذ می رود

(بلکہ خود ان کو شفاعتیں کرنے کا حق ہوگا ان کی بات. چلتے ہوئے حکم کی طرح چلے گی)

رسول پاک ﷺ سراپا لطف و کرم ہیں ان کی ذات الطاف ربانی کا مظہر ہے اور وہ سمیع و بصیر ذات ہر لحظہ آپ کی نگہبان ہے اس جہان خراب میں حضور ﷺ کی تشریف آوری کے ساتھ ہی انوار و سعادات اور خوارق و عجائبات کا اظہار شروع ہو گیا تھا اور فیوض

Marfat.com

وبرکات کا یہ سلسلہ جاری ہے اور جاری رہے گا۔ یہ آپ ؐ کا وجود سعادت آثار' ہر حال میں وجہ رحمت ہے ایام شیر خوارگی میں حلیمہ ؓ آپ ؐ کو حطیم میں لٹاتی ہیں تو حطیم کو نزول انوار ربانی کی بشارت ملتی ہے۔

اے حطیم امروز آید بر تو زود　　　　صد ہزاراں نور از خورشید جود

(اے حطیم! آج تجھ پر جلدی آفتاب کرم کے لاکھوں نور نچھاور ہوں گے)

اے حطیم امروز آرد بر تو رخت　　　　محتشم شاہے کہ پیک اوست بخت

(اے حطیم! آج تجھ پر وہ ذی شان بادشاہ مقیم ہے کہ خوش نصیبی اس کا قاصد ہے)

اے حطیم امروز بے شک از نوی　　　　منزل جانہائے بالائی شوی

(اے حطیم! آج تو بے شک از سر نو ملا ئکہ وارواح عالم بالا کے نزول کی جگہ ہو گا)

اور جب وہاں سے حضور ﷺ غائب ہو جاتے ہیں تو حضرت عبدالمطلب در کعبہ پر اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں یہ فریاد' بے ساختہ نعت کی شکل اختیار کر جاتی ہے کہ فریادی میں کوئی خوبی نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو سکے۔ بلکہ جس ذات کے لئے فریاد کی جا رہی ہے وہ آثار سعادت کی امین ہے اور یوں عبدالمطلب' اس گمشدہ وجود ہی کو سفارش بنا کر' قبولیت دعا کے طالب ہوتے ہیں۔

خویشتن را من نمی بینم ہنر　　　　تا شوم مقبول ایں مسعود در

(میں اپنے اندر کوئی ہنر نہیں دیکھتا تاکہ اس مبارک دروازے پر مین مقبول ہو سکوں)

یا سر و سجدہ مرا قدرے بود　　　　یا باشکم دولتے خنداں شود

(یا میرے سر اور سجدہ کی کچھ قدر ہو یا مری اشک باری سے کوئی قسمت جاگ اٹھے)

لیک در سیمائے آں در یتیم　　　　دیدہ ام آثار لطفت اے کریم

(لیکن اے کریم! میں نے اس در یتیم ﷺ کی پیشانی میں تیرے کرم کے آثار دیکھے ہیں)

کہ نمی ماند بما گرچہ زماست　　　　ما ہمہ مسیم واحمد کیمیاست

(جو ہم سے مشابہ نہیں ہے اگرچہ ہم میں سے ہے ہم سب تانبا ہیں اور احمد ﷺ کیمیا ہیں)

آں عجائب ہا کہ من دیدم برو　　　　من ندیدم بر ولی و بر عدو

(وہ عجائبات جو میں نے اس پر درخشاں دیکھے کسی دوست اور دشمن پر نہیں دیکھے)

آنچہ فضل تو دریں طفلش داد　　　　کس نشاں ندہد بصد سالہ جہاد

(تیرے فضل وکرم نے اسے بچپن ہی مین جو کمال عطا فرمایا ہے کوئی سو سال کے مجاہدہ میں بھی

Marfat.com

اس کا نمونہ پیش نہیں کر سکتا)

چوں یقیں دیدم عنایت ہائے تو
بروے آں درے ست از دریائے تو

(جب میں نے اس پر تیری عنایات بچشم یقیں دیکھ لیں تو معلوم کر لیا کہ وہ تیرے کمالات کے سمندر کا ایک موتی ہے)

من ہم اورا می شفیع آرم بتو حال اوائے حال داں با من بگو

(میں تیری درگاہ میں اس کو اپنا شفیع لاتا ہوں کہ اے حال جاننے والے اس کا حال مجھے بتا دے)

اور اس التجا کا جواب کعبے سے بھی نعت ہی کی شکل میں یوں ابھرتا ہے۔

از درون کعبہ آمد بانگ زود کہ ہم اکنوں رخ بتو خواہد نمود

(فوراً کعبہ کے اندر سے آواز آئی کہ وہ ابھی تم کو دیدار دکھائے گا)

بادو صد اقبال او محفوظ ماست بادو صد طلب، ملک محفوظ ماست

(وہ ہماری طرف سے سینکڑوں اقبالوں سے بہرہ مند ہے فرشتوں کی سینکڑوں جماعتوں کے ذریعہ ہماری حفاظت میں ہے) .

ظاہرش را شہرۂ گیہاں کنیم باطنش را از ہمہ پنہاں کنیم

(ہم ان کے ظاہر کو دنیا بھر میں مشہور کریں گے ان کے باطن کو سب سے مخفی رکھیں گے)

زر کانست آب و گل ما زرگریم کہ گہش خلخال و گہ خاتم بریم

(پانی اور مٹی کان کا سونا ہے ہم سونے کی اشیا بنانے والے ہیں کبھی اس سے پازیب اور کبھی انگشتری قطع کرتے ہیں) .

گہ چنیں شاہے از و پیدا کنیم گہ ہم اورا پیش شلہ شیدا کنیم

(کبھی اس سے ہم ایسا شاہ پیدا کرتے ہیں اور کبھی اسی کو شاہ پر شیدا کر دیتے ہیں)

صد ہزاراں عاشق و معشوق ازو در فغان و در نفیرو جستجو

(لاکھوں عاشق و معشوق اس آب و گل سے پیدا ہو کر آپ کے عشق میں نالاں اور تلاش میں ہیں)

پس عجب فرزند کو را بودہ است
لیک احمد برہمہ افزودہ است

(زمین کے بہت سے عجیب اور باکمال فرزند ہیں لیکن حضرت احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے افضل ہیں)

Marfat.com

شد زمین و آسماں خندان وشاد
کایں چنیں شاہی زما دو جفت زاد

(زمین اور آسمان خوش و خرم ہو گئے کہ ایسا شاہ انبیاء پیدا ہوا)

می شگافد آسماں از شادیش   خاک چوں سوسن شد از آزادیش

(آسمان ان کی خوشی سے پھولے نہیں سماتا زمین ان کی پیدائش سے سوسن کی طرح سرسبز ہو گئی ہے)

طفل تو گرچہ کودک خو بدہ است
ہر دوعالم خود طفیل او بدہ است

(اے عبد المطلب! تمہارا بچہ اگرچہ بچوں کی سی خصلت والا ہے مگر دونوں عالم اس کی بدولت پیدا ہوئے ہیں)

ماجہانے را باو زندہ کنیم   چرخ را درخدمتش بندہ کنیم

(ہم ایک جہان کو اس کی بدولت ایمان کے ساتھ زندہ کریں گے۔ آسمان کو اس کی خدمت میں غلام بنائیں گے)

اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا اتمام حضور ﷺ پر کر دیا۔ کیا کچھ دیا اور کتنا دیا؟ دینے والا وہ ہو جس کے پاس سب کچھ ہو' اور قبول کرنے والا وہ ہو' جس کے ظرف کی وسعت کا اندازہ انسانی ذہن نہ لگا سکتا ہو' تو پھر نعمتوں کے اس وفور کو "خیر کثیر" ہی کا نام دیا جا سکتا ہے۔ حضور ﷺ کو گنہگاروں کی بے حالیوں کے لئے ایک سہارا بنایا' مالک حقیقی نے آپؐ کے سینے کو کشادہ کیا' اسے ہدایت و عرفان سے بھرا' آپؐ کی نگاہوں کو معرفت اور بصیرت عطا کی۔ نتیجہ معلوم کہ وہ مقامات بھی آپؐ کی نگاہوں کی زد میں رہے جن کی تاب جبریل بھی نہ لا سکتے تھے۔ اسی الوہی التفات کا نتیجہ ہے کہ آپ یتیم سے دریتیم ہوئے اور "شاہد" ٹھہرائے گئے شاہد کی زبان کو فصیح و بلیغ اور نگاہ کو سریع و رفیع ہونا چاہئے کہ شاہد تحمل شہادت کی خصوصیت سے بہرہ ور اور ادائے شہادت کا پابند ہوا کرتا ہے۔

زاں محمدؐ شافع ہر داغ بود   کہ زجز حق چشم او مازاغ بود

(حضرت محمد ﷺ اسی لئے تو ہر گنہگار کی شفاعت کرنے والے تھے کہ آپ کی چشم مبارک حق تعالیٰ کی طرف سے پھرنے والی نہ تھی)

از الم نشرح دو چشمش سرمہ یافت
دید آنچہ جبرئیل آں برنتافت

Marfat.com

(اس ارشاد سے کہ کیا ہم نے آپ کے سینے کو کشادہ نہیں کر دیا آپ کی دونوں آنکھوں نے بصیرت کا سرمہ پایا اور آپ نے وہ دیکھا جس کی تاب جبریل نہ لا سکے)

مر یتیمے را کہ سرمہ حق کشد — گردد از در یتیم بار شد

(جس یتیم کے حق تعالیٰ سرمہ لگائے وہ در یتیم بصیرت میں یکتا اور باہدایت ہو جاتا ہے)

نور او بر درہا غالب شود — آنچناں مطلوب را طالب شود

(اور اس کا نور (اس سرمہ حق سے) دوسرے موتیوں پر غالب ہو جائے گا اور افزونئ نور کی بدولت وہ ایسے مطلوب کا طالب ہو جائے گا)

در نظر بودش مقامات العباد — لاجرم نامش خدا شاہد نہاد

(آپ کی نظر میں بندوں کے احوال و مقامات تھے اسی لئے حق تعالیٰ نے آپ کا نام شاہد رکھا)

آلت شاہد زبان و چشم تیز — کہ زشب خیزش ندارد سر گریز

(اس شاہد کا آلہ شہادت زبان اور تیز نظر ہے کہ آپؐ کے شب بیدار قلب سے راز گریز نہیں کرتا)

مولانا رومؒ یہ ثابت کرنے کے لئے رسول مقبول ﷺ وجہ تکوین کائنات ہیں درخت اور پھل کی مثال لاتے ہیں کہ بظاہر پھل شاخ پر لگا ہے اور شاخ اصل معلوم ہوتی ہے مگر اصل شے وہ پھل ہے جس کے لئے درخت اور شاخ کی روئیدگی اور بالیدگی کا اہتمام کیا گیا ہے یہ کائنات اصل نہیں۔ انسان اصل ہے کہ وہی جبین کائنات کا جھومر اور رخ حیات کا غازہ ہے۔ آدم کی تخلیق اور فرشتوں کا اس کے حضور میں سر جھکانا ایک علامتی اظہار تفوق تھا۔ دراصل یہ سجدہ بھی حضور ﷺ ہی کے لئے تھا کہ وہ اس شجر کائنات کا ثمر آخریں ہیں یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے بطور حقیقت اور از رہ انکسار فرمایا کہ روز محشر جملہ انبیاء انہی کے جھنڈے کے سائے میں ہوں گے۔ علت غائی بہرکیف مقدم ہوا کرتی ہے خواہ ظاہری وجود کے اعتبار سے موخر ہی کیوں نہ ہو۔ حضور ﷺ کی حقیقت ہر حقیقت سے پہلے ہے اور ہر حقیقت 'اس حقیقت سے مستفاد ہے آدم کا ہر شرف' حضور ﷺ ہی کی بدولت۔ ہے اور اس دنیا کا ہر اجالا' آفتاب نبوت ہی سے اکتساب نور کرتا ہے۔

مصطفیٰ زیں گفت کادم و انبیاء — خلف من باشند در زیر لوا

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدم اور تمام انبیائے کرام جھنڈے کے نیچے میرے پیچھے ہوں گے)

Marfat.com

بہر ایں فرمودہ است آں ذوفنون　　　رمز نحن الاخرون السابقون

(اسی لئے ان جامع کمالات ﷺ نے یہ رمز فرمائی ہے کہ ہم پیچھے آنے والے سب سے مقدم رہنے والے ہیں)

کہ بصورت من ز آدم زادہ ام　　　من . بمعنی جد جد افتادہ ام

(کہ اگرچہ میں آدم سے پیدا ہوا ہوں لیکن در حقیقت میں دادے کا دادا واقع ہوا ہوں)

کز برائے من بدوش سجدہ ملک　　　وزپئے من رفت بر ہفتم فلک

(کیونکہ میرے لئے ہی ان کو فرشتوں نے سجدہ کیا اور میرے لئے ہی وہ ساتویں آسمان پر گئے)

پس زمن زائید در معنی پدر　　　پس زمیوہ زاد در معنی شجر

(پس حقیقت میں باپ مجھ سے بیٹے سے پیدا ہوا۔ پس حقیقت میں درخت میوے سے پیدا ہوا)

اول فکر' آخر آمد در عمل　　　خاصہ فکرے کاں بود وصف ازل

(تجویز میں سے پہلے آنے والی چیز وجود میں پیچھے آتی ہے خصوصاوہ تجویز جو ازل کی صفت ہو)

فکر' خیال' تصور اور ارادہ کی حیثیت اولین ہے اور عملی صورت آخر میں ظاہر ہوتی ہے گھر گو پہلے بنتا ہے اور سکونت اس میں بعد کو اختیار کی جاتی ہے مگر سکونت کا تصور پہلے تھا اور یہی تصور بنیادی حیثیت رکھتا ہے مشیت الٰہی میں حضور ﷺ کا خیال و تصور' علت غائیہ ہے۔ اولین ہے گو آپؐ کے ظہور کو آخری مقام حاصل ہے گویا حضور ﷺ بظاہر موخر ہوتے ہوئے بھی' حقیقتاً مقدم ہیں۔

مثنوی میں مولانا رومؒ نبی کریم ﷺ کا ذکر بعض ایسے القاب سے کرتے ہیں کہ ہر لقب سیرت اطہر کے جمال و کمال کا عکس بردار ہے مثال کے طور پر' دستگیر شاہان و عباد' آفتاب عظیم' مغیث دو عالم' نور جاں' شاہ محتشم' شہ والنجم' خوب فر' نور بخش' شفیع مجرماں' عزیز' مہتر' بہتر' ماہرو' قند خو' خیر الوریٰ' بحر خو' رسول خوش پیام' مہ رواں' سید سادات' سلطان رسل' مفخر کونین' فخر انبیاء' ہادی سبل' شاہ جہاں' شاہ مطاع' ایسی تراکیب قابل ذکر ہیں۔ ان کا یہ شعر تو مدتوں اہل دل کے لئے نشاط روح کا کام دیتا رہے گا۔

سید و سرور محمدؐ نور جاں　　　مہتر و بہتر' شفیع مجرماں

اس میں شک نہیں کہ حضور ﷺ کا خاندان ہر نوع سے قدر و منزلت کا حامل تھا۔ فرمان رسالت مآبؐ کے مطابق حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو برگزیدگی ملی اور بنی کنانہ سے قریش عظمت کا نشان بن کر نمایاں ہوئے۔ اور قریش میں سے بنی ہاشم بہر نوع

Marfat.com

محترم ٹھہرے اور بنی ہاشم میں سے حضور ﷺ عظمتوں کا ایک روشن منار بن کر ابھرے کہ اس روشنی سے کائنات روز بروز منور ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ہر دور کے کروڑوں انسانوں کی زبانیں اسی ایک وجود ذی جود کی تعریف میں رطب اللساں ہیں۔ ہر عہد کے کروڑوں سلاطین اس آستان ناز کی جاروب کشی کو اپنا فخر بنائے ہوئے ہیں اور یوں حضور ﷺ کی ذات کو کسی نسبی تفاخر کی ضرورت نہیں ہے غزوہ حنین کے وقت پر آپ کا یہ رجزیہ فرمان کہ۔

انا النبی لاکذب

انا ابن عبدالمطلب

بطور فخر نہیں بلکہ بطور خبر کے ہے نور حق' ثبوت وجود سے اور خلعت حق' حاجت تار و پود سے بے نیاز ہوا کرتی ہے۔

این نسب خود قشر او را بوده است کز شهنشاهان مه پا بوده است

(یہ نسب آپؐ کے لئے بمنزلہ پوست ہے (اور آپ بمنزلہ مغز ہیں) کہ آپؐ عظیم ترین بادشاہوں سے برگزیدہ ہیں)

مغز او خود از نسب دور ست و پاک نیست جنسش از سمک کس تا سماک

(آپؐ کے فضائل کا مغز نسب سے بعید و پاک ہے کیونکہ زیر زمین سے بالائے فلک تک کوئی آپؐ کے برابر نہیں)

نور حق را کس نجوید زاد و بود خلعت حق را چہ حاجت تار و پود

(نور حق کی پیدائش اور وجود کی کوئی تحقیق نہیں کرتا کہ کس خاندان سے ہے حق تعالیٰ کی عطا کردہ خلعت کو تانے بانے کی کیا ضرورت ہے)

کمترین خلعت کہ بدہد در ثواب
برفزاید بر طراز آفتاب

(ادنیٰ سے ادنیٰ خلعت جو حق تعالیٰ ثواب میں عطا فرماتا ہے وہ آفتاب کے نقش نگار پر فائق ہے)

نثر ہو یا نظم' غزل ہو یا رباعی' مثنوی ہو یا قصیدہ' اس کا وہی بول غیر معتبر ٹھہرے گا جس میں باطل کی آمیزش اور جس میں مبالغہ آفرینی ہو۔ کیونکہ ایسے امور ایک جانب حق گوئی اور حق شناسی کی نفی کرتے ہیں اور دوسری طرف ان سے دوں فطرت لوگوں میں کبر و ناز پھیلتا چلا جاتا ہے یوں ذہن بھی بگڑتے ہیں اور زبان بھی' فکر بھی دگرگوں ہوتا ہے اور مزاج بھی----

یہ کہنا غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ثنا پسند فرماتے ہیں اس لئے بندے کو بھی "مدح جو" ہونا چاہئے

Marfat.com

ضروری نہیں کہ ہر خصوصیت ربانی، بندے کے لئے بھی خاص ہو، حدیث قدسی ہے۔

الکبریاء ردائی والعظمة ازاری فمن نازعنی فیماقصمه

(یعنی تکبر میری چادر ہے اور بزرگی میرا ازار ہے جو بندہ ان دونوں کو مجھ سے چھیننا چاہے گا میں اسے توڑ ڈالوں گا)

گویا کبریائی اللہ ہی کو زیب دیتی ہے حدیث میں یہ بھی ہے کہ جو تمہارے منہ پر تمہاری تعریف کرے اس کے منہ میں مٹی ڈال دو کہ یوں مادح، ممدوح کا گلا کاٹتا ہے یعنی ایسا کام کرتا ہے جس سے ممدوح فخر و غرور کا شکار ہو کر، انکسار عبودیت سے اتنا دور ہو جاتا ہے کہ آپ میں نہیں رہتا، ظاہر ہے کہ خدا تو نہیں بن سکتا، مگر فرعون خصلت ضرور ہو جاتا ہے۔ اور یہی ستائش ایک سالک کو بہکا کر اصل راستے سے بھٹکا دیتی ہے نتیجہ معلوم کہ اسے عرفان حق نصیب نہیں ہوتا۔ مدح، ایک عام انسان کو بھٹکاتی، ایک سالک کو بہکاتی اور ایک صاحب دل اور پختہ فکر انسان کو یقین و طمانیت کی دولت سے سرشار کرتی ہے نتیجہ معلوم کہ وہ زیادہ دلسوزی کے ساتھ خود بھی رفعتوں کی طرف لپکتا ہے اور گرے ہوؤں کی دستگیری بھی کرتا ہے۔ اسی لئے ایک اور مقام پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ "مومن کی مدح اس کے منہ پر کی جائے تو اس کے دل میں ایمان ترقی کرتا ہے"

گویا مدح کا اہل، مدح سن کر ایک سالم مشک کے مانند معمور اور مشک فشاں ہوتا ہے اور جاہل پھٹی ہوئی مشک ہے کہ اسے "باد دروغ" بھی فروغ آشنا نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔ نعت کو مدح و ستائش کی ان قباحتوں سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد، حضور ﷺ ہی ہر تعریف کے مستحق ہیں وہاں تو مدحت کا حق ادا ہی نہیں ہو سکتا کہ آپ کی مدح سرائی سے تو خود خوشبو اور نکہت کو بال و پر ملتے ہیں۔ جس قلم سے اس حسن دو عالم کی توصیف نکلتی ہے خود جلوے اس قلم کا طواف کرتے ہیں۔ نعت نبی ﷺ بہار آفرین کیفیتوں کی امین ہے اس ذکر حسیں کے فیض سے شب غم کی سحر ہوتی ہے۔ اسی باعث صبحیں، غبار نور میں ملبوس آتی، شامیں شفق کے پیرہن میں مسکراتی اور راتیں ستاروں کی ضو میں جگمگاتی ہیں۔ نعت سرائی کی دنیا میں قلم اپنی تمام اڑانوں، زبان اپنی تمام ندرتوں، اظہار اپنی تمام رعنائیوں اور خیال اپنی تمام رفعتوں کے باوجود حق مدحت کی ادائی سے قاصر ہے وہاں تو جبریل کی تائید ہی سے بات بنتی ہے جہاں حق ہی ادا نہ ہو رہا ہو وہاں فخر و کبر کا گزر کیسے ہو گا؟۔۔۔۔۔ اور پھر نعت تو وہ پاکیزہ صنف سخن ہے جس نے قلم اور زبان کو سچ کی عظمتوں سے آشنا کیا ہے

Marfat.com

یہ خیال غلط ہے کہ شعر میں مبالغے ہی سے تاثر پیدا ہوتا ہے حق یہ ہے کہ سچ اور تاثر لازم وملزوم ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ دل سے ابھرنے والی بات' دل میں نہ اترے "مشک سالم اور مشک دریدہ" کی تشبیہات' بقول مولانا رومؒ خود حضور ﷺ نے اس وقت استعمال فرمائیں جب کفار مکہ نے یہ اعتراض کیا۔ ع کہ چرا فربہ شود احمد بمدح

زبان رسالت نے خوشامدانہ انداز تخاطب' مبالغہ آمیز طریق مدحت' لاطائل حسرتوں کی شاعرانہ عکاسی اور تعلیانہ خودنمائیوں سے منع فرمایا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ آپؐ نے اپنی مدحت کے شاعرانہ اظہار کے لئے حضرت حسانؓ اور دوسرے مومن شعراء کو نہ صرف ترغیب وتشویق دی بلکہ ان کے فکر کی بلند پروازی اور اظہار کی جامعیت کے لئے دعا بھی فرمائی کہ انہیں اس میدان سخن میں روح القدس کی تائید حاصل رہے یہ مدحت جسے ہم اصطلاحاً "نعت" کہتے ہیں اس کی سماعت کا اہتمام ممدوح خود فرماتے رہے۔ نعت' قصیدہ نہیں ہے قصیدے سے ممدوح میں کبر وغرور ایسی احمقانہ خصوصیات ابھرتی ہیں کیونکہ وہ ان خوبیوں سے تہی ہوتا ہے جن کی عکاسی قصیدہ نگار کا قلم کرتا ہے۔ نعت میں اس ذات اقدس کی ثنا مقصود ہوتی ہے جو ہر نوع سے مکمل' ہر لحاظ سے احسن اور ہر اعتبار سے اجمل ہے جس میں صوری اور معنوی جمال' حد کمال پر پہنچ کر ہم آہنگ ہیں۔ جو علمی گہرائیوں اور عملی رفعتوں کی ایک ایسی کہکشاں ہے کہ اس کے انوار' جملہ ادوار کی ہر ظلمت کو اجالنے پر قادر ہیں۔ خدا کے بعد ہر تعریف انہی کے لئے ہے چونکہ اللہ نے ان کے ذکر کو بلند کر رکھا ہے اس لئے نعت کا پھلنا' پھولنا اور پھیلنا' منشائے فطرت ہے۔ حضور ﷺ جب اپنی تعریف سماعت فرماتے تو اللہ تعالیٰ کے اکرام وعنایات کے لئے ان کی ہر سانس' عجز ونیاز کے سانچے میں ڈھل کر' سراپا عبادت بن جایا کرتی تھی۔ جب ہر آن عطا کرنے والی ذات بے ہمتا کا تصور' روبرو ہو تو کسی ذاتی فخر وناز کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ نعت سرائی کفار شعراء کی گستاخانہ اتہام طرازیوں کے رد کے لئے لازم تھی اور دین حق کی اشاعت اور داعی حق کی عظمت کے اعلان کا ایک پاکیزہ ذریعہ تھی۔ کہ وہ دور شخصی کارناموں کو جمالیاتی دلپذیریوں کے ساتھ شعر بنا کر کعبے میں لٹکانے کا تھا شاعر' زمین کو جتنا زیادہ آسمان بنانے کی سعی کرتا تھا اتنا ہی مستحق ستائش قرار پاتا تھا' حضور ﷺ نے نعت گوئی کی ترغیب دے کر ایک طرف کفار کی شاعرانہ شرارتوں کا رد فرمایا تو دوسری طرف نوائے شعر کو واقعیت کا وہ حسن دیا کہ آج بھی نعت کہتے شاعر لرزتا ہے کہ کہیں قلم کی ہلکی سی لغزش' خیال کی ادنیٰ سی چوک اور الفاظ کے انتخاب کی غیر محسوس سی بے احتیاطی بھی' ایمان

Marfat.com

کے لئے خطرہ نہ بن جائے۔ نعت گوئی کے چشمے حب رسول ﷺ سے پھوٹتے ہیں اور یہ محبت دلیل ایمان ہے اور آج نعت گوئی کی دور رسالت مآب ﷺ کہیں زیادہ ضرورت ہے کہ اس وقت تو خود شارع اسلام ﷺ کی ذات پر انوار تمام تر فیوض و برکات کے ساتھ علم و حکمت اور تاثر و تزکیے کے لئے ہمہ وقت موجود و آمادہ تھی۔ صرف کچھ پا لینے اور عطا کرنے والے تک پہنچ جانے کی ہلکی سی آرزو مقصود تھی۔ پھر طالب مطلوب کی طرف خود کھینچ کے رہ جاتا تھا۔------- آج وقت اور دلوں کے فاصلے بڑھ گئے ہیں آج غیر تو غیر ہیں۔ اپنے بھی دریدہ دہنی، گستاخ بیانی اور نکتہ چینی سے خود کو ہنود و یہود کی معنوی اولاد ثابت کرنے کی سعی کرتے رہتے ہیں اور یوں اپنی قلبی خباثتوں اور نگی کثافتوں کے افشائے عام کو اپنا نشان امتیاز بنائے ہوئے ہیں' حال یہ ہے کہ

رات کے تاریک سناٹوں کی پیداوار لوگ
میکدوں میں سیرت خیرالبشرؐ پر نکتہ چیں

ایسے میں نعت سرائی وقت کی ایک اہم ضرورت ہو جاتی ہے مگر اس میں احتیاط کی ضرورت اس لئے ہے کہ کہیں ہماری بے اگام عقیدت' بے سند نغمہ سرائی اور بدعت آمیز وصف گوئی' خود گستاخان رسولؐ کے لئے حوالے کی چیز نہ بن جائے۔ بقول عرفی نعت گوئی تلوار کی دھار پر چلنا ہے اس لئے یہ قلم قلم اور لفظ لفظ احتیاط کی متقاضی ہے۔

کتابیات

۱۔ مفتاح علوم۔ شرح مثنوی مولانا رومؒ---- مولوی محمد نذیر عرشی

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد نمبر ۷

۳۔ ذکر رسولؐ "مثنوی رومی میں---- ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی

۴۔ تاریخ دعوت و عزیمت جلد اول---- مولانا ابوالحسن علی ندوی

۵۔ سیارہ ڈائجسٹ اولیائے کرام نمبر جلد دوم

۶۔ ادب نامہ ایران---- مرزا مقبول بیگ بدخشانی

Marfat.com

مولانا جامیؒ

(ز رحمت کن نظر بر حال زارم' یا رسول اللہ)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نام نورالدین عبدالرحمٰن' سفینتہ الاولیاء کے مطابق اصل نام عمادالدین تھا۔ مگر مشہور نورالدین۔ مقام پیدائش خرجرد ضلع جام (خراسان)۔ تاریخ پیدائش ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ (۷ نومبر ۱۴۱۴ء) بوقت عشاء۔ آپ کے والد کا نام نظام الدین احمد دشتی بن شمس الدین محمد ہے۔ تاریخ وفات ۱۸ محرم ۸۹۸ھ (۹ نومبر ۱۴۹۲ء) اور مقام وفات ہرات ہے۔ آپ کی نماز جنازہ حاکم ہرات نے پڑھائی تھی۔ آپ کا مقبرہ اپنے مرشد حضرت سعد الدین کے قریب ہے------ جوں جوں ساعت وصل قریب آتی گئی آپ کا دل دنیاوی وابستگی سے اچاٹ ہوتا چلا گیا۔ وقت آخر دو رکعت نماز ادا کی اور حالت نزع میں چلے گئے۔ سورہ یٰسین پڑھی جاری تھی کہ آپ نے آنکھیں کھول کر فرمایا "اب بس کرو' جامی مر چکا" اس کے بعد سکون واطمینان کے ساتھ جان' جان آفریں کے حوالے کر دی۔

آپ آغاز میں دشتی تخلص بھی کرتے رہے کیونکہ آپ کا خاندان آغاز میں اصفہان کے ایک محلے دشت میں آباد تھا۔ بعد میں آپ کے والد دشت سے جام منتقل ہوئے۔ یوں آپ کا تخلص بھی بدل گیا۔ مولانا عبدالماجد دریابادی کے مطابق جامی تخلص اس لئے بھی اختیار کیا کہ آپ کو شیخ الاسلام احمد جامؒ سے عقیدت تھی۔ وہ ثبوت کے طور پر ان کے دو شعر نقل کرتے ہیں۔

مولدم جام و رشحہ قلمم جرعہ جام شیخ اسلامی ست
لاجرم در جریدۂ اشعار بدو معنی۔ تخلصم جامی ست

مولانا جامی نے ہرات و سمرقند میں علوم متداولہ پر عبور حاصل کیا۔ اس دور میں یہ علاقے اسلامی علوم کے مرکز تھے۔ یہ دور آپ کی صغر سنی کا تھا۔ مگر اس عمر میں آپ نے دقیق علوم میں کمال حاصل کر لیا تھا۔ مولانا جامیؒ ابھی پانچ برس کے بھی نہیں ہوئے تھے کہ حضرت خواجہ "محمد پارسا نقشبندی" حجاز جاتے ہوئے جام سے گزرے تو عقیدت مندوں کے ہجوم میں آپ کے والد

Marfat.com

گرامی نے مولانا جامیؒ کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر حضرت کی زیارت کرائی۔ حضرت خواجہ آپ کی طرف خاص طور پر متوجہ ہوئے اور آپ کو مٹھائی (مصری) عطا فرمائی۔ اس زیارت کے اثرات مولانا جامیؒ عمر بھر محسوس کرتے رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دل میں روحانیت کی بنیاد اسی ساعت پڑ گئی تھی۔ "نفحات الانس" میں وہ صغر سنی کے اس حسین ولطیف اتفاق کا ذکر عقیدت واحترام کے جذبات کے ساتھ کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے بھی آپ کی قلبی محبتوں کا پتا چلتا ہے۔ آپ حضرت سعد الدین محمد الکاشغریؒ (تفتازانی) سے بیعت ہوئے۔ جو حضرت بہاؤالدین نقشبندؒ کے خلیفہ تھے۔ یوں آپ کا عرفانی تعلق سلسلہ نقشبندیہ سے قائم ہوا اور علم، نظر کے سانچے میں ڈھل کر سراپا اعجاز ہو گیا۔ مرشد کی وفات کے بعد آپ ان کے خلیفہ بنے۔ آپ نے کم و بیش ۶۱ برس کی عمر میں (۸۷۷ھ/۱۴۷۲ء) حج کیا اور واپسی پر اسلامی ممالک کی سیر کی۔ دمشق میں صرف ۴۵ دن ٹھہرے اور معروف محدث حضرت قاضی محمد خیضری سے سند حدیث حاصل کی۔ آپ کی زندگی کا معتدبہ حصہ ہرات میں گزرا۔

تصوف میں آپ حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ سے متاثر ہوئے۔ وحدت الوجود کے نظریئے کے قائل ہیں آپ کے نزدیک عشق حقیقی ہی سرمدی سعادتوں کا پیش خیمہ ہے اور جذب و عشق کی جملہ کیفیتیں اس مرکز حقیقی سے ابھرتی اور پروان چڑھتی ہیں۔ آپ نے اپنی اکثر تصانیف میں سالکان تصوف کی سچی رہنمائی کی ہے۔ آپ نے اپنی کتاب "لوائح" کے آغاز میں یہ آرزو کی تھی "اے اللہ، مجھے برے کاموں سے بچا، اشیا کے حقائق دکھا، ہماری آنکھوں سے غفلت کا پردہ اٹھا اور اپنے جمال کی تجلیات کا آئینہ عطا کر" اگر غور کیا جائے تو یہ دعا، عرفان و معرفت کی ابتداء بھی ہے اور انتہا بھی۔ معرفت کی اسی رفعت کا دوسرا نام تصوف ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم ہی کا حاصل ہے۔

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضان محبت عام سہی، عرفان محبت عام نہیں

مولانا عبد الماجد دریابادی، مولانا جامیؒ کے نظریات تصوف کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"جامیؒ کا زمانہ وفات نویں صدی ہجری کے اختتام کا ہے اس لئے انہیں دور متوسطین کی آخری یادگار کہہ سکتے ہیں یہ وہ زمانہ ہے کہ تصوف ایک مستقل نظام کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اسلام کی سادہ تعلیم میں فلسفہ اور غیر مذاہب کی آمیزش اچھی طرح ہو چکی تھی۔۔۔۔ یونانی مشرکوں کے فلسفہ کو مسلمانوں میں رائج ہوئے کئی سو سال ہو چکے ہیں اور اشراقیت و مشائیت،

Marfat.com

تناسخ وحلول، عقل کل ہیولیٰ اور اس طرح کے ----- کیسے کیسے عقائد اوہام، یونانی، مصری، ہندی، ایرانی فلسفہ، نجوم اور جوگ کے اثر سے اسلامی مدرسوں اور خانقاہوں میں داخل ہو چکے ہیں، ----- ملا جامیؒ اسی فضا میں آنکھ کھولتے ہیں اسی ہوا میں سانس لیتے ہیں، اسی غذا سے نشوونما حاصل کرتے ہیں اور اس کے بعد اپنے قلم کو گردش دیتے ہیں--- شیخ ابن عربیؒ کے رنگ مین رنگے ہوئے، ان کے فلسفہ وحدت الوجود میں ڈوبے ہوئے۔ اس پر بھی جب قدم اٹھاتے ہیں تو جادہ شریعت سے باہر نہیں پڑنے دیتے"

تصوف میں جناب جامیؒ کا مقام اس قدر بلند تھا کہ جب آپ نے اپنے مرشد کی بیعت فرمائی تو بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا کہ "شہباز ہمارے چنگل میں آ پھنسا ہے" خواجہ عبیداللہ احرارؒ آپ کی اس قدر تعظیم فرماتے کہ اپنے خطوط کو "عرضداشت" لکھا کرتے تھے اور اکثر فرماتے "خراسان میں تو آفتاب موجود ہے لوگ اسے چھوڑ کر ماوراء النہر کے چراغ (یعنی میرے پاس) کے پاس کیوں آتے ہیں" مولانا جامیؒ نے خودشناسی اور حق آگاہی کو آخر تک چھپائے رکھا۔ آپ اعلام سے زیادہ اخفا کے قائل تھے مگر خوشبو کب تک چھپ سکتی ہے وہ تو ہوا کے کندھوں پر سوار ہو کر راہوں اور راہیوں کو معطر کیا کرتی ہے۔ واصف علی واصفؒ کے الفاظ میں "گلاب کا نام خوشبو کے پروں پر سفر کرتا ہے۔ گلاب ذات ہے اور خوشبو صفت، ذات، اپنی صفات کے حوالے سے پہچانی جاتی ہے" یہی وجہ ہے کہ اس احتیاط و اخفاء کے باوجود ایک عالم، ان کا عقیدت کیش تھا۔ جس میں عوام سے لے کر خواص تک سبھی شامل تھے۔

تمہاری راہ میں ملتے ہیں خاک میں لاکھوں
اس آرزو میں۔ کہ تم اپنا خاک پا سمجھو

آپ جب دیار خدا اور رسول ﷺ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو جاتے اور آتے وقت آپ جہاں جہاں سے گزرے، جہاں جہاں رکے، ایک عالم، عقیدت و محبت سے فرش راہ بنا رہا، مرزا مقبول بیگ بدخشانی کے الفاظ میں "جامیؒ بہت خود دار اور غیور شاعر ہیں انہوں نے دنیاوی جاہ و منزلت کی خاطر کبھی کسی حکمران کی چوکھٹ پر سر نہیں جھکایا، لیکن اس کے باوجود حکمران ان کی بہت عزت کرتے تھے" ------ تاریخ بتاتی ہے کہ سیم وزر کی تھیلیاں اور نذرانوں کے انبار آپ کا خیر مقدم کرتے رہے مگر وہ آپ کی نگاہ غلط انداز کا بھی شرف نہ پا سکے کیونکہ مولانا خاصان بارگاہ میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں من کی دولت عطا کر رکھی تھی۔ اس لئے وہ تن کی دولت سے بے نیاز تھے۔ ان کی نگہ التفات سے تو خزف

Marfat.com

ریزے حریف گہر ہو جایا کرتے تھے' انہیں سیم وزر کی حاجت ہی کب تھی۔

پارس وہ سنگ ہے جسے ٹھکرا کے تو چلے
اکسیر جز ہے تیرے قدم کے غبار کا

علمی اعتبار سے مولانا ایک ہمہ جہت شخصیت تھے آپ کی تصانیف موضوعات کے تنوع کے لحاظ سے آپ کے وسعت مطالعہ و مشاہدہ کی دلیل ہیں۔ نثر ہو یا نظم ہر میدان میں آپ کا قلم رواں دواں ہے آپ کی نثری تصانیف میں فلسفیانہ توجیحات بھی ہیں' دینی توضیحات بھی اور تمثیلی انداز میں ناصحانہ اور متصوفانہ حقائق کا اظہار بھی۔ آپ کی تصانیف کی تعداد کم و بیش ۴۵ ہے ایک تذکرہ نویس نے ۹۹ بتائی ہے بعض اہم تصانیف یہ ہیں۔ نفحات الانس۔ صوفیائے کرام کے حالات پر مشتمل ہے لوائح کا موضوع تصوف ہے جو نثر اور نظم کا ایک حسین امتزاج ہے اشعۃ اللمعات۔ شیخ فخر الدین ابراہیم عراقی کی تصنیف لمعات کی تشریح ہے بہارستان' گلستان سعدی کی تقلید میں لکھی گئی ہے اس میں حکایاتی انداز میں بصائر و عبر کا ایک نصیحت آمیز تذکرہ ہے۔

شعری تخلیقات میں آپ کی سات مثنویاں قابل ذکر ہیں سلسلۃ الذہب ناصحانہ انداز میں ایک شعری کاوش ہے جس میں حکایات سے فکری نکات اخذ کئے گئے ہیں۔ سلامان و ابسال بھی تمثیلی پیرائے میں ایک طویل نظم ہے تحفۃ الاحرار اسی نوع کی ایک فلسفیانہ شعری کاوش ہے سبحۃ الابرار صوفیانہ انداز کی حامل ہے۔ یوسف زلیخا تاریخی اور قرآنی صداقتوں کی ایک منظوم تفسیر ہے۔ لیلیٰ و مجنوں' عربی ادب سے ماخوذ ایک عشقیہ مثنوی ہے۔ خرد نامہ سکندری بحث و مباحثہ کے انداز میں متکلمانہ شاعری کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔

جامی سے پہلے بھی ان موضوعات پر اکثر اکابر اہل علم و دانش قلم اٹھا چکے تھے مگر جامی کے قرینہ اظہار نے ان بار بار کے برتے ہوئے مضامین کو بھی نیا نیا سا کر دیا ہے جس طرح شعر میں مضامین محض انداز کی رعنائی سے انگڑائی لیتے اور جاگ اٹھتے ہیں اسی طرح ان فرسودہ موضوعات کو جامی کے قلم نے تازگی کا رنگ اور آہنگ دیا ہے غزلیات میں آپ کے تین دیوان ہیں۔ جو زمانی انداز سے مرتب ہیں۔ ۱۔ فاتحۃ الشباب (۱۴۷۹ء) ۲۔ واسطۃ العقد (۱۴۸۹ء) ۳۔ خاتمۃ الحیات (۱۴۹۰ء)۔ شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین تاجران کتب کشمیری بازار لاہور سے شائع شدہ کلیات جامی بڑے سائز کے ۴۷۵ صفحات پر مشتمل ہے وہ مسلسل ہے البتہ اس کے حاشیے پر مثنوی یوسف زلیخا مرقوم ہے۔ آپ کی دیگر تصانیف یہ ہیں۔ ۱۔ تفسیر تا بہ آیہ وایای

Marfat.com

فارھبون۔ ۲۔ شرح فصوص الحکم۔ ۳۔ شرح رباعیات ۴۔ شرح بیت چند از مثنوی مولویؒ ۵۔ شرح حدیث ابوذرؓ ۶۔ رسالتہ فی الوجود ۷۔ منظوم ترجمہ اربعین حدیث ۸۔ رسالہ لاالہ الا اللہ ۹۔ مناقب خواجہ عبداللہ انصاری ۱۰۔ رسالہ تحقیق مذہب صوفی متکلم و حکیم ۱۱۔ رسالہ سوال وجواب ۱۲۔ رسالہ مناسک حج ۱۳۔ رسالہ در قافیہ ۱۴۔ رسالہ منظومہ ۱۵۔ رسالہ کبیر در معما ۱۶۔ رسالہ متوسط ۱۷۔ رسالہ صغیر ۱۸۔ رسالہ عروض ۱۹۔ رسالہ اصغر در معما ۲۰۔ رسالہ موسیقی ۲۱۔ منشات ۲۲۔ فوائد الضیائیہ فی شرح الکافیہ ۲۳۔ شرح بعضے از مفتاح الغیب (منظوم ومنثور) ۲۴۔ نقد النصوص ۲۵۔ رسالہ طریق صوفیاں ۲۶۔ شرح بیت خسرو ۲۷۔ مناقب مولوی ۲۸۔ سخنان خواجہ پارسا۔

آپ ایک قادرالکلام شاعر تھے۔ کوئی صنف سخن ہو آپ کا قلم ہر فضا میں جذب ونور کی کہکشاں سجا سکتا تھا۔ حمد ونعت میں آپ کے فکر کی رسائی، قلم کی روانی اور احساس کی پاکیزگی نے آپ کی نگارشات کو ادبی اور مقصدی اعتبار سے بے حد معتبر بنادیا ہے۔ آپ کی بعض نعتیہ غزلیں اس قدر طویل اور مسلسل ہیں کہ وہ مثنوی بنتے بنتے رہ گئی ہیں۔ آپ کا ہر شعر آپ کی دینی بصیرت، قلبی آگہی اور فنی پختگی کی دلیل ہے۔ آپ ایک ایک شعر میں قرآنی حقائق سموتے، تاریخی صداقتیں سمیٹتے اور فکری نزاکتیں اجالتے چلے جاتے ہیں قرآن وحدیث کی شعری توضیحات نے آپ کے بیشتر رشحات خامہ کو تلمیحات بنا دیا ہے انداز اس قدر پختہ اور مطالب اس قدر عالمانہ ہیں کہ دور حاضر کی علمی بے مائیگی اسے سمجھنے سے قاصر ہے۔

کسے اپنے ہنر کا منظر جاناب دکھلاؤں
یہ عصر بے سخن ہے اس میں گنجائش کہاں میری

حق یہ ہے کہ سوز دروں ہی وہ خوبی ہے جو معنوی اعتبار سے شعر کو تیرنیم کش بنادیتی ہے اور تصوف نے مولانا جامیؒ کو جذب وشوق کے والہانہ پن سے نواز رکھا ہے بقول ایک اردو شاعر۔

سینے میں اگر سوز سلامت ہو تو خود ہی
اشعار میں ڈھل جاتی ہے، افکار کی صورت

ادب نامہ ایران کے مطابق ”عارفانہ مطالب کو جامی نے غزل کے پیکر میں اس خوبی سے پیش کیا ہے کہ یہ انہی کا حصہ ہے“۔ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق کے الفاظ میں۔

”مولانا نورالدین جامی نویں صدی ہجری میں علم، ادب اور عرفان کے آفتاب بن کر

Marfat.com

جمکے--- اور نعتیہ شاعری کو حکمت وعرفان کے مضامین سے مالا مال کر دیا۔ ان کے کلام میں علم، عرفان، جذب اور کیف کی عجیب وغریب جامعیت پائی جاتی ہے شوق دیدار اور اشتیاق زیارت روضہ انور کے مضامین میں شاعر کی باطنی کیفیت کے طوفان کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے"

مولانا جامیؒ کی نعتیں ان کی فنی صلاحیتوں کا عالمانہ ثبوت بھی ہیں اور ان کی روحانی عقیدتوں کا ایک عاجزانہ اظہار بھی۔ وہ حضور ﷺ کے حسن ظاہر کے ساتھ ساتھ حسن سیرت پر بھی روشنی ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ ان کے ہاں معجزات نبویؐ کا اشاراتی تذکرہ بھی ہے اور انوار رسالت ﷺ کا تفصیلی بیان بھی۔ وہ درود وسلام کے نذرانے بھی بھیجتے ہیں اور اپنی نارسائیوں کا اعتراف بھی جابجا کرتے چلے جاتے ہیں انہیں اپنی بشری لغزشوں کا احساس ہے اور ندامت کے آنسو، حضور ﷺ کی رحمتہ اللعالمینی کو آواز دیتے معلوم ہوتے ہیں انہیں خوب احساس ہے کہ بازار محبت میں تمنا ہی پائندگی کی دلیل ہے اور عجز ونیاز ہی فخر وناز کا واحد سرمایہ ہے انہی کا ایک شعر ہے۔

شوکت شاہی متاعے نیست در بازار عشق
نیستی می باید و مسکینی وا فگند گی

ان کی مثنویوں میں بھی نعتیہ اجزا موجود ہیں اور کلیات میں ایک ہی جگہ مخصوص نعتیں بھی۔ ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی کے الفاظ میں "جامی، جامع کمالات شخصیت تھے، سنائی اور خاقانی کے بعد نعت گوئی میں ان کا بڑا مقام ہے۔ صوفی ہونے کے باعث حضور ﷺ سے ان کی عقیدت ووابستگی بہت زیادہ ہے اور یہ عقیدت وتعلق اپنے بھرپور خلوص کے ساتھ ان کی نعتوں میں جلوہ گر ہے"

جامیؒ کی نعت سرائی پر جناب شمس بریلوی کا تبصرہ یوں ہے۔

"جامی یک جذبہ وارفتگی وشیفتگی بہ سرور کونین ﷺ دارد۔ بغیر ایں خلوص وشیفتگی نعت نگاری صورت نمی بندد واز کیف ودلکشی بہرہ نیابد۔ ایں خلوص وشیفتگی در نعت جامی دلکشی وکیف آفریدہ است"

مولانا جامیؒ کی نعت کے تفصیلی مطالعہ سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان مقامات کو ایک نظر دیکھ لیا جائے جہاں مولانا جامیؒ نے حضور ﷺ سے اپنے تعلق خاطر اور ثنائے حضور ﷺ سے اپنی شعری وابستگی کا ذکر کیا ہے کہ اس طبعی محبت اور فطری مناسبت سے ہٹ کر ان کی نعت نگاری کے رنگ وآہنگ اور نور وحضور کا کماحقہ، احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

Marfat.com

زلفت مصطفیٰ سرکن سرودے وزاں در آتشم افگن چو عودے

جائے محمد درون خلوت جان است نیست مرادیگری بجائے محمدؐ
حد ثنائش بجز خدا کہ شناسد من کہ واندیشہ ثنائی محمدؐ

من کہ زنم درسخنوری دم اعجاز عاجزم از شرح معجزات محمدؐ

مرہم راحت جراحت دگراں را جان من وداغ آرزوئی محمدؐ
دولت جامی بس اینکہ میگذارند عمر گرامی بگفت وگوئی محمدؐ

بجز بے خویشی ودرویشی ودلریشی وورد
ایں ہمہ بر دعوی عشقت گواہ آوردہ ام
دیو رہزن درکمیں، نفس ہوا، اعدائے دیں
زیں ہمہ باسایہ لطفت پناہ آوردہ ام
بستہ ام بریکدگر نخلیے زخارستان طبع
سوئے فردوس بریں مشتی گیاہ آوردہ ام

دولتم ایں بسکہ بعد از محنت ورنج دراز
برحریم آستانت می نہم روئے نیاز

وارہاں از گفتگوی زاغ طبعانم کہ من
عندلیب مدح گو مرغ ثناخوان توام

نبود دریں دیر کہن از نعت او خوشتر سخن
زیں نکتہ جامی بس مکن تاتاب داری وتواں
نعتش زبس فرخندگی جاں را دہد پائندگی

Marfat.com

ہست آں زلال زندگی باش ازاں رطب اللساں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجہ وجود کائنات ہیں چونکہ آخر ہیں اس لئے اول بھی ہیں۔ بقول مولانا ظفر علی خاںؒ "سب غایتوں کی غایت اولیٰ ہیں۔ تخلیق آدم سے لے کر ہبوط آدمؑ تک اور طوفان نوحؑ سے لے کر آتش نمرود تک' صبر ایوبؑ سے لے کر صلیب عیسیٰؑ تک درد والم' تنذیر و تبشیر' طلوع و غروب اور بہار و خزاں کے کتنے ہی سلسلے ہیں----- کہ وہ سب ایک ہی سلسلے کی کڑی معلوم ہوتے ہیں۔ ایک ہی وجود کے منتظر دکھائی دیتے ہیں' ایک ہی سالار کارواں کے لئے راستہ' آراستہ کرتے نظر آتے ہیں۔ کتنے ہی پاکیزہ نفوس اسی ایک شخصیت کے لئے دعائیں کرتے رہے' اور گرد و پیش سنوارتے رہے----- اور "پھر وہ آیا جو آنے ہی کے لئے آیا جو پچھلوں میں بھی اسی طرح تھا جس طرح پہلوں میں تھا' دور والے بھی اس کو ٹھیک اسی طرح پا رہے ہیں اور ہمیشہ پاتے رہیں گے جس طرح نزدیک والوں نے پایا تھا جو آج بھی اسی طرح پہچانا جاتا ہے اور ہمیشہ پہچانا جائے گا جس طرح کل پہچانا گیا تھا کہ اسی کے اور صرف اسی کے دن کے لئے رات نہیں ایک اسی کا چراغ ہے جس کی روشنی بے داغ ہے"

دنیا کی محفلوں کے دیئے سارے بجھ گئے
روشن جب ان کی بزم کی قندیل ہو گئی

حق یہ ہے کہ یہی وہ شخصیت ہے جس کے لئے کن فکاں کا یہ سارا نظام ساختہ' آراستہ اور پیراستہ ہے اس سراج منیر کے تذکرے کی ایک جھلک مولانا جامیؒ کے ہاں دیکھئے۔ انہیں تو لوح و قلم سے عرش و فرش تک کی ہر راہ اور ہر منزل اسی وجود سے بقعہ نور دکھائی دیتی ہے۔

زمانے کایں زمانہا بے نشاں بود — نشانہا جملہ عنقا آشیاں بود
شعاع مہر در صبح قدم بود — فروغ ماہ در شام عدم بود
نبود ایں آب جز موج سرابے — نبود ایں خاک جز سطح خرابے
ہنوز از نقش ہستی لوح سادہ — قلم را دست قدرت شق ندادہ
نہ جوہر نہ عرض نہ جسم وجاں بود — ہماں بود وہماں بود وہماں بود
جمالش خواست تا از جلوہ خویش — نہد آئینہ نظارہ در پیش
دمد صبح وجوب از باغ امکاں — کمالی سر کشد از جیب نقصاں

Marfat.com

شعاعی تافت از خورشید وحدت کزاں نور محمدؐ یافت خلقت
ازاں نور انبیاء جانی گرفتند وزاں مشعل چراغانی گرفتند
وجودش باعث ایجاد عالم شبوتش علت غائی ز آدم
بادم زاں ملک را سجدہ فرمود کہ محراب دعا ابروئے او بود
زعالم آدم وزآدم تو مطلوب ز گلشن گل زگل ہم بوست مرغوب
خلقت عالم برائے نوع بشرشد خلقت نوع بشربرائے محمدؐ

اب ''یارسول اللہ'' کی ردیف میں مولانا جامیؒ کی ایک معروف نعت دیکھئے۔

زرحمت کن نظر برحال زارم یارسولؐ اللہ
غریبم' بے نوائم' خاکسارم یارسولؐ اللہ
زداغ ہجر تو کے دل فگارم یا رسولؐ اللہ
بہار صد چمن درسینہ دارم یارسولؐ اللہ
توئی تسکین دل' آرام جاں' صبر وقرار من
رخ پر نور بنما بے قرارم یارسولؐ اللہ
توئی مولائے من' آقائے من' والی جان من
توئی دانی کہ جز تو کس ندارم یا رسولؐ اللہ
دم آخر نمائی جلوہ دیدار جامی را
زلطف تو ہمیں امید دارم یارسولؐ اللہ

پروفیسر ظہیر احمد صدیقی نے اپنے تحقیقی مقالے (فارسی غزل اور اس کا ارتقاء) میں مولوی جامیؒ کی درج ذیل نعت کا بھی تذکرہ کیا ہے یہ نعت بھی خطابیہ انداز میں ہے۔

یارسولؐ عربی! شاہ سوار مدنی بلبل مکہ وبطحا وسہیل یمنی
درحریم حرم خاص تو جبریل مدام کمتریں بندۂ درگاہ اویس قرنی
توکہ درباغ رسالت چو قدت سرو تراست سرو باغ ملکوتی وگل یا سمنی
رخ براں روضہ کن وخاک درش شوجامی زانکہ تو بلبل آں باغ وفائی چمنی

قرآن ایک مکمل پیغام ہدایت ہے' یہ الوہی پیغام جس قلب اور جس شخصیت پر نازل ہوا اس کے ہمہ پہلو اور ہمہ جہت احسن واکمل ہونے میں اسی طرح کوئی شک نہیں جس طرح اس پیغام کا جامع ہونا ہر شبہے سے بالاتر ہے ایک جزوی اور تشنہ شخصیت کوئی جامع اور مکمل پیغام

Marfat.com

دے ہی نہیں سکتی۔ آپؐ کے تعلیمات بھی جامع ہیں اور آپؐ کی ذات اقدس بھی ہر نوع سے مکمل۔ نہ اس میں کسی ترمیم کی ضرورت ہے نہ اس میں کسی اضافے کی حاجت۔

جس ذات پر نزول کلام مجید ہو
وہ ذات کم نہیں ہے مقدس کتاب سے

باقی انبیاء کا دین' دور اور دائرہ محدود تھا چونکہ حضور ﷺ کی شخصیت ہر رخ سے مکمل اور ہر نوع سے برگزیدہ ہے اس لئے نوع انسانی کی نجات آپ ہی کے تاباں نقوش پا کی رہین منت ہے دین اسلام کے تحت کتنے ہی نبی آئے' شریعتیں بدلتی رہیں' انسانی مزاجوں میں تلون رہا۔ اس لئے آئین زندگی بھی متنوع رہے جب تلون' ثبات واستقامت کے سانچے میں ڈھل گیا تو پھر اسے ایسا ضابطہ دیا گیا ہے جس کے بعد کسی رہنمائی کی ضرورت نہ رہی اور ضابطے کے ساتھ ہی ایک ایسی اجمل واکمل شخصیتؐ بھی دی گئی جو صرف کتاب کی قاری نہیں تھی بلکہ خود قرآن تھی اور جس کی اپنی زندگی قرآنی آیات کے سانچے میں ڈھل کر' جمال وجلال کے کمال کا ایک دل آویز اظہار بن گئی تھی۔ مولانا جامیؒ اپنی نعت میں' حضور ﷺ کو مرکز دور رسالت اور محیط کبریا کی اولین موج قرار دے کر' اس حسین انداز سے کمال لایزال کو مکمل اور مثال بے مثال کو ممثل بنا کر پیش کرتے ہیں کہ ذوق سلیم روش روش نکھرتا اور شوق نیاز چمن چمن مہکتا ہے۔

غناہا درلباس فقر آمد کہ تا از پردہ بیروں شد محمدؐ

محمدؐ مرکز دور رسالت نگاہ دیدۂ شخص جلالت
محیط کبریا را اولیں موج زلال عقل را صافی تریں موج

کمال لایزالی را مکمل مثال بے مثالی را ممثل

نیازش عرض بار کبریائی نمازش را زاسرار خدائی

فلک را باقیام او رکوعی ملک را باجود او خضوعی

Marfat.com

زہے ذات خدا ظاہر ز ذاتت　　صفاتت را تجلی از صفاتت

خدا از تو شد ظاہر خدائی　　جناب کبریا را کبریائی

غنائے حق ز فقرتست معلوم　　کمال او ز عجزتست مفہوم

چراغ عقل گردید از تو روشن　　دماغش یافت از مغز تو روغن

تو در یتیمی و ترا جائے برتر زہمہ چو درۃ التاج
فخر تو بفقر و تاجداراں آوردہ بفرق بردرت باج
در تیرہ شبے ضلال وخذلاں نور تو شدہ سراج وہاج
آیات تو درزمانہ روشن چوں شبگوں خط ز صفحہ عاج
مشتاق رہ ترا مغیلاں در زیر قدم حریر ودیباج
اے بردہ ز آفتاب بوجہ حسن سبق　　قرص قمر بمعجز حسن توگشتہ شق
جسمت نداشت سایہ والحق چنیں سزد　　زیرا کہ بود جوہر پاکت از نور حق
بردفتر جمال تو توریت یک رقم　　وز مصحف کمال تو انجیل یک ورق
دربزم احتشام تو سیارہ ہفت جام　　وز مطبخ نوال تو افلاک نہ طبق

سودہ ہمہ قدسیاں جبین ارادت　　بر تہ نعلین عرش سائے محمدؐ

سایہ نہاں شد چو آفتاب حقیقت　　تافت عیان از ہمہ جہات محمدؐ
در صف ہیجا بوقت صولت اعدا　　کوہ خجل ماندہ از اثبات محمدؐ

چرخ کہ خم شد پئے سجود محمدؐ　　ہست حبابی زبحر جود محمدؐ

Marfat.com

خواجگی کائنات داد خدایش لیک بفقر آمد افتخار محمدؐ
ہرچہ کند التماس درحق امت حق نکند رد التماس محمدؐ

حرز زمان چیست نعت ونام محمدؐ صلی علیٰ سید الانام محمدؐ
بہرہ نیابی ز ذوق باہمہ مستاں تانہ چشی جرعہ زجام محمدؐ
چرخ بریں باہمہ مدارج رفعت ہست کمیں پایہ از مقام محمدؐ

مہبط وحی خدا است جان محمدؐ کاشف سر ہدیٰ بیان محمدؐ
باہمہ اشجار چیست روضہ جنت چند نہالی زبوستان محمدؐ

صبح ہدی تافت از جبین محمدؐ عرصہ دنیا گرفت دین محمد
طوق بگردن سران جہان ست حلقہ گیسوئے عنبرین محمدؐ
نقد ہمہ کائنات آمدہ قاصر از ثمن گوہر ثمین محمدؐ
غیر جہاں آفریں کس نشاسد در دو جہان حد آفرین محمدؐ

داد زخیل سومیں مددش حق ضعف چوشد لاحق سپاہ محمدؐ
چوں گہ دعوت زباں کشادہ بدعویٰ بود حجر تاشجر گواہ محمدؐ

کتاب انبیاء گرد اشت تقدیم ز فرقانش ولی شد خط تقویم
ہرچہ بود درج در صحیفہ ہستی منتخبے باشد از کتاب محمدؐ

سلام علیک اے بملک رسالت ترا خاتم المرسلیں نقش خاتم

مطلع صبح صفاست روئے محمدؐ منبع احسان لطف خوئے محمدؐ

پیغمبر براہ راست' اللہ تعالیٰ کی نگاہ حفظ و محبت اور آغوش عطوفت و تربیت میں ہوا کرتا ہے۔ راہ حق میں شدائد اس کے ایمان کو پختہ تر' نگاہ کو روشن تر اور استقامت کو عظیم تر

Marfat.com

کرنے کے لئے پیش آتے ہیں۔ اندھیروں کے بعد روشنی' مصائب کے بعد راحت اور فراق کے بعد وصل ہوا کرتا ہے۔ نبوت کے دسویں سال' حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ دونوں انتقال کر جاتے ہیں اور بظاہر یہ دونوں سہارے بھی ٹوٹ جاتے ہیں اور دوسری طرف قریش کا ظلم و ستم اپنی انتہائی حدوں کو چھونے لگ جاتا ہے۔ عالم یاس میں نبی کریم ﷺ طائف تشریف لے جاتے ہیں کہ شاید وہیں کے پتھر موم ہو جائیں مگر وہاں بھی دعوت حق کے جواب میں داعی حق کو پتھراؤ سے اس قدر لہولہان کر دیا جاتا ہے کہ صبرو استقامت کا یہ عظیم کوہسار بھی آخر پھوٹ بہتا ہے اور درد و کرب بے ساختہ یوں التجاؤں کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے کہ اے اللہ! ''اگر مجھ پر تیرا غصہ نہیں ہے تو ان باتوں کی کیا پروا' مگر کچھ بھی ہو میری سمائی تیری عافیت ہی کی گود میں ہے تیرے چہرے کو وہ جگمگاہٹ جس سے ظلمتیں روشنی بن جاتی ہیں میں اس نور کی پناہ میں آتا ہوں---- مجھے منانا ہے اس وقت تک منانا ہے جب تک تو راضی نہ ہو' نہ قابو ہے نہ زور ہے مگر علی و عظیم اللہ ہی ہے'' ان التجاؤں کو قبولیت ملتی ہے دنیاوی سہارے ٹوٹنے کے بعد حقیقی سہارا واضح تر ہوتا ہے' رحمتوں کے دروازے کھلتے' آیات الٰہی کی عظمتیں نگاہوں کو روشن کرتی' شمس و قمر درمیان سے ہٹتے اور ارض و سما کے فاصلے سمٹتے ہیں نوری پسپا ہو جاتا ہے اور عظیم و جلیل خاکی انسان عرش الٰہی کی قربتوں کو چھو لیتا ہے یہی وہ تعجب خیز واقعہ ہے جسے معراج کہتے ہیں۔ قریش نے حسب معمول تمسخر اڑایا اور حضرت ابوبکرؓ نے حسب سابق اس کی تصدیق کر کے 'صدیق کا لقب پایا' مولانا جامیؒ نے اس واقعہ کو بھی اپنی نعت کا موضوع بنایا ہے ان کی مثنوی یوسف زلیخا کے آغاز میں اس واقعہ کا تفصیلی تذکرہ' شاعرانہ تاثر آفرینیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

شبے قدرش فزوں از لیلۃ القدر — فروغ انجمنش روشن ترازبدر
چہ شب درظلمتش آبحیاتی — سوادش وصل را خط براتی
ہمہ سرشار فیض از مقدم او — ہمہ صبح تجلی از دم او
براقش سرچناں برعرش سودے — کہ در چشمش فلک کوکب نمودے
رسید آنجا کہ جائے نیست جارا — دراں صحرا نہ راہی خود ہوا را
پر جبریل چوں بال نفس سوخت — زحیرت شمع خاموشی برا فروخت
تجلی برتجلی' اوج بر اوج — طلاطم بر طلاطم' موج بر موج

Marfat.com

پر افشاں ہوا پیائے وحدت غریق آشنا دریائے وحدت
خوش آں عاشق کہ یابد ایں چنیں وصل کہ بامعشوق خود وصل وز خود فصل
کرا از انبیاء ایں رتبہ دادند بسر ایں تاج معراجش نہادند

دیگر مقامات پر بھی معراج نبوی ﷺ کا تذکرہ موجود ہے چند شعر دیکھئے۔

اے خاک رہ تو عرش را تاراج یک پایہ زقدرتست معراج

حق شب اسریٰ چو داد بار محمدؐ از ہمہ بالا گرفت کار محمدؐ
گوہر اسرار ذات مخزن اسما کرد دراں تیرہ شب نثار محمدؐ

نعت، ثنائے محبوب کی ایک بلیغ صورت ہے اس میں جمال نبوت کی جھلک بھی ہے اور کمال رسالت کا بیان بھی۔ حضور ﷺ کے احسانات کا تذکرہ ہر دور کی نعت کا ایک دل آویز موضوع رہا ہے حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم المرتبت نعمت اور ایک رفیع الشان احسان ہیں۔ ان کا محبت بھرا تذکرہ اعتراف صداقت کی ایک عقیدت مندانہ کاوش بھی ہے اور تحدیث نعت کی ایک شاعرانہ سعی بھی---------- وہ ایک ایسا حسن ہیں کہ اس پر خود حسن آفرین بھی نازاں ہے وہ ایک ایسی رحمت ہیں کہ خونیں غسل کے بعد ظالموں کے لئے باران گل کی تمنا کرتے ہیں، وہ ایک ایسا شیشہ ہیں جو پتھروں سے ٹکراتا اور انہیں گداز بناتا چلا جاتا ہے، وہ ایک ایسا نور ہیں کہ جس کا سامنا کوئی سی ظلمت بھی نہیں کر سکتی۔ ان کا فیض ذروں کو صحرا کی وسعتیں عطا کرتا اور قطروں کو قلزم کی پہنائی بخشتا ہے، وہی تو ہیں جو شر کو خیر بناتے، بصارت کو بصیرت دیتے، جبینوں کو سجدوں کا نور بخشتے اور بے نواؤں کو جرات اظہار کی بے ساختگی عطا کرتے ہیں، ان کی غلامی کی سند یہاں بھی رخشاں ہے اور وہاں بھی تاباں۔ یہاں ان کے قدموں میں کہکشاں بچھتی ہے تو وہاں ان کے سر پر عرش بریں کا خنک سایہ ہوتا ہے اب جود و سخا کے اس بحر بیکراں اور عظمت و رفعت کے اس سپہر بریں کا تذکرہ مولانا جامیؒ کی نعت کے آئینے میں دیکھئے۔

بر ہر کہ تافت پرتو انوار مہر تو شد سرخروئی در ہمہ آفاق چوں شفق
نور بقا آمد آفتاب محمدؐ پردہ آں نور خاک و آب محمدؐ
ساختہ چوں زرناب ناسرہ مس را پرتو اکسیر التفات محمدؐ
ماہ بود عکسی از جمال محمدؐ مشک شمیمی ز زلف وحال محمدؐ

Marfat.com

روزنہ بکشا کہ تافت برہمہ عالم پرتو خورشید بے زوال محمدؐ
ہر کہ ز رو آورد براہ محمدؐ کے بودش راہ درپناہ محمدؐ
باگنہ ہمچو کوہ چشم شفاعت باشدم از عفو کوہ کاہ محمدؐ

یاشفیع المذنبیں' بارگناہ آوردہ ام
بردرت ایں بار باپشت دو تاآوردہ ام
چشم رحمت برکشا' موئی سفید من نگر
گرچہ از شرمندگی روئی سیاہ آوردہ ام
گرچہ روئے معذرت نگزاشت گستاخی مرا
کردہ گستاخی زبان عذر خواہ آوردہ ام

دفترے دارم سیاہ از معصیت بیچارۂ من
کز شفاعت نامہ نایدہ ز دیوان توام

از سحاب فیض لطف عام خود رشحی بریز
بردل وجانش کہ از لوث گناہ آلودہ اند

اگر فیض نورت نبودی نمودی
یکے ملت کفر واسلام باہم
زسعی تو شد فتح ابواب مغلق
زنطق تو شد کشف اسرار مبہم
توئی یارسول اللہ آں بحر رحمت
کہ باشد محیط از عطائی تویک نم
جگر تشنگانم ازرہ رسیدہ
ترحم علینا بماء ترحم
درونہا فگاریم ودلہا جراحت
از لطف تو داریم امید مرہم

Marfat.com

مسلمان، حیوان بھی بدتر کیوں نہ ہو جائے اس کے سینے کا شعلہ کتنا ہی سیہ پوش کیوں نہ ہو جائے اور اس کی حمیت، عفت کی قبروں کا غازۂ شب تاب ہی کیوں نہ بن چکی ہو، ایک نام ایسا ہے کہ اسے سنتے ہی مردہ دلوں کے تار بھی لرز اٹھتے ہیں اور ایک سرزمین ایسی ہے کہ اس کی تمنا دلوں کی بنجر وادیوں میں پھول بن کر مہکتی اور ستارے بن کر دمکتی ہے۔ وہ ذات اقدس محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور وہ سرزمین مدینہ طیبہ ہے۔ قدسی اس سرزمین کو اس لئے چومتے اور اہل نظر وہاں کی دھول کو اس لئے پھول سمجھتے ہیں کہ وہ اس روح بہاراں کی قیامگاہ ہے جس کے خرام حسیں سے صبا ٹہلنا اور جس کے تبسم دلنواز سے کلیاں چٹکنا سیکھتی ہیں۔ ان فضاؤں میں انفاس محمد ﷺ کی مہک رچی ہوئی ہے اور وہاں جاتے ہی مشام جاں معطر ہو جاتے ہیں اور ان راستوں میں آج بھی ان کی آواز پا ساعت میں نور بن کر اترتی محسوس ہوتی ہے۔ مولانا جامیؒ نعت سرائی پر آتے ہیں تو خاک طیبہ کو ارادت کی پلکوں سے یوں چومتے ہیں کہ ان کی والہانہ سرمستیوں پر رشک آتا ہے۔ چند شعر دیکھئے۔

ہست برون از دو کون اگرچہ ابظاہر
خاک مدینہ است تکیہ گاہ محمدؐ

چشم رمد دیدہ بر رحمت کرم کن
کحل جلائی ز خاک کوئے محمدؐ

لالہ صحرائی او بر چہرۂ گل داغ نہ
سبزہ اطلال او بر جعد سنبل مشکسائے

شد گلستاں از خوئی رخسار تو خاک حجاز
من بوئے گشتہ خرسند از گلستان توام

یارب مدینہ است ایں حرم کز خاکش آمد بوئے جاں
یا ساختہ باغ ارم یا عرصہ روض الجناں
بادش نسیم مشکسا، آبش زلال جاں فزا

Marfat.com

خاکش بود کحل جلا دردیدۂ اہل عیاں
جانہا قدم کردہ' زسر بہر طوافش رہ سپر
فرش مطافش کردہ پر مرغان عرشی آشیاں
خرم ازاں باران ونم کاید ز دریائے قدم
رویاند از خاک' دژم گلہائے حسن جاوداں
حسنی کر بر ماہ تافتہ مہ حبیب خود بشگافتہ
دز جنت ازوی یافتہ سرمایہ خیرات حساں
سرچشمہ آں حسن اگر خواہی کہ یابی زودتر
تاروضہ خیر البشرؐ مرکب زہمت کن رواں

مولانا جامیؒ کی غزل کاایک شعر ہے۔

عطر کفن زخاک درت کردم آرزو
آخر ببیں کہ می برم ایں آرزو بخاک

آرزو کے حسن ہی سے دل کے ساز میں سوز ابھرتا اور روح کی گہرائی میں گداز انگڑائی لیتا ہے۔ اسی سے انتظار کیف پاتا اور فراق بہلتا ہے سکھ کے موسم ہوں یا غم کے سلسلے' زندگی کا سارا کیف وکم آرزو ہی کا افشردہ وعصارہ ہے۔ آرزوؤں کی چتاؤں سے بھی آرزوئیں ہی جنم لیتی ہیں۔ آرزو کے اس طرب خیز اور کرب انگیز سلسلے کے خاتمے کی یہی ایک صورت ہے کہ کوئی ایسی صورت زیبا نظر آجائے جسے دیکھنے کے بعد آئینے میں صرف اپنی ہی آنکھوں کو باربار چومنے کا شغل باقی رہ جائے۔ حق یہ ہے کہ حاصل آرزو نصیب ہو جائے تو دست دعا کسی اور تمنا کے لئے اٹھتے ہی نہیں۔

نشاط رنگ وبو سے بے نیاز آرزو ہوکر
ہم اپنے روبرو آئے' تمہارے روبرو ہوکر

اس مقام پر چاہنے والا اس حد تک بے آرزو ہو جاتا ہے کہ اس کا ہر منشا کسی اور کا منشا بن جاتا ہے خدا اور خدائی کے محبوبؐ مقصود نظر ہوں تو یہی ایک مقصد دل کو بے نیاز آرزو کرنے کے لئے کافی ہے یہ حدیث پاک کس قدر معنی خیز ہے کہ "تمہارا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک تمہاری آرزو اس بات کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں"----
جامیؒ بھی دوسرے نعت گو شعراء کی طرح' اسی ایک منزل شوق کے لئے تمناؤں کے محمل

Marfat.com

باندھتے اور روانہ ہوتے ہیں۔ آرزو ایک ہی ہے کہ پلکوں سے اس عتبہ ناز کی جاروب کشی کی جائے اور دیدہ تر سے اس آستان پاک پر چھڑکاؤ ہو۔ چند شعر دیکھئے۔

کشم جاروب از مژگاں براں در   بخاکش ریزم آب از دیدہ تر
گزارم سینہ خاک مغیلاں   زخوں پر گل نمایم جیب و داماں
بدوش نالہ بندم محمل شوق   نفس رہ گردد دل منزل شوق
چہ نقش پانہم بر راہ سینہ   روم منزل بمنزل تا مدینہ

جامی کہ زتند باد عصیاں   شد خرمن طاعتش بتاراج
اکنوں رہ معذرت گرفتہ   مسکیں بشفاعت تو محتاج

جان گرامی دریغ نیست زعشقش   جان من صدچو من فدائی محمدؐ

گریئ ارباب شوق باد بہاری   خاروخسی آرد از دیار محمدؐ
ہمچو مژہ بردو دیدہ تادم محشر   جاکنم آنرا بیادگار محمدؐ

یارسول اللہؐ نمی گویم کہ مہمان توام   یافقیر طمعہ جو از ریزہ خوان توام
گرندارم افسر شاہی بسر ایں بس کہ ہست   گردن تسلیم زیر طوق فرمان توام

باید افشاند زہر نوک مژہ خون جگر   ہرکجا لعل لب او شکرافشاں بودست

تو قبلہ دعائے واہل نیاز را   روئی امید سوئے تو باشد زہر طرف
می بوسم آستانہ قصر جلال را   در دیدہ اشک عذر زتقصیر ماسلف
گرپردہ ہائے چشم مرصع گوہرم   فرش حریم قبر تو باشد زہی شرف
خوش حالم از تلافی خدام روضہ ات   باشد کنم تلافی عمرے کہ شد تلف

Marfat.com

کے بود یا رب کہ رو در یثرب و بطحا کنم　　گہ بمکہ منزل وگہ در مدینہ جا کنم
بر در باب السلام آئم بگریم زار زار　　گہ باب جبریل از شوق واویلا کنم
یا رسولؐ اللہ بسوئے خود مرا راہے نمائے　　تاز فرق سرقدم سازم زدیدہ پا کنم
آرزوئے جنت الماویٰ بروں کردم زدل　　جنتم ایں بسکہ برخاک درت ماویٰ کنم

از روئے حدیث زندگی کا انحصار ذکر الٰہی پر ہے جو دل اس ذکر کے نور سے خالی ہے وہ دھڑکنے کے باوجود مردہ ہے ایسے انسان کی حیثیت سانس لینے والے مردے سے زیادہ وقیع نہیں ہے۔ ذکر خداوندی افضل ترین عبادت ہے اللہ تعالیٰ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعزاز عطا فرمایا کہ اپنے ذکر کے ساتھ 'ان کے ذکر کو بھی لازم کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنا ذکر بھی بلند ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو بھی رفعت عطا کی گئی۔ ایسی رفعت کہ اوقات عالم کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا کہ کہیں نہ کہیں ذکر خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہو رہا ہو۔ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت یہ ہے کہ خود خدا بھی محو صلوٰۃ ہے۔ ملائکہ بھی پیہم نزول رحمت کی التماس کر رہے ہیں اور انسان بھی محو درود و سلام ہیں۔ اس مسلسل بارش لطف و کرم کے مورد و مرکز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ درود و سلام' دعائے رحمت اور طلب رحمت ہی کی ایک شرعی شکل ہے۔ مشیت ایزدی یہی ہے کہ ہم عالمین ہر لحظہ ان کے لطف و کرم سے فیضاب ہوتے رہیں۔ درود و سلام تقرب خداوندی کا ایک پاکیزہ واسطہ ہے حق یہ ہے کہ ذکر خدا بھی وہی مقبول و احسن ہے جو درود و سلام کے سیاق و سباق کے ساتھ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک ہے کہ "جو قوم اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے بیٹھی ہو اور اس نے درود شریف نہ پڑھا ہو تو وہ مجلس کے لئے باعث وبال ہوگی" درود و سلام سے ایک مومن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی رابطہ اور تعلق خاطر قائم رہتا ہے' ارشاد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "جو مسلمان مجھے سلام عرض کرتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو عالم استغراق سے اس کی طرف متوجہ فرما دیتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں" روح رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی مومن کی طرف متوجہ ہونا کس قدر سعادت آفرین اور نشاط آگیں ہے۔ کوئی نعت گو ایسا نہیں ہے جس نے درود و سلام کے لئے شعر کو ذریعہ اظہار نہ بنایا ہو بلکہ نعت' نام ہی' درود و سلام کی مختلف کیفیتوں کا ہے' مولانا جامیؒ کی نعتیہ شاعری میں درود و سلام کا ایک انداز دیکھئے۔

السلام اے قیمتی تر گوہر دریائے جود
السلام اے تازہ تر گلبرگ صحرائے وجود

Marfat.com

(سلام ہو اس ذات گرامی پر جو دریائے جود و کرم کے موتیوں میں سب سے زیادہ قیمتی موتی ہے
سلام ہو ان پر جن کی حیثیت صحرائے وجود میں گل ترکی سی ہے)

السلام اے آں کہ از جبہہ آدم بتاخت
نور پاکت کس نبرد از قدسیاں او را سجود

(سلام ہو اس ذات اقدس پر کہ جب تک اس کا نور آدم کی پیشانی میں نہ چمکا تھا' ان کا مقدس نور' مسجود ملائک نہ بن سکا)۔

السلام اے آنکہ نامد درہمہ کون و مکاں
تیز بینا نزا بجز نور تو در چشم شہود

(سلام ان پر کہ جب آپ کون و مکاں میں جلوہ افروز نہ ہوئے تھے اس وقت بھی اہل بصیرت کی چشم شہود میں آپ کے نور کے سوا کچھ نہ تھا)

السلام اے آنکہ ابواب شفاعت روز حشر
جز کلید لطف تو برخلق نتو اند کشود

(سلام آپ پر کہ حشر کے دن شفاعت کے دروازے بغیر آپ کی نگاہ کرم کے لوگوں پر نہ کھل سکیں گے)

السلام اے آنکہ نابودم دریں محنت سرائی
در سرم سودا و در جانم تمنائی تو بود

(سلام آپ پر کہ جب اس دنیا میں میرا نام و نشان بھی نہ تھا اس وقت بھی میرے سر میں آپ کا سودا اور میرے دل میں صرف آپ کی آرزو تھی)۶

سلام علیک اے نبی مکرم تراز آدم و نسل آدم
سلام علیک اے ز آبائی علوی بصورت موخر .بمعنی مقدم
سلام علیک ای زاسمائی حسنی جمال تو آئینہ اسم اعظم

Marfat.com

اقبالؒ دور حاضر کے ایک ایسے عظیم فلسفی شاعر ہیں جنہوں نے زندگی کی ہر سوچ کا محور، ہر محبت کا مرکز اور ہر نظر کا منظر رسول اکرم ﷺ کی ذات حسین کو قرار دیا ہے کیونکہ اپنی ذات کی پہچان اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا عرفان انہی کا فیضان ہے۔ حضرت اقبالؒ کی نگاہ عشق و مستی میں اسی لئے وہی اول نظر آتے ہیں، وہی آخر، وہی یٰسین، وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی طٰہٰ ---- اقبالؒ کی مقصدی شاعری اسی نوع سے سراسر نعت ہے۔ کہ وہ ہر مقام پر، بھٹکے ہوئے آہو کو حرم ہی کا راستہ دکھاتے ہیں اور ہر روحانی کرب کا علاج اسی بارگاہ بندہ نواز میں تلاش کرتے ہیں ۔

تو اے مولائے یثرب، آپ میری چارہ سازی کر
مری دانش ہے افرنگی، مرا ایماں ہے ز ناری

اقبال اپنی زندگی میں دیار پاک کی زیارت سے محروم رہے۔ مگر وہ دل ہی دل میں اس دیار ناز کی طرف روانہ ہوتے ہیں، اور ان راہوں کو عقیدت کی پلکوں سے چومتے ہیں۔ ان کا یہ تصوراتی سفر انتہائی کیف افزا ہے۔ مولانا جامیؒ کے ہاں بھی اس سفر دلنواز کی بعض ایسی ہی شعری تصویریں موجود ہیں جن کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ اس میدان نیاز و ناز میں اقبالؒ جامیؒ سے کس قدر متاثر ہیں اور اقبال کو اس اثر پذیری پر بجا طور پر ناز بھی ہے وہ کہتے ہیں۔

کشتہ انداز ملا جامیم
نظم و نثر او علاج خامیم
شعر لبریز معانی گفتہ است
در ثنائے خواجہ گوہر سفتہ است

اب اس دربار گہربار میں حاضری کے لئے عزم سفر اور دوران سفر میں پیش آنے والی صورت حال کے تصوراتی اور نغماتی اظہار کا ایک تقابلی کیف ملاحظہ ہو۔

محمل رحلت ببند اے سارباں، کز شوق یار
می کشد ہر دم برویم قطر ہائے خوں قطار
زودتر آہنگ رہ کن کہ آرزوئی او مرا
بردہ است از سینہ صبر، از دیدہ خواب، از دل قرار
پائے کوباں میبرد شوق جمال او مرا
زیر پایم چوں حریر و گل بود خارا و خار

Marfat.com

ہر نشان پا کہ می بینم زناقہ درہش
مینماید چہرۂ مقصود را آئینہ وار
محمل امشب دیری جنبد حدی آغاز کن
بے نوایاں را از نوائے دگیر از نوساز کن

بانگ رحیل از قافلہ برخاست خیز اے سارباں
رختم بنہ بر راحلہ آہنگ رحلت کن رواں
ناقہ ز الحان عرب آسودہ از رنج وتعب
طی می کند باصد طرب یکروزہ رہ در یکزماں
نے ہیچ جا منزل مرانی دل بکس مائل مرا
من ناقہ را ودل مرا سوئے حریم جاں کشاں
یارب مدینہ است ایں حرم کز خاکش آمد بوئے جاں
یا ساختہ باغ ارم یا عرصہ روض الجناں

جہاں تک اقبال کے تصوراتی سفر شوق کا تعلق ہے جناب م-ر- راتھر کے الفاظ میں "اقبال کو دربار رسالتؐ میں حاضر ہونے کی تمنا ہر وقت بے تاب کئے رہی' زیارت دیار رسولؐ کا شوق ان کے دل میں ہمیشہ چٹکیاں لیتا رہا- لیجئے وہ خیال ہی خیال میں منزل دوست کو چل پڑے

تو باش ا- ینجا و باخاصاں بیامیز   کہ من دارم ہوائے منزل دوست

لیکن چونکہ یہ معاملہ عقل و خرد کا نہیں' عشق و محبت کا ہے' اس لئے اپنی باگ ڈور عقل درماندہ کے ہاتھ سے لے کر عشق بے باک کے ہاتھ میں تھمادی-

الا یا خیمگی! خیمہ فرو ہل   کہ پیش آہنگ بیروں شد ز منزل
خرد در راندن محمل فرو ماند   زمام خویش دادم در کف دل

بڑھاپے میں جبکہ آفتاب جوانی ڈھل چکا ہے اور پیری کی شام سر پر آگئی ہے- اقبال نے عشق و محبت کے جنوں میں دیوانہ وار یثرب کی راہ لی ہے- سبحان اللہ! کیا تشبیہ ہے اور کیا تصویر کشی ہے-

باایں پیری رہ یثرب گرفتم
نوا خواں از سرور عاشقانہ

Marfat.com

چو آں مرغے کہ در صحرا سر شام
کشاید پر بفکر آشیانہ

ان دونوں صحرائے عرب میں موٹر کاریں نہیں چلتی تھیں۔ اونٹوں پر سفر ہوتا تھا، ہچکولے لگتے تھے، تکلیف ہوتی تھی، سفر نمونہ سقر ہوتا تھا۔ اقبال ضعیف العمر بھی ہیں اور علیل الطبع بھی ہیں۔ دیکھئے اپنی اونٹنی کے ساتھ کیا سرگوشیاں کر رہے ہیں۔

سحر با ناقہ گفتم نرم تر رو   کہ راکب خستہ و بیمار و پیر است
قدم آہستہ زد چنداں کہ گوئی   بپائش ریگ ایں صحرا حریر است

پھر ساربان کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں۔ اے دوست! تو نے اسے نکیل خواہ مخواہ ڈال رکھی ہے۔ یہ تو میری طرح گرفتار محبت ہے یہ بھاگ کر کہاں جائے گی۔

مہار اے سارباں او را نشاید   کہ جان او چو جان ما بصیر است
من از موج خرامش می شناسم   چو من اندر طلسم دل اسیر است

پھر اس کے گرفتار محبت ہونے کی دلیل یہ دیتے ہیں۔

نم اشک است در چشم سیاہش   دلم سوزد ز آہ صبح گاہش
ہماں مے کو ضمیرم را بر افروخت   پیاپے ریزد از موج نگاہش

مدینہ منورہ کے صحرا کا ذکر کس محبت سے والہانہ انداز میں کرتے ہیں۔

چہ خوش صحرا کہ در وے کارواں ہا   درودے خواند و محمل براند
بہ ریگ گرم او آور سجودے   جبیں را سوز تا داغے بماند

جمال رسول ؐ کا یہ عاشق صادق، محبوب مدنی ؐ کے پائے اقدس پر اپنی بیتاب آنکھوں کو ملنے کے لئے کتنا بے قرار ہے۔

بیا اے ہم نفس! باہم بنالیم   من و تو کشتہ شان جمالیم
دو حرفے برمراد دل بگوئیم   بپائے خواجہ ؐ چشماں را بمالیم

لذت حضوری میں دامن صبر ہاتھ سے چھوٹا جا رہا ہے دردمندانہ فریاد کرتے ہیں۔

مراں از در کہ مشتاق حضوریم   ازاں دردے کہ دادی ناصبوریم
بفرما ہرچہ می خواہی بجز صبر   کہ ما از وے دو صد فرسنگ دوریم

اقبال بارگاہ رسالت ؐ میں عرض گزار ہیں کہ حضور ؐ! میری درویشی جو قیصری اور فغفوری کو قابل اعتنا نہیں سمجھتی، اسکی وجہ محض آپ ؐ کی محبت ہے اور یہ سب کچھ آپ ؐ ہی کا فیض ہے۔

Marfat.com

مرا ایں سوز از فیض دم تست بتاکم موج مے از زمزم تست
خجل ملک جم از درویشی من کہ دل در سینہ من محرم تست"

اس مضمون میں مختلف موضوعات کے اعتبار سے جو اشعار منتخب کئے گئے ہیں وہ مولانا جامیؒ کی ان نعتوں سے ماخوذ ہیں جو ان کی کلیات کے آغاز میں درج ہیں۔ یہ وہ نعتیں ہیں جنہیں انہوں نے خود بطور صنف سخن الگ کیا ہے یا ان کی مثنویوں میں حمد کے بعد نعت کے عنوان سے جلوہ گر ہیں۔ مگر ان کے دیوان پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے پتا چلتا ہے کہ ان کی بعض غزلیں بھی نعتیہ آہنگ لئے ہوئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ایک صوفی جب غزل میں محبوب کا سراپا کھینچتا ہے یا اس کے حسن و جمال یا اوصاف و کمالات کا ذکر کرتا ہے تو اس کے پیش نظر فی الواقع رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہوتی ہے یا پھر اپنے مرشد طریقت کی شخصیت۔ جبکہ علائم و رموز، تشبیہات و استعارات اور قرینہ و اسلوب عموماً غزل کا ہوتا ہے۔ احسان اللہ دانش اپنے ایک مضمون "تصوف و اشارات تصوف" (نوائے وقت اپریل ۸۹ء) میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں، لکھتے ہیں۔

"ذکر ہوتا ہے انبیاء و مرسلین، مرشد اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا، یا پھر حسب مقامات واحوال اپنے شیخ یا شیوخ طریقت کا، مگر اشارہ کنایہ اسے مجاز بنا دیتا ہے جس میں بظاہر شاعر اور بباطن صوفی اپنے واردات کو بیان کرکے بھی چھپا جاتا ہے قدیم فارسی اور اس کے اتباع میں اردوئے معلیٰ میں محبوب یا معشوق اسی بنا پر مذکر ہوتا ہے جسے غیر کیا۔ اپنے بھی غلط معنی پہناتے ہیں۔ فارسی کے قدیم شعراء تقریباً تمام کے تمام صوفی تھے، سعدیؒ، حافظؒ، جامیؒ اور خسروؒ سب کے سب کا کلام اسی انداز کا ہے مضامین توحید کو چھوڑ کر جو بالعموم وحدت الوجود کی کیفیات کو بیان کرتے ہیں، زلف و رخسار، خدوخال اور چشم وقد وغیرہ کے ذکر میں صوفیائے کرام کے اشعار اگر براہ راست نعت یا منقبت پر مبنی نہ ہوں عام طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا بیان کرتے ہیں یا اس امر کی بھی نشانی ہوتے ہیں کہ کہنے والے کو روحانیت میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حضوری بھی حاصل ہے "شاہ شمشاد قداں، خسرو شیریں سخناں" (سعدی) پری پیکر، نگار سروقدے، لالہ رخسارے (خسرو) اور بلبل زتو آموختہ شیریں سخنی ہا (جامی) جیسے اشعار میں اشارہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہوتا ہے۔"

اب مولانا جامیؒ کی غزلوں کے چند شعر دیکھئے، ان کے نعتیہ ہونے میں کیا شک ہے غائر مطالعہ کے بعد اس نوع کے اور بھی بہت سے پاکیزہ نقوش مل سکتے ہیں۔ درج ذیل انتخاب ی

Marfat.com

حیثیت تو ان گلہائے تر و تازہ کی ہے جو محض ورق گردانی کے دوران میں خود بخود نگاہوں لپٹ گئے ہیں ؎

گاہ در دل سازو گہ در دیدہ جا | ہر دو جائی تست یا بدرالدجیٰ
تا بہر چشمے زراہت سرمہ برد | چشم من دارد غباری از صبا

کس نیست در جہان کہ زحسنت عجب نماند | اے در کمال حسن عجب ترز ہر عجب
تا زلف تو شبست رخت آفتاب چاشت | واللیل والضحیٰ ست مرا ورد روز و شب

خوش آں برق رخشاں کہ از کوئے جاناں | درخشد چو بر آسماں نجم ثاقب
فصیحی کہ درجست در درج لعلش | رموز نوادر نکات غرائب

اے وضح والضحیٰ جبینت | واللیل نقاب عنبرینت
طٰہٰ رقمی زد آستانت | یٰسیں علمی بر آستینت
تو صاحب کان کنت کنزاً | اعیان رسل قراضہ چینت
چوں برتو خدائی آفریں گفت | جامی چہ سزائی آفرینت

اے درت کعبہ ارباب نجات | قبلتی و جہک فی کل صلات
بر سر کوئی تو نا کردہ وقوف | حاجیانرا چہ وقوف از عرفات
گر عبارت کند از میم دہانت | آید چشمہ میم آبحیات

اے آفتاب روئے تو عکس فروغ ذات | ظاہر ززلف وخال و خطت کثرت صفات
کردم نماز درخم محراب ابرویت | قرت بنور وجہک عینائی فی الصلات

للہ الحمد کہ بعد از سفر دور و دراز | میکنم بارد گردیدہ بدیدار تو باز
مژہ برہم نزنم پیش تو آری نہ خوش است | کہ ترا چہرہ بود باز و مرا دیدہ فراز

Marfat.com

لیک در شرع وفا نیست نمازی به ازاں   که نهم روئی ادب پیش تو برخاک نیاز
پی بتوحید برد از الف قامت تو   هرکه ادراک حقیقت کند از حرف مجاز
جامی از شوق مقام تو نوائی که زند   بهر عشاق ره است بود سوئے حجاز

سرویست قامت تو زبستان اعتدال   سرتاقدم لطیف تر از پیکر خیال
روح مقدس ست که سلطان قدرتش   تشریف دا ده خلقی از عالم مثال
لی نور اقدس ست که از موطن بطون   بنمود درجمیل ترین مظهر جمال
آں نور پاک ظاهر وشخص تو مظهراست   باشد میان ظاهر ومظهر دوئی محال

زهی رسیده ترا هر دم از خدائی پیام   علیک الف صلوٰة والف الف سلام
فزوده پر تو ردیتو نور مهر سپهر   شکسته معجز حسن تو قدر بدر تمام
بحشر اگر بکشائی زلعل نوشین مهر   بهشتیاں چه کنند از رحیق مشک ختام
کدام دل که ز ارباب نطق واهل بیان   بت نبرد بلطف مقال وحسن کلام
زفیض جام تو جامی مدام جرعه کش است   بلی نصیب بود خاک راز کاس کرام

کے بود یارب که رو در یثرب وبطحا کنم   گه بمکه منزل وگه در مدینه جاکنم
یا رسول الله بسوی خود مرا راهی نمائے   تاز فرق سرقدم سازم زدیده پاکنم
آرزوئے جنت الماوٰی بروں کردم زدل   جنتم ایں بسکه برخاک درت ماواکنم
خواهم از سودائے پابوست نهم سردرجهاں   یابپایت سرنهم یا سر دریں سوداکنم

بنمائے رخ که مطلع صبح صفاست ایں   آئینه جمال نمائی خداست ایں

اے زلعلت کامجو روح الامیں   خط سبزت رحمته اللعالمیں
گل لطافت دا رد وسرواعتدال   تو سهی قامت هماں داری همیں
در رهم گوئی از سرکن قدم   پایم از شادی نیاید برزمیں

Marfat.com

ریختہ در پائے تو جامی زچشم ہمچو نظم خویش درہائی ثمیں

اے مظہر حسن لایزالی مرآت جمال ذوالجلالی
انوار تجلی قدم را رخسار تو احسن الجمالی
در شان کمال تست نازل آیات مکارم ومعالی
رویت طرف من النہارست زلفت زلف من اللیالی

لی حبیب عربی مدنی قرشی که بود درد و غمش مایہ شادی وخوشی
فہم رازش نکنم او عربی من عجمی لاف مہرش چہ زنم او قرشی من حبشی
ذرہ وارم بہوا داری او رقص کناں تاشد او شہرۂ آفاق بخورشید وشی
گرچہ صد مرحلہ دوراست زپیش نظرم وجہہ فی نظری کل غداۃ و عشی

کلیات جامی مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی (۱۹۸۲) کی تعارفی سطور میں جناب شمس بریلوی نے بھی غزلیات جامی کے نعتیہ رنگ و آہنگ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

"ایں کلیات جامی را برائے ایں مقصد چاپ کردہ اند کہ پاکستانیاں تمائل دارند بکلام فارسی بویژہ کلام حضرت جامی قدس سرہ مبنی بر غزل ہائے کہ در نعت سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرودہ است تا از مطالعہ آں غزل خوش وقت شوند۔ زحمتی برائے حصول چنیں کلام عارفانہ ونعتیہ نکشند پس سپاس ایں کار بر ذمہ ارباب حال وقال عائد می شود' امیدوارم کہ از ذمہ آں خواہند بر آمد"

مولانا جامیؒ کی دو معروف نعتوں کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں مولانا جامی کی دستیاب کلیات میں موجود نہیں ہیں۔ ایک نعت ہم ذرائع ابلاغ سے مترنم انداز میں اکثر سنتے ہیں جس کا اولین مصرع ہے "بلبل از تو آموختہ شیریں سخنی را" اس نعت کا ذکر احسان اللہ دانش نے اپنے مضمون تصوف واشارات تصوف (مطبوعہ نوائے وقت ۱۷ اپریل ۱۹۸۹ء) میں کیا ہے اور دوسری نعت ہے "نسیما جانب بطحا گزر کن" اس نعت کا ذکر 'تاریخ ملتان' مرتبہ کرم الٰہی بدر (۱۹۷۸ء) میں تاریخی پس منظر کے ساتھ درج ہے وہ مقدمہ کتاب میں ملتان کی تاریخی' ادبی' اور روحانی عظمتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں "مشہور فارسی شاعر عراقی جب تزکیہ نفس کے لئے ملتان آئے اور خانقاہ شیخ (حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ) موسس اعلیٰ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں چلہ کشی شروع کی تو ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور

Marfat.com

انہوں نے فارسی زبان کی لازوال غزل کہی۔

نخستیں بادہ کاندر جام کردند ز چشم مست ساقی وام کردند
لب میگون جاناں جام دردار شراب عاشقانش نام کردند
زبہر نقل مستاں از لب و چشم مہیا شکر و بادام کردند
بہ عالم ہر کجا درد و غمے بود بہم کردند و عشقش نام کردند
چو خود کردند راز خویشتن فاش عراقی راچرا بدنام کردند

فلسفہ والٰہیات کے جو مسئلے سالہا سال کی قیل و قال سے حل نہیں ہوتے وہ اس غزل میں صاف اور واضح ہیں۔ اسی طرح جب مولانا جامیؒ اپنی صفائی باطن کے امتحان میں کامیاب ہو کر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت پاک سے سرفراز ہوئے تو انہوں نے قلعہ ملتان پر حضرت شیخؒ کے قدموں میں کھڑے ہو کر اپنی شہرۂ آفاق التجا لکھی۔

نسیما جانب بطحا گزر کن ز احوالم محمدؐ را خبر کن
بہ برایں جان مشتاقم بہ آں جا فدائے روضہ خیر البشرؐ کن
توئی سلطان عالم یا محمدؐ ز روئے لطف سوئے من نظر کن
مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش خدایا ایں کرم باردگر کن

اس نعت کے بارے میں شمس بریلوی کی تحقیق یوں ہے۔ "از بغداد قصد نجف (مدفن حضرت علیؓ) کرد و بفیض زیارت مستفیض گشت آنجا قصیدہ ای بہ منقبت حضرت علیؓ انشا کرد کہ مطلع اش ایں ست"

اصبحت زائرا لک یا شحنہ نجف بہر نثار مقدم تو نقد جاں بکف

پس از زیارت نجف بسوئے مدینتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم رہ سپار گردید و پیامے کہ بزبان نسیم و صبا می فرستاد۔

نسیما جانب بطحا گزر کن ز احوالم محمدؐ را خبر کن

خود آنجا رسیدہ عرضہ داد و قصیدہ ای (بہ بست ترکیب بند) در نعت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بسرودہ کہ مطلع اش ایں ست۔

ماء معین چیست خاکپائے محمدؐ حبل متین ربقہ ولائے محمدؐ

پس از زیارت روضہ اقدس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بسوئے مکہ مکرمہ رخت سفر بربست، بعد از فراغت مناسک حج از راہ شام مراجعت نمود۔ اما دل بے قرارش نگزاشت کہ راست بہ

Marfat.com

ملک شام رود- چنانچہ بار دیگر بہ روضہ سید المرسلین ﷺ برسید ودعائے کہ در حرم کردہ بود "الٰہی ایں کرم باردگر کن" مستجاب گشت پس بسوئے ہرات رہ سپار گردید" اور حیرت کی بات یہ ہے کہ مکمل صورت میں یہ نعت اس کلیات میں بھی موجود نہیں ہے۔ مقدمے میں صرف حوالہ ہے۔

اکثر تذکرہ نویس حضرات نے مولانا جامیؒ کے قلمی نوادرات کا ذکر کرتے ہوئے، چہل حدیث کے منظوم فارسی ترجمے کا تو ذکر کیا ہے (یاد رہے کہ اس منظوم ترجمے کو ماضی بعید میں' لاہور کے ایک اشاعتی ادارے مرغوب ایجنسی نے پاکٹ سائز پر بہترین انداز میں طبع کیا تھا۔ انہی چالیس حدیثوں کا منظوم اردو ترجمہ مولانا ظفر علی خاں اور روش صدیقی نے کیا تھا۔ (جو یکجا انداز میں راقم کی ایک تالیف مرقع چہل حدیث میں محفوظ کیا گیا ہے) چونکہ ازروئے فرمان رسالت ﷺ چالیس حدیثوں کو محفوظ کرنے والے کے لئے روز قیامت فقیہ و شہید کے بلند مدارج کی بشارت ہے اسی لئے ارباب شوق' ہر دور میں مختصر ترین چالیس حدیثوں کا انتخاب کرتے رہے کہ جنہیں یاد کرنے میں آسانی ہو- اس نوع کی کوششیں اسی بشارت کا نتیجہ اور اس آرزو کا حاصل ہیں مگر بوصیریؒ کے قصیدہ بردہ کے منظوم فارسی ترجمے کا ذکر کسی نے نہیں کیا۔ حالانکہ مولانا جامیؒ نے بوصیریؒ کے اس نعتیہ قصیدے کو بڑے ہی اہتمام و عقیدت کے ساتھ فارسی میں نظم فرمایا تھا۔ یہ ترجمہ کم و بیش نایاب ہو چکا تھا۔ اسے میاں حاجی محمد' عبدالخالق تاجران کتب شہر پشاور بازار قصہ خوانی نے تین منظوم پشتو تراجم کے ساتھ شائع کیا۔ فارسی منظوم ترجمے کے ساتھ کہیں بھی مولانا جامیؒ کا نام نہیں ہے اور نہ ہی اس قدیم کتاب پر سن طباعت درج ہے۔ بہرکیف یہ ایک نادر اور جامع کاوش ہے بعد میں حیدر آباد دکن کے محمد فیاض الدین نظامی ۱۳۷۷ھ / ۱۹۵۷ء میں مولانا جامیؒ کے اس منظوم ترجمے کو اپنے منظوم اردو ترجمے کے ساتھ یکجا کیا' جسے تاج کمپنی کراچی نے بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ ایک نعتیہ شعر کی ترجمانی کا رنگ ملاحظہ ہو۔

کالزہر فی ترف والبدر فی شرف
والبحر فی کرم والدھر فی ہمم (بوصیریؒ)
چوں بہار از تازگی بدہمچو بدر اندر شرف
ہمچو دریا درکرم چوں روزگار اندر ہمم (جامیؒ)
تازگی میں ہیں وہ غنچہ اور شرف میں مثل بدر

Marfat.com

دہر میں، ہمت میں اور بخشش میں دریائے کرم

(محمد فیاض الدین نظامی)

یہ دونوں شعری نوادر بھی نعت ہی کے ضمن میں آتے ہیں کیونکہ یہ گو ترجمے کی شکل میں ہیں مگر منظوم ہیں اور حضور ﷺ کے فضائل، شمائل اور خصائل کا ایک نغماتی اظہار ہیں۔ اسی کا نام سیرت اور اسوۂ رسول ﷺ ہے اور اسی کی منظوم شکل کا نام نعت ہے اسی طرح مولانا جامیؒ کا "دیوان بے نقاط" بھی اس قابل ہے کہ اسے تذکرہ نویس محفوظ کریں یہ دیوان ۱۳۴۷ھ میں شیخ الٰہی بخش و محمد جلال الدین تاجران کتب کشمیری بازار لاہور نے شائع کیا تھا۔ افسوس کہ آج ایسی کتابیں کہنہ و بوسیدہ کتب فروشوں کے ہاں، فٹ پاتھوں پر چراغ رہ گزر بن کر لودے رہی ہیں۔ نہ کوئی انہیں دیکھنے والا ہے نہ سنبھالنے والا اور نہ کوئی دور حاضر کے محدود و مسدود مطالعہ کے حامل "دانشوروں" کے لئے کسی تشریحی یا تفہیمی انداز میں ایک نئے قالب کے ساتھ پیش کرنے والا، دور حاضر کی قدریں بدل گئی ہیں فارسی اور عربی کا ذوق بیوہ کے آنسوؤں کی طرح اداس ہے۔ تعلیم بہت زیادہ بڑھ گئی ہے اور علم اتنا ہی گھٹ گیا ہے۔ فارسی اور عربی کے ادب عالیہ سے حظ اٹھانا تو دور کی بات ہے اسے پڑھنا اور سمجھنا بھی غنیمت شمار ہوتا ہے نہ دیکھنے والی نظر رہی ہے نہ سمجھنے والے دل اور نہ سنبھالنے والے ہاتھ----

بہرکیف یہ دیوان کم و بیش ۱۷۴ غزلوں، ۵۴ رباعیات و قطعات و فردیات، ایک مناجات اور ایک حمدیہ مثنوی پر مشتمل ہے چونکہ یہ دیوان بے نقاط ہے۔ ایسے لفظ استعمال کئے گئے ہیں جن پر کوئی نقطہ نہیں ہے اللہ، رسول، احمد، محمد، آل غیر منقوط ہیں مولانا نے ان سے خوب فائدہ اٹھایا ہے اور اپنے لئے لفظ مادح یا مادحا بطور تخلص استعمال کیا ہے قدیم دور میں اس نوع کی کاوشوں کا رواج تھا کہ اس دور کے اہل علم، اپنی علمی گہرائی، فکری گیرائی، لفظی توانائی اور شعری رعنائی کے اعتبار سے بحر زخار تھے۔ وہ علمی وجاہتوں کے ساتھ ساتھ اپنے زہد و اتقاء کے اعتبار سے بھی بلند پایہ ہوا کرتے تھے وہ تلاش حق میں عمریں صرف کرتے، رشد و ہدایت میں شب و روز مصروف رہتے، اپنی راتوں کو آنسوؤں کے تاروں سے منور رکھتے اور اپنے دنوں کو ذکر الٰہی سے معطر کئے رہتے تھے۔ اور ساتھ ہی قرطاس و قلم کی وادیوں میں بھی اپنے نوادرات علمیہ اور اختراعات فائقہ سے گل و گلزار کھلاتے چلے جاتے تھے----اور آج ہمارے ادبی افلاس کا یہ عالم ہے کہ ان اکابر کی علمی و دینی کاوشوں کو بغیر لغت کے چھونے کی ہمت بھی نہیں کر سکتے۔ بہرکیف اس دیوان بے نقاط سے ماخوذ ایک نعتیہ انتخاب درج ذیل ہے گو اس میں

Marfat.com

بہت سی نعتیہ غزلیں بھی ہیں جن کے لئے ایک الگ مضمون مطلوب ہے۔

الٰہا محمد کہ محمود ما رسول وکرمگار و مودود ما
دلا گو سلام رسول احد کہ احمد ورا اسم محمود ما
ہر مدح رسول ماکردہ گرد آورد ہر مصالح را
ہر کہ مداح آل او بگردد دور دارد ہمہ مطالح را

ہر کس کہ مدح احمد مرسل دوام کرد اللہ کرد ہرہمہ آمال او روا

مادحاگو ہمارہ حمد اللہ کہ رسول آمدہ مطاع مرا

الٰہا کردہ ام ممدوح عالم کہ ہر دم مدح احمد کرد مادح

محمدؐ دوکردہ مہ ۔ گرد . را کہ ماہ آمدہ مہر دار محمدؐ

الا ماد حاگو درود رسول کہ علامہ مہر علام کرد

دعا گو مادحا ہردم کہ کردہ مرا رحم وکرم طاہر محمدؐ

مکرم الدہر محمدؐ طاہر کامدہ سراحد را ماہر

گو درود احمد مرسل دوام ساکا آوردہ ارسال عمر

کردہ سوال درسرسدرہ مراد ما ہموارہ در مراد سوال محمدؐ
مرسل عصر ما رسولؐ اللہ آمدہ سرور صدور ارم
عمر با عمرم رود در ماہ وسال مادحا در مدح سردار امم

Marfat.com

گو دلا حمد الہ ومدح احمد را دوام   گر وصال عالم الاسرار حاصل کردہ

آخر میں چند شعر جو مولانا جامیؒ نے ۸۹۰ھ میں لکھے تھے۔ علاوہ ازیں کچھ متفرق نعتیہ اشعار

نگاہے کہ افتد بہر مرغزارے   گلستاں گلستاں بہارے بہارے

(جس مرغزار پر بھی میری نظر پڑتی ہے وہاں گلستاں اور بہار ہی نظر آتی ہے)

بہر منزلے بخت خوش می سارند   چہ شام دل آرا چہ صبح بہارے

(میری خوش نصیبی مجھے جس منزل پر بھی پہنچاتی ہے وہاں کی ہر شام دلکش اور ہر صبح بہار آفرین ہے)

دلم خاک شد در رہ شوق لیکن   پس کاروان است مشت غبارے

(راہ شوق میں مرا دل خاک ہو گیا ہے لیکن وہی ایک مشت غبار قافلے کے پیچھے ہے)

ترحم ترحم خدارا ترحم   بکویت فتادہ غریب الدیارے

(رحم کیجئے رحم کیجئے خدا کے لئے رحم کیجئے آپ کے کوچے میں ایک پردیسی پڑا ہوا ہے)

فدایم ہزاراں بجان گرامی   بہ آں شہر خوبی چناں شہریارے

(میں ہزار جان سے فدا ہوں اس مبارک شہر پر اور اس محترم شہریار پر)

مولانا جامیؒ کے نعتیہ کلام کے سلسلے میں ایک اور امر قابل ذکر ہے کہ جناب شفیق بریلوی نے اپنے نعتیہ مجموعے "ارمغان نعت" میں مولانا جامیؒ کی ایک نعت دی ہے جس کا پہلا شعر ہے۔

اے ذات تو از صفات ماپاک   کنہ تو برون زحد ادراک

یہ دراصل حمد ہے جسے جامیؒ نے فی توحید الباری عز اسمہ کے عنوان سے رقم کیا ہے‘ غالباً فاضل مرتب کو التباس ہوا ہے اس سلسلے میں اصلاح ضروری ہے کیونکہ حمد‘ کسی نوع سے بھی نعت نہیں ہو سکتی۔ اب چند اور نعتیہ شعر۔

ہست مہمانسرائی نعمت ہستی
عالم و آدم طفیل خوان محمدؐ

سلسلہ کائنات راسببی نیست
جز شکن زلف مشکبوی محمدؐ

Marfat.com

سلطان اقلیم وفا شاہ سریر اصطفا
سر دفتر صدق وصفا سرمایہ امن واماں
بحر است جان انورش ساحل لب جاں پرورش
باشد طفیل گوہرش محصول کان کن فکاں

سلام علیک ای ز آغاز فطرت
طفیل وجود تو ایجاد عالم

ایں زمینت کہ سرمنزل جاناں بودست
مطرح نور رخ آں ماہ تاباں بودست
میدہد خاک رہش. خاصیت آں آبم
کہ نصیب .خضراز چشمۂ حیواں بودست

☆ ☆

Marfat.com

کتابیات

۱۔ کلیات جامی۔ شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین کشمیری بازار لاہور (۱۹۳۳ء)

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۷

۳۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ اولیائے کرام نمبر جلد دوم

۴۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔ سید قاسم محمود

۵۔ تصوف اسلام۔ مولانا عبد الماجد دریا بادیؒ

۶۔ اردو میں نعتیہ شاعری۔ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق

۷۔ نقوش رسولؐ نمبر۔ جلد نمبر ۱۰

۸۔ دیوان بے نقاط جامی۔ شیخ الٰہی بخش محمد جلال الدین کشمیری بازار لاہور (۱۳۲۷ھ)

۹۔ قصیدہ بردہ شریف۔ تاج کمپنی لاہور

۱۰۔ قصیدہ بردہ مترجم افغانی۔ پشاور

۱۱۔ تاریخ ملتان۔ کرم الٰہی بدر

۱۲۔ نبیؐ رحمت۔ مولانا ابو الحسن علی ندویؒ

۱۳۔ النبیؐ الخاتم۔ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ

۱۴۔ دل دریا سمندر۔ واصف علی واصفؒ

۱۵۔ ادب نامہ ایران۔ مرزا مقبول بیگ بدخشانی

۱۶۔ حبیبی یا رسولؐ اللہ۔ عزیز الدین خاکی

۱۷۔ مضمون۔ اقبال ایک سخن ور، مرد درویش و قلندر اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
مطبوعہ ادبی مجلّہ مہک۔ گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ (۱۹۷۴ء)

Marfat.com

حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ

(مکے میں ہوں، پر ہے ہوس کوئے مدینہ)

اللہ تعالیٰ کا دوست وہ ہے جس نے ہر ماسوا کو مٹا کر، یہاں تک کہ خود کو بھی بھلا کر، خدا کو پا لیا ہو، جس نے اس کے ذکر کو زندگی بنا لیا ہو، اور اللہ تعالیٰ نے خوش ہو کر جس کے راستے کے تمام کانٹوں کو ہٹا کر، خود اس کی زندگی کو پھولوں بھری رہگزر بنا دیا ہو، اور پھر اس کو گلزار مدینہ کی مہک عطا کر کے، گرد و پیش کو معطر و معنبر کرنے کی توفیق بھی مرحمت فرما دی ہو۔ ایسے ہی دل والوں کا نور بصیرت ظلمت کدوں کو نکھارتا، اجالتا اور سنوارتا چلا جاتا ہے۔ ایسے ہی نفوس کی موج نفس، بجھتی شمعوں کو سنبھالا دیتی اور اداس لمحوں کو رعنائی بخشتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی آنکھ، ان کے ہاتھ اور ان کی زبان بن جاتا ہے گویا پہلے اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی ہر ادا کو اپنی زندگی بنانا پڑتا ہے اور یوں دونوں کی رضا ایک ہو جاتی ہے۔ مثنوی مولانا رومؒ میں ہے۔

اولیاء ہست قدرت ازالہ ــــ تیر جستہ باز آرندش زراہ
بستہ درہائے موالید از سبب ــــ چو پشیماں شد ولی از دست رب
گفتہ ناگفتہ کند از فتح باب ــــ تاازاں نے سیخ سوزد نے کباب

یہی وجہ ہے کہ ہر دور کی جبین ارادت اولیائے کرام کے حضور میں خم رہی ہے اور ہر طرح کی کشت آرزو، زرخیزی کے لئے، اپنی ویرانیوں کو اہل دل کے حضور میں پیش کرتی رہی ہے کہ مبدء فیاض نے انہیں سرور و نور کی کیف آفرینیوں سے نوازا ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جود و عطا کا بحر بیکراں ہیں جبکہ اولیاء لطف و لطافت کے رواں دواں دریا ہیں اور آج کے گل و گلزار انہی دریاؤں کے قرب سے شاداب رہ سکتے ہیں کہ وہی لالہ، سرخوش و پرسوز رہتا ہے جسے آبجو کا خنک کنارہ نصیب ہو۔ انسان اگر خود ہی بریدہ دست ہو تو اسے اپنی ہی کوتاہی قسمت کا شکوہ کرنا چاہئے۔ الوہی نوازشات کی انہی فراوانیوں کا نتیجہ تھا کہ مولانا محمد ذوالفقار دیوبندی کے قلم سے حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی شان میں ایک دل آویز قصیدہ نکل گیا تھا۔ جس کے چند شعر اس لئے درج کر رہا ہوں کہ اہل ذوق کو حضرت مہاجر مکیؒ کی دینی حیثیت اور روحانی وقعت کا اندازہ ہو سکے۔

Marfat.com

یامرشدی ویا موئلی ویامفزعی — یا ملجائی فی مبدئی ومعادی
اے میرے مرشد اے میری پناہ اے میری گھبراہٹ کے سہارے — اے جائے پناہ دنیا اور آخرت میں

ارحم علی ایاغیاث فلیس لی — کھفی سوٰی حبکم من زاد
رحم کیجئے مجھ پر اے فریاد رس کہ نہیں ہے میرے لئے — اے میری جائے پناہ سوا آپ کی محبت کے کوئی توشہ

وہواکم دینی وجل طریقتی — شغفی بکم ولذکر کم اورادی
آپ کا عشق میرا دین ہے اور میرا طریقہ — آپ سے عشق مفرط رکھتا ہے اور آپکا ذکر میرا وظیفہ ہے

وحللتم خیرالبلاد وطبتم — واھیم فی واد عقیب الواد
آپ تو اچھے شہر (مکہ مکرمہ) میں رونق افروز ہیں خوش ہیں — اور میں جنگل جنگل حیران و سرگرداں پھر رہا ہوں

وفیوضکم فی عصرناعم الورٰی — وبفضلہ تبقی علی الآباد
آپ کے فیوض اس زمانے میں سب کو عام و تام ہیں — اور خدا کے فضل سے ابد تک رہیں گے

فاز الانام بکم وانی ھائم — فانظر الی برحمۃ یا ھادی
تمام خلائق آپ سے کامیاب ہوئی اور میں سرگرداں ہوں — مجھ پر اے میرے مرشد وہادی نظر رحمت فرمائیے

یاسیدی للہ شیاء" انہ — انتم لی المجدی وانی جاوی
اے میرے سردار خدا کے واسطے کچھ عطا ہو — بیشک آپ میرے لئے بخشنے والے ہیں اور میں سائل ہوں

ثم السلام علٰی النبی المصطفٰی — خیر الانام و آلہ الامجاد
پھر سلام ہو نبی مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم پر — جو تمام خلائق سے اچھے ہیں اور سلام ہو آپکی آل امجاد پر

آپ کی تاریخ پیدائش ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ (یکم جنوری ۱۸۱۸ء)۔ دن شنبہ، مقام نانوتہ ضلع سہارنپور اور والد ماجد کا نام حافظ محمد امین تھانوی ہے۔ آپ نسبا" فاروقی تھے۔ والد نے امداد حسین نام رکھا تھا۔ مگر مولانا محمد اسحاق محدث دہلوی نے امداد حسین کے بجائے امداداللہ کے نام سے نوازا۔ تاریخی نام ظفر احمد ہے۔ سات سال کے تھے کہ والدہ انتقال کر گئیں گھر والے آپ کی تعلیم کی طرف توجہ نہ دے سکے۔ آپ نے ذاتی کاوش اور فطری ذوق و شوق کے تحت علم دین کے حصول میں سعی کی۔ آپ نے سولہ سال کی عمر میں مولانا مملوک علی نانوتوی سے صرف ونحو اور چند فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ مشکوۃ کا ایک ربع مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی سے حصن حصین وفقہ اکبر، مولانا عبدالرحیم نانوتوی سے پڑھی۔

پھر دہلی آگئے، حضرت مولانا سید نصیرالدین نواسہ حضرت رفیع الدین محدث اور شاگرد و داماد حضرت شاہ محمد اسحٰق کی خدمت میں سلوک و معرفت کی منزلیں طے کیں۔ آپ کا سلسلہ

Marfat.com

نقشبندیہ تھا۔ پھر آپ تھانہ بھون آئے۔ ایک عرصہ وہاں رہے آپ شیخ نور محمد جھنجھانویؒ سے بھی فیضاب ہوئے اور خلافت پائی۔ ۱۲۶۰ھ (۱۸۴۴ء) میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور مدینہ منورہ میں حاضری دی۔ ۱۸۴۶ء میں وطن واپس آئے۔ اپنے پیر بھائی حافظ محمد ضامن کے اصرار پر دعوت وارشاد کے سلسلے کا آغاز کیا۔ علماء میں سے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے سب سے پہلے آپ کی بیعت کی۔ آپ سے بیعت ہونے والے علماء و مشائخ کی فہرست طویل بھی ہے اور وقیع بھی۔ سید پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ حج کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے وہیں ان سے تبرکاً" بیعت کی۔ حضرت گولڑویؒ نے وہیں رہنے کا ارادہ ظاہر فرمایا مگر مہاجر مکیؒ نے وطن واپسی پر زور دیا اور فرمایا کہ ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہو گا۔ اس لئے تمہارا وہاں جانا ضروری ہے اور تاریخ بتاتی ہے کہ قدرت نے پیر مہر علی شاہؒ سے تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں گراں قدر کام لیا اور حضرت مہاجر مکیؒ کے کشف اور حضرت گولڑویؒ کی عزیمت واستقامت سے سارقین نبوت محمدیؐ غبار معصیت بن کر بکھر گئے۔ مولا کریم نے آپ کے قلم کو اعجاز، زبان کو تاثیر اور وجود کو سعادت کے کمال سے نوازا تھا۔ سید قاسم محمود (اسلامی انسائیکلو پیڈیا) کے مطابق "بعض لوگ بظاہر تو کم پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہیں مگر سنت کے اتباع میں اور اپنی عملی زندگی کی وجہ سے وہ ایسا مقام حاصل کر لیتے ہیں کہ بڑے بڑے علماء ان سے روحانی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ امت محمدیہؐ میں ایسے سینکڑوں افراد گزرے ہیں لیکن آفاقی حیثیت رکھنے والی دو ہی شخصیتیں ہیں ایک مولانا جلال الدین رومیؒ اور دوسرے امداد اللہ مہاجر مکیؒ"

ان کی پوری زندگی رشد وہدایت اور شریعت حقہ کی تبلیغ کے لئے وقف رہی۔ کتنے ہی گم کردہ راہ تھے کہ آپؒ کے فیض سے خود نشان منزل بن گئے اور صحرائے حیات کی کتنی دل گرفتہ کلیاں تھیں کہ اس روح بہاراں کے فیض نفس سے چٹک اٹھیں، کتنی ہی کرامتیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے، ان سے ظہور میں آئیں، اور کتنی ہی قلمی کاوشیں ہیں جو آج بھی ذہن کو دل کے واسطے اور عقل کو وجدان کے وسیلے سے بات کرنے اور بات سمجھنے کا سلیقہ عطا کرتی ہیں، ضیاء القلوب، مسئلہ ہفت فیصلہ، مرشد ارشاد، مثنوی تحفتہ العشاق، رسالہ وحدۃ الوجود، غذائے روح، گلزار معرفت، رسالہ درود نامہ غمناک، جہاد اکبر اور نالہ امداد غریب، ان کی اہم تصانیف ہیں۔ یہ کتابیں آج نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں، وقت کا تقاضا ہے کہ انہیں دوبارہ طبع کیا جائے تاکہ تشکیک کے صحرا میں بھٹکتا ہوا آج کا راہی بھی ان سے سراغ مقصود پا سکے۔

Marfat.com

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کی زبان و قلم ہر نوع سے اس لئے مستند ہے کہ (حضرت سید نفیس الحسینی کے الفاظ میں) "ان کا شمار پاک وہند ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے اکابر اولیا اللہ میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ مقبولیت و محبوبیت عطا فرمائی۔ آپ کی ذات گرامی 'بلند منزلت علماو مشائخ کی مرجع تھی" آپ کو بچپن ہی میں حضرت سید احمد شہیدؒ نے بیعت' دعا اور شفقت سے نوازا تھا۔ شمائم امدادیہ میں خود حضرت مہاجر مکیؒ کا بیان ہے کہ "میں تین سال کا تھا کہ سید صاحب کی آغوش میں دیا گیا اور انہوں نے مجھ کو بیعت تبرک میں قبول فرمایا" اور یہ بھی ایک حسین اتفاق ہے کہ حاجی صاحب کے دادا پیر حضرت شاہ عبدالرحیمؒ اور پیرو مرشد حضرت نور محمد جھنجھانویؒ اور مرشد اول سید نصیرالدین دہلویؒ بھی حضرت سید احمد شہیدؒ ہی سے بیعت تھے

یہ حضرت سید احمد شہیدؒ کی نسبت باطنی کا اثر تھا کہ حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور ان کے جملہ معتقدین ہمیشہ حق کے لئے سینہ سپر رہے۔ جذبہ جہاد ان کی زندگی کا امتیاز اور ان کی فکر کا محور رہا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں آپ نے جہد و عمل کے قابل تقلید چراغ روشن کئے۔ اس زمانے میں تھانہ بھون کا نظم ونسق حاجی صاحب کے ہاتھ میں تھا۔ وہ دیوانی اور فوجداری فیصلے فرماتے تھے۔ برطانوی غلبہ کے بعد آپ نے مکہ معظمہ ہجرت فرمائی۔ آپ ۱۲۷۶ھ میں مکہ مکرمہ پہنچے۔ اور یہیں فوت ہوئے' تاریخ وفات ۱۳ جمادی الاخرہ ۱۳۱۷ھ (۱۹ اکتوبر ۱۸۹۹ء) بروز چہار شنبہ ہے۔ عمر چوراسی سال تھی۔ بوقت اذان صبح۔

جنت المعلی میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی ثم المکی بانی مدرسہ صولتیہ کی قبر کے متصل دفن ہوئے۔ آپ کا قیام مکہ' رشد و ہدایت اور عقیدت و احترام کے اعتبار سے مثالی رہا۔ آپ حرم شریف میں مثنوی مولانا رومؒ کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ کی عظمت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ آپ کے خلفائے کرام میں ایسی ایسی نادر شخصیات موجود ہیں جن کی محراب عظمت میں تاریخ دعوت و عزیمت جھکتی اور جن کے حضور میں عفت قلب و نظر دو زانو نظر آتی ہے۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے لے کر مولانا قاسم نانوتویؒ تک۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ سے لے کر مولانا اشرف علی تھانویؒ تک اور مولانا سید مہر علی شاہ گولڑویؒ سے لے کر مولانا سید حسین احمد مدنیؒ تک' سپہر دین ودانش کے کتنے ہی ماہتاب ہیں' جنہوں نے ذہن و دل کی فضاؤں کو اس مہرضیاپاش سے منور کیا۔

انیسویں صدی کے بطن سے ابھرنے والی تین علمی' عملی اور سیاسی تحریکیں' بہت سی

Marfat.com

نسبتوں سے حضرت حاجی صاحبؒ کے فیوض و برکات کا ثمرہ و حاصل ہیں۔ اعتدال و اہتمام کے سانچے میں ڈھلا ہوا علم' مدرسہ دیو بند کی شکل میں ابھرا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے ایک عالم کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ دوسری طرف مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا الیاسؒ کی قلمی اور لسانی کاوشوں نے علم کو نظر کی وسعت' فکر کو زہد و اتقاء کا سانچا اور عقل کی سرگرانیوں اور سرگردانیوں کو منزل کی طمانیت عطا کی۔ تیسری طرف آزادی و حریت کی ایک ایسی جانفروش اور دل افروز تحریک ابھری جس نے برصغیر میں فرنگی کی عافیت تنگ اور اس کا جینا حرام کر دیا۔

وقت کے ساتھ ساتھ تعلیم بڑھتی' علم گھٹتا اور عمل مفقود ہوتا چلا گیا اور بہت سے ایسے مسائل ابھرے جو کبھی تھے ہی نہیں' یا جن کی اساس پر تکفیر و تفریق کا وجود نہ تھا۔ حضور ﷺ کی ذات گرامی قدر کو ہم نے قرآن مجید کے آئینے میں دیکھنے کے بجائے اپنی سوچ' اپنی ارادت اور اپنے تعلق کے آئینے میں جانچنے اور اس جانچ کے تحت پیش کرنے کی کوششیں کیں۔ نتیجہ معلوم کہ یہ نزاع بسا اوقات خود توہین رسالت ﷺ پر منتج ہوتی چلی گئی۔ سوچ افراط و تفریط کا شکار ہوئی'۔ مسائل غیر معتدل فکر کی بدولت' غیر معتبر ہو گئے۔ حضور ﷺ بشر ہیں یا نور' حاضر ہیں یا ناظر' ان کی برزخی کیفیت کیا ہے' وہ عاشق کے دل شکستہ کو کہاں تک سہارا دے سکتے ہیں' دعا کے لئے ان کا وسیلہ جلیلہ کہاں تک ہے۔ وہ غیب دان ہیں کہ نہیں۔ وہ اپنے وجود کے اعتبار سے اول اور ظہور کے اعتبار سے آخر ہیں یا نہیں---- ایسے بہت سے مسائل ابھرے اور انہوں نے ایسی شکل اختیار کی اور ارادت کی گمرہی نے ایسے گل کھلائے اور جواب در جواب سے ایسی صورت پیدا ہوئی کہ یوں محسوس ہونے لگا کہ یہ تمام الجھاؤ' ذات رسالت ﷺ سے قلبی تعلق کے فقدان کی دلیل ہے۔ احقر علمی اور عملی اعتبار سے بالکل اس قابل نہیں کہ ان متنازع امور پر اظہار خیال کر سکے۔ اور نہ یہ اس کا منصب ہے۔ بہرکیف ذہن ضرور چکرا کے رہ جاتا ہے جب وہ حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی کہی ہوئی نعت کے آئینے میں' حضور ﷺ کو نور بھی پاتا ہے اسے دل بیقرار کی فریاد کا مرکز و محور بھی وہیؐ نظر آتے ہیں' اور ان کا قلم یا کے لفظ سے بھی انہیں خطاب کرتا دکھائی دیتا ہے---- شاہ اسمٰعیل شہیدؒ' مولانا قاسم نانوتویؒ' اور مولانا عبدالحق محدث دہلویؒ ایسے علماء و فقہا کی نعتیں پڑھ جائیے' وہاں بھی قلبی کیفیات اسی انداز میں ڈھلتی اور ابھرتی دکھائی دیتی ہیں---- کہیں ایسا تو نہیں کہ اسلاف کے ہاں یہ امور (بلا تمیز مشرب و مسلک) ارادت کا نشان' محبت کی دلیل اور کیفیت کا سرور تھے اور اخلاف کے ہاں محض بحث و تمحیص کی حاشیہ

Marfat.com

آرائی۔ حق یہ ہے کہ ایک عالمِ دین جب لطائف قلبی سے مستنیر ہو جاتا ہے تو وہ فروعی امور سے بالاتر ہو کر اس محبت اور رحمت کا پیغام بن جاتا ہے جو لہولہان ہو کر بھی' پتھروں پر گلباری کی آرزو کرتی رہی' حضرت مہاجر مکیؒ نے فیصلہ ہفت مسئلہ میں ان مسائل کے بارے میں اپنا اسلوب نظر اور شعار حیات واضح کیا ہے جنہوں نے آج ہمارے ذہنوں کو الجھا رکھا ہے۔ ان کے چند اقتباس بلا تنقید و تبصرہ اس لئے دیئے جا رہے ہیں کہ ان سے ان کی وسعت قلبی' رواداری اور سلامتی طبع کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

- حق یہ ہے کہ زیارت مقابر انفرادا" واجتماعا" دونوں طرح جائز اور ایصال ثواب قرات وطعام بھی جائز اور تعیین بہ مصلحت بھی جائز' سب مل کر بھی جائز رہا۔
- مشرب فقیر کا اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیرو مرشد کی روح مبارک کو ایصال ثواب کرتا ہوں' اول قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہوئی تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔

سید نفیس الحسینی کے الفاظ میں "حضرت حاجی صاحبؒ اور ان کے خلفائے کرام کا طغرۂ امتیاز ان کا مسلک حق واعتدال ہے۔ انہوں نے مسلمانوں میں فرقہ بندی کے تصورات کو ہمیشہ نفرت سے دیکھا اور اتحاد بین المسلمین کے لئے عمر بھر کوشاں رہے' ان کا نصب العین کافر گری نہیں' بلکہ مومن گری تھی۔ لاکھوں کروڑوں بندگان خدا نے ان سے خشیت الٰہی اور حب نبوی ﷺ کی نعمت بے بہا اور دولت لازوال پائی۔ بلاشبہ ان مقبولان بارگاہ خداوندی نے اس دور میں اپنے علم و عمل سے صوفیائے متقدمین اور علماء سلف صالحین کی یاد تازہ کی"

حضرت مہاجر مکیؒ کی شاعری کا دائرہ خاصا وسیع ہے۔ مثنوی نما طویل نظمیں بھی ہیں۔ رباعیات بھی اور غزلیں بھی۔ گو جملہ منظومات ان کی فکر دل نشین کا ایک نغماتی اظہار ہیں۔ جب کہ ان کی فکر' مجاز کے بجائے حقیقت ہی کے گرد گھومتی اور حقائق ہی کو شعر کے سانچے میں ڈھالتی ہے۔ وہ مشکل اور سنگلاخ زمینوں میں حقیقتوں کے بیج بوتے' صداقتوں کے پھول کھلاتے اور جاں فزا کیفیتوں کے گلزار مہکاتے چلے جاتے ہیں۔ گو طرز ادا قدیم رنگ لئے ہوئے ہے۔ مگر اتنا قدیم بھی نہیں کہ جدید دور کے معیار سے آنکھیں چار نہ کر سکے۔ تراکیب کی جدت' تشبیہات کی ندرت' اور فکر کی جامعیت نے اسے ایک آفاقی تاب و تب عطا کر دی ہے۔ ان کی تمام نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں اور ان کی غزل ان کے فکری گداز کی آئینہ دار۔ ان کے نعتیہ کلام کے جائزے سے قبل ایک نظر ان کا رنگ تغزل دیکھئے۔

Marfat.com

نہ دیکھا داغ دل گلزار کو دیکھا تو کیا دیکھا
نہ دیکھا خار میں گل' خار کو دیکھا تو کیا دیکھا
رخ رخشان جاناں کی تجلی چاہئے دیکھے
مہ وخورشید کے انوار کو دیکھا تو کیا دیکھا
نہ دیکھا برش۔ تیغ نگاہ یار کو تم نے
اگر شمشیر کی اک دھار کو دیکھا تو کیا دیکھا
اسے دیکھا' اسے دیکھا' جدھر دیکھا' اسے دیکھا
نہ دیکھا ایک کو' دو چار کو دیکھا تو کیا دیکھا

تلخی صبر میں حاصل ہے حلاوت دل کو
شکر شکر سے شیریں ہے لب جاں اپنا
دوستی کی رہی اب کس سے توقع یارو
جب ہوا دشمن جاں دل سا مہرباں اپنا

کیمیا اپنی ہے' خاک قدم یار' اے دل
کس لئے کرتا ہے پھر خواہش اکسیر عبث
ڈھونڈتا پھرتا ہے دو شمع لئے کچھ تو ضرور
یہ فلک کی نہیں دن رات کی تدویر عبث
اے عروضی مری موزون طبع کے آگے
تیری فعلن فعلاتن کی ہے تقریر عبث
مسکن اس بحر فنا میں نہ بنا تو امداد
صورت بلبلا پانی میں ہے تعمیر عبث

روتی ہے خلق میری خرابی کو دیکھ کر
روتا ہوں میں کہ ہائے مری چشم نم نہیں
اے شمع جاں' صحبت پروانہ مغتنم

Marfat.com

ورنہ یہ پھر معاملہ تا صبح دم نہیں
منعم نہ کر غرور کہ بازار عشق میں
جز نقد جان پرسش دام ودرم نہیں
امداد رکھ کے سر نہ اٹھا در سے یار کے
اس سے زیادہ کوئی جگہ محترم نہیں

گر تخت حسن وناز پہ ہیں آپ جلوہ گر
اقلیم عشق میں شہ مسند نشیں ہوں میں

نکالیں بحر الفت سے در مطلوب وہ جن کے
نکل کر بہہ گیا آنکھوں سے دل اشک رواں ہو کر

ہے آواز جرس گویا جگانا رہزنوں کا بس
زباں کا کھولنا غارت گر سرنہانی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجہ وجود کائنات ہیں۔ اقبالؒ جواب شکوہ میں اللہ تعالٰی کی جانب سے اسی حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ اگر یہ پھول نہ ہوتا تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہوتا اور کلیوں کا تبسم بھی نگاہوں کی جنت نہ بنتا' یہ ساقی نہ ہوتا تو نہ کوئی مے ہوتی نہ میکدہ' نہ بزم توحید آراستہ ہوتی نہ بزم انجم' افلاک کا خیمہ اسی نام سے ایستادہ اور نبض ہستی اسی ذات کی محبت سے تپش آمادہ ہے۔ احسان دانش نے کہا تھا۔

فرش گل ولالہ سے کواکب کے جہاں تک
تخلیق دوعالم ہے تقاضائے محمدؐ

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی معروف کتاب "نشر الطیب" کے اولین باب کے اولین خیالات اسی صداقت کے موید ومصدق ہیں اور حضرت مہاجر مکیؒ (مولانا تھانویؒ کے مرشد بلکہ دنیائے اسلام کی معتبر اور قابل احترام شخصیت جس کے حضور میں تب سے اب تک کے اکابر علماء واولیاء کا سرناز' سرمایہ نیاز بن کر جھکتا رہا ہے) کے نعتیہ اشعار میں جابجا اس خیال کی تکرار

Marfat.com

ملتی ہے کہ یہ سب ظہور، حضور ﷺ ہی کے نور کا ہے۔ بقول شاعر۔

ایں ہمہ از عکس روئے یار آں گلنار شد
بوستاں شد، باغ شد، فردوس شد، گلزار شد

ان کے خیال میں حضور ﷺ جملہ اسماء کا منشا اور جملہ اشیاء کا مصدر ہیں۔ وہ انہیں اصل وجود اور نخل وجود قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے ثمر اور شجر کے لازم و ملزوم ہونے سے اس حقیقت کو واضح کیا ہے اور حضرت اسمٰعیل شہید بھی اپنی ایک نعت میں اول و آخر کی اس بحث کو یوں سلجھاتے اور سمیٹتے ہیں۔

وہ انسان کامل ہے سنتے ہو کون
ہوئے مفتخر جس سے یہ دونوں کون
بظاہر ہے جو مقطع انبیاء
حقیقت میں ہے مطلع اصفیا
سو اول ہی ہے ہر طرح ان کا نور
بظاہر کیا گو کہ آخر ظہور

بعد میں شاعر مشرق نے اسی خیال کو رنگ و نور کی شاعرانہ ندرت عطا کی تھی۔

اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعث تکوین روزگار

اور ماضی قریب میں مولانا ظفر علی خاں نے حضور ﷺ ہی کو ہر غایت کی غایت اولیٰ قرار دیا تھا۔

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایت اولیٰ تمہیؐ تو ہو

اسی مضمون کے بارے میں حضرت مہاجر مکی کے شاعرانہ فرمودات یوں ہیں۔

سب دیکھو نور محمد کا، سب بیچ ظہور محمدؐ کا
جبریل مقرب خادم ہے سب جا مشہور محمدؐ کا
وہ منشا سب اسماء کا ہے، وہ مصدر ہر اشیاء کا ہے
وہ سر ظہور وخفا کا ہے وہ سب دیکھو نور محمدؐ کا
کہیں روح مثال کہایا ہے کہیں جسم میں جا سمایا ہے

Marfat.com

کہیں حسن وجمال دکھایا ہے سب دیکھو نور محمدؐ کا
کہیں عاشق وہ یعقوب ہوا، کہیں یوسف وہ محبوب ہوا
کہیں صابر وہ ایوب ہوا، سب دیکھو نور محمدؐ کا

نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا یقیں ہے ہوا ہے یہ سب کچھ برائے محمدؐ

باعث ایجاد عالم ہے تو ہی موجب بنیاد آدم ہے تو ہی

گر نہ ہوتا پیدا وہ شاہ نکو یہ نہ ہوتا، وہ نہ ہوتا، میں نہ تو

ہے وہ سرمایہ وجود کائنات دونوں عالم سے ہے مقصود اس کی ذات

ہے وہ بے شک بالیقیں نخل وجود اول و آخر وہی اصل وجود

ہے یہ سب اس کے لئے اے نیک بخت واسطے پھل کے ہی بوتے ہیں درخت

گر ہوا آخر میں وہ شاہ جلیل پر ہے ظاہر اس کے سبقت کی دلیل

گر ہے پیچھے انبیاء کے ظاہراً پر حقیقت میں ہے سب کا پیشوا

گرچہ آخر ہے ثمر، اول شجر کب شجر ہوتا نہ ہوتا گر ثمر
جب ثمر سے یہ شجر ظاہر ہوا پس ثمر ہی اول و آخر ہوا
کیا کمال میوہ میں نقصان ہے جو وہ اول سابق بستان ہے
میوہ کو سبقت ہوئی جب باغ پر ہے وہ اول و وہی آخر سربسر

Marfat.com

بس سمجھ لے اس سے تو اے رہنموں رمز نحن الآخرون السابقون
ہے وہی شاہ جہاں سب اس کے خیل ہے وہی مقصود کل' باقی طفیل

سرور عالم' محمدؐ شاہ دیں پیشوائے اولین و آخریں
حکم ان کا ہے جہاں میں سر بسر وہ یہاں آئے ہیں' سب سے پیشتر
ذات پاک ان کی نہ پیدا ہوتی اگر ہوتے کب ارض و سما' جن و بشر

نہ ہوتا اگر پیدا احمدؐ کا نور نہ ہوتا دو عالم کا ہر گز ظہور

محمدؐ خلاصہ ہے کونین کا محمدؐ وسیلہ ہے دارین کا

اسی خلاصہ کونین اور اسی وسیلہ دارین کی شان میں اقبال کہتے ہیں۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں' وہی فرقاں' وہی یٰسیں' وہی طٰہٰ

صفات کو ذات سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ صورت اور سیرت لازم وملزوم ہیں۔ سیرت کا جمال' صورت کا غازہ بن کر ابھرتا' نکھرتا اور دیدۂ حیراں میں چاندنی بن کر سما جایا کرتا ہے۔ شخصیت میں جاذبیت نہ ہو تو موثر بات بھی کماحقہ' اثر پیدا نہیں کر سکتی۔ انسان' فطرت کی چاہتوں کا ایک شاہکار ہے اور انبیاء انسانیت کے جمال وکمال کا عظیم ترین مظہر ہیں۔ مولانا سیلمان ندوی کے الفاظ میں۔

"ہر نبی اسلام کی نگاہ میں کامل' بے عیب اور معصوم تھا اور ان میں ہر ایک کی اصل سیرتیں حسب استعداد واختلاف زمانہ باہم گو کسی قدر مختلف ہوں تاہم وہ ہر اعتراض سے بری اور ہر خردہ گیری سے بالاتر ہیں"

ہر نبی کا کامل ہونا' سیرت کے اعتبار ہی سے نہیں' صورت' وجود اور شخصیت کے اعتبار سے بھی ہے۔ اور پھر نبی آخریں ﷺ کے حسن وجمال کا کمال تھا کہ آنکھ تکتی رہ جاتی تھی اور لفظ جمال کا احاطہ نہ کر سکتے تھے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کا یہ فرمانا کہ حضور ﷺ اجمل واکمل ہیں اور انہیں دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے وہ اپنی مرضی کے مطابق

Marfat.com

دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ گویا ایک انسان جب اپنی مرضی کے مطابق آتا ہے تو وہ ہر نوع سے' ہر لحاظ سے اور ہر اعتبار سے مکمل اور بے عیب ہو کر آتا ہے' صورت اور سیرت' ظاہر اور باطن' ہر اعتبار سے معتبر' یہی وجہ ہے کہ دیکھنے والے کسی چہرے کے معصومانہ حسن کو دیکھ کر دل کی شرافت کا اندازہ کر لیتے ہیں کہ بعض چہرے جھوٹ بول ہی نہیں سکتے۔ چہرہ' خود شفاف ہو گا تو آئینہ دل کے مجلی و مصفی ہونے کا شاہد بنے گا---- ہمارے اسلاف کا قلبی تقدس' انوار رسالتؐ ہی کا پرتو تھا۔ کہ انہیں جاگتی اور سوتی آنکھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پرنور کی زیارت کا شرف بھی ملتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ وہ ہر ساعت ذات ہی میں گم رہتے' ہر لمحہ ذات ہی کی بات کرتے اور ہر لحظہ کائنات سے بے نیاز رہتے تھے۔ "خدایا ایں کرم بار دگر' بار دگر کن" کی التجا ان کی زبان اور ان کے قلم کی پکار بن کر ابھرتی رہتی تھی۔ حق یہ ہے کہ وصال کے بعد فراق کا جانگداز دور' حسن محبوب کی یاد ہی میں کٹا کرتا ہے اور یوں محب خود کو بھولا رہتا ہے۔

ترا خیال ہے' تیرا جمال ہے تو ہے
مجھے یہ فرصت کاوش کہاں کہ کیا ہوں میں

یہی وجہ ہے کہ اسلاف کی نعتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری حسن کی یاد بھی ہے اور تکرار بھی۔ دور حاضر کے حافظ مظہر الدینؒ اسلاف کی انہی فضیلتوں سے متصف تھے کہ وہ شمع رسالت کا پروانے کی طرح طواف کرتے تھے اور ان کی نعت گوئی اسی طوف حسیں کی دل آویز تفسیر تھی انہی کا یہ خوبصورت شعر ہے۔

جو حسن میرے پیش نظر ہے اگر اسے
جلوے بھی دیکھ لیں تو طواف نظر کریں

حق یہ ہے کہ آج کے نعت گو کو بھی اگر زیارت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف مل جائے تو وہ بھی یقیناً نور کے اس ہالے سے کبھی باہر نہ آسکے' اور ہر لمحہ' آئینہ سامنے رکھ رکھ کر' اپنی ہی آنکھوں کو بار بار چومتا رہے۔ ایک قدیم فارسی شاعر کے یہ شعر خیال کے افق سے بے ساختہ قلم کی نوک پر آ گئے ہیں۔

نما بر من جمالت اے شہنشاہ کہ سازم من فدایت جان خود را

نہ ماند بر دلم دیگر تمنا چو گردم خاک صحرائے مدینہ

Marfat.com

بات بہرکیف نصیب کی ہے۔ ہم سے تو در خیرالبشر ﷺ بھی دیکھا نہیں جاتا' رخ خیرالبشر ﷺ کے تصور کے ہم شایاں ہی کب ہیں۔ حضور ﷺ کی ذات اقدس میں جمال فطرت کی کیف آفرینیاں منتہائے کمال پر پہنچ کر ضو دے رہی تھیں۔

رنگ' خوشبو' صبا' چاند' تارے' کرن' پھول' شبنم' شفق' آبجو' چاندنی
تیرے معصوم پیکر کی تخلیق میں' حسن فطرت کی ہر چیز کام آ گئی

انہی خیالات کی روشنی میں حضرت مہاجر مکیؒ کے یہ نعتیہ شعر دیکھئے۔

خجل ہو کے خورشید کا رنگ فق ہو
اگر منہ سے پردہ اٹھائے محمدؐ

اٹھا کر زلف اقدس کو ذرا چہرہ مبارک سے
مجھے دیوانہ اور وحشی بناؤ یارسول اللہ
چھپیں خجلت سے جا کر پردہ مغرب میں ماہ وخور
گر اپنے حسن کا جلوہ دکھاؤ یارسولؐ اللہ

ہے بلبل دل شائق گلروئے پیمبرؐ
بے دیکھے نہ ٹھہرے گا یہ مضطر کسی صورت

اے ماہ روشن کیجیے گزرٹک تو ادھر بھی
ہو جائے مرا گھر بھی منور کسی صورت
ہو مغز پریشاں وہیں مشک ختن کا
کھل جائے جو وہ زلف معنبر کسی صورت

اٹھ گیا کس گلرنگ کا پردہ منہ سے
ہے نہ رنگ رخ گلشن میں یہ تغییر عبث
دل میں کافی ہے خیال رخ انور تیرا
شمع ومصباح کی اس گھر میں ہے تنویر عبث

Marfat.com

لائی ہے باد صبا بوئے قدم احمدؐ
کب خوشی سے ہے ہنسی غنچے کی تصویر عبث
نور احمدؐ سے منور ہو دو عالم دیکھو
دیکھتے ہو مہ وخورشید کی تنویر عبث

فارسی کا ایک مشہور شعر ہے۔

مدینہ کعبہ صفت محترم زعالم شد
زافتخار قیام تو یارسولؐ اللہ

سچی بات یہ ہے کہ صاحب مکان کی عظمتوں سے ' مکان کے دیوار و در بھی پرکشش ہو جایا کرتے ہیں۔ یہ کسی خرام ناز کا اثر ہوتا ہے کہ راستے مہکتے اور آثار چہکتے ہیں۔ انسان نہ ہو تا تو یہ بزم کائنات ' طوفانوں کا مسکن اور سناٹوں کی آماجگاہ رہتی اور انبیاء نہ آتے تو انسان کی روحانی زندگی ' ویرانیوں اور مایوسیوں سے لبریز ہوتی کہ انبیاء اپنی رفعتوں اور سعادتوں کے اعتبار سے ' انسانی عظمتوں کا خلاصہ ہوا کرتے ہیں۔ اور حضور ﷺ تشریف نہ لاتے تو قصر رسالت کی رعنائی اور برنائی میں حسن تکمیل نہ ابھرتا کہ ان کی ذات انبیاء کے جمال و کمال کی ایک ایسی انتہا ہے کہ اس کا کماحقہ اندازہ خالق کائنات ہی کو ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حضور ﷺ جہاں جہاں رہے ' جہاں جہاں سے گزرے اور جس رنگ سے رہے اور جس آہنگ سے گزرے وہ رنگ و آہنگ قدم قدم سینکڑوں طور ابھارتا رہا ہے۔ امام مالکؒ مدینہ منورہ میں گھوڑے پر سوار نہیں ہوتے تھے ' فرماتے تھے کہ مجھے حیا آتی ہے کہ سواری کے کھروں سے اس سرزمین کو پامال کروں کہ جہاں حضور ﷺ چلے پھرے ہوں۔ مولانا محمد سرفراز صفدر کے الفاظ میں "مدینہ ایک سنگلاخ رقبہ اور پتھریلی زمین ہے جو کچھ بھی ہے ' جتنا کچھ بھی ہے ' وہ حبیب کبریا ﷺ ہی کی بدولت ہے اور آپؐ ہی کے واسطہ سے ہے اور ایسے ہی موقع کے لئے کسی کشتہ عشق نے یہ کہا ہے۔

وماحب الدیار شغفن قلبی ولکن حب من نزل الدیار

میرا اور میرے تمام اکابر کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کا وہ حصہ جو آپؐ کے جسد اطہر سے لگ چکا ہے وہ عرش عظیم سے بھی زیادہ مرتبہ اور فوقیت رکھتا ہے"

حضرت مہاجر مکیؒ کے یہ اشعار طور معرفت کی انہی لافانی تجلیوں کے امین ہیں۔

Marfat.com

مکے میں ہوں' پر ہے ہوس کوئے مدینہ
دے ہے رخ کعبہ' خبر روئے مدینہ
لانے لگی اب باد صبابوئے مدینہ
دل اڑنے لگا ہو کے ہوا سوئے مدینہ
پہنچا دے مجھے منزل مقصود کو جلدی
یارب' ہے لگی دل کو تگا پوئے مدینہ
حاصل ہے بہشت اس کو یہاں بھی اور وہاں بھی
جو دل سے ہوا ساکن پہلوئے مدینہ
محفوظ ہے آفات دوعالم سے وہ مومن
کی جس نے سکونت تہہ بازوئے مدینہ
خوش آوے کب اس شخص کو خوشبوئے دو عالم
ہے جس کے بسی مغز میں خوشبوئے مدینہ

صبا بھی لانے لگی ہے اب تو نسیم طیبہ' نسیم طیبہ
کہے ہے شوق اب ہوا میں اڑ کر چلو مدینے' چلو مدینے
شہر شہر کیوں پھرے ہے مارا' جو دونوں عالم کی چاہے دولت
تو سرقدم ہو کے ورد یہ کر چلو مدینے' چلو مدینے
یہ جذب عشق محمدیؐ ہے دلوں کو امت کے کھینچتے ہیں
کہے ہے ہر دل جو ہو کے مضطر چلو مدینے' چلو مدینے
جو کفروظلم وفساد وعصیاں ہر اک شہر میں ہوئے نمایاں
تو دین اسلام اٹھے یہ کہہ کر چلو مدینے' چلو مدینے

ہو جائے شوق ہی رہبر کسی صورت
جوں نقش قدم جا پڑوں در پر کسی صورت
ہے سر میں ہوائے کشش شوق مدینہ
جوں باد صبا پہنچوں گا اڑ کر کسی صورت

Marfat.com

آپؐ کے عتبہ عالی کا بیاں ہو کس سے
عرش کی اس کے مقابل میں ہے تو قیر عبث

حضرت مہاجر مکیؒ کی نعتیہ شاعری اپنے اندر جو افکار و خیالات لئے ہوئے ہے۔ ان کا مرکز بہر کیف اور بہر نوع حب رسولؐ ہے کہ یہ محبت ایمان کی شرط لازم ہے۔ آپ نے نعت میں جو کچھ لکھا وہ رسمی تکلفات سے مبرا ہے۔ حالانکہ ان کے دور میں ہر کتاب کے آغاز کے لیے حمد و نعت رسماً" کہی جاتی تھی مگر آپ نے شعر و سخن کی دنیا میں نعت کو ایک مستقل حیثیت سے اختیار بھی کیا اور پیش بھی کیا۔ آپ کی نعت میں وارفتگی اور سرشاری ہے۔ مگر خیال اور انداز دونوں تصنع سے پاک ہیں۔ بعض نعتیں تو فنی اعتبار سے سہل ممتنع کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ مولانا کی شعری عظمت اور فکری رفعت ہے کہ انہی کے خیالات کو دور حاضر کی نعتیہ شاعری اپنے لب و لہجے میں بیان کر رہی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ قدیم دور میں غم جاناں غالب تھا۔ اور آج غم دوراں، قلم کی نوک پر لو دے رہا ہے۔ حضرت مہاجر مکیؒ کی نعتیہ شاعری میں، دیگر مضامین کے مقابلے میں پابوسی رسول پاک ﷺ کا شوق غالب ہے۔ آج کے شاعر ظہیر صدیقی بھی کہتے ہیں۔

آرزوئے خاک پائے تو شدن دارد ظہیر
رفعت فکرش بہ بیں، سودائے خامش رانگر

مولانا کے ہاں یہ شوق، خلوص دل سے پرواز لیتا اور شعر بن کر مسکراتا دکھائی دیتا ہے۔ شوق کی وارفتگی، دل کی پاکیزگی کا پتا دیتی ہے اور اس پاکیزہ خاطری کا نتیجہ ہے کہ حضرت مکیؒ کو خواب میں زیارت رسول ﷺ کا شرف حاصل ہوا۔ حضور ﷺ نے آپ کا ہاتھ ایک بزرگ کے ہاتھ میں دے دیا۔ آپ اس بزرگ کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ استاد محترم مولانا محمد قلندرؒ محدث جلال پوری کے حکم پر حضرت میاں جیو نور محمد جھنجھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں دیکھتے ہی پہچان گئے اور ان سے بیعت ہوئے حالانکہ وہ پہلے مولانا نصیر الدین دہلوی نقشبندیؒ سے بیعت تھے۔ ۱۲۶۰ھ میں بھی آپ زیارت رسول ﷺ سے پھر مشرف ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ "تم ہمارے پاس آؤ" بیدار ہوئے تو دل بیقرار تھا۔ مگر اسباب سفر مفقود تھے مگر آپ چل پڑے کہ۔

راہ نبیؐ میں غیر پہ تکیہ حرام ہے
اے عشق، آ کہ بے سروساماں سفر کریں

Marfat.com

اور حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور بعد میں دیار خدا ورسول ﷺ ہی کو اپنا مسکن بنالیا اور وہی آپ کا مدفن بنا ------ ان کے درج ذیل نعتیہ اشعار' ان کے شوق دید کا اظہار کر رہے ہیں۔ کاش یہ تڑپ ہر دل کا نور بن جائے۔

آپ کی فرقت نے مارا یا نبیؐ   دل ہوا غم سے دوپارا یا نبیؐ
طالب دیدار ہوں' دکھلایئے   روئے نورانی خدارا یا نبیؐ
درد ہجراں کے سبب مجھ سے کیا   صبر وطاقت نے کنارا یا نبیؐ
باغ جنت سے زیادہ ہے عزیز   مجھ کو وہ کوچہ تمہارا یا نبیؐ
لیجئے در پر بلا' کب تک پھروں   دربدر یاں مارا مارا یا نبیؐ
چین آتا ہے مرے دل کو تمام   نام لیتے ہی تمہارا یا نبیؐ

مرا طالع خفتہ جاگے' یقیں ہے   اگر خواب میں منہ دکھائے محمدؐ
میں اس پر فدا جان اور دل سے قرباں   مرا جان ودل سب فدائے محمد

ذرا چہرے سے پردے کو اٹھاؤ یا رسولؐ اللہ
مجھے دیدار تک اپنا دکھاؤ یا رسولؐ اللہ
کرو روئے منور سے مری آنکھوں کو نورانی
مجھے فرقت کی ظلمت سے بچاؤ یا رسولؐ اللہ
مشرف کر کے دیدار مبارک سے مجھے اک دم
مرے غم دین ودنیا کے بھلاؤ یا رسولؐ اللہ

کہے ہے شوق نبیؐ یہ اکثر چلو مدینے چلو مدینے
میں ہوں گا دل سے تمہارا رہبر چلو مدینے چلو

دیکھیئے کب ہو میسر مجھے وصل محبوب
ہو گئی اب تو مری آہ کی تاثیر عبث

Marfat.com

سرسبز و شاداب گلستان تمنا ہووے
کاش مسکن مرا صحرائے مدینہ ہووے
ہند میں گرم تپش یوں دل مضطر ہے مدام
دام میں جیسے کوئی مرغ تڑپتا ہووے
مجھ کو بھی روضہ اقدس کی زیارت ہو نصیب
زہے قسمت جو سفر سوئے مدینہ ہووے
جب کہیں قافلے والے کہ مدینے کو چلو
شوق میں پھر تو مرا اور ہی نقشہ ہووے
یوں چلوں خاک اڑاتا ہوا صحرا صحرا
جیسے جنگل میں بگولا کوئی اڑتا ہووے
گرم جولاں روش برق ہوں شاداں خنداں
پاؤں پر پاؤں مرا شوق میں پڑتا ہووے
کانٹے تلوؤں میں چبھیں برگ گل تر سمجھوں
خاک جو اڑ کے پڑے آنکھوں میں سرمہ ہووے
ایسی صورت میں در شاہؐ عرب پر پہنچوں
حال جیسے کسی ناچیز گدا کا ہووے
گرد آلود بدن' خاک ملی چہرہ پر
ایک تہہ بند' پھٹا سا کوئی کرتا ہووے
خار پاؤں میں چبھیں' بال ہوں سر پر بکھرے
فکر سوزن ہو نہ کچھ شانہ کا سودا ہووے
باندھ کر ہاتھ کروں عرض بصد عجز و نیاز
خدمت شاہ میں جیسے کوئی بردہ ہووے
یہ غلام آپ کا حاضر ہے قدم بوسی کو
وصل کا آج اشارہ شہ والا ہووے
میری بیتابی و مسکینی پہ رحم آئے ضرور
خود در حجرہ والائے نبیؐ وا ہووے

Marfat.com

دوڑ کر سر قدم پاک پہ رکھ دوں اپنا
دھیان کس کو ادب و بے ادبی کا ہووے

کبھی چوموں، کبھی آنکھوں سے لگاؤں وہ قدم
خاک پا آپ کی ان آنکھوں کا سرمہ ہووے

گوہر اشک نثار قدم پاک کروں
جز تہی دستی کوئی اور نہ تحفہ ہووے

اور جب موئے مبارک کی تجلی دیکھوں
جلوۂ طور بھی آنکھوں میں تماشا ہووے

سن کے اس شوق کو کہتے ہیں ملائک بھی غریب
فضل حق سے تری حاصل یہ تمنا ہووے

کوئی سا پیرایہ اظہار اور کوئی ساز اویہ گفتار بھی، اس عظیم الشان انسان (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیات طیبہ، سیرت مطہرہ اور رسالت جامعہ کا نہ احاطہ کر سکتا ہے اور نہ اس کے ابلاغ کا حق ادا کر سکتا ہے کیونکہ قطرہ اپنی بساط ہی کے مطابق سمندر کی بے کرانیوں کو دیکھ سکتا اور پا سکتا ہے۔ اسی طرح ذرہ اپنی حیثیت ہی کے مطابق آفتاب کی درخشانیوں کو سمیٹ سکتا ہے۔ اگر ہم ایسی کوئی سعی کرتے ہیں تو مقصود محض اپنے رابطے اور اپنے تعلق کا اظہار ہے۔ کہ اسی نسبت کا افتخار، ہماری حیات مستعار کا اعتبار ہے۔ ورنہ اس جہان خراب میں رکھا ہی کیا ہے؟------ جس وجود پاک پر خود خدائے پاک کو ناز ہو اور جو ہر لحظہ براہ راست خالق کائنات کی نگرانی میں ہو۔ جو منشائے ربانی کے بغیر لب نہ کھولے اور جس کا ہر فعل مشیت ایزدی کا آئینہ ہو۔ جو حسن سیرت کے اعتبار سے اس قدر سچا اور پکا ہو کہ دعویٰ نبوت ایسے بظاہر محیر العقول واقعے کو اس کی اپنی اہلیہ محترمہؓ نے بغیر کسی پیش و پس تسلیم کر لیا ہو۔ اور کسی دلیل کی طلب بھی نہ کی ہو۔ کیونکہ دلیل کی طلب وہیں ہوا کرتی ہے جہاں شخصیت مشکوک و مشتبہ ہو----- یہاں تو عالم یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جملہ ازواج مطہرات کو اذن عام دے رکھا تھا کہ "خلوت میں مجھ میں جو کچھ دیکھو وہ جلوت میں سب سے برملا بیان کر دو۔ جو رات کی تاریکی میں دیکھو، وہ دن کی روشنی میں ظاہر کرو، جو بند کوٹھڑیوں میں دیکھو، اس کو کھلی چھتوں پر پکار کر کہہ دو۔" اس اخلاقی وثوق و اعتماد کی مثال کہیں اور مل سکتی ہے؟

Marfat.com

حضرت مہاجر مکیؒ کی نعتیہ کاوشوں میں مقام محمدؐ کی کاملیت اور پیغام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جامعیت کے بارے میں بھی کہیں کہیں اشارے ملتے ہیں۔ ایک جھلک دیکھئے۔

محمدؐ کی مرضی ہے مرضی خدا کی
خدا کی رضا ہے رضائے محمدؐ

حامد و محمود و ممدوح خدا
احمد مرسل' محمدؐ مصطفیٰ

زینت تاج رسالت ہے وہ ذات
رونق تخت نبوت ہے وہ ذات

ہے وہ آئینہ جمال ذوالجلال
محرم خلوت سرائے لایزال

بے وسیلوں کا وسیلہ ہے وہی
بلکہ ساروں کا وسیلہ ہے وہی

روشنی عرش' نور لا مکاں
شمع بزم عالم کون و مکاں

رونق گلزار محبوبی ہے وہ
عشق کے بازار کی خوبی ہے وہ

ذات احمدؐ ہے وہ بحر بیکراں
جس کا اک قطرہ ہے یہ کون و مکاں

Marfat.com

ذات پاک احمدؐ ہے والشمس والضحیٰ
جس کے یہ ذرے ہیں سارے اولیاء

ذات آپؐ کی تو رحمت والفت ہے سربسر
میں گرچہ ہوں تمام خطا کار یارسولؐ
دونوں جہاں میں مجھ کو وسیلہ ہے آپ کا
کیا غم ہے گرچہ ہوں میں بہت خوار یارسولؐ

خدا عاشق تمہارا اور ہو محبوب تم اس کے
ہے ایسا مرتبہ کس کا سناؤ یا رسولؐ اللہ
سیکھتے حق سے رہے سارے علوم حکمت
یاں کے آنے میں نہ تھی شاہ کی تاخیر عبث

شہ	سوار	عرصہ	چرخ وسما
باز	خوش	پرواز	معراج وعلا

ایذا کے عوض دیتے ہیں دعا سنگ دلوں کو
دل نرم تھا کیا سرور خوشخوئے مدینہ

وہ کون سا دل ہے جو اس تمنا سے معمور نہیں کہ اسے دیار رسول ﷺ کی زیارت کا شرف ملے کہ وہی تو ہماری امیدوں کا واحد مرکز ہیں' وہی تو ایک دنیا ہے جس میں ہم سانس لیتے اور زندگی گزارتے ہیں۔ اس در کی گدائی' ہر دل کی رعنائی رہی ہے۔ وہاں کے سنگریزے' حریرو پرنیاں کو شرماتے ہیں' ادھر کے کانٹے بھی پھول ہیں۔ وہاں کے بگولے اسی محبوب دلنواز کا ساز غزل خواں لئے پھرتے ہیں۔ وہاں کے پتھروں کی سنگینی آج بھی زبان حال سے بتاتی ہے کہ وہی ایک شیشہ تھا جو ہر پتھر سے ٹکرایا تھا۔ وہی ایک بندہ تھا جو سلطانوں کو ٹھکراتا ہوا' ابھرا تھا اور وہی ایک امی تھا جو ہر دانش کو چمکاتا ہوا نکھرا تھا اور وہی ایک گھٹا تھی جو حجاز سے اٹھی' گرجی'

Marfat.com

برسی اور ہر آبی و خاکی کو سیراب کر گئی۔

مہرومہ رانور می بخشد چمن را رنگ وبو
حسن روئے آں نگار وفیض عامش رانگر

اہل دل اسی باران رحمت کی تمنا میں جیتے ہیں بلکہ جوں جوں وقت گزرتا ہے آرزو کے جوش میں حدت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔ ہر دور اپنے روحانی اضمحلال اور قلبی تکدر کو اسی آستان ناز پر لے جاتا رہا اور اسی مسیحانفس کی نگہ کرم کا ملتجی رہا ہے کیونکہ وہی ایک دیوار ہے جس سے ہر دکھتی ہوئی پیٹھ ٹیک لگا سکتی ہے۔ حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ ایسے عظیم انسان اس دربار فیض آثار میں اپنی جھولی یوں پھیلاتے ہیں کہ آج ہمیں اپنی محرومی قسمت اور کوتاہی ذوق کا احساس اس اعتبار سے خوں رلاتا ہے کہ ہمیں تو مانگنے کا سلیقہ ہی نہیں آتا۔ ہم خوئے سوال اور انداز طلب دونوں سے اس لئے محروم ہیں کہ ہم تعلق اور نسبت کے اعتبار سے کٹے اور ہٹے ہوئے ہیں۔ تعلق خاطر اور نسبت روحانی ہو تو دینے والے آداب سوال اور آئین طلب خود سکھایا کرتے ہیں۔ سوئی، سچی طلب سے خود بڑھے تو سہی، مقناطیس اسے خود کھینچ لے گا۔ اب مولانا کی تمناؤں کی شعری کہکشاں ایک نظر دیکھئے۔

مست و بے خود بنا بوئے محمدؐ سے مجھے
محترم کر خواری کوئے محمدؐ سے مجھے

صدقے احمد کے ہے یہ امید تیری ذات سے
کہ بدل کر دے مرے عصیاں کو تو حسنات سے

نے طلب شاہی کی نے خواہش گدائی کی مجھے
بخش اپنے در تلک طاقت رسائی کی مجھے

حد سے ابتر ہو گیا ہے حال مجھ ناشاد کا
کر مری امداد اللہ وقت ہے امداد کا

جس، دن تمام عاصیوں کے شفیع ہوں گے پیش حق

Marfat.com

اس دن نہ بھولنا مجھے زنہار یا رسولؐ
ہو آستانہ آپ کا امداد کی جبیں
اور اس سے زیادہ کچھ نہیں درکار یارسولؐ

ہوا ہوں نفس اور شیطان کے ہاتھوں بہت رسوا
مرے اب حال پر تم رحم کھاؤ یا رسولؐ اللہ
حبیب کبریا ہو تم، امام انبیاء ہو تم
ہمیں بہر خدا حق سے ملاؤ یا رسولؐ اللہ
شراب بیخودی کا جام اک مجھ کو پلا کر اب
دوئی کے حرف کو دل سے مٹاؤ یا رسولؐ اللہ
بہت بھٹکا پھرا میں وادی فرقت میں جوں وحشی
کرم فرماؤ اب تو مت پھراؤ یا رسولؐ اللہ

امداد سے نت گوہر صلوٰت وسلامی
یارب ہو نثار شہ نیکوئے مدینہ

خدا کے گھر میں تو رہ چکے بس عمر بھی آخر ہوئی ہے آخر
مریں گے اب تو نبیؐ کے در پر چلو مدینے چلو مدینے

کھایا کروں بس ٹھوکریں زواروں کی تیرے
اے کاش ہوں در کا ترے پتھر کسی صورت
ہو جائے کہیں سرسبز مرا نخل تمنا
آ جائے نظر گنبد خضریٰ کسی صورت

چاہیئے عشق محمدؐ میں مسخر ہونا
کیا کریں ملک سلیمان کی تسخیر عبث

Marfat.com

جسم اپنا نہ ہوا ہائے مدینے کا غبار
اس مس عیب کے حق میں ہوئی اکسیر عبث

کس سے ہووے نعت ختم المرسلینؐ
جز بذات پاک رب العالمیں

ندائیہ انداز سے کسی غائب شخصیت کو پکارنا' ایک ایسا شرعی مسئلہ ہے کہ مجھ ایسا ہیچ مدان اور علمی اعتبار سے بے مایہ شخص اس پر کوئی سا تبصرہ بھی نہیں کر سکتا۔ اس ضمن میں حضرت مکی" ہی کی تصنیف "فیصلہ ہفت مسئلہ" سے ان کا فیصلہ دیکھ لیا جائے تو بہتر ہے ---- بہرکیف دل سراپا درد ہو جائے تو بے ساختہ بعض خوش نصیب لبوں پر پکار بھی آیا کرتی ہے اور آنکھوں کے بعض صدف بھی موتیوں سے خود بخود لبریز ہو جایا کرتے ہیں جبکہ بے بسی کی بعض کیفیات قابل درگزر بھی ہوا کرتی ہیں۔ کہ مکلف اور مسئول' ہوش ہوا کرتا ہے' مستی کا جوش نہیں۔ مقامات جنوں کا اندازہ عقل کوتاہ بین کے بس کی بات نہیں کہ۔

اس کا تو سر دامن بھی ابھی چاک نہیں ہے

انسان اللہ تعالیٰ کا اس کائنات میں نائب اور خلیفہ ہے' خلیفہ اپنے مستخلف کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اس کی خصوصیات کی جھلک اس میں ملتی ہے یہ جھلک ظرف اور عطا کے مطابق کہیں کم ہوتی ہے کہیں زیادہ۔ حق یہ ہے کہ مخلوق کسی نوع سے بھی خالق کی خصوصیات اور اختیارات کی سہیم و شریک نہیں بلکہ اس کی محتاج ہوتی ہے اور اس کی عطاؤں کی شکر گزار' مخلوق کو کسی بھی حیثیت سے خالق کے مساوی مان لینے ہی کا دوسرا نام شرک ہے۔ مولا کریم اپنی ہر خوبی کے اعتبار سے لافانی' مستقل بالذات' دائمی اور بیکراں ہیں جس کا اندازہ تصور کی کوئی سی اڑان بھی نہیں کر سکتی۔ انبیاء و اولیاء کے پاس جو خصائص ہوتے ہیں وہ اسی کی عطا ہیں۔ ان کی حیثیت وہبی اور مستعار و محدود ہے ------ اگر کسی سبب سے ہمیں کچھ ملتا ہے تو شکر گزاری مالک اسباب ہی کی واجب ہے کہ ہر تعریف کا مستحق وہی ہے۔ اس لئے ہر پکار' ہر ندا اور ہر استمداد کا مرجع آخریں وہی ہے کیونکہ عطا کے ذرائع اور اسباب اسی کے فراہم کردہ ہیں۔ وہ خالق اسباب ہے اور یہ عالم اسباب اور ہم سراسر محتاج اسباب۔ اس کا کرم شامل حال نہ ہو تو کسی بھی سفر کو منزل نہیں مل سکتی۔ بقول حضرت احمد جام ژندہ پیل"۔

Marfat.com

ہرگز نہ رسد بمنزل عشق
بے بدرقہ تو کاروانہا

ہزاراں کارواں در وادی عشق
شدند اما بمنزل کم رسید

اب حضرت مہاجر مکیؒ کے چند ندائیہ نوعیت کے نعتیہ اشعار دیکھئے۔

کر کے نثار آپ کے گھر بار یارسولؐ
اب آ پڑا ہوں آپ کے دربار یارسولؐ
اچھا ہوں یا براہوں غرض جو کچھ ہوں سو ہوں
پر ہوں تمہارا، تم مرے مختار یا رسولؐ
عالم نہ متقی ہوں، نہ زاہد نہ پارسا
ہوں امتی تمہارا گنہگار یا رسولؐ
گھیرا ہے ہر طرف سے مجھے رنج وغم نے آہ
اب زندگی بھی ہو گئی دشوار یا رسولؐ

مشرف کرکے اپنے کلمہ طیب سے اپنے تم
پھر اب نظروں سے اپنی مت گراؤ یا رسولؐ اللہ
اگرچہ نیک ہوں یا بد تمہارا ہو چکا ہوں
تم اب چاہو ہنساؤ یا رلاؤ یارسولؐ اللہ
پھنسا ہوں بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر
مری کشتی کنارے پر لگاؤ یا رسولؐ اللہ
پھنسا کر اپنے دام عشق میں امداد عاجز کو
بس اب قید دو عالم سے چھڑاؤ یارسولؐ اللہ

یارسولؐ کبریا فریاد ہے

Marfat.com

یا محمدؐ مصطفیٰ فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل
اے مرے مشکل کشا فریاد ہے
چہرۂ تاباں کو دکھلا دو مجھے
تم سے اے نور خدا فریاد ہے
گردن دبا ہے مرے زنجیر وطوق
یا نبیؐ کیجئے جدا فریاد ہے
قید غم سے اب چھڑا دیجئے مجھے
یا شہ ہر دوسرا فریاد ہے

حضرت مہاجر مکیؒ ان اکابر علماء اور حق آگاہ شخصیات میں سے ہیں جن کا احترام ہر مکتب فکر کرتا ہے۔ انہوں نے ایک عالم کو علم و معرفت کی تابشیں عطا کیں۔ ان کے روحانی تصرفات کی صداقتوں پر تاریخ شاہد ہے۔ رسول پاک ﷺ کی ذات پر انوار سے ان کے تعلق خاطر سے بھی ایک دنیا آگاہ ہے اور دنیا یہ بھی جانتی ہے کہ حضور ﷺ کی رحمتیں بھی انہیں خصوصی طور پر نوازتی رہی ہیں۔ اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ان کی راتیں اشکوں سے منور اور دن یادوں سے معطر رہتے تھے اور یہ بھی سچ ہے کہ انہیں ''نماز نیاز'' کا وہ کیف بھی میسر تھا جو خون دل سے وضو کرنے کے بعد نصیب ہوتا ہے اور مجھے یہ لکھنے میں بھی کوئی باک نہیں کہ ان کا زہد واتقاء ملائکہ کے لئے بھی ایک حسین ارمغاں سے کم نہ تھا------ عنایات ربانی کی ان تقدس آفریں کیفیتوں سے بہرہ ور ہونے کے باوجود وہ اپنے جرم و عصیاں کے اس قدر معترف' اللہ تعالیٰ کے عفو وکرم کے اس درجہ ملتجی اور حضور ﷺ کی رحمت وشفاعت کے اس شدت سے طلبگار ہیں کہ ان کے ان جذبات کو دیکھ کر' اپنی کم نصیبی کا احساس' انگاروں پر لوٹنے پر مجبور کرتا ہے کہ اپنا دامن' علم و عمل دونوں سے تہی ہے۔ روح شرابی اور نگاہیں خائن ہیں۔ قباؤں پر معصیت غرا رہی ہے اور منافقت دستار کے بل کھلنے نہیں دیتی۔

اک سنگ ہے یہ دل ترے پہلو میں ہم نفس
اک سنگ ہے کہ جس میں شرارہ کوئی نہیں

دل کی یہ سنگینی ہے کہ کم نہیں ہوتی۔ آنکھیں ہیں کہ نم سے محروم ہیں اور زندگی ہے کہ

Marfat.com

روز بروز سراب بنتی چلی جا رہی ہے اور کیفیت اس درجہ ابتر ہے کہ احساس اور اعتراف کی توفیق بھی نہیں ملتی۔

گلستاں ویران' آنکھیں خشک ہیں مولائے کل
پھر انہیں سر سبز کر' آنسو بنا' شبنم بنا
میری بربادی پہ لک عالم کی نظریں ہیں لگی
میرے مولا' میری خاکستر سے اک عالم بنا

اب حضرت مکیؒ کی نعت کے آئینے میں اپنے جرم و عصیاں اک اعتراف اور شفاعت و رحمت کی طلب کا ایک انداز دیکھئے کہ ان کی نعت گوئی کس کس انداز سے نالہ بلب ہے۔

کیا ڈر ہے اس کو لشکر عصیان وجرم سے
تم سا شفیع ہو جس کا مددگار یا رسولؐ
لیجو خدا کے واسطے اس دن مری خبر
عصیاں کا میرے جب کھلے اخبار یا رسولؐ

کرم فرماؤ ہم پر اور کرو حق سے شفاعت تم
ہمارے جرم و عصیاں پر نہ جاؤ یارسولؐ اللہ
لگے گا جوش کھانے خود بخود دریائے بخشائش
کہ جب حرف شفاعت لب پہ لاؤ یارسولؐ اللہ
مجھے بھی یاد رکھو میں تمہارا امتی عاصی
گنہگاروں کو جب تم بخشواؤ یا رسولؐ اللہ

دیں ساقی کوثر جو مجھے بادۂ الفت
چھوٹے نہ لبوں سے مرے ساغر کسی صورت

حفیظ ہوشیار پوری مرحوم کا ایک دعائیہ شعر ہے۔

اشک عنابی سلامت' چشم پر خوں چاہئے
غازۂ جاں کی بدولت چہرہ گلگوں چاہئے

Marfat.com

"غازۂ جاں" کردار و عمل کے اس جمال کا نام ہے جو قرآن پاک سے رنگ و نور سمیٹتا' اور صاحب قرآن کی محبت سے بال و پر لیتا اور دل کے شہ نشین پر نور کی قوسیں کھینچتا چلا جاتا ہے۔ اسی سے چہرہ رشک بہار بنتا اور عارضوں میں لالہ و گل کی رعنائی آتی ہے۔ صوفیائے کرام کی زندگیاں انہی انوار سے مستنیر ہو کر' اپنے گردوپیش کو جگمگانے لگ جاتی ہیں۔ صوفیاء علوم متداولہ کے منتہی ہونے کے باوجود بحث و تمحیص سے بچتے اور انس و محبت کا راستہ اپناتے ہیں وہ بروں کو اپنا بناتے اور اپنوں کو سوز دل سے گرماتے چلے جاتے ہیں۔ قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھلا ہوا ان کا کردار' ان کا صوری جمال اور ان کی صداقت آفرین گفتار' ذہن سے پہلے دل تسخیر کرتی چلی جاتی ہے جبکہ مجادلہ و مناظرہ سے محض نکات تو جیتے جا سکتے ہیں۔ دل نہیں' صوفیائے کرام کی معرفت ملنے والا عرفان' ایک ایسے فکری شعور کی آبیاری کرتا ہے جو پریشان ذہنوں کو ترتیب و تہذیب کی رعنائیوں تک لے جاتا ہے جب زبان' دل کی رفیق ہو تو پھر گفتار دلیل نہیں بنتی بلکہ صاحب گفتار خود دلیل ہو جاتا ہے اور دیکھنے والی آنکھ پہلی نظر ہی میں شکار ہو جاتی ہے اور یوں وہ شخصیت جدھر رخ کرتی ہے زد میں آنے والا ہر وجود خود کھینچ کے رہ جاتا ہے۔ بقول اصغر گونڈوی ؎

نہ میں دیوانہ ہوں اصغر نہ مجھ کو ذوق عریانی
کوئی کھینچے لئے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

مولانا ابوالحسن ندویؒ کے الفاظ میں۔

"صوفیائے کرام نے اسلامی معاشرے کو زوال سے بچایا انہوں نے بنیادی کام کیا کہ اگر وہ نہ کرتے تو مادیت کا یہ سیلاب لوگوں کو بہا کر لے جاتا" حضرت مہاجر مکیؒ ان صوفیاء میں سے ہیں جن کی تعلیمات نے کتنے ہی ڈگمگاتے ہوئے قدموں کو استقامت عطا کی ہے اور کتنے ہی بے نور سینوں کو علم و عمل کے چراغ عطا کئے ہیں کہ آج خبر و نظر کی تاریخ معترف ہے کہ ؎

شمع نظر' خیال کے انجم' جگر کے داغ
جتنے چراغ ہیں تری محفل سے آئے ہیں

کتابیات

خطبات مدراس -- سید سلیمان ندوی

اسلامی انسائیکلوپیڈیا -- سید قاسم محمود- کراچی

Marfat.com

حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور ان کے خلفاء -- ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن- مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۸۴ء

کرامات امدادیہ -- کتب خانہ ہادی دیوبند- یو- پی

نالہ امداد غریب --- کتب خانہ ہادی دیوبند ناشر مولوی سید احمد مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند- ضلع سہارنپور- یو- پی

غذائے روح- کتب خانہ ہادی دیوبند

گلزار معرفت- کتب خانہ ہادی دیوبند

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بزرگان دیوبند --- مولانا محمد عبد اللہ مہتمم مدرسہ دارالہدی بھکر-

ماہنامہ الرشید -- دارالعلوم دیوبند نمبر --- عبدالرشید ارشد

جہاد اکبر ------- ایک طویل مثنوی نما نظم

رسالہ غمناک --- ایک طویل نظم

مثنوی تحفتہ العشاق

منظوم شجرہ پیران چشت اہل بہشت

Marfat.com

حضرت حافظ احمد رضا خاں رضاؒ

(مصطفیٰؐ جان رحمت پہ لاکھوں سلام)

دور حاضر کا یہ ایک المیہ ہے کہ اس میں تعلیم جتنی تیزی کے ساتھ پھیلتی جا رہی ہے اتنی ہی سرعت کے ساتھ علم گھٹتا جا رہا ہے حق یہ ہے کہ ہماری اکثریت اپنے علمی مرکز اور فکری سرچشمے سے کٹ کے رہ گئی ہے۔ عربی زبان کی بلیغانہ وسعتوں سے شناسائی تو دور کی بات ہے۔ دور حاضر کے "دانشوروں" کی اکثریت سے قرآن مجید کی درست تلاوت کی بھی توقع نہیں کی جا سکتی۔ آج کون ہے جو اقبالؒ کی طرح یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے قرآن کے سمندر سے موتی چنے ہیں۔ موتی چننا تو ایک طرف ہمیں تو موتیوں کی پہچان بھی نہیں ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے جس کی بنا پر کسی شخص پر علم و حکمت کے ایوان کھلتے اور اسے تفکر و تدبر کی توفیق ملتی ہے۔ آج اگر ہم علمی طور پر مفلس، قلبی طور پر پریشان، ذہنی طور پر محدود اور نظری طور پر مسدود ہیں تو اس کی ایک ہی بنیادی وجہ ہے کہ ہماری سیہ دلی کی بنا پر اس علیم و خبیر ذات کی نگہ لطف ہم سے ہٹ گئی ہے اور ہم ہیں کہ اس "احساس زیاں" سے بھی بے نیاز ہیں جب دل رخشاں اور ذہن تاباں ہو تو قلم بھی نور اگلتا ہے اور ہر لفظ، شب کی ظلمتوں میں نقیب سحر بن جاتا ہے-------- آج جب ہم اسلاف کے علمی نقوش دیکھتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں کہ وہ کیا تھے اور ہم کیا ہیں؟ اس کاروان علم و فضل کے پیچھے اڑنے والی گرد سے بھی ہمیں کوئی نسبت نہیں ہے۔ اس کارواں کا ایک ایک فرد اپنی ذات میں انجمن تھا۔ فضیلتیں ان کا طواف کرتی تھیں۔ ان کا ہر بول ہزاروں کتابوں کا افشردہ و عصارہ ہوا کرتا تھا، علمی طور پر ان کی تحریریں، ان کی فکری عظمتوں کا آئینہ اور عملی طور پر ان کے روز و شب ان کی رفعت کردار کا پیمانہ ہوتے تھے۔

جن کے سائے میں صبا چلتی تھی
پھر نہ وہ لوگ پلٹ کر آئے

حضرت رضا بریلویؒ اسلاف کی ایک ایسی روشن نشانی تھے۔ وہ علم و خبر کا ایک بحر بیکراں تھے قرآن پاک کی بلاغتوں سے لے کر فرمودات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فصاحتوں تک، تفسیری مباحث سے لے کر فقہی نزاکتوں تک، علم توقیت کی واقعیت سے لے کر علم حساب کی

Marfat.com

گہرائیوں تک، علم ہندسہ کے کمال سے لے کر علم جفر کے حال تک، علم کلام کی خرد افروزیوں سے لے کر، قلب و نظر کی آفاق گیریوں تک، ہر مقام پر ان کی علمی اور روحانی تاب و تب کا اعتراف، ہر دور کا ذوق سلیم کرتا رہا ہے۔ اعتراف عظمت کے پہلو بہ پہلو اختلاف کی اگر کوئی بات ہو تو وہ دلیل رحمت ہوتی ہے مگر اختلاف برائے اختلاف' اس قابل ہے کہ اسے یہ کہہ کر ٹھکرا دیا جائے کہ پستیوں کا کام ہی یہ ہے کہ وہ بلندیوں کو گھورا کریں۔

آپ ۱۴ جون ۱۸۵۶ء (۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ) کو بریلی میں پیدا ہوئے آپ نسباً" پٹھان، مسلکاً" حنفی اور مشرباً" قادری تھے۔ آپ کے والد گرامی کا نام نقی علی خاں اور جد امجد کا نام مولوی رضا علی خاں تھا۔ والد نے آپ کا نام محمد اور جد امجد نے احمد رضا رکھا' تاریخی نام المختار ہے جس سے ۱۲۷۲ھ برآمد ہوتا ہے۔ آپ کے والد محترم اور جد امجد' صاحب تصنیف بھی تھے اور علم و عمل کے اعتبار سے بھی منفرد اور معتبر سمجھے جاتے تھے۔ حضرت رضا نے چار سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کیا۔ صرف و نحو' ادب' حدیث' تفسیر' کلام' فقہ' اصول معانی و بیان' تاریخ' جغرافیہ' ریاضی' منطق' فلسفہ' ہیئت' غرض تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل فرمائی۔ آپ ذہانت اور حافظے کی بے پناہ صلاحیتوں کے حامل تھے۔ جناب مقبول جہانگیر کے الفاظ میں

> "اعلیٰ حضرت نے علوم درسیہ کے علاوہ دوسرے علوم و فنون کی بھی تحصیل فرمائی' حیرت کی یہ بات کہ بعض علوم ایسے ہیں جن میں کسی استاد کی رہنمائی کے بغیر آپ نے اپنی خداداد ذہانت سے کمال حاصل کیا۔ ایسے تمام علوم و فنون کی تعداد تقریباً ۵۴ ہے۔ کئی فن ایسے ہیں کہ دور جدید کے بڑے بڑے محقق اور عالم انہیں جاننا تو درکنار شاید ان کے ناموں سے بھی آگاہ نہ ہوں گے-------- یہ واقعہ ہے کہ عالم اسلام میں مشکل ہی سے کوئی ایسا عالم نظر آئیگا جو اعلیٰ حضرت کا ان علوم میں ہم پلہ یا مقابل ہو"

آپ شاہ آل رسول مارہرویؒ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور تصوف کے بہت سے دیگر سلسلوں میں بھی خلافت سے سرفراز رہے۔ ۱۲۹۵ھ میں آپ کو اپنے والدین کے ساتھ پہلی بار حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ ۱۹۰۵ء میں دوسری بار یہ شرف ملا' اس سفر حج کے دوران میں وہاں کے علمائے کرام نے آپ کو انتہائی احترام سے نوازا' اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق

Marfat.com

''احمد رضا خاں کو علمائے حرمین بڑی قدرومنزلت سے دیکھتے تھے' چنانچہ بعض علماء نے انہیں ''مجدد امت'' لکھا ہے۔ فتویٰ نویسی کے سلسلے میں ان کی فقیہانہ بصیرتوں کا اعتراف علامہ اقبال کو بھی تھا۔ ایک مجلس میں انہوں نے فرمایا ''ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور تھے''

۱۹۱۱ء میں ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' کے نام سے آپ کا مشہور ترجمہ قرآن پاک طبع ہوا جس میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ ترجمے کی ہلکی سے بے احتیاطی سے بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کسی نوع کی بے ادبی نہ ہو۔

آپ ۲۵ صفرالمظفر ۱۳۴۰ھ کو وفات پا گئے۔ ایک بار خود آپ نے غور فرما کر قرآن پاک کی اس آیت سے اپنا سن پیدائش اخذ کیا تھا۔

اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدیھم بروح منه

اور وفات سے چند ماہ پہلے القائی طور پر آپ نے سن وفات کا استخراج اس آیت سے فرمایا۔

ویطاف علیھم بانیة من فضة واکواب

آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں سے اکثر متبحر عالم ہیں اور آپ سے تعلق خاطر رکھنے والے اصحاب آپ کو فاضل بریلی اور اعلیٰ حضرت کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔

فاضل بریلوی'' اردو' فارسی' ہندی اور بھاشا پر عالمانہ قدرت رکھتے تھے۔ وہ ایک بے بدل خطیب' صاحب طرز انشاپرداز' حق گو واعظ' معجز بیان مناظر' قابل قدر مفسر' ژرف نگاہ محدث' اور بصیرت افروز فقیہ تھے انہوں نے ایک بھرپور دینی اور علمی زندگی گزاری۔ چونکہ وہ ایک وہبی شاعر تھے۔ اس لئے جملہ مصروفیات کے باوجود جب طبیعت شعر گوئی کی جانب آتی تھی تو شعر آویزوں کی طرح ڈھلتے چلے جاتے تھے۔ ان کی شاعری طبعی اضطراب کے بے ساختہ پن کا حاصل تھی۔ کیونکہ آورد کے لئے فکر کو وقت کی ضرورت ہے اور وقت ان کے پاس تھا نہیں' کہ اسے شعر گوئی کے لئے وقف کیا جا سکے۔ اردو کے علاوہ عربی اور فارسی میں بھی شعر کہتے تھے ان کا عربی دیوان تو محفوظ نہیں رہا۔ مگر بکھرے ہوئے اشعار کی تعداد اتنی ضرور ہے جن سے ان کی عربی شعر گوئی کی صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ چونکہ وہ عربی کے فاضل تھے۔ اس لئے اردو اشعار میں بھی عربی رنگ و آہنگ چھایا ہوا ہے۔ آج عربی اور فارسی کا ذوق ناپید ہو گیا ہے یہی وجہ ہے کہ دور حاضر کے ''دانشور حضرات'' اپنی بے علمی کا ماتم کرنے کے بجائے ''سہل نویسی'' کا پرچار کرتے ہیں۔ ڈاکٹر حامد علی خاں (لیکچرار شعبہ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) نے

Marfat.com

الفاظ میں

"آپ کی اردو شاعری اردوئے معلیٰ کا اعلیٰ شاہکار ہے آپ کے اردو کلام سے بھی در حقیقت وہی صحیح معنوں میں لطف اندوز ہو سکتا ہے جسے عربی وفارسی پر عبور ہو یا کم از کم اردو کا اچھا فاضل اور ادیب ہو"

صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی اپنے ایک خوبصورت مضمون میں حضرت فاضل بریلوی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"ایک آدمی اگر کوہ ہمالیہ کی چوٹی پر کھڑا ہوا ہو اور وہ نیچے کی طرف دیکھے تو اسے ہر چیز بہت چھوٹی نظر آئے گی خواہ وہ چیزیں اپنے طور پر بہت بڑی ہوں۔ اس لئے کہ وہ خود بہت بلندی پر کھڑا ہوتا ہے لیکن وہی شخص اگر اپنے اوپر آسمان کی طرف دیکھے تو وہ خود کو آسمان کی وسعت کے مقابلے میں بہت سکڑا ہوا۔ اس کی بلندی کے سامنے اپنے آپ کو بہت پست اور اس کے حجم کے تناظر میں اپنی ذات کو رائی کے دانے کے برابر سمجھے گا۔۔۔ کچھ اسی طرح کی صورت حال کا سامنا اس شخص کو کرنا پڑتا ہے جو عالم اسلام کی عبقری شخصیت اور برصغیر کی انتہائی عظیم المرتبت ہستی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی" کے بارے میں کچھ کہنا اور ان پر کچھ لکھنا چاہتا ہو۔ اس دور کا کوئی بڑے سے بڑا عالم، فاضل، مفتی، محدث، مفسر، متکلم، مصنف اور شاعر علوم وفنون کے کوہ ہمالیہ پر کیوں نہ کھڑا ہو اور ہر ایک اس کے سامنے بونا اور ٹھگنا کیوں نہ نظر آ رہا ہو۔ مگر جب وہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی" جیسے علم وفضل اور تحقیق وتصنیف کے آسمان پر نظر ڈالتا ہے تو دوسروں کا کیا مذکور، وہ خود اپنے آپ کو کوتاہ قامت اور پست شخصیت نظر آنے لگتا ہے۔ ان پر بات کرتے ہوئے بڑے سے بڑے خطیب کی زبان لڑکھڑانے لگتی اور بڑے سے بڑے ادیب کی نوک قلم سے الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگتے ہیں۔ نہ زبان کی باگ ہاتھ میں رہتی ہے نہ قلم کی رکاب پاؤں میں۔ یک رخا بھلا کہاں تک ہمہ جہت شخصیت کو اپنے فکر وخیال کے دائرے میں قابو رکھ سکتا ہے۔۔۔۔۔۔ فاضل بریلوی" کی شخصیت ایک ہشت پہلو ہیرے جیسی ہے۔ جس طرح اسے سورج کی روشنی کے رخ پر رکھا جائے تو ہر کونے سے ایک نیا رنگ نظر پڑتا ہے۔۔۔۔۔ اعلیٰ حضرت" کو آفتاب علم کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان کی شخصیت کے کئی رنگ اپنے اندر دل ونگاہ کی جاذبیت کا سامان لئے ہوئے ہیں۔ ان کے بارے میں سن کر یا پڑھ کر زبان پر بے اختیار آ جاتا ہے۔

Marfat.com

کوئی تصویر نہ ابھری تری تصویر کے بعد
ذہن خالی ہی رہا' کاسہ سائل کی طرح"

حضرت رضا نے پچاس سے زیادہ مختلف موضوعات پر عربی' فارسی اور اردو میں کم وبیش ایک ہزار علمی تصانیف چھوڑی ہیں۔ حق یہ ہے کہ ایسی معتبر اور ہمہ جہت شخصیت پر لکھنے والا قلم خود بے بضاعتی کا شکار ہو جاتا ہے اور اپنی جملہ صلاحیتوں کے باوجود اس گلستاں بکنار شخصیت کی رعنائیوں کو سمیٹنے سے قاصر رہتا ہے اور دامان نگاہ کی تنگیاں گلہائے حسیں کی ان فراوانیوں سے معذرت طلب نظر آتی ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں ہر فن کے الگ الگ عالم بلکہ امام تو بہت مل جائیں گے مگر ایسی کثیرا لجہات شخصیت' چراغ رخ زیبا لے کر ڈھونڈنے سے بھی شاید نہ مل سکے جس نے معقولات ومنقولات کے اکثر اصناف میں اپنی فکری عظمتوں کے چراغ روشن کئے ہوں۔ جس کی مطبوعہ تصانیف بھی سینکڑوں تک پہنچتی ہوں اور ایسے مسودات کا شمار بھی ممکن نہ ہو جو بوجوہ طبع نہ ہو سکے ہوں اور مرور زمانہ کی نذر ہو گئے ہوں۔

بطور ایک نعت گو' ان کی حیثیت مسلمہ ہے۔ قاری ان کی محراب نعت میں علمی اعتبار سے مرعوب اور فکری طور پر سرنگوں نظر آتا ہے۔ جذباتی کیفیات اور دلی واردات کے نقطہ نظر سے' دور دور تک نہ کوئی ان کا مثیل ہے نہ سہیم۔ خیال ایک سماوی نعمت ہے جبکہ زبان ایک ارضی صلاحیت' ان وہبی اور اکتسابی خوبیوں کے لطیف اور رعنائی امتزاج کا نام شعر ہے۔ حضرت رضا' فکری صلاحیتوں کی پاکیزگی سے بھی بہرہ ور تھے اور زبان وبیان پر بھی عالمانہ دسترس رکھتے تھے۔ عروضی اور فنی اعتبار بھی وہ الفاظ کو موسیقیت کی میزان میں تولنے پر قادر تھے۔ ان کے پورے کلام کو نقد ونظر کی کڑی آزمائشوں میں سے گزاریئے' آپ کو نہ کوئی زبان کا سقم نظر آئے گا' نہ کوئی عروضی لغزش دکھائی دے گی اور نہ کہیں فکری پسماندگی کا احساس ہو گا۔ جس شخصیت نے نعت سرائی کی بنیاد ہی قرآن حکیم کو بنایا ہو کہ وہ خود ایک کتاب نعت ہے اور اس کی' قرآن کی موعظانہ بصیرتوں اور علمی رفعتوں پر بھی گہری نظر ہو تو پھر اس کی نعت گوئی کے اعجاز وایجاز کو تسلیم کئے بغیر نہ اہل نظر آگے گزر سکتے ہیں' نہ تماشائی۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بے جا سے ہے المنتہ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے آداب شریعت ملحوظ

Marfat.com

نئے خیال کی تلاش میں شاعر عموماً بھٹک اور بھٹک جاتے ہیں۔ نتیجہ معلوم کہ مضمون ہی عنقا ہو کر رہ جاتا ہے۔ مگر احمد رضا خاں بریلوی کی نعت گوئی میں ایسے مقام کم ہیں جہاں خیال میں تکرار ہو۔ ان کا ہر شعر کمال سیرت کا ایک نیا پہلو پیش کرتا ہے اور ساتھ ساتھ جمال صورت کا ایک نیا رخ ہمارے سامنے رکھتا چلا جاتا ہے اور ساتھ ہی انداز کی طرفگی بھی نمایاں ہے۔ سچ یہ ہے کہ روئے رسول ﷺ' رخ جمال الٰہی کا آئینہ ہے اور سیرت رسول ﷺ قرآن کی اعجاز آفرین تعلیمات کا ایک عکس دل آویز' اختر الحامدی کا شعر ہے۔

اک اک ادا ہے آپؐ کی آیات بینات
جس زاویے سے دیکھئے قرآں ہیں مصطفیٰؐ

قرآن ہر مقام پر صداقتوں کا اظہار' نئے انداز سے کرتا ہے اور قرآن کا یہی اسلوب' اہل نظر کے لئے فکری اور لسانی بصیرتوں کے ایوان کھولتا چلا جاتا ہے اور یہ قرآن ہی کا فیض ہے کہ فاضل بریلی کی نعت' ایک فانوس کی طرح صد رنگ انوار بکھیرتی چلی جاتی ہے۔ جا بجا قرآنی آیات اور احادیث جبین شعر پر لو دیتی نظر آتی ہیں۔ صنعت تلمیح پر مشتمل اشعار' دینی اور واقعاتی پس منظر لئے ہوئے ہیں۔ فلسفیانہ اور متصوفانہ اصطلاحات ان کی علمی وسعت اور ہم لوگوں کی فکری نکبت کی آئینہ دار ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ وہ تو لکھ گئے کہ جانتے تھے اور ہم پڑھ رہے ہیں مگر سمجھنے سے قاصر ہیں۔

مولانا مسلمہ عالم تھے اور نغز گو شاعر بھی۔ صرف علم کے بل پر کہا جانے والا شعر فلسفہ یا معما بن کر رہ جاتا ہے' یا بالکل خواص کی ایک شے ہو جاتا ہے۔ فکر' گداز دل میں ڈھلتا ہے تو اس میں شعری لطافت آتی ہے مولانا چونکہ علمی تبحر' دینی بصیرت اور شعری صلاحیت کے اعتبار سے مستند ہونے کے ساتھ ساتھ عشق رسول ﷺ کی نعمت عظمیٰ سے بھی بہرہ ور تھے۔ اس لئے ان کی شاعری میں اگر ایک طرف شعری خوبیاں اپنے کمال پر دکھائی دیتی ہیں تو دوسری طرف جذبے کی گہرائی نے علمی رسوخ کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر' جوش و ہوش کی ایک ایسی کہکشاں کو ابھارا ہے جس کا ہر رنگ نگاہوں سے لپٹ لپٹ جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی نعت' ہر دل کی دھڑکن' ہر لب کی صدا اور ہر نگاہ کی آرزو بن کر شعری افق پر جگمگا رہی ہے۔ اس میں اہل نظر کے لئے متاع تدبر تو فی الواقع فراواں ہے مگر سطحی نوعیت کے ناظرین کو بھی اپنے ذوق کی آسودگی کا سامان مل جاتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق کے الفاظ میں

Marfat.com

"مولانا کی نعتیہ شاعری میں حسن وبیان' استعارات' تلمیحات اور علمی اوصاف اس کثرت سے موجود ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ خشک علوم وفنون کے سمندر کا غواص' اس قدر شگفتگی کس طرح پیدا کر سکتا ہے؟"

جذبہ صادق ہو تو وہ خوشبو کی طرح مشام جاں کو معنبر کرتا چلا جاتا ہے۔ جب ممدوح بھی بے مثال ہو' مدحت نگار کا دل بھی محبت سے لبریز ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کے قلم کو پر ہما کی اڑان بھی عطا کی ہو تو پھر اس قلم کی ہلکی سی جنبش لولوئے لالا بکھیرتی چلی جاتی ہے' ڈاکٹر فرمان فتحپوری' مولانا کی قادر الکلامی' اسرار علمیہ اور گل افشانی گفتار پر یوں تبصرہ کرتے ہیں۔

"ان کی نعتیہ شاعری بنیادی طور پر فلسفیانہ موشگافیوں اور علم وفن کی بھول بھلیاں کی شاعری نہیں بلکہ حضور اکرم ﷺ کی ذات صفات سے گہری وابستگی اور شدید جذباتی لگاؤ کی شاعری ہے۔ ان کی نعتیہ شاعری پر معصومیت' شیفتگی' سادگی اور عاشقانہ سرمستی کی جو چاندنی چھٹکی ہے وہ چاندنی قاری کے درون خانہ میں جس قسم کا مدوجزر پیش کرتی ہے وہ بے سبب نہیں"

حق یہ ہے کہ ان کی نعت' ان کے بھرپور علمی اظہار کے باوجود فلسفیانہ پیوست سے بچی ہوئی ہے مگر پھر بھی بیشتر مقام ایسے ہیں کہ ان کی تہہ تک عام' فہم کی رسائی نہیں ہے۔ شخصی کمال ہی فن کو عظمت عطا کیا کرتا ہے اور وہی فن رنگ ثبات ودوام کا حامل ہوتا ہے جسے کسی مرد خدا نے تمام کیا ہو۔

جب تک قاری ان علوم سے آشنا نہ ہو جن تک حضرت رضا کی ماہرانہ دسترس ہے اس وقت تک ان کے اشعار میں مضمر علمی بصیرتوں کو نہیں پا سکتا۔ دور حاضر کی اکثریت علمی لاعلمی اور ادبی بے مائیگی کی انتہا کو چھو رہی ہے وہ عربی اور فارسی کی مبادیات تک سے نابلد ہے اور خود اردو کا ذوق اس قدر افسردہ وپژمردہ ہو چکا ہے کہ مومن وغالب' انیس ودبیر اور اقبال تک' کتنے ہی شاعر ہیں کہ ان کی تخلیقات کے فہم وادراک کے لئے تشریحات مطلوب ہیں اس لئے اگر آج حضرت رضا کی شاعرانہ عظمتوں کا اعتراف نہیں ہو رہا تو اس کی تہہ میں آج کے دانشور حضرات کی "بے دانشی" ہے اور جو لوگ ان کی ستائش میں رطب اللسان ہیں ان کی اکثریت بھی محض مذہبی فرقہ بندی اور نظریاتی ہم آہنگی کے تحت اس تعریف کو اپنائے ہوئے ہے ورنہ ان کے کلام کے رموز وغوامض تک بہت کم نظریں رسا ہیں۔ "قدر سخن شناس" باقی نہ رہے تو "تحسین ناشناس" ہی رہ جاتی ہے جسے نقد ونظر کے میدان میں کوئی سی حیثیت بھی حاصل نہیں

Marfat.com

ہوتی۔ حضرت شمس بریلوی نے اپنی فاضلانہ تالیف میں حضرت رضا کی نعت کا ادبی اور تحقیقی جائزہ لیتے ہوئے بہت سے ایسے اشعار یکجا کئے ہیں جن کے مفہوم کو عہد حاضر کے دانشوروں کی غالب اکثریت نہیں پا سکتی۔ یہ چند اشعار' حضرت کی علمی فضیلتوں کے اعتراف اور عہد حاضر کے علمی افلاس کے ماتم کے لئے کافی ہیں۔

زبان فلسفی نے امن وخرق والسیام اسریٰ
بنایا دور رحمت ہائے یکساعت تسلسل کو

(فلسفہ مابعد الطبیعات)

دنیا' مزار' حشر' جہاں ہیں' غفور ہیں
ہر منزل اپنے چاند کی منزل غفر کی ہے (علم نجوم)

محیط ومرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت سے سر جھکائے' عجیب چکر میں دائرے تھے (علم ہندسہ)

ذرے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے
حد اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا (علم منطق)

غایت وعلت' سبب بہر جہاں تم ہو سب
تم سے بنا' تم بنا تم پہ کروڑوں درود (علم فلسفہ)

عام قاری سے لے کر ناقد اور معتقد سے لے کر معترض تک کی اکثریت اگر ان علوم ہی سے بے بہرہ ہوگی تو ظاہر ہے کہ نہ وہ مولانا کی نعت گوئی کی تحسین کا حق ادا کر سکے گی اور نہ ان کے اعتراض میں اعتدال کا رنگ آ سکے گا داد دینے والوں کی داد بھی بے داد ہوگی اور اعتراض کرنے والوں کی تنقید بھی بے محل۔ بقول شاعر۔

اس فن کی لطافت کو لے جائے کہاں کوئی
پتھر کا زمانہ ہے شیشے کی کہانی ہے

یہ ایک حقیقت ہے کہ توحید' اسلام کا ایک بنیادی تصور ہے کہ جب اس میں کوئی کھوٹ در آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس ازلی اور ابدی تصور کے نکھار اور وقار کو بحال کرنے کے لئے انبیاء مبعوث کرتے ہیں۔ اسی لئے ہر نبی کا پہلا بول تصدیق توحید ہی کے گرد گھومتا رہا ہے۔ اسلام نے اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کا جو خوبصورت تصور دیا ہے وہ کسی اور مذہب کے پاس نہیں ہے۔ ہمارا تصور توحید' رسالت ہی سے وابستہ وپیوستہ ہے جناب پروفیسر علی عباس جلالپوری

Marfat.com

کے الفاظ میں

"جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پاک کو رہنمائے عمل بنائے بغیر ہم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا کماحقہ 'اثبات نہیں کر سکتے۔ گویا جو مسلمان اپنی حسب توفیق جتنا اسوہ حسنہ اپنے طور پر مشعل راہ بنائے گا۔ اتنا ہی وحدانیت کے شعور وادراک سے بہرہ ور ہو سکے گا"

ہمارے ہاں توحید اور رسالت باہمد گر یوں ہم رشتہ اور ہم آہنگ ہیں۔ کہ دونوں کو الگ الگ نہیں کیا جا سکتا۔ مقصود زندگی رضائے خداوندی ہے مگر فرمودات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں۔ گویا پہنچنا بہر نوع رب کعبہ تک ہے مگر راستے کے لئے چاندنی' گنبد خضریٰ سے سمیٹنا ہو گی کہ کعبہ عقیدے کا مرکز ہے اور مدینہ عقیدت کی جلوہ گاہ' عقیدہ' عقیدت سے بال و پر لیتا ہے اور عقیدت' عقیدے کی انگلی تھام لے تو بے راہ نہیں ہوتی' بلکہ خود منزلیں اس کا استقبال کرتی ہیں۔ مولانا محمد صلاح الدین مرحوم نے ایک مقام پر عقیدے اور عقیدت کی اس ہم آہنگی کی تجزیہ یوں کیا ہے۔

"کلمہ طیبہ اسلام کی اساس ہے یہ چھوٹا سا کلمہ دو مختصر فقروں پر مشتمل ہے پہلا جزو اقرار توحید اور دوسرا اقرار رسالت۔ جس طرح یہ دو فقرے مل کر اس کرہ ارض میں توحید و رسالت کے دو ایسے مرکز بنتے ہیں جو بظاہر الگ الگ مگر حقیقتاً باہم مربوط ہیں۔ ان میں سے ایک مرکز دین و ایمان ہے۔ تو دوسرا مرکز' عقیدت و محبت' ایک قبلہ ہے تو دوسرا قبلہ نما' ایک نشان معبودیت ہے تو دوسرا نشان عبدیت' ایک مرکز نظر ہے تو دوسرا نور نظر' ایک مرکز عہد بندگی ہے تو دوسرا مرکز درسگاہ بندگی' ایک عظمت خداوندی کی علامت ہے تو دوسرا رفعت بندگی کی علامت' ایک جلوہ گاہ جلال ربانی ہے تو دوسرا جلوہ گاہ جمال نبوی' ایک کتاب تو دوسرا تفسیر' ایک پیغام عمل تو دوسرا مجسم عمل۔ ایمان قلب و نظر کی یکجائی کا نام ہے اور اس یکجائی کے معنی یہ ہیں کہ کعبہ مسلسل پیش نظر ہو اور قلب پروانے کی طرح شمع رسالت کا طواف کرتا رہے"

توحید و رسالت کے اس تعلق کو حضرت رضا اپنی ایک نعت میں انتہائی دل آویز انداز سے بیان کرتے ہیں کہ آج اس نعت کے اکثر مصرعے اہل درد کے دل کی انگشتری کا نگینہ بنے ہوئے ہیں' حضرت کے نزدیک کعبہ تو بہر کیف کعبہ ہے۔ مگر مدینہ کعبے کا کعبہ ہے کہ وہ شعلے جو طور کو

Marfat.com

ایک انداز بے نیازی سے چور چور کرتے ہیں۔ وہی شعلے' شمع رسالت مآب ﷺ پر پروانہ وار لپکتے ہیں کہ یہی وہ حسن عالمتاب ہے کہ جس آنکھ میں سما جائے' خود جلوے اس آنکھ کا طواف کرتے دکھائی دیتے ہیں' حضرت رضا کے نزدیک آب زم زم خوب ہے مگر شہ کوثر کی جود و سخا بھی دیکھنے کی چیز ہے۔ سنگ اسود کے بوسے سے دل کی ظلمت دھلتی ہے مگر خاک بوسئ مدینہ سے بھی دل کے اندھیروں کو اجالا ملتا ہے۔ منیٰ میں جانور تڑپتے ہیں' یہاں دل تڑپتا ہے۔

حاجیو' آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے' کعبہ کا کعبہ دیکھو
آب زم زم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں
آؤ' جود شہ کوثر کا بھی دریا دیکھو
زیر میزاب ملے خوب کرم کے چھینٹے
ابر رحمت کا یہاں روز برسنا دیکھو
خوب آنکھوں سے لگایا ہے غلاف کعبہ
قصر محبوب کے پردے کا بھی جلوہ دیکھو
ایمن طور کا تھا رکن یمانی میں فروغ
شعلہ طور یہاں انجمن آراء دیکھو
دھو چکا ظلمت دل بوسہ سنگ اسود
خاک بوسئ مدینہ کا بھی جلوہ دیکھو
خوب مسعی میں بہ امید صفا دوڑ چکے
رہ جاناں کی صفا کا بھی تماشا دیکھو
رقص بسمل کی بہاریں تو منیٰ میں دیکھیں
دل خونابہ فشاں کا بھی تڑپنا دیکھو

علم کی کمی' دل سے وسعت اور نگاہ سے رفعت چھین لیا کرتی ہے۔ ہمارے دینی اختلافات' رسالت مآب ﷺ سے قلبی تعلق کے فقدان کی دلیل ہیں۔ ان اختلافات کی تہہ میں جائیں تو بات اصولی نہیں' فروعی نظر آتی ہے اور زبان و قلم کی ساری کاوشیں' فروع کو اصول بنانے میں مصروف دکھائی دیتی ہیں' حق یہ ہے کہ ہمارے ایمان کی واحد اساس' حب رسول ﷺ ہے' اس کے بغیر ہماری زندگی کی ہر شے بے اساس ہے' وعظ و تذکیر بھی'

Marfat.com

بحث و تمحیص بھی' جذب وشوق بھی' شعروادب بھی اور آہ وفغاں بھی- بقول اقبال

عقل ودل ونگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع ودیں بتکدۂ تصورات
شوق اگر ترا نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب' میرا سجود بھی حجاب

ہم تہی ساغر' تہی دامن اور تہی دست لوگ' بتکدۂ تصورات میں اس قدر کھو گئے ہیں کہ ہم نے توحید اور رسالت کو خانوں میں بانٹ دیا ہے' حالانکہ ہر دو لازم وملزوم ہیں' جبیں کعبے میں جھکتی ہے اور دل مدینے میں' سجدہ' صرف اللہ تعالٰی کو روا ہے مگر "وصید ناز" کو پلکوں سے صاف کرنے میں کیا روک ہے- دل مچل مچل کہ پوچھے کہ-

نہیں اذن سجدہ جو میری جبیں کو
تو پھر یہ ترا سنگ در کس لئے ہے

مگر جبیں سجدے سے باز رہے کہ محبوبؐ ہی کا فرمان ہے کہ "میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنالینا" یہ رک جانا ہی عقیدت کے تقدس کی معراج ہے' اطاعت کے اسی جذبے کو حسن عقیدت کہتے ہیں- اصغر گونڈوی نے انہی کیفیات کے تحت کہا تھا-

چلوں میں جان حزیں کو نثار کر ڈالوں
نہ دیں جو اہل شریعت جبیں کو اذن سجود

توسل' تعلق' نسبت اور رابطے کے اس حسن کا کون منکر ہے کہ ہم نے خدا کو جانا' پہچانا اور پایا تو اسی فیض سے' اسی تعلق سے سجدوں کو کیف' دلوں کو نشاط اور نگاہوں کو امید عطا ہوئی' اس حوالے کے بغیر تو نہ دعا قبول ہوتی ہے اور نہ عبادت تکمیل پاتی ہے- اگر اس واسطے کو نکال دیا جائے تو ہماری پوری کائنات دھواں دھواں ہو کر رہ جائے گی-

اک وہم وگماں ہوتے اگر آپؐ نہ ہوتے
ہم لوگ کہاں ہوتے اگر آپؐ نہ ہوتے

عشق' علم سے بے بہرہ ہو تو مبالغے کی حدوں تک پہنچ کر' بے کیف ہو جایا کرتا ہے- مگر رضا بریلویؒ ایسی شخصیت جو ایمان کے اس کمال سے بہرہ ور ہو جسے حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں اور دوسری طرف علم دین کا کماحقہ' شعور بھی رکھتی ہو' اس کے قلم کے لئے بھٹکنے اور بھٹکنے کا امکان بہت کم ہوتا ہے- نعت سرائی' تلوار کی دھار پر گامزن ہونا ہے- علم ونظر سے

Marfat.com

بہرہ ور' جذبہ عشق جب اس دھار پر چلے گا تو یقیناً سرخرو ہو گا' دوران سفر میں اگر کہیں قلم کا قدم ڈگمگا جائے تو اسے سہو ولغزش سے تعبیر کیا جائے گا۔ نیت کی کجی قرار نہیں دیا جائے گا۔ سہو کا اعتراف ہو تو بڑی سے بڑی لغزش بھی ''بشری حسن'' بن جایا کرتی ہے' نیت خالص نہ ہو تو بڑے سے بڑا دعویٰ بھی صدق کی دلیل نہیں بن سکتا۔

حضرت رضا کی نعت گوئی میں' عشق کی وارفتگی' احترام کا دامن تھام کر چلتی ہے۔ شعر کی جمالیاتی دلپذیری' احتیاط کی انگلی پکڑ کر رواں دواں نظر آتی ہے۔ ان کا علمی تبحر' دینی آگہی' قرآنی بصیرت' اور روحانی گداز ایک دل آویز سلیقے کے ساتھ شعر کے سانچے میں ڈھلتا چلا جاتا ہے۔ ان کے ہاں علم و شعور اور جذب و جنوں کا ایک خوبصورت امتزاج ہے۔ الفاظ و ترکیب کی فاضلانہ جلوہ گری بھی ہے' طویل بحروں میں عالمانہ افکار کا پر شکوہ اظہار بھی جا بجا ملتا ہے اور مختصر بحروں میں ایک والہانہ بے ساختگی بھی موجود ہے۔ وہ بطور شاعر قاری اور ناقد کو اس حد تک متاثر کرتے ہیں کہ اس کے لئے ان کی شاعرانہ اور ساحرانہ گرفت سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ان کے ہاں لفظی برجستگی' فنی رعنائی اور سہل ممتنع کی مثالیں وافر تعداد میں جلوہ گر ہیں۔ قرآنی آیات اور عربی جملوں کی پیوند کاری' ان کی فنکارانہ دسترس کا منہ بولتا شاہکار ہے۔ ٹکسالی زبان کو نعتیہ تغزل کی روح رواں بنا دینا' ان کی ایک منفرد خصوصیت ہے' لفظی تکرار سے شعری آہنگ کو تاثر آفرین بنا دینا' انہی کا کمال ہے۔ ان کے ہاں آمد کی ایک بے پناہ کیفیت ہے یوں لگتا ہے کہ فکر و خیال کا ایک بحر بیکراں ہے کہ بے روک ٹوک' شعر و سخن کی سنگلاخ گھاٹیوں میں یوں رواں دواں ہے کہ اسے کوثر و نسیم کی موجیں بھی رشک سے دیکھتی ہیں۔

میر دریا ہے سنے شعر زبانی اس کی
اللہ اللہ رے! طبیعت کی روانی اس کی

مبالغہ' شعر کا حسن ہوتا ہے مگر نعت میں مبالغہ' ایمان کے لئے خطرہ بن جایا کرتا ہے۔ نعت صداقتوں ہی کی امین اور صداقتوں ہی کی ترجمان ہے اور ایک ایسے وجود کی عظمتوں اور رفعتوں کا شاعرانہ بیان ہے جس کے روز و شب کی پاکیزگیوں' اظہار و بیان کی سچائیوں اور فکر و خیال کی رعنائیوں کا اعتراف مخالفین کو بھی تھا۔ جو شخصیت فی الواقع محمدؐ تھی اور ہے۔ محمد کہتے ہی اس کو ہیں' جس کی تعریف میں سبھی رطب اللسان ہوں' اپنے اس لئے کہ ان کے دل محبتوں سے لبریز ہیں اور غیر اس لئے کہ حسن اپنا اعتراف خود کراتا ہے۔ آفتاب کی کرنوں کو کسی ثبوت کی ضرورت نہیں اور خوشبو کو اپنے جواز کے لئے کسی دلیل کی حاجت

Marfat.com

نہیں۔۔۔۔۔۔ حضرت رضا نے کائنات کی اس سب سے بڑی صداقت کو، جس شان اور آن کے ساتھ شعر کے آئینے میں دکھایا ہے۔ وہ دینے والے کی عطائے خاص کا اعجاز ہے۔ ورنہ سخن ور تو اچھے اچھے ہیں مگر "انداز بیاں اور" تو کسی کسی کا ہوتا ہے۔ یہ فیصلے کرم کے ہیں اور بات نصیب کی ہے۔

ایک خوشبو سے مہک اٹھتی ہے دنیا میری
جب ترا نام مرے لب سے ادا ہوتا ہے

سچ یہ ہے کہ سچی نعت کے لئے قلم بعد میں حرکت کرتا ہے اور اس کی قبولیت پہلے ہو جایا کرتی ہے۔ اس ضمن میں توفیق رضائے الٰہی پر موقوف ہے اور اذن توصیف، خود موصوف کی طرف سے ملتا ہے۔ نعت کہی نہیں جاتی بلکہ خود بخود قلم کی نوک پر لو دیا کرتی ہے۔ حسن، اپنے اظہار کے لئے خود آمادہ اور بہار اس کی ہمرکابی کے لئے خود بیقرار ہوتی ہے، تغزل کی ایمائیت اس حسن کی معنوی تصویر کشی کے لئے کمال شوق کے ساتھ آگے بڑھتی ہے خوبصورت خیال، اپنے ساتھ خوبصورت الفاظ بھی لایا کرتا ہے۔ خیالات کی وسعت وندرت کے ساتھ ساتھ، حسن ادا کی خوبی، حضرت رضا بریلوی کو ایک ایسے قادر الکلام شاعر کی حیثیت سے نمایاں کرتی ہے جس کا دل، محبوب کی یاد میں دھڑکتا اور جس کی آنکھیں انتظار کے کیف میں گوہر بداماں رہتی ہیں اور جس کا قلم اپنی تمام تر ادبی وجاہتوں، فنی ثقاہتوں اور علمی عظمتوں کے ساتھ نعت کی دنیا میں کبھی پھول کھلاتا، کبھی ستارے بکھیرتا اور کبھی چاند اچھالتا ہے کہ شاید اس وجود ناز آفرین کی عکاسی ہو سکے جو حسن کائنات بھی ہے ار کائنات حسن بھی، نتیجہ معلوم کہ لفظ لفظ اور حرف حرف، کہیں کہکشاں نکھرتی دکھائی دیتی ہے۔ کہیں شفق پھولتی ہے۔ کہیں چاندنی چٹکتی ہے اور کہیں مہک پھیلتی ہے کہ بقول احسان دانش"۔

آب و گل میں مدتوں آرائشیں ہوتی رہیں
تب کہیں اک آدمی کونین کا حاصل بنا

شمس بریلوی کے الفاظ میں "نعت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم میں طرز ادا کی رنگینی کے اظہار کے لئے میدان بہت تنگ ہے۔ وہاں نہ مبالغہ کی گنجائش ہے نہ اغراق وغلو کی۔ نہ وہاں شوخی کا گزر ہے اور نہ بیباکی کا دخل، نہ معشوق کا جور وستم ہے کہ اس سے نت نئے مضامین پیدا کئے جائیں اور نہ بوس وکنار کا گزر ہے۔ ہجر وفراق کی کیفیات ضرور ہیں لیکن ہجر وفراق کی وہ واردات نہیں جو تغزل کے لئے مخصوص ہیں، بلکہ بہت محدود، جہاں قدم قدم پر ادب کے پہرہ دار ہیں اور اسلامی احکام کے نقیب کھڑے ہیں۔ ذرا سی لغزش اعمال حسنہ کی تباہی کا نتیجہ بن

Marfat.com

جاتی ہے اور ادنیٰ سی بے راہ روی دارین کی روسیاہی کا موجب اور معمولی سے معمولی بیباکی آخرت کی تباہی کا پیش خیمہ' پس ان قیود اور ان حدود کے اندر رہتے ہوئے اگر کسی نعت نگار کا خامہ' زبان کی سادگی کا لطف اور طرز ادا کی رنگینی کو پیش کر دے تو یہ اس کی نعت گوئی کا ایک ایسا رخ ہے جس کو اس کا منتہائے کمال کہنا چاہئے یہ ہر کسی کا کام نہیں-------- ہندوستان میں صرف دو نعت گو شاعر انیسویں صدی کے ربع آخر میں میری نظر میں ایسے گزرے ہیں جو اس وصف میں کمال کی بلندیوں تک پہنچ سکے ہیں' ایک جناب محسن کاکوروی اور دوسرے جناب رضا قدس سرہ"

نعت نگاری ہر صنف سخن میں ہوتی رہی ہے نظم کی شکل میں' قصیدے کے رنگ میں' قطعات و رباعیات کے انداز میں' آج کل غزل کی ہیئت مقبول ہے- غزل کی یہ ہیئت طویل ہو جائے تو قصیدہ بن جاتی ہے- جناب رضا کی اکثر نعتیں غزل ہی کے رنگ و آہنگ میں ہیں- مگر انہوں نے بہت سے قصائد بھی کہے ہیں اور بسا اوقات خیالات کی طغیانی اور الفاظ کی روانی غزل ہی کو قصیدہ بناتی رہی ہے-

اے رضا یہ احمدؐ نوریؐ کا فیض نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

قصیدہ نور' قصیدہ معراج' قصیدہ مرصعہ' قصیدہ در صفت علم ہیئات' قابل ذکر ہیں- قصیدہ نور ۵۹ اشعار پر مشتمل ہے- اس میں ۷ مطلعے ہیں' قصیدہ معراج ۶۷ شعروں پر مشتمل ہے-- ایک روایت کے مطابق محسن کاکوروی مرحوم جب معراج پر اپنا قصیدہ "سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل" حضرت رضا کو سنانے کے لئے آئے تو ظہر کے وقت دو شعر سننے کے بعد مولانا نے فرمایا کہ مکمل قصیدہ بعد نماز عصر سنا جائے گا' اسی دوران میں مولانا نے خود قصیدۂ معراج تحریر فرمایا اور وقت مقرر پر محسن کاکوروی کو اپنا قصیدہ سنایا تو وہ سنانے میں آ گئے قصیدہ مرصعہ میں یہ التزام ہے کہ اس کا ہر مصرع اولیٰ کا آخری رکن بالترتیب حروف تہجی پر ختم ہو جاتا ہے- اس قصیدے کے ۶۰ اشعار ہیں' ۱۵۵ اشعار پر مشتمل نعتیہ قصیدہ بر اصطلاحات علم ہیئت' مولانا کے تبحر فکر و نظر کی ایک ایسی علمی مثال ہے جس کی نظیر' ادب کی دنیا میں شاید ڈھونڈے سے بھی نہ مل سکے- اس قصیدے کو سمجھنا' اس سے حظ اٹھانا اور کیف سمیٹنا تو دور کی بات ہے دور حاضر کے اصحاب علم و فن کی اکثریت اسے صحت لفظی کے ساتھ شاید پڑھ بھی نہ سکے' علمی افلاس اور ادبی بے بضاعتی جب اس حد تک آ جائے تو نہ ہی تحسین کی توقع کی جا

Marfat.com

سکتی ہے اور نہ پر خلوص نقد و نظر کی' مولانا کی نعتیہ رباعیات سے بھی جہاں ان کے فنی کمال اور عروضی نظم کا پتا چلتا ہے وہاں یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ قصیدے میں' بات کو از حد پھیلا کر بھی' بات کو سمیٹ لے جانے والا یہ نعت گو' مدحیہ افکار کے بحر ناپید اکنار کو کامیابی کیساتھ رباعی کے کوزے میں بند کرنا' خوب جانتا ہے اور انکا یہ فخر بہر نوع' حق معلوم ہوتا ہے کہ

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آ گئے ہو' سکے بٹھا دیئے ہیں

انہوں نے غالب' داغ اور امیر کی شعری زمینوں میں نعتیں کہی ہیں۔ اگر فنی اعتبار سے ان شاعروں کی غزلوں اور مولانا کی ہم زمین نعتوں کو ملا کر پڑھا جائے تو مولانا کی قدرت شعر گوئی کو تسلیم کرنا پڑتا ہے اور مولانا ان سب سے اس لئے عظیم معلوم ہوتے ہیں کہ ان کے پیش نظر نعت ایسی مشکل صنف سخن ہے' غزل یا نظم نہیں۔ ہماری کلاسیکی اردو غزل کو اپنے جس ایمائی تاثر پر فخر' جس فکری گداز پر ناز اور جس جمالیاتی کیف پر غرور ہے اس فنی فخر و ناز کی بیشتر ادائیں حضرت رضا کے کلام میں ضو ریز بھی ہیں اور ضوفشاں بھی۔

غزل گو' بالعموم تصورات کی بے نام وادیوں میں بھٹکتے رہتے ہیں' ان کے ہاں دیدہ کم اور شنیدہ زیادہ ہوتا ہے وہ فرسودہ اور مستعمل موضوعات کو ادا کی خوبی سے تازگی عطا کیا کرتے ہیں خیال کی طرفگی' خال خال ہوتی ہے جب کہ نعت سراسر صداقتوں کا بیان ہے۔ اس میں جب تک شیفتگی' دینی شعور کے ساتھ ہم آہنگ نہ ہو' بات بنتی نہیں' نعت گو کو صورت اور سیرت کے اعتبار سے مثالی یا دوسرے لفظوں میں اسلامی ہونا چاہئے۔ صرف لفظی حسن سے نعت میں رعنائی نہیں آیا کرتی جب تک دل کا گداز اس میں شامل نہ ہو وہ دل آویز نہیں بن سکتی۔ عمل کو خود آواز بننا چاہئے کہ گفتار کی کثرت سے دل مرجایا کرتے ہیں۔ اطاعت کے بغیر' عقیدت کا ہر تصور بے جان ہے۔ گنبد خضریٰ کے خیال سے اگر دل کی دھڑکن تیز نہیں ہوتی' اگر روح ویران ہے اور آنکھیں کوئی سا پیرایہ نم بھی نہیں رکھتیں' تو ایسے انسان کی نعت گوئی تعلیانہ خود نمائیوں کا عکس تو ہو سکتی ہے' عجز و نیاز کا پندار نہیں بن سکتی' حضرت رضا اسی لئے نعت گوئی میں ایک ممتاز حیثیت کے حامل ہیں کہ آپ ایک بلند پایہ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ شریعت و طریقت کی نکتہ آفرینیوں سے بھی کماحقہ' واقف تھے۔ ایسی ہی شخصیت نعت سرائی کا حق ادا کر سکتی ہے' ورنہ ہر بوالہوس' حسن پرستی کو اپنا شعار بنا کر سچائی کا دعویدار نہیں ہو سکتا کہ نعت ہی وہ نغمہ ہے کہ نہ وہ ہر دل سے ابھر سکتا ہے اور نہ ہر ساز پر گایا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

نعت ایک ایسی صنف سخن ہے جسے مشکل ترین کہا جاسکتا ہے کیونکہ یہاں نہ انسان غزل کی مجازی فضا میں بہک سکتا ہے اور نہ قصیدہ نگاری کی طرح زمین کو آسمان بنا سکتا ہے نعت کے حدود مقرر ہیں۔ ان سے نعت گو نہ بڑھ سکتا ہے نہ گھٹ سکتا ہے۔ دونوں صورتوں میں متاع ایمان ہی کے سلب ہونے کا خدشہ ہے۔ دور حاضر کے اکثر شعراء نعت گوئی کا شوق تو رکھتے ہیں۔ مگر احتیاط کے تقاضوں کو برقرار نہیں رکھ سکتے۔ صرف اس لئے کہ ان کی نگاہ میں نہ شریعت کے رموز ہوتے ہیں نہ طریقت کے مقام' نتیجہ معلوم کہ وہ بزعم خویش توصیف رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق ادا کرنے کی سعی کرتے ہیں مگر انکا شوق بے حد' حد کو پھلانگتا اور مدحت کو بسا اوقات الوہیت تک لے جاتا ہے جو بہرکیف توہین ہے۔ نعت گوئی کیلئے دل کی محبت ایک فطری شرط ہے۔ مگر جذبہ محبت کی اس روانی کو طغیانی سے بچانا مقصود ہے حضرت رضا نے خود نعت گوئی کی مشکلات کا احساس کرتے ہوئے ایک مقام پر یوں تحریر فرمایا ہے۔

"حقیقتاً نعت شریف لکھنا بڑا مشکل کام ہے جس کو لوگوں نے آسان سمجھ لیا ہے۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں صاف راستہ ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے غرض حمد میں اصلا" حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے"

اس احساس کے ساتھ اگر وہ شخصیت دین کے فہم سے بھی کماحقہ' آشنا ہو۔ اس کا دل جذبات محبت سے بھی لبریز ہو۔ تو یہ توقع ہرگز نہیں کی جاسکتی کہ وہ شخصیت جب نعت نگاری پر آمادہ ہوگی تو ارادتاً افراط و تفریط کا شکار ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نعتیہ کلام میں اشعار کی اکثریت ادب اور احتیاط کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے۔ محتاط انداز فکر ہی سے "پاس ناموس عشق" کا دعویٰ ہو سکتا ہے۔ دیوانوں کی طرح سوچنا اور فرزانوں کی طرح لکھنا' ہر ذہن اور ہر قلم کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ ہوش و جنوں اور شعرو شریعت کی متوازن ہم آہنگی' نعت گوئی کے لئے جتنی ضروری ہے' اتنی ہی فنی اور جذباتی اعتبار سے مشکل بھی ہے۔ شعر کے ایمائی حسن کے لئے دل گداختہ ضروری ہے سوز دروں کی یہ آنچ' مجازی دنیا میں تو بسا اوقات آوردہ ہوتی ہے۔ جب کہ نعت میں اس گداختگی کی بنیاد ایک ایسی اصلیت پر ہے جس سے بڑھ کر واقعیت کا کوئی سا تصور بھی نہیں ہے۔ پیش نگاہ ایک ایسا وجود اکمل واطہر ہوتا ہے جس کی صورت فی الواقع نظر افروز' سیرت دل آراء اور طرز عمل قابل تقلید ہے جس کی ہر بات وحی

Marfat.com

الٰہی کی ساختہ، پرداختہ اور آراستہ ہے۔ جس کے لب کھلتے ہی سچائیوں کے لئے ہیں جس کی محبت، دینِ حق کی شرط اول ہے۔ جس کائنات حسن کی مرقع نگاری کا حق، شعرو سخن کا کوئی سا پیرایہ، بیان و بدیع کا کوئی سا انداز اور فصاحت و بلاغت کا کوئی سا آہنگ بھی ادا نہیں کر سکتا۔ جہاں بہت کچھ کہہ دینے کے باوجود بھی، بات عجزو نارسائی ہی کے اعتراف پر ختم ہوتی ہے اور پھر جہاں مبالغہ آرائی، شجر ممنوعہ ہے، جہاں جوش آرزو مقصود ہے مگر حواس و ہوش کو بچانا بھی لازم ہے، جہاں محبت کی وارفتگی کا اظہار، فرزانگی کی بصارتوں اور احتیاط کی بصیرتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔۔۔۔ نعت میں نہ سوز، مجازی ہے، نہ تڑپ رسمی اور نہ آنسو، روایتی، جذبات کی یہی وہ واقعیت، بیان کا یہی وہ گداز اور اظہار کا یہی وہ خلوص ہے جو نعت کو تاثر اور تغزل کے منتہائے کمال پر لے جاتا اور غزل کی رسمی اور مجازی فضا کو بہت پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ حضرت رضاؒ کا دل حب رسول ﷺ سے معمور، قلم اظہار بیان پر قادر اور فکر فرمودات الٰہی سے مستنیر ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی نعت میں تغزل کیف بداماں، جنوں نغمہ بار اور قلم گل فشاں ہے۔ ان کی شاعری میں ایک نغماتی انبساط اور ایک ملکوتی حسن ہے۔ دور حاضر میں غزل ایمائی اعتبار سے نشتریت کو چھو رہی ہے اور گمان گزرتا ہے کہ یہی غزل گو جب نعت کہیں گے تو اس میں حسن و کیف ہوگا مگر حضرت رضا کی نعت پڑھ کر یہ خیال ابھرتا ہے کہ یہی قلم اگر غزل کہتا تو زبان و بیان کی کیسی کیسی جدتیں ابھارتا، فکر و خیال کی کیسی کیسی ندرتیں پیدا کرتا اور دنیائے غزل کے کیسے کیسے "میر تقیوں" کو پیچھے چھوڑ جاتا، ان کے ہاں بیان و بدیع کی بے شمار خوبصورت مثالیں ہیں اور ہر مثال علمی نکات اور شرعی بصائر کا دل آویز نمونہ ہے۔ بقول اختر الحامدی۔

> "آپ سرتاپا عشق کی شراب میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ لیکن قدم ڈگمگاتے نہیں۔ پئے ہوئے ہیں مگر بہکتے نہیں۔ جوش ہے مگر ہوش کے ساتھ، دل و روح کیف ہے مگر عقل ہوشیار ہے جو قدم اٹھا منزل جاناں کی طرف، جب قدم پڑا شاہراہ شریعت پر، دیوانے کی طرح رواں دواں ہیں مگر آنکھیں کھلی ہوئی ہیں سراپا مدہوش ہیں مگر آپ کا قلم جاگ رہا ہے۔ آپ کے کلام میں آپ کا یہی جنون بیدار کار فرما ہے جو تغزل کی جان ہے"

نعت میں چونکہ انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے یہاں سوچ سوچ کر قدم اٹھانا اور پھونک پھونک کر رکھنا پڑتا ہے۔ ایسے میں بات اکثر سپاٹ اور پھیکی ہو جاتی ہے۔ خیال سوجھتا ہے تو

Marfat.com

لفظ ساتھ نہیں دیتے' لفظ' ذہن میں ابھرتے ہیں تو مفہوم غیرواضح رہتا ہے۔ احتیاط کے تقاضے اتنے کڑے ہیں کہ دل کی بیشتر بیتابیوں کو دبانا پڑتا ہے۔ ایسی فضا میں بات کہنا اور وہ بھی برجستگی کے ساتھ' ان کی عظمت گفتار کی روشن دلیل ہے کہ یہی وہ مقام ہے کہ جہاں شاعرانہ صلاحیتوں اور ماہرانہ عظمتوں کے باوجود بات بنانا مشکل ہوتا ہے لفظ وخیال کے حسن امتزاج ہی سے تاثیر ابھرتی ہے یہ امتزاج' حضرت رضا کی نعت گوئی میں جابجا نظر آتا ہے خیالات آنچلوں کی طرح لہراتے اور الفاظ موتیوں کیطرح چمکتے محسوس ہوتے ہیں۔ انکے ہاں برجستہ گوئی کی بے شمار مثالیں ہیں' لفظ جہاں آگیا نگینہ بن گیا ہے۔ کوشش کے باوصف اسکی جگہ کوئی دوسرا لفظ نہیں آسکتا۔ انکے ہاں بات ارضی کم اور سماوی زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ گویا۔

چنتا ہے رخ وقت پہ الہام کی افشاں
ان کا بھی قلم حضرت جبریل کا پر ہے

ان کی نعت گوئی صحیح معنوں میں عطیہ الٰہی ہے کہ نعت کی عمارت اٹھتی ہی' حب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اساس پر ہے اور یہ محبت اللہ تعالیٰ کی دین ہے جو ہر ایک کو نہیں ملتی۔

دہد حق عشق احمدؐ بندگان چیدۂ خود را
بہ خاصاں می دہد شہ بادہ نوشیدۂ خود را

اس ضمن میں قلم کو جنبش بھی اسی ذات بلند و برتر کی رحمت سے ہوتی اور اڑان بھی اسی کے کرم کا نتیجہ ہوتی ہے۔ مولا کریم جس قلم اور جس ذہن سے کوئی کام لینا چاہتے ہیں۔ اسے خود ہی جودت اور بالیدگی عطا فرماتے ہیں' مانگنے والے کے دل میں خلوص ہو تو دینے والے کے انداز نرالے ہوتے ہیں۔ احمد رضا بریلوی خواب دیکھتے ہیں کہ شارع عام پر ایک بلوریں فانوس لئے کھڑے ہیں' روشن کرنا چاہتے ہیں مگر دائیں بائیں کی پف زنی اسے روشن نہیں ہونے دیتی' دفعتاً" حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے ہیں اور انہیں پھونک مارنے کا حکم دیتے ہیں پہلی ہی پھونک سے فانوس' انوار کا کاشانہ بن جاتا ہے اور پھر جب وہ دوسری بار حج کے لئے جاتے ہیں تو شوق زیارت فراواں ہے۔ مگر بات بنتی نہیں اس عالم میں وہ ایک نعت لکھتے ہیں اور پیش کرتے ہیں جس کا مطلع ہے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

کہ بگڑی بن جاتی اور تمنا بار آور ہو جاتی ہے ----- یوں یہ بات طے ہے کہ ان کی نعت میں تاثر کی جو بے ساختگی اور جذبے کا جو والہانہ پن ہے وہ سراسر الوہی عنایت ہے' بشری کمال نہیں۔

Marfat.com

اسلام میں مختلف مکاتیب فکر ہیں ہر مکتب فکر اپنی ہی سوچ کو سچ جانتا ہے اور اسی کی تبلیغ کو فرض سمجھتا ہے ایک دینی عالم جب شعر کی دنیا میں قلم اٹھائے گا تو ظاہر ہے کہ اس کی اپنی فکر وہاں در آئے گی ایک مفکر کا ذہن اپنے ہی نظریات کے گرد گھومتا ہے بعینہ جب ایک عام ادیب اور شاعر اپنی ذہنی وابستگی سے ہٹ کر لکھے گا تو اس کے ادب کی حیثیت ایک کٹے ہوئے پتنگ سے زیادہ نہ ہوگی۔ اسی طرح ایک قاری جب ایک ادیب و شاعر کو پڑھتا ہے تو گو وہ اس کے خیالات سے متفق نہیں ہوتا مگر پھر بھی اسی کے قلم کی جولانی اور انداز کی شگفتگی کی داد دیئے بغیر نہیں رہتا۔ ادیب اور شاعر کی فنی طور پر یہی پرکھ ہے کہ اس نے بات کہی کیسے ہے؟ اور بسا اوقات یہ امر ثانوی رہ جاتا ہے کہ کیا کہا ہے؟۔ اگر مقصد اور فن دونوں میں صالحیت آ جائے تو قلم سے نکلنے والا ہر جملہ اور ہر مصرع، سحر حلال بن جایا کرتا ہے۔ حضرت بریلوی اپنے اشعار میں اپنے مخالفین پر بھی برسے ہیں۔ اس برسنے کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ان کی رعنائی تحریر ہی سے منکر ہو جائیں۔ خوبی جہاں بھی ہے تحسین اس کا حق ہے علی گڑھ میگزین کے نظریاتی ادب نمبر ۱۹۵۸ء میں سلامت اللہ خاں اپنے مضمون "ادب اور عقیدہ" میں لکھتے ہیں۔

"ادب عقیدے کے بغیر بھی وجود میں آسکتا ہے یہ بات اتنی ہی غلط ہے جتنا یہ کہنا کہ ادب الفاظ کے بغیر بھی تخلیق کیا جا سکتا ہے"

گویا جب تک ادیب اور شاعر کے ہاں فنی پختگی کے ساتھ ساتھ نظریاتی صالحیت نہ ہو اس کی تخلیق آفاقی تاب وتب سے محروم رہتی ہے۔ مقصدیت ہی قلم کی جنبشوں کو زندگی عطا کرتی ہے۔ قاری کا ان نظریات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ قاری ذوق سلیم کا حامل ہو تو وہ اختلاف کے باوصف، حسن ادا کی داد دے گا کہ ؎

بات کرنے کی ادا ہوتی ہے　　نکہت گل بھی صدا ہوتی ہے

ضروری ہے کہ جہاں بھی کوئی حسن نظر آئے اسے نگاہوں میں سمیٹ لیا جائے اور جو منظر نگاہوں پر بار گزرے اسے وجہ نزاع بنانے کے بجائے، صرف نظر سے کام لیا جائے۔ پھول کے ساتھ اگر کانٹے ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ پھول کو جنت نگاہ نہ سمجھا جائے یہی وہ طرز فکر ہے جس سے حکایت، حکایت رہتی ہے، شکایت نہیں بنتی۔

مولانا احمد رضا خاںؒ کو حضور ﷺ سے کس قدر محبت تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ایک بار آپ پالکی میں کہیں جا رہے تھے کہ دفعتاً" آپ نے پالکی رکوائی اور کہا کہاروں میں کوئی سید ذات کے ہیں۔ ایک کہار نے کہا کہ مزدور کی کوئی ذات نہیں ہوتی وہ مزدور ہوتا ہے۔ اصرار کے بعد اس نے سید زادہ ہونے کا اعتراف کیا تو آپ نے اس سے نہ

Marfat.com

صرف معذرت کی بلکہ اسے پالکی میں سوار کرایا اور خود اپنے کندھوں پر پالکی اٹھائی کہ اس کہار کا تعلق اس ذاتِ گرامی قدر کے خاندان سے تھا جس کی خاکِ پا، ہمارے لئے سرمہ بصیرت ہے۔ جس کے اشارۂ ابرو سے وقت اپنا رخ بدلتا اور بہاریں پلٹ پلٹ آتی ہیں اور جس کے خرام ناز کے طفیل بطحا کی ریت میں بھی ریشم کا لوچ محسوس ہوتا ہے اور جس کے انفاس پاک کی مہک کا فیض ہے کہ عرب کا ریگستان کائنات ارضی وسماوی کے لئے نکہت بداماں ہے اور رہے گا اور اس کہار کے بارے میں حضرت رضا کے احساس کا ابھرنا بھی ان کے اس تعلق خاطر کی دلیل ہے جو انہیں حضور ﷺ کی ذات اقدس سے تھا۔ اقبال نے کہا تھا۔

بدرگاہ سلاطین تاکجا اس چہرہ سائی ہا   بیاموز از خدائے خویش ناز کبریائی ہا

شعراء عموماً بادشاہوں کے حضور میں، برنگ شعر سجدہ ہائے ارادت نذر کرتے رہے ہیں مگر حضرت احمد رضا خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ بندہ نواز سے ناز کبریائی کی دولت پاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ رسالت مآب ﷺ کی محبت کی بنا پر ان کا دل اس قدر جھکا ہوا اور سر اس قدر اٹھا ہوا تھا کہ وہ اہل دولت کی طرف نگاہ غلط انداز سے دیکھنا بھی پسند نہ کرتے تھے۔ حق یہ ہے کہ ہم ادنیٰ ہیں مگر نسبت ارفع و اعلیٰ ہے یہی وجہ ہے کہ ہماری فقیری پر بھی شان سلطانی رشک کرتی ہے حضرت رضا سے ایک بار فرمائش کی گئی کہ نواب نانپارہ کے لئے کچھ مدحیہ اشعار لکھ دیں، آپ نے یہ سن کر ایک دل آویز نعت تحریر فرمائی اور اس کے مقطع میں اپنا مسلک یوں واضح فرمایا۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا، مرا دین پارۂ ناں نہیں

نان پارہ اور پارۂ ناں کی تراکیب نے بیان کے لطف کو دوبالا کر دیا ہے۔ یہ خدا اور خدا کے رسول ﷺ کی خاص نظر کرم ہے جو بندوں کو فقر غیور کی دولت سے مالا مال کرتی ہے اور انکسار کا یہی وہ پندار ہے جو انسان کو دربار شہ میں بھی سرکشیدہ رکھتا ہے۔ سید قاسم محمود کے الفاظ میں

> ''اعلیٰ حضرت بچپن ہی سے تقویٰ، طہارت، اتباع سنت، پاکیزہ اخلاق اور حسن سیرت کے اوصاف سے مزین ہو چکے تھے۔ صرف چودہ برس کی عمر میں آپ جلیل الشان عالم، عظیم المرتبت فاضل ہو گئے اور پھر چون برس کی عمر تک مسلسل دینی اور علمی خدمات انجام دیتے رہے آپ کے سب کام حب الٰہی کے تحت تھے نہ کسی کی تعریف کرتے، نہ کسی کی ملامت کا خوف کھاتے''

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبدہ تھے۔ یہ مقام عبدیت تھا جس نے انہیں بے مثل بشر بنا دیا تھا صرف بشر تو سبھی ہوتے ہیں اور ہر نبی پر اس دور کے "ارباب استکبار" نے یہی طنز کی تھی کہ تو تو ہمارے جیسا ہے----- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس میں عبدیت کا جمال' منتہائے کمال پر تھا اور جب بھی کسی خاکی انسان نے اس جمال کے انوار سمیٹنے اور بیان کرنے کی سعی کی' تو اسے اپنی تمام فکری اور شعری صلاحیتوں کے باوجود' یہ اعتراف کرنا پڑا کہ

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کی یہی وہ شان ہے جہاں ہم اپنی جملہ رسائیوں کے باوجود نارسا ہیں۔ کیونکہ عبدیت کا نقطہ کمال اور عبودیت کا مقام آغاز دونوں اس قدر قریب قریب ہیں کہ ہر دو کو ایک دوسرے سے الگ رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ نعت نگاری کی شان یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کے بعد سبھی کچھ کہا جائے مگر خدا نہ کہا جائے۔ حضرت احمد رضا خاں کی نعت گوئی کا مطالعہ کیا جائے تو یوں لگتا ہے کہ انہوں نے حتی الامکان سعی کی ہے کہ عبودیت اور عبدیت میں فرق رہے کیونکہ توحید وہ نازک مقام ہے کہ وہاں کسی نوع کی کوئی سی شراکت بھی گوارا نہیں ہے کہ اسی بارگاہ میں سرخم ہوتے ہیں وہیں ہاتھ اٹھتے ہیں اور وہیں سے جذب وکیف کو بال وپر عطا ہوتے ہیں۔ احمد رضا خاںؒ اسی بارگاہ میں یوں سراپا دعا ہیں۔

تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف وعطا' تجھی پہ بھروسا تجھی سے دعا
مجھے جلوہ پاک رسولؐ دکھا' تجھے اپنے ہی عزوعلا کی قسم

وہ مدینہ جاتے ہیں تو شوق کو ایسا سجدہ گزارنے کی تلقین کرتے ہیں کہ اس سجدے کی خبر سر کو بھی نہ ہونے پائے۔ وہ لحد کی تاریکیوں میں حب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چراغ لے کر اترنا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک روضہ شہ والا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبے کا کعبہ اس لئے ہے کہ بقول اقبال۔

تو بر نخل کلیمے بے محابا شعلہ می ریزی
تو بر شمع یتیمے صورت پروانہ می آئی

ان کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باغ خلیل کا گل زیبا بھی ہیں اور جان تمنا بھی۔ گلزار قدس کا گل رنگیں ادا بھی اور درمان درد بلبل شیدا بھی۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال حسن میں گمان نقص نہیں ہے۔ یہی وہ پھول ہے جو بے خار ہے اور یہی وہ شمع ہے جو بے دود ہے۔ وہ دل حزیں کو تلقین کرتے ہیں کہ وہ آنسو بن کر چمکے اور خاک مدینہ میں گھل مل

Marfat.com

جائے۔ اور ان کا یہ شعر تو حاصل نعت گوئی معلوم ہوتا ہے۔

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ، خلق کا آقا کہوں تجھے

آپ کے معروف طویل سلام "مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" کا ہر شعر مقام رسالتؐ کے کسی نہ کسی رخ کی دل آویزی کا اظہار کر رہا ہے۔ یہ سلام خود بولتا ہے کہ احمد رضا خاں" نعت گوئی کی اس اوگھٹ گھاٹی سے کس کامیابی کے ساتھ گزرے ہیں۔ کہ نہ جبین شعر پر کوئی شکن آئی ہے اور نہ مدحت سرکار ﷺ کے شفاف آئینے پر ہی کوئی بال آیا ہے۔ نعت گوئی کی انہی نزاکتوں اور شاعری کی انہی نارسائیوں کے بارے میں حضرت رضا کہتے ہیں۔

کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نرالا ہے
سکتہ میں پڑی ہے عقل، چکر میں گماں ہے

حضور ﷺ کی بارگاہ ناز میں درود و سلام نذر کرنا، ہم مسلمانوں کے لئے حکم خداوندی کے تحت، فرض ہے۔ یہ ہماری نماز کا ایک کیف آفرین جز ہے کہ اس حوالے کے بغیر دعا، شرف قبول کو نہیں پہنچتی اور دعا عبادت کا جوہر ہے۔ منعم حقیقی کی جانب سے گنبد خضریٰ پر ہر لحظہ اکرام وانوار برستے رہتے ہیں۔ ملائکہ رحمتوں کے نورانی طبق لے کر پیہم اترتے رہتے ہیں اور ہم اپنی نارسائیوں کا اعتراف کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ ہی سے ملتمس رہتے ہیں کہ وہی اپنے حبیب کو زیادہ سے زیادہ نوازے تاکہ وہ نوازشہائے مسلسل، ہم عالمین پر بقدر ظرف وطلب بٹتی رہے۔ درود و سلام ہی وہ کسوٹی ہے جس پر مدعی کا ایمان پرکھا جاتا ہے۔ یہی وہ ترازو ہے جس سے محبت کی کیفیت اور کمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

مولانا موصوف نے ۱۷۰ اشعار پر مشتمل جو سلام تحریر کیا ہے اس کا قبول عام، اس سلام کے بقائے دوام کی دلیل بھی ہے اور خود ان کے خلوص خاطر کا آئینہ بھی۔ دل کی گہرائیوں سے ابھرنے والا ہر بول، ہر سامع، اور ہر قاری کے دل کی دھڑکن بن جایا کرتا ہے۔ دل کی دھڑکن، روح کی لرزش اور آنکھ کا آنسو، صداقتوں کا امین ہوا کرتا ہے۔ اس سلام کا ہر دل کی دھڑکن بن جانا، ثبوت ہے اس بات کا کہ اسے گنبد خضریٰ سے بھی پذیرائی کا شرف مل چکا ہے۔ یہ سلام جہاں شاعر کی وارفتگی شوق کا ایک مترنم اظہار ہے وہاں سیرت واخلاق نبوت کی ضیاباریوں کا ایک تاریخی مرقع بھی ہے۔ ہر شعر ایک نئی تاریخی صداقت لے کر ابھرتا اور نشاط روح بن کر جلوے بکھیرتا اور جنت نگاہ ہو کر ظلمتوں کو اجالتا چلا جاتا ہے۔ مولانا کے تتبع میں بہت سے ممتاز

Marfat.com

شعراء نے سلام لکھے ہیں اور نعت میں سلام و درود کا یہ سلسلہ وقت کے ساتھ ساتھ پھیلتا جا رہا ہے بعض سلام، سادہ مترنم اور عام فہم بھی ہیں اور عوام الناس کی زبانوں پر رواں بھی رہے ہیں مگر مولانا کا یہ سلام قدیم ہونے کے باوجود اس جدید دور میں بھی اپنی قبولیت کے اعتبار سے روز بروز نکھرتا ہی جا رہا ہے۔ فنی اور شعری اعتبار سے بھی یہ کاوش اس قدر رفیع و حسین ہے کہ ناقد اپنے منصب نقد و نظر کو بھول کر، اس کے گداز و ترنم کے حضور میں دو زانو ہو جانے پر مجبور نظر آتا ہے۔ جناب نظیر لدھیانوی کے الفاظ میں "اگر مولانا قصیدہ شادی اسریٰ اور اس سلام کے سوا نعت میں اور کچھ نہ کہتے تب بھی نعتیہ ادب میں ان کا پلہ بھاری رہتا"

یہ شعری کاوش جہاں جمال نبوت کا ایک کیف آور بیان ہے۔ وہاں سخن آفرینی کے کمال کا ایک دل آویز اظہار بھی ہے۔ اس میں زور بیان کے ساتھ ساتھ بے پناہ روانی ہے۔ بقول ایک نقاد۔

"یہ سلام پڑھ کر یوں لگتا ہے کہ شعر و حکمت کا بحر بیکراں پورے جوش و خروش کے ساتھ رواں دواں ہے۔ جس میں معارف قرآن و حدیث، اسرار عشق و رموز معرفت اور زبان و بیان کے لاتعداد گہہائے گراں مایہ بہے چلے آ رہے ہیں"

یاد رہے کہ جناب رضا کی شاعرانہ صلاحیتیں کلیتاً" خداداد تھیں۔ اس میدان میں انہوں نے کسی کے حضور میں زانوئے تلمذ بھی تہہ نہیں کیا بلکہ حضور ﷺ ہی کے فیض سے ان کے فکر کو برنائی اور ان کے قلم کو رعنائی ملی۔ البتہ وہ شہید جنگ آزادی حضرت مولانا کفایت علی کافیؒ کے رنگ نعت گوئی سے متاثر ضرور تھے۔ حضرت کافیؒ فرماتے ہیں۔

قدم پاک کی گر خاک ہی ہاتھ آ جاتی
چشم مشتاق میں بھر بھر کے لگاتے جاتے
کافی کشتہ دیدار کو زندہ کرتے
لب اعجاز اگر آپ ہلاتے جاتے

کچھ اسی نوع کا جذب دروں اور اسی انداز کا سوز نوا، حضرت رضا کے ہاں بھی جا بجا ملتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ حضور ﷺ ہی کا اتباع، اللہ تعالیٰ کا اتباع ہے۔ آپ کی محبت ہی میں حب الٰہی کا راز مضمر ہے۔ ایمان کا معیار حب رسولؐ ہے۔ جب ہر دنیاوی محبت، حضور ﷺ کی محبت کے سامنے بے وقر ہو کر رہ جائے تو مسلمان ایمان کی تکمیل کو

Marfat.com

چھونے لگ جاتا ہے حضرت فاضل بریلی کو حضور ﷺ سے جنوں کی حد تک محبت تھی۔اس کا اعتراف ہر زبان اور ہر قلم کو ہے۔ محبت کی یہی وارفتگی جب شعر کے سانچے میں ڈھلی تو نعت بن گئی۔ اسی از خود رفتگی نے انہیں اس قدر محتاط بنا دیا تھا کہ وہ کوئی ایسا خفیف سا کلمہ سننے کے لئے بھی تیار نہ ہوتے تھے جس سے محبت کے آبگینے پر زد پڑتی ہو۔ یہ عطائے خاص ہے کہ انہیں علم دین ملا' اور اس علم کا مرکز دل کی دھڑکنیں رہیں' ذہن کی موشگافیاں نہیں۔ دل کے راستے علم کی دولت ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔

حضرت رضا کا دور زبان کی صحت مندانہ شگفتگی اور بیان کی غزل آمیز اثر آفرینی کے اعتبار سے ایک ایسا مثالی دور تھا جو بہر رنگ معاصرین کے لئے ایک ادبی چیلنج اور بعد والوں کے لئے قابل استفادہ ٹھہرتا ہے۔ مگر یہ ایک بے غبار حقیقت ہے کہ حالی' امیر مینائی' اکبر الہ آبادی ایسے کاملین فن' جب غزل سے ہٹ کر اور مجاز سے کٹ کر نعت کے میدان میں وارد ہوتے ہیں تو ان کے لئے وہاں اپنے خاص معیار تغزل کو قائم رکھنا مشکل نظر آتا ہے کیونکہ نعت میں ہر مقام' مقام احتیاط ہے۔ یہاں نہ اشب قلم بگٹٹ دوڑ سکتا ہے اور نہ سمند شوق بے باک و بے پروا ہو سکتا ہے۔ ایسے نازک مقام پر کہ جہاں سانس بھی ہولے سے لینا پڑے اور جہاں سکوت ہی تکلم بلیغ کی حیثیت رکھتا ہو۔ وہاں زبان کی نفاستوں' شعر کی لطافتوں' فکر کی نظافتوں' اور اسلوب وادا کی صداقتوں کو نبھانا' کسی کسی کا کام ہے۔ یہ توفیق ہر ایک کو نہیں ملتی۔ اور اس اعتبار سے حضرت رضا فی الواقع خوش نصیب ہیں۔ سچا شاعر تلمیذ فطرت ہوتا ہے۔ خیال کے مطابق لفظ بھی اسے عطا ہوتے ہیں۔ حضرت رضا کا نعتیہ کلام اپنے اندر فکری پاکیزگی کے ساتھ ساتھ ادا کی سادگی بھی لئے ہوئے ہے۔ بدیع وبیان دونوں' خیال کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ جہاں نبوت کے جمال کا ذکر ہے وہاں الفاظ بھی دلکش اور دل آراء ہیں۔ جہاں سیرت کے کمال کا بیان ہے وہاں اظہار وبیان کی بلاغتیں بھی منتہائے کمال پر نظر آتی ہے۔ جہاں خصائص نبوت کا ذکر ہے وہاں لب ولہجہ کی ادائیں بھی تخصیص کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہیں۔ گویا ان کے نعتیہ کلام سے ایک سخن شناس کے ذوق کو بھی آسودگی ملتی ہے۔ ایک فلسفی کی سرگرداں عقل کو منزل کا احساس بھی نصیب ہوتا ہے اور ایک دل درد آشنا کو سوز کی وہ لذت اور نشاط و کیف کے وہ لمحے بھی میسر آتے ہیں جنہیں کوئی سا قلم بھی بیان نہیں کر سکتا۔ یہی وہ لمحاتی کیف ہے جس کے طفیل روز و شب اس کہکشاں میں گزرتے ہیں جس کی تمنا میں عمریں تمام ہو جاتی ہیں۔

بقول شاعر ؎

Marfat.com

بس اک نگاہ تبسم نواز مل جائے
تمام عمر میں ڈھلتا رہا ہوں آہوں میں

حضرت رضا کی جدت آفرین علمیت اور فنی نزاکتوں پر ماہرانہ دسترس کا اندازہ مطلوب ہو تو ان کی وہ معروف نعت دیکھئے جس میں عربی کی بلاغت بھی ہے' فارسی کی حلاوت بھی' ہندی کا گداز بھی اور اردو کی لطافت بھی۔ چار مختلف زبانوں کے اس امتزاج کے باوجود نہ کہیں بیان کا لطف مجروح ہوا ہے نہ کہیں ادا کے حسن میں فرق پڑا ہے کہیں کہیں مشکل پسندی کا احساس ہوتا ہے۔ مگر بحیثیت مجموعی بات شگفتہ اور رواں دواں ہے---- الغرض ادائے خیال کے جتنے بھی پیرائے ہیں۔ شکوہ الفاظ کے جتنے بھی انداز ہیں۔ بیان و بدیع کی جتنی بھی رعنائیاں ہیں۔ خیال و فکر کے جتنے بھی زاویئے ہیں۔ فصاحت و بلاغت کی جتنی بھی کیف آفرینیاں ہیں اور نعت سرائی میں احترام و احتیاط کے جتنے بھی تقاضے ہیں' ان کا بیشتر حصہ "حدائق بخشش" میں اپنی تمام تر نور سامانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ اگر ان تمام نور پاروں کو یکجا کر دیا جائے تو شاعرانہ علائم و رموز کا ایک خوبصورت مجموعہ وجود میں آ سکتا ہے۔

قدیم و جدید نعت گوئی میں امتیازی فرق یہ ہے کہ پہلے شاعر نعت میں زیادہ زور سراپائے رسالت مآب ﷺ کے کمال جمال پر دیتے تھے۔ وہ حسن ذات میں اس قدر از خود رفتہ ہوتے تھے کہ جب یہ جمال جہانتاب اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ نعت کے رنگ میں ان کے قلم کی نوک پر ضوفشاں ہوتا تھا تو ان الفاظ کا طواف خود جلوے کرتے تھے۔ وقت کے ساتھ ساتھ شاعری کا رخ بدلتا گیا غم روزگار زیادہ دلفریب ہو گیا۔ غم جاناں اور غم دوراں کی اس آویزش کا اثر نعت پر بھی پڑا' نتیجہ معلوم کہ نعت میں حسن صورت کا بیان کم اور جمال سیرت کا ذکر زیادہ ہوتا چلا گیا۔ زمانے کی تلخیوں' غم کی شدتوں اور جنوں کی آبلہ پائیوں کو گنبد خضریٰ ہی کے خنک سائے میں' آسودگی' راحت اور سکون نصیب ہوا' طائف کے اس عظیم و جلیل مسافر نے ہمارے لئے ستم سہنے کے سبھی مرحلے آسان کر دیئے' حق یہ ہے کہ آپؐ کے غلام آپؐ کے اسوہ حسنہ سے لو لگا کر تخت و تاج کی رعونتوں کو نیزوں پر اچھالتے اور وقت کے فرعونوں کو حقارت کی ٹھوکروں سے اڑاتے رہے۔ آپؐ ہی نے زمین کے ذروں کو اڑنا سکھایا اور آپؐ ہی نے آسمان کی رفعتوں کو انسان کے پاؤں تلے بچھا دیا----- اس تناظر میں اگر حضرت رضا کی نعت کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں قرآن' حدیث' سیرت اور تاریخ اسلام کی صداقتیں اس آہنگ سے رقصاں و درخشاں ہیں کہ جہاں انوار کی یہ لپک' نگاہوں سے لپٹتی ہے' وہاں نعت گو

Marfat.com

کی علمی وجاہتوں کے حضور میں' دل جھک جھک جاتا ہے' آپ کے ہاں جمال ظاہری کے تذکرے بھی ہیں اور کمال معنوی کا دل نشین بیان بھی' آپ نے جہاں روایت کو سنبھالا دیا وہاں جدید دور کے لئے ایسی اساس بھی فراہم کی جس پر آج کا شاعر ناز کرتا اور خود کو منفرد گردانتا ہے' گویا وہ ان اولین شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے اردو نعت کو ایک مستقل فن اور صنف کی حیثیت دی۔ نعت سرائی کے قدیم انداز اور جدید رخ کا ایک ایسا خوبصورت امتزاج کسی اور نعت گو کے ہاں مشکل ہی سے ملے گا۔ افسوس کہ ان کے کلام کو جانبدارانہ تعصب سے دیکھا گیا۔ نتیجہ معلوم کہ محاسن کو نظر انداز کیا گیا اور لغزشوں کو نمایاں کرنے کی سعی کی گئی اور آج بقول ڈاکٹر محمد مسعود ''حضرت رضا بریلوی نعت گو شعراء کے امام اور مملکت نعت گوئی کے سلطان ہیں' اس حقیقت کو اگرچہ ماضی میں تسلیم نہیں کیا گیا مگر اب اہل نظر فراخ حوصلگی سے تسلیم کر رہے ہیں اور اس امر پر اظہار افسوس کر رہے ہیں کہ جو اب جانا پہچانا گیا ہے' پہلے کیوں نہ جانا پہچانا گیا''

آپ نے نعت کو ایک مستقل صنف سخن کی حیثیت دی' نعت کے لئے غزل کی ہیئت کو اختیار کیا' یوں انہوں نے جدید دور کے شعراء کو نعت گوئی کے لئے ایک ترقی پذیر اور تاثر آفریں سانچا فراہم کیا' دور حاضر کے سب سے بڑے مفکر شاعر' علامہ اقبال نے مسلمانوں کے انحطاط کی بنیادی وجہ حضور ﷺ سے قلبی تعلق میں کمی یا فقدان کو قرار دیا ہے۔ ان کے خیال میں مسلمان اس لئے زار و نزار اور ذلیل و خوار ہیں کہ وہ دل تو رکھتے ہیں مگر محبوب نہیں رکھتے اور محبوب کے تصور کے بغیر دل محض گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اور اس دل سے نکلنے والی آواز اور اس قلم سے ابھرنے والا شعر' محض بے کیف لفظوں کا مجموعہ تو ہو سکتا ہے اس میں نشتریت پیدا نہیں ہو سکتی۔ عقل سے لے کر حکمت تک' علم سے لے کر نظر تک اور خودی سے لے کر بے خودی تک' جتنی منزلیں ہیں' ان تک پہنچنے کے لئے اقبال کے نزدیک اسوۂ حسنہ ہی واحد راستہ ہے یہی وہ تعلق ہے جسے اپنا کر' انسانی زندگی پر مہرو ماہ رشک کرتے ہیں اور اس نسبت سے ہٹ کر' زندگی بے آبروئی اور رسوائی کو اپنا مقدر بنا لیتی ہے۔ گو اقبال نے صرف نعت گوئی کو اپنا مقصود نہیں بنایا' مگر جب بھی وہ حضور ﷺ کا حوالہ دیتے ہیں (اور یہ حوالے جا بجا ہیں۔ کہ ان حوالوں کے بغیر' ان کی شاعری بے نور ہے) تو اس اسم گرامی کے آتے ہی اقبال کا قلم انوار بکھیرنے لگ جاتا ہے------ حضرت بریلوی کی شعری کاوشوں کا تاثر' جمال اور دل آویزی بھی حب رسول ﷺ ہی کی دین ہے کہ خیال میں رعنائی ہے

Marfat.com

تو اسی نام سے' دل میں نور ہے تو اسی تصور سے' اور قلم میں بینائی ہے تو اسی ذکر سے' حضرت بریلی کا سرمایہ نعت' قدیم رنگ کا حامل ہے جبکہ اقبال کے پیش نظر جدید دور اور امت مسلمہ کے سیاسی اور عمرانی مسائل تھے۔ اس لئے انہوں نے تفہیم وابلاغ کے لئے بھی اظہار میں جدت پیدا کی کہ اظہار و بیان کا انداز وقت کے تقاضوں کے مطابق ہوا کرتا ہے بہرکیف دونوں کے پیش نظر حب رسول ﷺ کے جذبے کو برقرار' محکم اور استوار کرنا ہے جس کے بغیر ہماری حیات' ممات' برزخ اور آخرت چاروں بے کیف و بے رنگ ہیں۔ فاضل بریلی نے اگر کہا۔

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

تو اقبال نے کہا۔

لحد میں بھی یہی غیب و حضور رہتا ہے
اگر ہو زندہ تو دل ناصبور رہتا ہے
فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا
ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے

اور دل زندہ ہوتا ہی حضور ﷺ کی محبت سے ہے۔

دونوں کے کلام میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔ جن سے فکری ہم آہنگی جھلکتی ہے' موضوع اور مقصد کے اعتبار سے انداز اپنا اپنا ہے مگر کہیں کہیں اقبال کے انداز پر بھی اخذ و استفادے کا گمان گزرتا ہے۔

چودھری افضل حق مرحوم کا یہ جملہ کہ "اعتراف عظمت کے لئے بھی باعظمت انسان ہونا ضروری ہے" میری نزدیک ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اختلاف کی بنیاد اگر خلوص پر ہو تو اس کا نتیجہ مخاصمت کی شکل میں نہیں بلکہ رحمت کی شکل میں نکلتا ہے۔ اگر نیت اور ذہنیت ہی راست نہ ہو تو پھولوں پر بھی کانٹوں کا گمان ہوتا ہے' کتنے ہی دانشور ہیں جنہوں نے حضرت بریلی کی شعری عظمتوں اور فکری صداقتوں کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ نظریاتی بعد کے باوجود کسی کی شخصی وجاہت اور فکری ثقاہت کو تسلیم کرنا' خود شرف انسانی کی ایک روشن دلیل ہے۔ چند آراء دیکھئے۔

"ہندوستان کے دور آخر میں مولانا احمد رضا خاں جیسا طباع اور ذہین فقیہ

Marfat.com

پیدا نہیں ہوا۔ انکی ذہانت فطانت' جودت طبع' کمال فقاہت اور علوم دینیہ میں تبحر علمی کے شاہد عادل ہیں۔ مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے اسپر مضبوطی سے قائم رہتے' یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کیبعد کرتے ہیں۔ اسلئے انہیں اپنے شرعی فیصلوں میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کیضرورت نہیں پڑتی' بایں ہمہ انکی طبیعت میں شدت زیادہ تھی۔ اگر یہ چیز درمیان میں نہ ہوتی تو مولانا احمد رضا خاں گویا اپنے دور کے امام ابو حنیفہ تھے" (علامہ اقبال)

"احمد رضا خاں کی شخصیت ان کی شاعری اور شاعری ان کی شخصیت ہے شخصیت اور شاعری میں اس قدر گہری ہم آہنگی اردو کے چند ہی شعراء کے ہاں ملے گی" (ڈاکٹر سلام سندیلوی)

"میں نے مولانا بریلوی کا نعتیہ کلام بالاستیعاب پڑھا ہے۔ ان کے کلام سے پہلا تاثر جو پڑھنے والے پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی رسول عربی ﷺ کا ہے۔ ان کے کلام سے ان کے بیکراں علم کا اظہار ہوتا ہے۔ مولانا کا اپنے کلام میں انفرادیت کا دعویٰ ان کے کلام کی خصوصیات سے ناواقف حضرات کو شاعرانہ تعلی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا کے فرمودات بالکل حق ہیں۔" (نیاز فتحپوری)

"مولانا دینی علوم کے جامع تھے' دینی علم و فضل کے ساتھ ساتھ شیوا بیان شاعر بھی تھے۔ ان کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ مجازی راہ سخن سے ہٹ کر صرف نعت رسول ﷺ کو اپنے افکار کا موضوع بنایا۔ ان کے بھائی مولانا حسن رضا خوش گو شاعر تھے اور مرزا داغ سے نسبت تلمذ رکھتے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ غزل کا یہ مطلع۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں　　　تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

جہاں داغ کو حسن بریلوی نے سنایا تو داغ نے بہت تعریف کی اور فرمایا کہ مولوی ہو کر ایسے اچھے شعر کہتا ہے" (ماہر القادری)

"آپ کی اکثر نعتیں ہماری علمی و ادبی میراث کا بیش قیمت حصہ بن چکی ہیں" (سید علی عباس جلالپوری)

"اس میں کوئی شک نہیں کہ عشق رسول ﷺ ان کی نعتوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے" (مولانا کوثر نیازی)

"وہ عالم دین کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہوئے اس لئے ان کی شاعرانہ

Marfat.com

تخلیقات کی طرف کم توجہ دی گئی حالانکہ ان کا کلام اس پائے کا ہے کہ انہیں طبقہ اولیٰ کے نعت گو شعراء میں جگہ دینی چاہئے" (افتخار اعظمی)

"مولانا نے چھوٹی بحروں میں لکھ کر جو بڑی بڑی باتیں کہی ہیں وہ انہی کا حصہ ہے۔ مولانا نے نعت گوئی میں ایک نئے مکتب فکر کی بنیاد ڈالی' جس کی چھاپ آج بیشتر مشاہیر کے کلام میں نظر آتی ہے" (عابد نظامی)

"دیوان رضا' عرفان و وجدان کا قاموس ہے" (شمیم اشرف)

"مختصر یہ کہ وہ کونسا علم ہے جو انہیں نہیں آتا۔ وہ کونسا فن ہے جس سے وہ واقف نہیں تھے۔ شعر و ادب میں ان کا لوہا ماننا پڑتا ہے۔ اگر صرف محاورات' مصطلحات' ضرب المثل اور بیان و بدیع کے تمام الفاظ ان کی جملہ تصانیف سے یکجا کر لئے جائیں تو ایک ضخیم لغت تیار ہو سکتا ہے" (ڈاکٹر غلام مصطفیٰ)

"انہوں نے سادہ مگر پرکار الفاظ میں اپنے خیالات کو ڈھالا ہے کہ وجدان عش عش کرنے لگتا ہے" (طاہر تونسوی)

"ان کے کلام سے ان کے کامل صاحب فن اور مسلم الثبوت شاعر ہونے میں شبہ نہیں اور ان کی نعتیہ غزلیں تو مجتہدانہ درجہ رکھتی ہیں" (کالیداس پتا)

"وہ جید عالم' متبحر حکیم' عبقری فقیہ' صاحب نظر مفسر قرآن' عظیم محدث اور سحر بیان خطیب تھے لیکن ان تمام درجات رفیع سے بلند ان کا درجہ ہے اور وہ ہے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا" (سید عبد اللہ)

"آپ کے کلام میں جو والہانہ سرشاری' سپردگی اور سوز و گداز کی کیفیت ملتی ہے وہ اردو کے نعت گو شعراء میں اپنی مثال آپ ہے" (خلیل الرحمن اعظمی)

"ایسی جامع کمالات ہستی صدیوں میں ظہور پذیر ہوتی ہے" (سید عابد علی عابد)

"حضرت فاضل بریلوی کی حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی تھی جس نے نعتوں کا پیکر اختیار کیا' نعت کہتے وقت وہ کوئی قافیہ نہیں چھوڑتے تھے۔ اس لئے نعت عموماً طویل ہو جاتی تھی لہٰذا تمام اشعار مضامین اور زبان کے لحاظ سے یکساں وزنی نہیں ہوتے تھے' بعض اشعار تو ایسے انوکھے ہوتے تھے کہ ان کا جواب مشکل ہی سے مل سکتا ہے" (سید محمد جعفر شاہ پھلواری)

"انہوں نے کبھی اپنی استادی کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ جو قدر و قبولیت ان

Marfat.com

کے کلام کو حاصل رہی اسے وہ ہاتف غیبی کا فیض بتاتے ہیں جو ان کے عشق رسول ﷺ کا نتیجہ ہے" (جلیل قدوائی)

"کلام رضا میں حسن صورت بھی ہے، حسن معنی بھی، اور حسن تاثیر بھی۔ ان تینوں کا یکجا ہو جانا شاعر کے جمال قلب و نظر کا اعجاز ہے" (ڈاکٹر محمد مسعود)

"ان کے نغموں سے عشق و مستی کا جہان آباد ہے دلوں کو نئی زندگی مل رہی ہے عشق کو فروغ نصیب ہو رہا ہے۔ اور محبت نغمہ خواں بن کر روحوں کو سوز آشنا بنا رہی ہے" (حافظ مظہر الدین)

"آپ کا عشق مصطفیٰ ﷺ میں ڈوبا ہوا پر خلوص اور بے نظیر کلام بلاغت نظام، حقائق و معارف کا حسین مرقع، جدت تمثیل، ندرت تخیل اور شاعرانہ قدرت و مہارت کے علاوہ، آیات واحادیث مقدسہ، نرم و نازک تشبیہات و پاکیزہ استعارات سے بھرپور ہے" (قمر یزدانی)

انتخاب کلام رضا

میں نے اس مقالے میں حضرت رضا کے کلام کے جا بجا حوالوں سے عمداً گریز کیا ہے کہ میں آخر میں ان کے کلام کا ایک انتخاب دینا چاہتا تھا------- انتخاب ہر قاری کے اپنے ادبی ذوق کے مطابق ہوتا ہے اور نہیں چاہئے کہ کوئی شخص اپنا انتخاب کسی دوسرے پر ٹھونسے، اور چاہئے کہ ہر طالب اور شائق خود کسی شاعر کے کلام کو دیکھے، پرکھے اور اس سے لطف لے۔ حضرت رضا کی اردو نعت کا یہ مختصر سا انتخاب، وقت کی اس ضرورت کے تحت کیا گیا ہے کہ دور حاضر کے قاری کے پاس وقت کی بھی کمی اور علم کی بھی۔ فارسی اور عربی کی بلاغتوں کا وہ ادا شناس کیسے ہو سکتا ہے جب کہ مضمون و ادا کے اعتبار سے اردو کے بعض بلیغ اور عمیق اشعار اس کی فہم و فراست کے لئے ایک بوجھ بن جاتے ہیں۔ اس کا مطالعہ بھی محدود ہے اور علم بھی مسدود------ دل کی دھڑکنوں، شوق کی وسعتوں، روح کی لرزشوں، اور نظر کی تمناؤں کا اندازہ تو اس علیم و خبیر ذات ہی کو ہے۔ بہرکیف یہ انتخاب ایسے ہی "پڑھے لکھے ان پڑھوں" (راقم بھی اسی قبیلے کا ایک فرد ہے) کے لئے ہے۔ تاکہ کم سے کم وقت میں، حضرت رضا کی نعتیہ عظمتوں کا زیادہ سے زیادہ اندازہ ہو سکے------- اور کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ ایسے علمی طور پر بے مایہ انسان، نعت رضا کی عالمانہ بصیرتوں اور اظہار و بیان کی مشکل پسند پیچیدگیوں میں الجھ کر، اپنے علمی افلاس کا ماتم کرنے کے بجائے، نعت کے اس دل آویز

Marfat.com

مرقع کے مطالعہ ہی سے دست کش ہو جائیں------ اس انتخاب میں علمائے کرام کی ضیافت ذوق کا اتنا سامان نہیں جتنا عوام کی علمی پسماندگی کے تقاضوں کو دخل ہے۔ اس سلسلے میں، میری اپنی نارسائیاں، حضرت رضا کے گلہائے نعت کی فراوانیوں سے بہرکیف معذرت طلب ہیں۔

میں ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگی داماں بھی ہے

○

واہ، کیا جودوکرم ہے شہؐ بطحا تیرا
نہیں، سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے دریا تیرا
تارے نکلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرا تیرا
فیض ہے یا شہ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا
اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا
ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارا تیرا
خوار وبیمار، خطاوار، گنہ گار ہوں میں
رافع ونافع وشافع لقب آقا تیرا
تیرے صدقے! مجھے اک بوند بہت ہے تیری
جس دن اچھوں کو ملے جام چھلکتا تیرا

○

باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں، پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
بارھویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

Marfat.com

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور' تیرا سب گھرانا نور کا
قبر انور کہئے یا قصر معلیٰ نور کا
چرخ اطلس یا کوئی سادہ سا قبہ نور کا
ذرے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے
حد اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا
اے رضا یہ احمدؐ نوری کا فیض نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

○

مہر ہے مشعلہ افروز شبستان کس کا
ماہ ہے پرتوہ شمع ایواں کس کا
سنبل آشفتہ ہے کس گل کے غم گیسو میں
دیدہ نرگس بیمار ہے حیراں کس کا
کیوں نہ گلشن' مری خوشبوئے دہن سے مہکے
باغ عالم میں' میں بلبل ہوں ثنا خواں کس کا
ہر سحر عرش سے ہے مرقد شہؐ کا یہ خطاب
کیا خبر تجھ کو نہیں' میں ہوں شبستان کس کا
آفت جان عنا دل ہے ترا حسن اے گل
رنگ اڑایا ہے یہ اے جان گلستاں کس کا
یا نبیؐ جس کی اماں چاہے رضائے خستہ
تیرے دامن کے سوا اور ہے داماں کس کا

○

گلے سے باہر آ سکتا نہیں شور فغاں دل کا
الٰہی' چاک ہو جائے گریباں ان کے بسمل کا

Marfat.com

شب اسریٰ قمر حیرت زدہ پھرتا رہا شب بھر
بھلایا ڈھنگ ان کی چال نے سیر منازل کا
حجاب نور تک پہنچا کے آنکھیں ہو گئیں خیرہ
فغاں کرتا ہوا لوٹ آیا قاصد نالہ دل کا
کسے کہتے ہیں خور' یہ تابشیں یہ گرمیاں کیسی
جھلکتا ہے شرارہ آسماں پر سوزش دل کا
یہ کس کے رعب آمد نے کیا عالم تہ وبالا
کہ شیرازہ پریشاں ہو گیا ہر نظم باطل کا
کسی وحشی کی خاک اڑ کر چمن میں آ گئی شاید
بگولوں سے ہے اٹھتا شور مستانہ سلاسل کا
رضائے خستہ کیا کہنا' عجب جادوبیانی ہے
نمک ہر نغمہ شیریں میں ہے شور عنادل کا

○

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سید والا — اس خاک پہ قرباں دل شیدا ہے ہمارا
خم ہو گئی پشت فلک اس طعن زمیں سے — سن' ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبا ہے ہمارا
ہے خاک سے تعمیر مزار شہؐ کونین — معمور اسی خاک سے قبلہ ہے ہمارا

○

غم ہو گئے بے شمار آقا — بندہ تیرے نثار آقا
ہلکا ہے اگر ہمارا پلہ — بھاری ہے ترا وقار آقا
تم وہ کہ کرم کو ناز تم سے — میں وہ کہ بدی کو عار آقا
پھر منہ نہ پڑے کبھی خزاں کا — دیدے ایسی بہار آقا

○

محمدؐ مظہر کامل ہے حق کی شان وحدت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا
الٰہی منتظر ہوں وہ خرام ناز فرمائیں

Marfat.com

بچھا رکھا ہے فرش آنکھوں نے کمخواب بصارت کا
زبان خار کس کس درد سے ان کو سناتی ہے
تڑپنا دشت طیبہ میں جگر افگار فرقت کا
رضائے خستہ جوش بحر عصیاں سے نہ گھبرانا
کبھی تو ہاتھ آ جائے گا دامن ان کی رحمت کا

○

نہ آسماں کو یوں سرکشیدہ ہونا تھا
حضور خاک مدینہ خمیدہ ہونا تھا
اگر گلوں کو خزاں نارسیدہ ہونا تھا
کنار خاک مدینہ ومیدہ ہونا تھا
کنار خاک مدینہ میں راحتیں ملتیں
دل حزیں تجھے اشک چکیدہ ہونا تھا
ہلال کیسے نہ بنتا کہ ماہ کامل کو
سلام ابروئے شہؐ میں خمیدہ ہونا تھا
نسیم کیوں نہ شمیم ان کی طیبہ سے لاتی
کہ صبح گل کو گریباں دریدہ ہونا تھا
بجا تھا عرش پہ خاک مزار پاک کو ناز
کہ تجھ سا عرش نشیں آرمیدہ ہونا تھا

جب بام تجلی پر وہ نیر جاں آیا
سر تھا جو گرا جھک کر دل تھا جو تپاں آیا
طیبہ کے سوا سب باغ پامال فنا ہوں گے
دیکھو گے چمن والو' جب عہد خزاں آیا
کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نرالا ہے
سکتہ میں پڑی ہے عقل' چکر میں گماں آیا
جلتی تھی زمیں کیسی' تھی دھوپ کڑی کیسی
لو وہ قد بے سایہ اب سایہ کناں آیا

○

جبکہ پیدا شہؐ انس وجاں ہو گیا
دور کعبہ سے لوث بتاں ہو گیا
تھا براق نبیؐ یا کہ نور نظر
یہ گیا' وہ گیا' وہ نہاں ہو گیا
یا نبیؐ' لو خبر' آتش غم سے میں
تفتہ جاں' تفتہ جاں' تفتہ جاں ہو گیا
گزرے جس کوچے سے شاہ گردوں جناب
آسماں' آسماں' آسماں ہو گیا
کس کے روئے منور کی یاد آ گئی
دل تپاں' دل تپاں' دل تپاں ہو گیا
طوطی سدرہ' وصف رخ پاک میں
گلفشاں' گلفشاں ہو گیا
طوطی اصفہاں' سن کلام رضا
بے زباں' بے زباں' بے زباں ہو گیا

○

Marfat.com

بڑھ گئی تیری ضیا اندھیر عالم سے چھٹا
کھل گیا گیسو ترا رحمت کا بادل گھر گیا
تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہربت تھرتھرا کر گر گیا
میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعتاً منہ پھر گیا
کیوں جناب بوہریرہؓ تھا وہ کیسا جام شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

○

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

○

دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا
انہیں جانا' انہیں مانا' نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا
جان و دل' ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

○

قاب مرات سحر' گرد بیابان عرب
غازہ روئے قمر' دود چراغان عرب

اللہ اللہ' بہار چمنستان عرب
پاک ہیں لوث خزاں سے گل و ریحان عرب

عرش سے مژدہ بلقیس شفاعت لایا
طائر سدرہ نشیں' مرغ سلیمان عرب

کوچہ کوچہ میں مہکتی ہے یہاں بوئے قمیص
یوسفستاں ہے ہر اک گوشہ کنعان عرب

پائے جبریل نے سرکار سے کیا کیا القاب
خسرو خیل ملک' خادم سلطان عرب

حور سے کیا کہیں' موسیٰ سے کیا عرض کریں
کہ ہے خود حسن ازل طالب جانان عرب

○

Marfat.com

پھر اٹھا ولولہ یاد مغیلان عرب پھر کھینچا دامن دل سوئے بیابان عرب
صدقے ہونے کو چلے آتے ہیں لاکھوں گلزار کہ عجب رنگ سے پھولا ہے گلستان عرب

○

زہے عزت واعتلائے محمدؐ کہ ہے عرش حق زیرپائے محمدؐ
مکاں عرش ان کا' فلک فرش ان کا ملک خادمان سرائے محمدؐ
خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ
عجب کیا اگر رحم فرمائے ہم پر خدائے "محمدؐ" برائے محمدؐ
دم نزع جاری ہو میری زباں پر "محمدؐ" "محمدؐ" خدائے محمدؐ
خدا انکو کس پیار سے دیکھتا ہے جو آنکھیں ہیں محو لقائے محمدؐ

○

گزرے جس راہ سے سید والا ہو کر رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر
رخ انور کی تجلی جو قمر نے دیکھی ، رہ گیا بوسہ دہ نقش کف پا ہو کر
چمن طیبہ ہے وہ باغ کہ مرغ سدرہ برسوں چہکے ہیں جہاں بلبل شیدا ہو کر
ہے یہ امید رضا کو تری رحمت سے شہا نہ ہو زندانی دوزخ ترا بندہ ہو کر

○

کیا ٹھیک ہو رخ نبویؐ پر مثال گل
پا مال جلوہ کف پا ہے جمال گل
جنت ہے ان کے جلوہ سے جویائے رنگ وبو
اے گل ہمارے گل سے ہے گل ہو سوال گل
غمگیں ہے شوق غازہ خاک مدینہ میں
شبنم سے دھل سکے گی نہ گرد ملال گل
نعت حضور میں مترنم ہے عندلیب
شاخوں کے جھومنے سے عیاں وجد و حال گل
چاہے خدا تو پائیں گے عشق نبیؐ میں خلد
نکلی ہے نامہ دل پرخوں میں فال گل

○

Marfat.com

سرتابہ قدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول

دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخن پا کا
اتنا بھی مہ نو پہ نہ اے چرخ کہن پھول

کیا غازہ ملا گرد مدینہ کا جو ہے آج
نکھرے ہوئے جوبن میں، قیامت کی پھبن پھول

تنکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا
تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہ محن پھول

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں، حسینؓ اور حسنؓ پھول

○

رشک قمر ہوں، رنگ رخ آفتاب ہوں
ذرہ ترا جو اے شہ گردوں جناب ہوں

گر آنکھ ہوں تو ابر کی چشم پر آب ہوں
دل ہوں تو برق کا دل پر اضطراب ہوں

خونیں جگر ہوں طائر بے آشیاں، شہا
رنگ پریدۂ رخ گل کا جواب ہوں

بے اصل و بے ثبات ہوں، بحر کرم، مدد
پر وردہ کنار سراب وحباب ہوں

عبرت فزا ہے شرم گناہ سے مرا سکوت
گویا لب خموش لحد کا جواب ہوں

دل بستہ، بیقرار، جگر چاک، اشکبار
غنچہ ہوں، گل ہوں، برق تپاں ہوں، سحاب ہوں

دعویٰ ہے سب سے تیری شفاعت پہ بیشتر
دفتر میں عاصیوں کے شہا انتخاب ہوں

میں تو کہا ہی چاہوں کہ بندہ ہوں شاہ کا
پر لطف جب ہے کہدیں اگر وہ جناب ہوں

حسرت میں خاک بوسی طیبہ کی اے رضا
ٹپکا جو چشم مہر سے وہ خون ناب ہوں

○

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

ہر چراغ مزار پر قدسی
کیسے پروانہ وار پھرتے ہیں

ان کے ایماء سے دونوں باگوں پر
خیل لیل ونہار پھرتے ہیں

Marfat.com

پھول کیا دیکھوں، میری آنکھوں میں   دشت طیبہ کے خار پھرتے ہیں
لاکھوں قدسی ہیں کام خدمت پر   لاکھوں گرد مزار پھرتے ہیں

○

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں، کوچے بسا دیئے ہیں
جب آ گئی ہیں جوش رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیئے ہیں، روتے ہنسا دیئے ہیں
ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں
اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہو گا
رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیئے ہیں
میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں، دربے بہا دیئے ہیں
ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

○

ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگ ریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں
ابر نیساں مومنوں کو، تیغ عریاں کفر پر
جمع ہیں شان جمالی وجلالی ہاتھ میں
مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں
آہ، وہ عالم کہ آنکھیں بند اور لب پر درود
وقف سنگ در جبیں، روضہ کی جالی ہاتھ میں
حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لوں رضا
لوٹ جاؤں پا کے وہ دامان عالی ہاتھ میں

○

Marfat.com

راہ عرفاں سے جو ہم نادیدہ رو محرم نہیں
مصطفیٰؐ ہے مسند ارشاد پہ کچھ غم نہیں

اس میں زم زم ہے کہ تھم تھم‘ اس میں جم جم ہے کہ بیش
کثرت کوثر میں زم زم کی طرح کم کم نہیں

ایسا امی کس لئے منت کش استاذ ہو
کیا کفایت اس کو ”اقرا ربک الاکرم“ نہیں

ہے انہی کے دم قدم سے باغ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا‘ گر وہ نہ ہوں‘ عالم نہیں

سایہ دیوار خاک در ہو اور یارب رضا
خواہش دیہیم قیصر‘ شوق تخت جم نہیں

○

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

میں نثار تیرے کلام پر‘ ملی یوں تو کس تو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہیں‘ وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

وہ لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہیں جس کے ہیں یہ مکاں‘ وہ خدا کہ جس کا مکاں نہیں

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارہ ناں نہیں

○

وصف رخ ان کا کیا کرتے ہیں شرح والشمس وضحیٰ کرتے
ان کی ہم مدح وثنا کرتے ہیں جن کو محمود کہا کرتے ہیں

تو ہے خورشید رسالت پیارے‘ چھپ گئے تیری ضیا میں تارے
انبیاء اور ہیں سب مہ پارے تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں

اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم‘ جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم‘ پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

Marfat.com

رفعت ذکر ہے تیرا حصہ، دونوں عالم میں ہے تیرا چرچا
مرغ فردوس پس از حمد خدا تیری ہی مدح وثنا کرتے ہیں
جس کے جلوے سے احد ہے تاباں، معدن نور ہے اس کا داماں
ہم بھی اس چاند پہ ہو کر قرباں دل سنگیں کی جلا کرتے ہیں
لب پر آ جاتا ہے جب نام جناب، منہ گھل جاتا ہے شہد نایاب
وجد میں ہو کے ہم اے جان بے تاب، اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں

○

چمن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو
حور بڑھ کر شکن ناز پہ وارے گیسو
ہم سیہ کاروں پہ یارب تپش محشر میں
سایہ افگن ہوں ترے پیار کے پیارے گیسو
سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو
دیکھو قرآں میں شب قدر سے تا مطلع فجر
یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو
بھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں گلیاں واللہ
کیسے پھولوں میں بسائے ہیں تمہارے گیسو
تار شیرازہ مجموعہ کونین ہیں یہ
حال کھل جائے جو اک دم ہوں کنارے گیسو
تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضا
صبح عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

○

یاد میں جس کی نہیں ہوش تن وجاں ہم کو
پھر دکھا دے وہ رخ، اے مہر فروزاں ہم کو
دیر سے آپ میں آنا نہیں ملتا ہے ہمیں
کیا خود رفتہ کیا جلوہ جاناں ہم کو

Marfat.com

جس تبسم نے گلستاں پہ گرائی بجلی
پھر دکھا دے وہ ادائے گل خنداں ہم کو
کاش آویزہ قندیل مدینہ ہو وہ دل
جس کی سوزش نے کیا رشک چراغاں ہم کو
عرش جس خوبی رفتار کا پامال ہوا
دو قدم چل کے دکھا سرو خراماں ہم کو
جب سے آنکھوں میں سمائی ہے مدینہ کی بہار
نظر آتے ہیں خزاں دیدہ گلستاں ہم کو
نیر حشر نے اک آگ لگا رکھی ہے
تیز ہے دھوپ ملے سایہ داماں ہم کو
پردہ اس چہرہ انور سے اٹھا کر اک بار
اپنا آئینہ بنا اے مہ تاباں ہم کو
اے رضا وصف رخ پاک سنانے کے لئے
نذر دیتے ہیں چمن مرغ غزل خواں ہم کو

○

پل سے اتار دو راہ گزر کو خبر نہ ہو — جبرئیل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو
کانٹا مرے جگر سے غم روزگار کا — یوں کھینچ لیجے کہ جگر کو خبر نہ ہو
فریاد امتی جو کرے حال زار میں — ممکن نہیں کہ خیر بشرؐ کو خبر نہ ہو
کہتی تھی یہ براق سے اس کی سبک روی — یوں جائیے کہ گرد سفر کو خبر نہ ہو
طیر حرم ہیں یہ کہیں رشتہ بپا نہ ہوں — یوں دیکھئے کہ تار نظر کو خبر نہ ہو
اے خار طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے — یوں دل میں آ کہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو
اے شوق دل یہ سجدہ گران کو روا نہیں — اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

○

مصطفیٰ خیر الوریٰ ہو — سرور ہر دوسرا ہو
کس کے پھر ہو کر رہیں ہم — گر تمہیں ہم کو نہ چاہو

Marfat.com

ہم وہی ناشستہ رو ہیں تم وہی بحر صفا ہو
ہم وہی شایان رد ہیں تم وہی شان سخا ہو
ہم وہی بے شرم وبد ہیں تم وہی کان حیا ہو
ہم وہی ننگ جفا ہیں تم وہی جان وفا ہو
ہم وہی قابل سزا کے تم وہی رحم خدا ہو
چرخ بدلے' دہر بدلے تم بدلنے سے ورا ہو
حق درودیں تم پہ بھیجے تم مدام اس کو سرا ہو
وہ عطا دے تم عطا لو وہ یہی چاہے جو چاہو
بر تو او پاشد' تو برما تا ابد یہ سلسلہ ہو
کیوں رضا مشکل سے ڈریئے جب نبی مشکل کشا ہو

○

کوئی کیا جانے کہ کیا ہو عقل عالم سے ورا ہو
کنز مکتوم ازل میں درمکنون خدا ہو
تھے وسیلے سب نبی' تم اصل مقصود ہدیٰ ہو
سب بشارت کی اذاں تھے تم اذاں کا مدعا ہو
سب تمہاری ہی خبر تھے تم موخر مبتدا ہو
قرب حق کی منزلیں تھے تم سفر کا منتہا ہو
سب تمہارے در کے رستے ایک تم راہ خدا ہو
وہ کلس روضے کا چمکا سر جھکاؤ کج کلا ہو
وہ در دولت پہ آئے جھولیاں پھیلاؤ شاہو

○

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبیؐ سب سے بالا ووالا ہمارا نبیؐ
بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں شمع وہ لے کر آیا' ہمارا نبیؐ
جن کے تلوؤں کا دھون ہے آب حیات ہے وہ جان مسیحا' ہمارا نبیؐ
خلق سے اولیاء' اولیا سے رسل اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبیؐ

Marfat.com

حسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم ۔ وہ ملیح دلاراء ہمارا نبیؐ
کیا خبر کتنے تارے کھلے، چھپ گئے ۔ پر نہ ڈوبے، نہ ڈوبا ہمارا نبیؐ
ملک کونین میں انبیاء تاجدار ۔ تاجداروں کا آقا ہمارا نبیؐ
لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے ۔ ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبیؐ
غمزدوں کو رضا مژدہ دیجئے کہ ہے ۔ بیکسوں کا سہارا ہمارا نبیؐ

○

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے
کشتگان گرمی محشر کو وہ جان مسیح
آپ دامن کی ہوا دے کر جلاتے جائیں گے
وسعتیں دی ہیں خدا نے دامن محبوب کو
جرم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائیں گے
لو وہ آئے مسکراتے ہم اسیروں کی طرف
خرمن عصیاں پہ اب بجلی گراتے جائیں گے
سوختہ جانوں پہ وہ پرجوش رحمت آئے ہیں
آب کوثر سے لگی دل کی بجھاتے جائیں گے
آفتاب ان کا ہی چمکے گا جب اوروں کے چراغ
صرصر جوش بلا سے جھلملاتے جائیں گے
پائے کوباں پل سے گزریں گے تری آواز پر
رب سلم کی صدا پر وجد لاتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

○

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے ۔ مرا دل بھی چمکا دے، چمکانے والے
برستا نہیں دیکھ کر ابر رحمت ۔ بدوں پر بھی برسا دے، برسانے والے

Marfat.com

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

○

کیا مہکتے ہیں مہکنے والے بو پہ چلتے ہیں بھٹکنے والے
جگمگا اٹھی مری گور کی خاک تیرے قربان چمکنے والے
عرش تک پھیلی ہے تاب عارض کیا جھلکتے ہیں جھلکنے والے
گل طیبہ کی ثنا گاتے ہیں نخل طوبیٰ پہ چہکنے والے
عاصیو' تھام لو دامن ان کا وہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے

○

کس کے جلوے کی جھلک ہے یہ اجالا کیا ہے
ہر طرف دیدۂ حیرت زدہ تکتا کیا ہے
زاہد' ان کا میں گنہگار' وہ میرے شافع
اتنی نسبت مجھے کیا کم ہے تو سمجھا کیا ہے
بے بسی ہے جو مجھے پرسش اعمال کے وقت
دوستو' کیا کہوں اس وقت تمنا کیا ہے
کاش فریاد مری سن کے یہ فرمائیں حضورؐ
ہاں' کوئی دیکھو یہ کیا شور ہے' غوغا کیا ہے
یوں ملائک کریں معروض کہ اک مجرم ہے
اس سے پرسش ہے بتا تو نے کیا کیا کیا ہے
سامنا قہر کا ہے دفتر اعمال میں پیش
ڈر رہا ہے کہ خدا حکم سناتا کیا ہے
آپ سے کرتا ہے فریاد کہ یا شاہِ رسل
بندہ بیکس ہے شہا' رحم میں وقفا کیا ہے
سن کے یہ عرض مری بحر کرم جوش میں آئے
یوں ملائک کو ہو ارشاد ٹھہرنا کیا ہے
کس کو تم مورد آفات کیا چاہتے ہو

Marfat.com

ہم بھی تو آ کے ذرا دیکھیں تماشا کیا ہے
ان کی آواز پہ کر اٹھوں میں بے ساختہ شور
اور تڑپ کر یہ کہوں اب مجھے پروا کیا ہے
لو وہ آیا مرا حامی' مرا غم خوار امم
آ گئی جان تن بے جاں میں یہ آنا کیا ہے
پھر مجھے دامن اقدس میں چھپا لیں سرور
اور فرمائیں ہٹو' اس پہ تقاضا کیا ہے
یہ سماں دیکھ کے محشر میں اٹھے شور کہ واہ
چشم بددور ہو' کیا شان ہے' رتبا کیا ہے
صدقے اس رحم کے' اس سایہ دامن پہ نثار
اپنے بندے کو مصیبت سے بچایا کیا ہے
اے رضا' جان عنادل ترے نغموں کے نثار
بلبل باغ مدینہ ترا کہنا کیا ہے

○

مژدہ باد اے عاصیو' شافع شہ ابرار ہے
تہنیت اے مجرمو' ذات خدا غفار ہے
عرش سافرش زمیں ہے' فرش پا عرش بریں
کیا نرالی طرز کی نام خدا رفتار ہے
چاند شق ہو' پیڑ بولیں' جانور سجدہ کریں
بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہے
تیرے ہی دامن پہ ہر عاصی کی پڑتی ہے نظر
ایک جان بے خطا پر دو جہاں کا بار ہے
حیرتیں ہیں آئنہ دار وفور وصف گل
ان کے بلبل کی خموشی بھی لب اظہار ہے
گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

Marfat.com

○

اندھیری رات ہے غم کی، گھٹا عصیاں کی کالی ہے
دل بیکس کا اس آفت میں آقا، تو ہی والی ہے
گنہگاروں کو ہاتف سے نوید خوش مآلی ہے
مبارک ہو شفاعت کے لئے احمد سا والی ہے
ترا قد مبارک گلبن رحمت کی ڈالی ہے
اسے بو کر ترے رب نے بنا رحمت کی ڈالی ہے
تمہاری شرم سے شان جلال حق ٹپکتی ہے
خم گردن ہلال آسمان ذوالجلالی ہے
میں اک محتاج بے وقعت، گدا تیرے سگ در کا
تری سرکار والا ہے، ترا در بار عالی ہے
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ وحیدرؓ جس کی بلبل ہیں
ترا سرو سہی اس گلبن خوبی کی ڈالی ہے

○

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے
چنیں وچناں تمہارے لئے، بنے دو جہاں تمہارے لئے
دہن میں زباں تمہارے لئے، بدن میں ہے جاں تمہارے لئے
ہم آئے یہاں تمہارے لئے، اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے
تمہاری چمک، تمہاری دمک، تمہاری جھلک، تمہاری مہک
زمین وفلک، سماک وسمک میں سکہ نشاں تمہارے لئے
یہ شمس وقمر، یہ شام وسحر، یہ برگ وشجر، یہ باغ وثمر
یہ تیغ وسپر، یہ تاج وکمر، یہ حکم رواں تمہارے لئے
صبا وہ چلے کہ باغ پھلے، وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے، ثنا میں کھلے، رضا کی زباں تمہارے لئے

○

Marfat.com

نبیؐ سرور ہر رسول وولی ہے
نبی راز دار مع اللہ لی ہے

ہے بے تاب جس کے لئے عرش اعظم
وہ اس رہرولامکاں کی گلی ہے

نکیرین کرتے ہیں تعظیم میری
فدا ہو کے تجھ پر یہ عزت ملی ہے

تلاطم ہے کشتی پہ طوفان غم کا
یہ کیسی ہوائے مخالف چلی ہے

نہ کیونکر کہوں یا حبیبی اغثنی
اسی نام سے ہر مصیبت ٹلی ہے

صبا ہے مجھے صرصر دشت طیبہ
اسی سے کلی میرے دل کی کھلی ہے

جو مقصد زیارت کا بر آئے پھر تو
نہ کچھ قصد کیجے یہ قصد دلی ہے

ترے در کا درباں ہے جبریل اعظم
ترا مدح خواں ہر نبی وولی ہے

شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی
سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے

○

نصیب دوستاں گر ان کے در پر موت آنی ہے
خدا یونہی کرے پھر تو ہمیشہ زندگانی ہے

اسی در پر تڑپتے ہیں، مچلتے ہیں، بلکتے ہیں
اٹھا جاتا نہیں کیا خوب اپنی ناتوانی ہے

ترے منگتا کی خاموشی شفاعت خواہ ہے اس کی
زبان بے زبانی ترجمان خستہ جانی ہے

جہاں کی خاکروبی نے چمن آراء کیا تجھ کو
صبا، ہم نے بھی ان گلیوں کی کچھ دن خاک چھانی ہے

شہا، کیا ذات تیری حق نما ہے فردا مکاں میں
کہ تجھ سا کوئی اول ہے نہ تیرا کوئی ثانی ہے

درودیں صورتِ ہالہ، محیط ماہ طیبہ ہیں
برستا امت عاصی پہ اب رحمت کا پانی ہے

یہ سر ہو اور وہ خاک در، وہ خاک در ہو اور یہ سر
رضا وہ بھی اگر چاہیں تو اب دل میں یہ ٹھانی ہے

○

Marfat.com

حرز جاں ذکر شفاعت کیجئے — نار سے بچنے کی صورت کیجئے
ڈوب کر یاد لب شاداب میں — آب کوثر کی سباحت کیجئے
ان کے در پر بیٹھئے بن کر فقیر — بے نواؤ' فکر ثروت کیجئے
جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا — ایسے پیارے سے محبت کیجئے
سر سے گرتا ہے ابھی بار گناہ — خم ذرا فرق ارادت کیجئے
عالم علم دو عالم ہیں حضورؐ — آپ سے کیا عرض حاجت کیجئے
اپنی اک میٹھی نظر کے شہد سے — چارہ زہر مصیبت کیجئے
جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضا — یاد اس کی' اپنی عادت کیجئے

○

ذرے جھڑ کر تری پیزاروں کے — تاج سر بنتے ہیں سیاروں کے
میرے آقا کا وہ در ہے جس پر — ماتھے گھس جاتے ہیں سرداروں کے
مجرمو' چشم تبسم رکھو — پھول بن جاتے ہیں انگاروں کے

○

ان پر درود جن کو حجر تک کریں سلام — ان پر سلام جن کو تحیت شجر کی ہے
ان پر درود جن کو کس بیکساں کہیں — ان پر سلام جن کو خبر بے خبر کی ہے
شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السلام — خوبی انہی کی جوت سے شمس و قمر کی ہے
عرض واثر سلام کو حاضر ہیں السلام — ملجا یہ بارگاہ دعا واثر کی ہے
شوریدہ سر سلام کو حاضر ہیں السلام — راحت انہی کے قدموں میں شوریدہ سری کی ہے
خستہ جگر سلام کو حاضر ہیں السلام — مرہم یہیں کی خاک تو خستہ جگر کی ہے
اہل نظر سلام کو حاضر ہیں السلام — یہ گرد ہی سرمہ سب اہل نظر کی ہے

○

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے
کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے
کھبتی ہوئی نظر میں ادا کس سحر کی ہے
چبھتی ہوئی جگر میں صدا کس گجر کی ہے
ہم جائیں اور قدم سے لپٹ کر حرم کہے

Marfat.com

سونپا خدا کو تجھ کو، یہ عظمت سفر کی ہے
ہم گرد کعبہ پھرتے تھے کل تک اور آج وہ
ہم پر نثار ہے یہ ارادت کدھر کی ہے
واروں قدم قدم پہ کہ ہردم ہے جان نو
یہ راہ جانفزا مرے مولا کے در کی ہے
ہیں چتروتخت سایہ دیوار وخاک در
شاہوں کو کب نصیب یہ دھج کروفر کی ہے
اپنا شرف دعا سے ہے باقی رہا قبول
یہ جانیں ان کے ہاتھ میں کنجی اثر کی ہے
عنبر زمیں، عبیر ہوا، مشک تر غبار
ادنیٰ سی یہ شناخت تری رہگزر کی ہے
گھیرا اندھیریوں نے دہائی ہے چاند کی
تنہا ہوں، کالی رات ہے، منزل خطر کی ہے
سنکی وہ دیکھ باد شفاعت کہ دے ہوا
یہ آبرو رضا ترے دامان تر کی ہے

○

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

شہر یار ارم، تاجدار حرم
نو بہار شفاعت پہ لاکھوں سلام

فتح باب نبوت پہ بے حد درود
ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے بے کس کی دولت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

طائران قدس جس کی ہیں قمریاں
اس سہی سروقامت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
چشمہ علم وحکمت پہ لاکھوں سلام

Marfat.com

وہ دعا جس کا جوبن بہار قبول — اس نسیم اجابت پہ لاکھوں سلام
حجر اسود کعبہ جان ودل — یعنی مہر نبوت پہ لاکھوں سلام
جس کے ہر خط میں موج کرم نور کی — اس کف بحر ہمت پہ لاکھوں سلام
کھائی قرآن نے خاک گزر کی قسم — اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام
جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند — اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
میٹھی میٹھی عبارت پہ شیریں درود — اچھی اچھی اشارت پہ لاکھوں سلام
الغرض ان کے ہر مو پہ لاکھوں درود — ان کی ہر خو خصلت پہ لاکھوں سلام

مآخذ

(۱) اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں رضا کے نعتیہ کلام کا تحقیقی اور ادبی جائزہ ----- حضرت شمس بریلوی

(۲) امام نعت گویاں -------- اختر الحامدی

(۳) انوار رضا -------- ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

(۴) شب جائے کہ من بودم ---------- آغا شورش کاشمیری

(۵) جہان رضا ---------- مرید احمد چشتی

(۶) اردو میں نعتیہ شاعری -------- ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق

(۷) اردو دائرہ معارف اسلامیہ ------ جلد نمبر ۱۰

(۸) اقبال اور احمد رضا خاں -------- راجا رشید محمود

(۹) اسلامی انسائیکلوپیڈیا ---------- سید قاسم محمود

Marfat.com

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ

(آج سک متراں دی ودھیری اے)

آپ کا شجرۂ نسب حضرت امام حسنؓ تک پہنچتا ہے۔ اس خاندانی سلسلے میں ایک اہم نام حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کا بھی ہے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید پیر نذرالدین تھا۔ آپ کے جد امجد حضرت میراں شاہ قادرؒ بغداد سے ہندوستان تشریف لائے۔ اس ترک مقامی کا مقصود، رشد و ہدایت ہی کی آرزو تھی۔ وہ شروع میں قصبہ ساڈھورہ ضلع انبالہ میں مقیم رہے۔ بعد میں آپ کی اولاد راولپنڈی کے مضافات میں گولڑہ کے مقام پر آباد ہو گئی اور اسی مقام پر حضرت پیر مہر علی شاہؒ یکم رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ بمطابق ۱۸۵۹ء بروز پیر پیدا ہوئے اور اسی وجود سعید کے قدوم مسعود کا اثر ہے کہ راولپنڈی سے کم و بیش گیارہ میل پر واقع، زمین کا یہ ٹکڑا کتنے ہی دلوں کی دھڑکن، کتنی ہی نگاہوں کی تمنا، اور کتنی ہی آرزوؤں کا حاصل بنا ہوا ہے کہ ہوا کے جھونکے بھی اس سرزمین کے ذروں کو چوم کر گزرتے ہیں۔ آغا شورش کاشمیریؒ کے دل کا تاثر، روح کا کیف، نگاہ کی بصیرت اور قلم کی سلامت روی، اس سرزمین کے بارے میں یوں عقیدت کے موتی اچھالتی، محبت کے ستارے اچھالتی اور ارادت کے انوار برساتی ہے۔

کھڑا ہوں مہر علیؒ کے مزار اقدس پر
دماغ و دل سے نکلتی ہوئی دعا کی طرح
مچل رہے ہیں خیالات فکر کی رو میں
گلاب و لالہ سے لپٹی ہوئی صبا کی طرح
ابل رہا ہے امیدوں کا چشمہ صافی
بہ التفات نواہائے دلربا کی طرح
تلے کھڑے ہیں فضاؤں میں نور کے بادل
ہوا کے دوش پہ کھلتے ہوئے لوا کی طرح
نپٹ چکا ہوں نقیبوں کی کارگاہوں سے

Marfat.com

گزر گئے ہیں کئی مرحلے ہوا کی طرح
دل ونظر پہ کھدی ہے حدیث نازونیاز
حضور خواجہ گیہاںؒ کے نقش پا کی طرح
تمام خانہ نشینان لالہ وگل پر
یہ راز کھل کے رہا موجہ صبا کی طرح
نظام شمس وقمر از محمد عربی است
''اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است''

آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت والد اور ماموں (حضرت پیر فضل دینؒ) کے ہاتھوں ہوئی۔ دینی تعلیم مولانا محمد شفیعؒ اور مولانا سلطان محمودؒ سے مکمل کی۔ یہ سب حضرات اہل دل بھی تھے اور اہل علم بھی۔ دوسری طرف حضرت پیر مہر علی شاہؒ فطرتاً روحانی انوار سے مستنیر تھے۔ مگر حضرت شمس الدین سیالویؒ کی بیعت اور ان کے التفات خاص سے آپ کے دل کی دنیا جگمگا اٹھی اور ان کی نگہ فیض نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ یوں شوق نظر' ذوق طلب کے سانچے میں ڈھل کر اضطراب مسلسل کا کیف بن گیا۔ گویا

پہلے ہی خاک دل تھی مری فخر کائنات
اب پوچھنا ہی کیا کہ تری رہگزر میں ہے

ذہن پہلے ہی شفاف اور دل پہلے ہی نورانی تھا۔ اس لئے جدھر بھی آپ کے قدم بڑھے بصیرتیں استقبال کرتی رہیں اور جدھر بھی آپ کی نگاہ اٹھی۔ اس سے ٹکرانے والی ہر شے نور کے پیرہن میں مسکراتی چلی گئی۔ حق یہ ہے کہ جس شخصیت میں علم کا رسوخ اور عمل کا شعور یکجا ہو جائے۔ وہ جب تک زندہ رہتی ہے آیت الٰہی بن کر رہتی ہے اور جب اس دنیا سے روپوش ہوتی ہے تو اس کی لحد جاگ اٹھتی ہے۔

نام فقیر تنہاندا باہو' قبر جنہاں دی جیوے ہو

علم' عمل کے بغیر ناساز اور عمل' علم کے بغیر بے کار ہے۔ آدمؑ کی علمی بصیرت ہی کے سامنے ملائکہ سربہ سجود ہوئے اور علم ہی سرشت انسانی کا وہ جوہر ہے جو اسے فضاؤں اور خلاؤں میں اڑائے پھرتا ہے اور جب علم کے نور کے ساتھ عمل کا خلوص شامل ہو جائے۔ خبر کی آگہی کو نظر کی روشنی نصیب ہو جائے اور زبانی اقرار' قلبی تصدیق میں ڈھل جائے' تب مومن خدائے لم یزل کا دست قدرت بھی ہو جاتا ہے۔ زبان صدق اظہار بھی اور نگاہ اثر

Marfat.com

آفرین بھی۔ اسی مقام پر مومن کی رضا' اللہ تعالیٰ کی مشیت بن کر نکھرتی ہے پھر اس کی آواز حلق سے نہیں۔ دل سے ابھر کر خلق تک پہنچتی اور دل و نگاہ کو اجالتی چلی جاتی ہے۔ اس کائنات ارضی میں صوفیائے کرام نے جس انداز سے دلوں کو مسخر کیا۔ جس نوع سے طریقت کو شریعت کے ساتھ ہم آہنگ کیا اور جس پیار سے گمرہوں کو پکارا' سنوارا' اور نشان منزل بنایا' انداز کا وہ حسن اور اسلوب کی وہ حلاوت منبر و محراب کو نصیب نہ ہو سکی۔ نتیجہ معلوم کہ واعظ کی تلقین' خوبصورت لفظوں سے کھیل کر' صرف ذہنوں کو ایک وقتی کیف دیتی رہی' جبکہ خانقاہوں سے ابھرنے والی نگاہ' دلوں میں سرمستی اور سرخوشی ابھارتی چلی گئی۔ ذہن و جسم کا کیف عارضی اور روح و دل کا تاثر دائمی ہوا کرتا ہے۔ صاحب ارشاد کے لئے قرآن و حدیث کی عالمانہ آگاہی ضروری ہے۔ تاکہ اس کی ہر بات اور ہر عمل اعتدال کا ایک نقش معتبر ہو۔ زبان و دل کی رفاقت ہی سے بات کی صداقت میں تاثیر آتی ہے۔ کیفیت علم کی عطا ہے اور کیف عمل کی دین ہے۔ اسلام نے ارشاد و ابلاغ کے لئے جو راستہ معین کیا ہے۔ وہ ہے۔ ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمہ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔

محبت کا لب و لہجہ اپنے اندر آج بھی کراموں کی ایک دنیا لئے ہوئے ہے۔ محبت کی زبان' دل تسخیر کرتی ہے کہ وہ فاتح عالم ہے۔ نگاہ بلند' سخن دلنواز اور جان پر سوز۔۔۔۔۔تصوف کی یہی وہ مقناطیسیت ہے کہ شکار کرنے والے خود شکار ہو جاتے ہیں۔

حضرت مہر علی شاہؒ کی ذات گرامی قدر' اہل اللہ کے آخری سلسلے کی وہ نورانی کڑی ہے جس میں علمی بصارتیں اور قلبی بصیرتیں' اپنے کمال کو چھوتی نظر آتی ہیں۔ نتیجہ معلوم کہ ایک دنیا نے ان سے اکتساب فیض کیا۔ ان کے حضور میں عالم آئے تو مرعوب ہو کر اٹھے' معرفت کے طلبگار پہنچے تو ارباب نظر بن کر نکلے اور اہل تشکیک کا ادھر سے گزر ہوا تو یقین کی دنیا سمیٹتے چلے گئے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ان کی ایک نگہ تلطف سے کتنے ہی خزف ریزے' حریف گہر بن کر ابھرے اور نکھرے۔ تاریخ شاہد ہے کہ۔

پارس وہ سنگ ہے جسے ٹھکرا کے تو چلے
اکسیر جز ہے تیرے قدم کے غبار کا

۱۸۵۷ء کے دور پر آشوب میں بہت سے ہندوستانی علماء سکون و طمانیت کی تلاش میں حجاز چلے گئے تھے ان میں قاری عبدالرحمٰن جونپوری' استاذ العلماء مولانا محمد غازی اور قاری عبدالرحمٰن الہ آبادی قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ مولانا حاجی رحمت اللہ بھی وہیں مدرسہ

Marfat.com

صولتنیہ کے منتظم تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا قیام بھی وہیں تھا۔ ۱۳۰۷ھ میں حضرت مہر علی شاہؒ حج کے لئے روانہ ہوئے وہیں ان حضرات سے ملاقات بھی ہوئی اور تبادلہ افکار بھی۔ اول الذکر تینوں حضرات حضرت گولڑوی کی شخصیت سے اس حد تک متاثر ہوئے کہ وہ آپ سے بیعت بھی ہوئے اور آپ سے بیش از بیش استفادے کی خاطر گولڑہ ہی کے ہو کر رہ گئے۔

نیت میں راستی اور عمل میں خلوص ہو تو رحمتیں از خود قلب و نظر کا احاطہ کر لیتی ہیں۔ دیدہ و دل وا ہوں' انتظار میں تڑپ اور چاہت میں سوز ہو تو محبوب کے مائل بہ کرم ہونے میں دیر نہیں لگا کرتی' اس سفر حج کے دوران میں آپ مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں "وادی حمرا" کے مقام پر آپ نے رہزنوں کے خوف سے نماز عشاء کی ابتدائی سنتوں کو ادا نہ کیا۔ وہیں تھوڑی دیر کے لئے آنکھ لگی اور خواب میں حضور ﷺ نے فرمایا "آل رسول کو سنت ترک نہیں کرنی چاہئے" آپ نے عالم خواب ہی میں حضور ﷺ کی مبارک پنڈلیوں کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر "الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" گریہ کے انداز میں پکارنا شروع کر دیا۔ بعد میں کیف و سرور کا یہ عالم آپ کے قلب و نظر پر چھایا رہا۔ کہ یہ بھولنے والی بات تھی ہی نہیں اور ان سعادت آفرین لمحوں کی یاد آپ کو عمر بھر تڑپاتی رہی۔ اسی یاد نے آپ سے بہت سی نعتیں کہلوائیں۔

آپ کی معروف نعت "اج سک متراں دی ودھیری اے" میں تحدیث نعمت اور سوز طلب کی کم و بیش وہی کیفیت ہے۔ جو زیارت رسالت مآب ﷺ کے بعد مولانا جامیؒ کے اس شعر میں پائی جاتی ہے۔

مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش
الٰہی ایں کرم بار دگر بارد گر کن

حضرت نے صوفیانہ انداز اور مجاہدانہ شان کے ساتھ زندگی بسر کی۔ انہوں نے خانقاہی روز و شب کا وقار بھی بڑھایا اور رسم شبیریؓ کو بھی تازہ کیا۔ دینی' علمی اور متصوفانہ مسائل پر آپ کی تحریریں اور تقریریں اپنے معاصر اکابرین کے لئے بصیرت افروز ثابت ہوتی رہیں' دوسری طرف آپ نے عالمانہ شکوہ اور مومنانہ جرات کے ساتھ ابھرتی ہوئی قادیانیت کا زور توڑا۔ آپ کی وہ غیرت ایمانی جہاں عزیمت و استقامت کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ وہاں ایک مرد حق آگاہ کے کردار حسین کی ایک دل آویز کہکشاں بھی ہے۔

Marfat.com

ختم نبوت کے سلسلے میں ابھرنے والی بہت سی اجتماعی اور شخصی تحریکوں نے آپ کے اس جنوں آفرین جذبے سے بال وپر لئے۔ آغا شورش کاشمیری تحریک ختم نبوت میں "سیدنا مہر علی شاہؒ کی ضرب ید اللہی" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

"حضرت مہر علی شاہؒ بیسویں صدی کے آغاز میں مشائخ پنجاب کے سلسلے کی سب سے بڑی روحانی شخصیت تھے۔ آپ ۱۸۹۰ء میں حج کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے دیار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی میں رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے اپنے کشف کی بنا پر آپ سے کہا "آپ کے ہاں بہت بڑا فتنہ ظاہر ہونے والا ہے۔ اس کا سدباب آپ کی ذات سے متعلق ہے۔ آپ وہاں خاموش بھی بیٹھے رہے تو بھی ملک کے علماء اس فتنہ کی زد سے محفوظ رہیں گے اور عامتہ المسلمین اس کی دستبرد سے بچ جائیں گے" آج کے افق پر کل کے طلوع ہونے والے سورج کی روشنی ہر دل محسوس نہیں کر سکتا۔ یہ بصارت کی نہیں بصیرت کی بات اور اللہ کی دین ہے۔ چنانچہ حضرت قبلہ واپس آ گئے تو مکاشفات ومشاہدات کے ذریعہ آپ کو معلوم ہوا کہ فتنہ مذکور مرزا غلام احمد اور ان کے دعاوی ہیں۔ حضرت سید مہر علی شاہؒ کے ملفوظات میں درج ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے عالم رویا میں فرمایا "غلام احمد میری احادیث کو تاویل کی قینچی سے کتر رہا ہے تم خاموش بیٹھے ہو اس کا تعاقب وتدارک کرو" علاوہ ازیں آپ نے اپنے نظریات وعقائد کے دفاع میں معاصر علماء سے کامیاب مناظرے بھی کئے۔ تحریک خلافت سے لے کر برصغیر پاک وہند کی جہد آزادی تک' آپ کی شمولیت کسی نہ کسی رنگ میں نشان امتیاز بن کر ابھرتی رہی ہے۔ کہیں تقریر کی صورت میں' کہیں تحریر کی شکل میں اور کہیں دعاؤں کے روپ میں۔

ایک دفعہ مولانا ظفر علی خاں سیاسی موضوعات میں گفتگو کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ آپ کو اپنے دلائل سے قائل تو نہ کر سکے۔ مگر اسے حضرتؒ ہی کا تصرف سمجھئے کہ بعد میں خود مولانا کانگرس سے بیزار ہوئے اور تحریک خلافت اور ہندو مسلم تعاون کے خلاف حضرتؒ کے مسلک کا اقرار کیا۔ علامہ اقبالؒ نے بھی شیخ اکبرؒ کے افکار کی وضاحت' حضرت سے چاہی۔ مگر حضرت بوجہ علالت ونقاہت اور استغراق وانہماک' علامہ کے عریضے کا جواب نہ دے سکے۔ علامہ اقبالؒ کے اس مکتوب کے یہ دو جملے قابل ذکر ہیں "اگرچہ زیارت اور استفادہ کا شوق ایک مدت سے ہے تاہم اس سے پہلے شرف نیاز حاصل نہ ہوا۔ اب اس محرومی کی تلافی اس عریضے سے کر رہا ہوں------جناب کی وسعت اخلاق پر بھروسا کرتے

Marfat.com

ہوئے' یہ چند سطور لکھنے کی جرات کرتا ہوں کہ اس وقت ہندوستان بھر میں کوئی اور دروازہ نہیں جو پیش نظر مقصد کے لئے کھٹکھٹایا جائے"

علامہ اقبال ہی کے بارے میں یہ واقعہ بھی محفوظ ہے کہ آپ جن دنوں میکلوڈ روڈ پر رہتے تھے شام کے وقت کوئی شخص حضرت کی معروف پنجابی نعت کا پہلا شعر ترنم سے پڑھتا جا رہا تھا۔ علامہ نے اس کے پیچھے اپنا ملازم دوڑایا اسے بلایا اور اس سے پوری نعت سنی۔ جب مقطع میں حضرت کا نام آیا تو علامہ اقبال نے فرمایا کہ اب معلوم ہوا کہ اس کلام میں اتنا جذب اور اتنی کشش کیوں ہے۔ حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے بھی آپ کی خدمت عالیہ میں حاضری دی۔ آپ کی دعاؤں سے ان کے شعلہ گفتار کو برق خاطف کی چمک' لپک اور اچک لے جانے کی صلاحیت نصیب ہوئی۔ شاہ صاحب نے پہلی بیعت انہی سے کی۔ اور اپنے لئے سحر بیانی کی التماس کی۔ حضرت نے انہیں ایک ورد بتایا جو وہ ہر تقریر سے قبل زیر لب پڑھ لیا کرتے تھے----- مقصود اس اظہار و بیان سے یہ ہے کہ مولانا ظفر علی خاںؒ علامہ اقبالؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو بالواسطہ یا بلاواسطہ فیض اس بارگاہ سے ملا۔ ایک عظیم انشاء پرداز' ایک عظیم مفکر اور ایک عظیم مقرر۔ کہ صدیاں ان کا جواب پیدا کرنے سے قاصر ہیں اور قاصر رہیں گی۔

یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہوتا ہے اس شخصیت پر' جسے دین کا فہم عطا ہوتا ہے اور اگر تفہیم کے ساتھ ساتھ تعمیل کی دولت بھی مل جائے اور پھر توفیق ابلاغ بھی نصیب ہو جائے تو اس مقام رفیع کو پانے کے لئے نگاہ رسا اور سمجھنے کے لئے دل آگاہ کی ضرورت ہے۔ اولیائے کرام کے ہاتھوں ظاہر ہونے والی کرامتیں تو ان روحانی فیوض و برکات کا ایک بے ساختہ اظہار ہوتی ہیں۔ اصل کرامت تو یہی ہے کہ ان نفوس قدسیہ کا ہر نفس سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق تھا اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے زندگی کا ہر لمحہ عبادت ہو جاتا ہے۔

وہ تمام ایک جلوہ' میں تمام ایک سجدہ
مری بندگی میں حائل نہ جبیں نہ آستانہ

المیہ یہ ہے کہ ہم اولیائے کرام کی کرامتوں کے بیان میں اس قدر از خود رفتہ ہو جاتے ہیں کہ "تکمیل خودی" ادھوری رہ جاتی ہے اور ہم ان کی زندگیوں سے کوئی سا فیض بھی حاصل نہیں کرتے۔ نتیجہ معلوم کہ "حق ہو" کی بے کیف صداؤں سے محض ہمارے جسم لرزتے ہیں مگر دیار دل کے پتھروں میں کوئی ایک شرارہ بھی نہیں پھوٹتا' سینے میں اگر دل اندھے ہوں'

Marfat.com

تو ظاہری، نمائشی اور ستائشی عقیدت، حقیقت کا کوئی سا روپ بھی نہیں دھار سکتی۔ حق یہ ہے کہ سید مہر علی شاہؒ کے توسل سے بہت سے ایسے خوارق ہم تک پہنچتے ہیں جن کا بے ساختہ پن، اللہ تعالیٰ کی اس بیش بہا دین کا اظہار تو ہے مگر ان کی اپنی ارادی کاوش، ان سے ہویدا نہیں۔ کیونکہ وہ ایک ایسے اللہ والے تھے کہ جنہیں دینے والے نے، انعام واکرام کے ساتھ ساتھ ظرف کی گہرائی اور گیرائی بھی عطا کی تھی۔ انہیں فی الواقع نوازا گیا تھا اور وہ اس مقام پر تھے جہاں خبر، نظر کے آئینے میں اتر کر، عرفان و آگہی کا سرور ہو جاتی ہے۔۔۔۔سوزوگداز کی کیفیتوں کے حامل ہونے کا ادعا تو کئی کرتے ہیں۔ مگر سراپا سوزوگداز ہونے کا ثبوت کوئی کوئی دیتا ہے۔ انگارے کو کسی اعلان کی ضرورت نہیں اس کا وجود خود بولتا ہے۔ مولا کریم نے پیر مہر علی شاہؒ کے عشق کو جنوں کی وہ ادائیں عطا کی تھیں جن کا ہر انگ اور ہر رنگ کرامت کا اعجاز تھا۔ مگر ان کے ظرف کی وسعت کا اندازہ ان کے اس ارشاد سے ہوتا ہے کہ "میں جلانے اور پھونکنے والی فقیری کا قائل نہیں ہوں۔ فقیری وہ ہے کہ معرفت کے سات خزانے دل میں ہوں اور ہمسائے کو خبر نہ ہو" بقول شاعر

ظرف عالی ہوں کہ بھر کر بھی کبھی چھلکا نہیں
ہوں وہ دریا جو کناروں پر کہیں بہتا نہیں

توفیقات الٰہی سے یہ لبریز دل، ۸۲ برس کی عمر میں ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء کو بوقت عصر، اسم ذات کے ورد کے ساتھ خود ہی اپنے جسم کو قبلہ رخ کرتے ہوئے، ظاہری اور طبی نقطہ نظر سے خاموش ہو گیا۔۔۔۔موت کا فرشتہ صرف خاکی جسم کو چھوتا ہے جبکہ عشق کا جذبہ، سوز زندگی ہے جسے قبر کی گہرائیاں سرد نہیں کر سکتیں، لحد، روحانی کیفیات کی لطافتوں کو ایک جگہ سمیٹ دیتی ہے اور پھر وہاں سے خوشبو پھیلتی رہتی ہے اور اس سے مشام جاں معطر ہوتے رہتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ، عالم برزخ کی ایسی ہی پر انوار کیفیت کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

ہے لحد اس قوت آشفتہ کی شیرازہ بند
ڈالتی ہے گردن گردوں میں جو اپنی کمند

آپ کے وصال پر برصغیر اندوہ و غم میں ڈوب گیا۔ ۱۴ مئی ۱۹۳۷ء کے روزنامہ "پیسہ اخبار" نے لکھا "نہ قرن میں دوسرا اویس قرنیؒ پیدا ہوا، نہ بسطام نے آج تک دوسرا بایزیدؒ پیدا کیا۔ گولڑہ کو بھی دوسرے مہر علی شاہ کی ہمیشہ آرزو رہے گی"

روزنامہ زمیندار نے یوں تبصرہ کیا "آپ ان مشائخ میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے جو

Marfat.com

صاحب بصیرت و حقیقت ہونے کے علاوہ علوم ظاہری میں بھی فاضل بکمال تھے"

تحقیق الحق فی کلمتہ الحق فارسی زبان میں آپ کی اولین تصنیف ۱۸۹۷ء میں لکھی گئی۔ ۱۹۶۴ء میں فارسی متن کے ساتھ تو اس کا ترجمہ شائع ہوا۔ اس میں اسرار توحید سے پردہ اٹھایا گیا۔ ۱۹۰۰ء میں "شمس الہدایتہ فی اثبات حیات المسیح" تصنیف فرمائی جو رد مرزائیت کے سلسلے میں اپنی نوعیت کی ایک اہم اور جامع کتاب ہے۔ اس کتاب کا جواب مرزائیوں کی جانب سے شمس بازغہ کی شکل میں دیا گیا۔ حضرت نے سیف چشتیائی کی صورت میں ۱۹۰۲ء میں اٹھنے والے اعتراضات کا جواب دیا اور قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل بھی ٹھونکی۔ "اعلاء کلمتہ اللہ فی بیان' اھل بہ لغیر اللہ" ۱۹۰۴ء میں۔ "الفتوحات الصمدیہ" ۱۹۰۷ء میں تحریر فرمائیں۔ "تصفیہ مابین سنی وشیعہ" آپ کی آخری تصنیف ہے۔

بیشتر صوفیائے کرام شعر گوئی کی صلاحیتوں سے متصف تھے۔ وہ صوفیاء جو خود شاعر نہ تھے وہ بھی شعری ذوق کے حامل تھے اور شعر کے ذریعے بات کہنے اور سمجھانے میں انہیں کمال حاصل تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی گفتگو اور، تحریر میں عربی' فارسی اور اردو کے اشعار نگینوں کی طرح ٹانکتے اور جڑتے چلے جاتے تھےاور آج بسا اوقات شعر کا مفہوم ہی ان کی تحریر کے سیاق و سباق میں کھلتا اور کھلتا ہے----ایک عام شاعر کا دل نالوں 'نغموں' آنسوؤں اور آہوں کی فرودگاہ ہوتا ہے۔ اس کے سینے میں جذبات کا ایک سیلاب ہوتا ہے جو اٹھتا' ابلتا اور بہت سی نادیدہ حقیقتوں اور نادمیدہ صداقتوں کا اظہار کرتا ہے اور وہ اپنے فکر فلک رس کے فیض سے قوس حیات کو حلقہ کامل بنانے کا نغماتی فرض ادا کرتا چلا جاتا ہے--------اور جب ایک فرد فرید طبعاً" اور مسلکاً" صوفی بھی ہو تو پھر اس کی سوچ بے نام اور بے منزل وادیوں میں نہیں گھومتی بلکہ اس کے نالوں کا حاصل بھی متعین ہوتا ہے اور اس کی فریادوں کا ہدف بھی واضح۔ حافظ مظہرالدینؒ کے الفاظ میں۔

شعروادب بھی' آہ وفغاں بھی ہے ان کا فیض
پیش حضورؐ اپنی متاع ہنر کریں
آنسو قبول ہوں در خیر الانامؐ پر
نالے طواف روضہ خیر البشرؐ کریں

ایک ہی وجود رعنا اور ایک ہی قامت زیبا کے لئے اس کی محبت وقف ہوتی ہے۔ وہ اپنے دل کی ساری عقیدتوں کو اپنی پلکوں میں سمیٹ کر اسی کی راہ تکتا اور اسی کے نقوش پا کی

Marfat.com

درخشانی کو منزل و مقصد سمجھتا ہے۔ وہ آئینے کی طرح پریشاں نظر نہیں ہوتا بلکہ "اپنی تو جہاں آنکھ لڑی پھر وہیں دیکھو" کے مصداق ہو جاتا ہے نتیجہ معلوم کہ ایک صوفی شاعر کی عرفانی غزلوں کا محبوب بھی خاص ہوتا ہے اور منزل بھی مخصوص۔ اس لئے اس کا قلم ابہام وایہام کی بے کیفیوں سے کیف پیدا کرنے کی سعی نہیں کرتا بلکہ یقین وایقان کے انوار سے تاثر ابھارتا ہے۔ ایک صوفی شاعر کی شاعری کو ہم "حقیقی جذبات کی ایک دل آویز موسیقی اور سچے احساس کی ایک ایسی حسین مصوری کہہ سکتے ہیں جو قاری کے ذہن کو گرفت میں لاتی اور دل کو تسخیر کرتی ہے وہ حواس کے تاروں کو چھیڑتی ہوئی' روح پر سرخوشی بن کر چھا جاتی ہے۔ ایسی شاعری جذب وشوق کی ایک لغزش مستانہ ہوتی ہے۔ اسے فی الواقع عقل وجنوں کی ایک مشترک بزم جمال اور عشق وحکمت کا ایک خوبصورت مقام اتصال کہہ سکتے ہیں"

چونکہ پیر مہر علی شاہؒ فطری طور پر شعری صلاحیتوں سے بہرہ ور' دینی نقطہ نظر سے علمی وجاہتوں کے حامل' ذہنی اعتبار سے فکری تقدس سے متصف اور مشربی لحاظ سے گداز ودرد کی کیفیتوں سے سرشار تھے۔ اس لئے جب انہیں خدا اور رسول ﷺ کی محبت تڑپاتی تھی یا اکابرین کی یاد آتی تھی تو یہ تڑپ اور یہ یاد کبھی کبھی بے ساختہ شعر کے پیرہن میں لودینے لگ جاتی تھی اور ان کے لبوں سے بکھرنے والی اس موزوں گفتار کو حاضرین لکھ لیا کرتے تھے اور یوں ان کی زندگی کے بہت سے غنائی گوشے اور بہت سی پر کیف ساعتیں محفوظ ہو گئیں۔ وہ پیشہ ور شاعر نہ تھے' ہوتے تو خود اپنے ان شعری آویزوں کو محفوظ کرنے کی شعوری سعی فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے ان اشعار کو بعد میں سنوارنے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ نتیجہ معلوم کہ جو خیال جیسے اترا' محفوظ ہو گیا۔ یہی بے ساختگی ان کے اشعار کا کیف آفرین جمال ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے اشعار محض موزوں سے جملے ہیں یا نثری نوعیت کی کوئی "سخن سازی" ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ معنوی حسن کے ساتھ ساتھ فنی اعتبار سے بھی ان کا کلام ایک وہبی شاعر کا کمال لئے ہوئے ہے۔ وہ چونکہ طریقت کے طریقوں اور شریعت کی راہوں سے کماحقہ' آشنا تھے۔ اس لئے ان کے اشعار میں نہ کوئی ایسا مبالغہ ہے کہ جس سے شریعت کے آبگینوں کو ٹھیس لگتی ہو اور بدعت کی بے راہ روی کو راہ ملتی ہو۔ اور نہ قاری کہیں یہ محسوس کرتا ہے کہ بات افراط وتفریط کا شکار ہو کر وا تعیت کھو بیٹھی ہے۔ حق یہ ہے کہ انہوں نے جو کہا وہ ایسی حقیقتیں ہیں کہ ان کے دل سے سوز' نگاہ سے آنسو اور روح سے گداز لے کر جب شعر کی صورت میں قلم کی نوک پر مچلتی ہیں تو ہر نگاہ کی جنت اور ہر

Marfat.com

دل کا کیف بن جاتی ہیں۔ اہل دل ان سے سوز و سرور کی تاب و تب سمیٹتے ہیں اور اہل ظاہر اپنی کم نگاہیوں کے باوجود روشنی کا ایک پرتو سا محسوس کرتے ہیں اور بسا اوقات روشنی کا یہ احساس قاری کے دل کے دریچوں کو جگمگا بھی دیتا ہے۔ پروفیسر کرم حیدری کے الفاظ میں

''حضرت مہر علی شاہؒ کے ہاں عشق و محبت کی کیفیتیں ذہنی اور مطالعاتی نہیں، مشاہداتی اور تجرباتی ہیں۔ ان کا کلام شاعرانہ تصورات اور تخیلات کی پیداوار نہیں۔ قلب و نظر کی واردات کا نتیجہ ہے۔ پیر صاحب موصوف شعر کے راستے سے تصوف کی طرف نہیں گئے بلکہ تصوف کے راستے سے گزرتے ہوئے چمنستان شعر کی حسین و جمیل روشوں پر بھی ان کے قدم پہنچ گئے۔ یہاں انہیں احساس ہوا کہ اگر شاہد طریقت کو شعر کے لباس سے آراستہ، پیراستہ کیا جائے تو وہ ایک ایسا حسین و جمیل پیکر بن جاتا ہے جو ہر دیکھنے والی آنکھ کو محبوب اور ہر سوچنے والے ذہن کے لئے مرغوب ہو جاتا ہے۔ شاعری ان کی طبیعت کا جزو بھی تھی لیکن انہوں نے سخن کو صرف پردۂ جاں بنایا، فن نہیں بنایا''

حضرتؒ کے اشعار کی مکمل تفہیم کے لئے ضروری ہے کہ قاری کو قرآن و حدیث کے غوامض سے بھی آگاہی ہو۔ اور سلوک و عرفان کے رموز سے بھی قلبی شناسائی۔ ان کے اشعار کو پڑھ کر پتا چلتا ہے کہ انہیں مولائے رومؒ کے افکار سے گہری وابستگی ہے اور دیگر فارسی شعراء کے عارفانہ کلام کا عکس بھی جا بجا نظر آتا ہے۔ ان کے کلام سے جہاں ان کی شعری عظمتوں کا احساس ہوتا ہے۔ وہاں یہ بھی پتا چلتا ہے کہ ان کے ہاں ذہن کی رسائی، دل کی پہنائی سے رہنمائی لیتی ہے اور یوں ان کے ہاں دانش برہانی اور دانش نورانی کا ایک دل آویز امتزاج نظر آتا ہے۔ ''مسائل تصوف'' کا تذکرہ عام فارسی شاعروں کے ہاں زیادہ تر اور اردو شاعروں کے ہاں کہیں کہیں نظر آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صرف مسائل تصوف کا دل نشین تذکرہ انسان کو ''ولی'' نہیں بناتا بلکہ اسے اہل نظر ''صرف شاعر'' ہی کہیں گے۔ کیونکہ مسائل تصوف کا بیان بھی دوسرے شعری مضامین ہی کے مانند ہے۔ چونکہ یہ مسائل کہنے والے کی طبیعت سے ہم آہنگ نہیں ہوتے اس لئے ان میں شاعرانہ حسن تو ہوتا ہے مگر ربودگی اور شکستگی کی شان نہیں ہوتی۔ جب ایک صوفی شاعر اپنی کیفیات نیاز و ناز کو شعر کے لباس میں پیش کرتا ہے تو وہ براہ راست قاری کے دل کو اپنا نشانہ بناتی ہیں۔ عام شعر بھی دل گداختہ ہی سے بال و پر لیتا ہے۔ مگر ایک صوفی تو ہوتا ہی ''کرمک شب تاب'' ہے، آغاز میں سراپا اضطراب اور

Marfat.com

انجام میں 'خاک در جانانہ کا سا ناز آفرین انکسار- سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے الفاظ میں ''صوفیا کی شاعری حال کی شاعری ہے وہ اپنی کیفیات باطنی کو چند اشعار میں بیان کر کے اہل دل کو سوز کا بہت بڑا سرمایہ عطا کر جاتے ہیں''

قبل ازیں اس امر کا ذکر ہو چکا ہے کہ حضرتؒ کو سفر حجاز کے دوران میں ''وادی حمرا'' کے مقام پر رسالت مآب ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا- اور آپ کی بعض نعتیں نہ صرف اس سعادت آفرین یاد کا نتیجہ ہیں بلکہ اس لطف خاص کے بعد ''بار دگر'' کرم فرمائی کی تمنا اور انتظار وطلب کی شدت کا ایک قلبی اظہار بھی ہیں- آپ کی مشہور نعت ''اَج سک متراں دی ودھیری اے'' دلوں کو دھڑکنے کا انداز ہی نہیں' تڑپنے کا سلیقہ بھی عطا کرتی ہے- حق یہ ہے کہ بعض اشعار اور بعض نظمیں قبول عام کی اس حد کو پہنچ جاتی ہیں کہ وہ ہر دل کی دھڑکن بن جاتی ہیں- اثر آفرینی کی یہ عمومی کیفیت جہاں کہنے والے کے قال وحال کی ہم آہنگی کی عکاس ہے وہاں بارگاہ ناز میں ان کی قبولیت کی ضمانت بھی ہے اور سچی نعت وہ دلپذیر صنف سخن ہے کہ اس کے لئے منظوری گنبد خضریٰ سے پہلے آتی ہے اور قلم بعد میں رواں ہوتا ہے- مولانا جامیؒ کی نعت ''نسیما جانب بطحا گزر کن'' سعدی شیرازیؒ کی یہ رباعی ''بلغ العلیٰ بکمالہ-''

مولانا حالی کا یہ شعر ''وہ نبیوں میں رحمت.......'' مولانا ظفر علی خاں کی یہ نعت ''وہ شمع اجالا جس نے کیا......'' مولانا احمد رضا خاں کا سلام ''مصطفیٰؐ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' حفیظ جالندھری کا ''سلام اے آمنہ کے لالؐ.....' ماہر القادری کا یہ ہدیہ نیاز ''سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی'' اور سید مہر علی شاہؒ کی یہ نعت اور اس کے آخری بول ''کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا.....'' خود بتاتے ہیں کہ کہنے والے نے انہیں کسی خاص کیفیت میں کہا ہے- از رہ صدق واخلاص کہی جانے والی ہر بات' دل کے آنسوؤں سے وضو کرتی ہوئی جب قلم کی نوک پر آتی ہے تو وہ ہر آنکھ کا ستارا' ہر دل کا اجالا اور ہر زبان کا حوالہ ہو جاتی ہے قبول عام کی یہ سند' دلیل ہوتی ہے اس بات کی کہ اسے قبول خاص کا شرف بھی مل چکا ہے-

میرا آئینہ فطرتؐ ہے عجب آئینہ
نظر آتا ہے ترا چہرۂ زیبا مجھ کو
اب وہی شعلہ بے تاب ہے رگ رگ میں مری
پھونکے دیتی تھی کبھی تابش مینا مجھ کو

Marfat.com

اور جب تک رگ رگ میں شعلہ بے تاب کروٹ نہ لے' بات بنتی بھی نہیں نہ اس میں اثر آفرینی آتی ہے نہ جمالیاتی دلربائی' نہ اس میں رسائی کی شان پیدا ہوتی ہے اور نہ اسے پذیرائی کا مقام ہی ملتا ہے۔

وہ نغمہ خام ہے وہ مغنی ہے ناتمام
جو سوز دل کو بساز رگ جاں نہ کر سکے

اور سوز دل ساز رگ جاں تبھی بنتا ہے جب جوش آرزو تیز ہو' دل دردمند' سروچراغاں کی طرح ضوریز ہو' اور "لوں لوں وچ شوق چنگیری ہو" ------دل میں آگ اور آنکھ میں برسات کی جھڑی ہو تو چاہنے والا کسی بھی گل تر سے کم نہیں ہوتا------چونکہ پیر مہر علی شاہؒ کی یہ نعت اسی قلبی گداز اور روحانی چاہت سے معمور ہے۔ چونکہ یہ زیارت حضور ﷺ کے بعد ہی موزوں ہوئی تھی اس لئے اس میں حسن حضور ﷺ کا تذکرہ بھی ہے کہ اس عارض گلفام سے پھول شرماتے اور اس انداز تبسم سے کلیاں چٹکنا سیکھتی تھیں' اس قامت زیبا سے کہسار سربلندی پاتے' اس خرام ناز سے راستے جھوم اٹھتے اور تاریخ انسانی کے باب ترتیب پاتے تھے------حضور ﷺ کے ظاہری جمال کے بارے میں کتنے ہی نعت نگاروں نے سراپا نگاری کی' تشبیہات واستعارات کے کتنے ہی زرتار آویزے لفظوں میں ڈھلے' تصور اور خیال کی کتنی ہی رعنائیوں نے اس پیکر جمال کو لفظوں میں دکھانے کی سعی کی مگر ہر قلم' اپنی جملہ صلاحیتوں کے باوجود اس حسن کی مصوری میں قاصر دکھائی دیتا رہا' کہ وہ ذات اجمل واقدس ﷺ مصور فطرت کا ایک یکتا شاہکار تھی اور جو آنکھ خواب میں اس حسن بے مثال کو ایک نظر پالے وہ اگر تمام عمر' آئینہ روبرو رکھ کر' اپنی ہی آنکھوں کو چومتی رہے' تو تحدیث نعمت کا حق شاید پھر بھی ادا نہ ہو سکے' ایسی پرنور آنکھوں کا حامل شخص جب سراپائے رسالت مآب ﷺ کے بارے میں کچھ لکھے گا تو یہ تو حق ہے کہ وہ بھی حق ادا نہ کر سکے گا۔ مگر اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ اس کے قلم میں حقیقت اور واقعیت کا جو کیف ہو گا وہ اہل طلب کو فی الواقع مسحور لذت رکھے گا۔ کیف کی کچھ ایسی ہی واقعیت اور اظہار کی کچھ ایسی ہی جاذبیت' سید مہر علی شاہؒ کے ان اشعار میں موجود ہے۔

مکھ چند بدر شعشانی اے متھے چمکے لاٹ نورانی اے
کالی زلف تے اکھ مستانی اے مخمور اکھیں ہن مدھ بھریاں

Marfat.com

دو ابروقوس مثال دسن جیں توں نوک مژہ دے تیر چھٹن
لباں سرخ آکھاں کہ لعل یمن چٹے دند موتی دیاں ہن لڑیاں
اس صورت نوں میں جان آکھاں جاناں کہ جان جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں جس شان تھیں شاناں سب بنیاں

نعت نگار کی یہ تمنا بھی ہوتی ہے کہ یہی صورت سکرات و غمرات موت میں بھی پیش نظر رہے اور آخری لمحات کو سہارا دے۔ قبر کی تاریکیوں کو اسی رخ کی چاندنی منور کرے' پل صراط کا کٹھن گزر اسی کے طفیل آسان ہو۔ حساب وحشر میں اسی کی شفاعت سے خزف' حریف گہر بنیں۔ ایک فارسی شاعر نے آرزو کی تھی کہ۔

منم وہمیں تمنا کہ بوقت جاں سپردن
بہ رخ تو دیدہ باشم تو درون دیدہ باشی

مگر سید مہر علی شاہؒ کا عارفانہ قلم' حیات و موت اور برزخ و محشر کے کتنے ہی دلگداز مرحلوں کو اس ایک آرزو سے شاداب بنا گیا ہے۔

ایہا صورت شالا پیش نظر
رہے وقت نزع تے روز حشر
وچ قبر تے پل تھیں جد ہوسی گزر
سب کھوٹیاں تھیسن تد کھریاں

آخر میں "وادی حمرا" میں نصیب ہونے والے' شرف کے دوبارہ حصول کے لئے بے تابانہ دعا ہے کہ وہ گھڑیاں پلٹ آئیں' آنکھیں پھر شاد کام ہوں اور دل پھر انوار فراواں میں ڈوب ڈوب جائے' مقطع والا بند' جس قدر معروف ہے اتنا ہی دلپذیر و دلگداز بھی ہے اس میں حضرتؒ اپنے عجز و انکسار کا اظہار جس انداز سے فرماتے ہیں اس پر فخر و ناز کی ہزاروں کیفیتیں قربان کی جا سکتی ہیں۔ گستاخ آنکھوں کی اس اجمل' اکمل اور احسن وجود ناز تک رسائی پانے کی چاہت اور کوشش کا اندازہ بھی مشتاقان دید ہی لگا سکتے ہیں۔ رسائی تو بہر کیف عطائے محبوب ہے' فخر عاشق بہر نوع نہیں ہے مگر ایسی چاہت اور ایسی سعی بھی بڑے نصیب کی بات ہے کہ۔

رخ خیر البشرؐ تو پھر رخ خیر البشرؐ ٹھہرا
ان آنکھوں سے در خیر البشرؐ دیکھا نہیں جاتا

اس معروف نعت پر آغا شورش کاشمیری مرحوم کی یہ نعتیہ تضمین' اہل نظر کے لئے نور'

Marfat.com

اہل دل کے لئے سرور اور اہل حال کے لئے کیف وحضور کا باعث ہے۔ گولڑہ کے دیوار ودر کے ساتھ آغا شورش کی وابستگی کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

اک شخص سراپا رحمت ہے' اک ذات ہے یکسر نور خدا
ہم ارض وسما کو دیکھ چکے مگر کوئی اس جیسا نہ ملا
سجدے تھے جبیں تک آ پہنچے' یثرب کی زمیں تک آ پہنچے
ہم عین یقیں تک آ پہنچے اے صل علیٰ اے صل علیٰ
اس ذات پہ حجت ختم ہوئی نبیوں کی شہادت ختم ہوئی
یعنی کہ نبوت ختم ہوئی پھر کوئی نہ اس کے بعد آیا
سورج نے ضیا اس چشم سے لی' اس نطق سے غنچے پھول بنے
اٹھا تو ستارے فرش پہ تھے بیٹھا تو زمیں کو عرش کیا
اس نور مجسم سے پہلے' اس ذات مکرم سے ہٹ کر
تاریخ کے ظلمت زاروں میں جو عقدہ تھا' عقدہ ہی رہا
ہم ایسے فقیروں کی زد میں دولت بھی رہی حشمت بھی رہی
اس در سے جب نسبت ہے دارا وسکندر چیز ہیں کیا
سیرت کے درخشاں موتی ہیں اصحاب مدینہ رولتے ہیں
سینا پہ گئے تو کچھ نہ ملا' جو کچھ بھی ملا یثرب سے ملا
جب دوش پہ گیسو کھلتے ہیں واللیل کی شرحیں ہوتی ہیں
لولاک لما کے سانچے میں اک نور مجسم ڈھل کے رہا
اونٹوں کے چرانے والوں نے اس شخص کی صحبت میں رہ کر
قیصر کے تخت کو روندا' کسریٰ کا گریباں چاک کیا
اس نام کی عظمت عرش پہ ہے' اس شخص کا چرچا فرش پہ ہے
وہ ذات نہیں تو کچھ بھی نہیں قرآن کی ہر آیت سے کھلا
بطحا کے مسافر دیکھ کے چل یہ اس کے نقوش پا ہی تو ہیں
تاریخ کے لالہ زاروں میں از غار حرا تا کرب وبلا
کیا بات کہی ہے مرشد نے اللہ اس پر رحمت ہو
سبحان اللہ' ما اجملک' ما احسنک' ما اکملک

Marfat.com

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

حضرت سید مہر علی شاہؒ نے ابن فارض مکیؒ کے تتبع میں بہت سے شعر کہے جو قصیدہ فارضیہ کے عنوان سے آپ کے کلام میں محفوظ ہیں۔ ان اشعار میں جہاں دل کی محبتوں' روح کی لرزشوں' نگاہوں کی آرزوؤں' فراق کی کلفتوں اور دید کی تمناؤں کا ایک نغماتی تاثر جلوہ گر ہے۔ وہاں اس حقیقت کا احساس بھی ملتا ہے کہ محبت ہی اساس انسانیت ہے۔ انسان یا کسی کو چاہتا ہے یا چاہا جاتا ہے۔ یہ محبت محور انسانیت ہی نہیں' بنیاد کائنات بھی ہے۔

میں اضطراب شوق کہوں یا جمال دوست
اک برق ہے جو کوند رہی ہے نقاب میں

محبت کا یہی جذبہ جملہ سلاسل تصوف کا بالعموم اساسی عنصر ہے اور بالخصوص حضرات چشت کی متاع عزیز ہے۔ اس قصیدے میں محبوب کے حسن دل افروز کا ذکر ہے اور ساتھ ہی اس کے حضور میں جان نذر کرنے کی تمنا بھی ہے۔ عالم فرقت میں سوز آرزو کے شعلہ فشاں ہونے اور آتش غم کے ہر لخت دل میں شرارہ بار ہونے کی کیفیت' شعر کے پردۂ حریر میں لو دے رہی ہے۔ اس نعتیہ قصیدے میں دیار ناز کے قریب آتے ہی ساربان سے رفتار آہستہ کرنے کی التماس اور اضطراب آمیز اشارے' قاری کے دل کی دھڑکنوں کو بھی تیز کر دیتے ہیں حضرت فارضؒ کا یہ کہنا۔

جنگلوں کا راستہ کٹنے کے بعد
مہربانی ہم پہ فرمانا ذرا
طے کے ٹیلے جب تمہیں آئیں نظر
ساربان دم بھر ٹھہر جانا ذرا (ترجمہ)

اور ان کے بعد حضرتؒ کا یہ کہنا۔

ساربانان' مہرباناں راہیا شالا جیویں' خیر تھیوے ماہیا
آکھیں جا انہاں پیاریاں دل جانیاں گوڑھے نیناں والیاں مستانیاں
لا پرتیاں دے کے لارے اوہ گئے اوہ گئے اوہ دل دے پیارے اوہ گئے
پہنچیں جدتوں سوہنیاں دی جھوک تے خیر ہووی نوں ذرا روک تے
جا سنیہڑا دیویں انہاں جانیاں گوڑھے نیناں والیاں مستانیاں

اور شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کا اسی انداز سے خیال ہی خیال میں سفر حجاز اختیار کرنا اور

Marfat.com

ساربان اور ناقے سے سوزِ دل میں ڈوبی ہوئی کیف افزا باتیں کرنا' اسی ممدوحِ بے مثال کے کمال جمال کا پتا دیتا ہے جس کی بارگاہ نازِ عرش سے بھی نازک تر ہے اور جس کے دیارِ حسین کے کانٹے گلاب و یاسمین سے بھی زیادہ لطیف' نازک اور ریشمی ہیں۔ جس کے الفاظِ پاک کی مہک آج بھی فضاؤں میں رچی ہوئی ہے اور جس کے حضور میں فرشتے ہر لحظہ انوار کے کنول لے کر اترتے ہیں اور جس کا ذکر اس قدر بلند ہے کہ اوقاتِ عالم کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا جو اس کی یاد کو تازہ نہیں کرتا اور یوں لگتا ہے کہ حضرت مہر علی شاہؒ کی آرزوؤں کی ساری تپش اس ایک شعر میں سمٹ گئی ہے اور میں اس شعر کو اس نعتیہ قصیدے کا ماحصل بھی سمجھتا ہوں اور نعت نگار کی حسین آرزو بھی۔

ہوواں میں سگ مدینے دی گلی دا ایہو رتبہ ہے ہر کامل ولی دا

ہلالی چغتائی (استر آبادی) کہتے ہیں کہ حضور ﷺ دونوں جہانوں کی آبرو ہیں اور جو ان کے دروازے کی مٹی نہیں بنا اس کے سر پر خاک۔

محمدؐ عربی کابروئے ہر دو سراست
کیسکہ خاک درش نیست' خاک بر سر او

حضرت کی ایک حمد نما نعتیہ رباعی ہے۔

کن فیکون تاں کل دی گل اے اساں اگے پریت لگائی
توں میں حرف نشان نہ آہا جدوں دتی میم گواہی
اجے وی سانوں اوہ پئے دسدے بیلے بوٹے کاہی
مہر علی شاہ رل تاہیوں بیٹھے جداں سک دوہاں نوں آہی

گویا "کن فیکون" تو ابھی کل کی بات ہے ہمارے تعلق قلبی کا سلسلہ تو کن فیکون سے بہت پہلے سے ہے۔ میم' نے اس وقت گواہی دی تھی جب اللہ تعالیٰ کے وجود ازلی و ابدی کے سوا' ہر نشان بے نشان تھا اور چشم تصور آج بھی اس وقت کے حسین آثار دیکھ رہی ہے۔ اے مہر علی' دونوں کا باہم مل بیٹھنا' باہمی حسنِ طلب ہی کا بدیہی نتیجہ ہے۔

سید بلھے شاہؒ کے یہ اشعار بھی دیکھئے۔

کن فیکون جداں آکھیا آہا تاں اساں وی کولے آہے
یکے لامکاں مکان اساڈا یکے بت وچ آن پھنسیا سے
یکے ملک اسانوں سجدے کردے یکے خاک وچ آن رلیا سے

Marfat.com

بلھے شاہ نفس پلیت نے پلیت کیتا کوئی مڈھ دے پلیت تاں ناہے

(جب اللہ تعالیٰ نے کن فیکون فرمایا تھا اس وقت ہم بھی پاس ہی تھے کبھی لامکاں ہمارا ٹھکانا تھا مگر اب جسد خاکی میں مقید ہیں کبھی ہم فرشتوں کے مسجود تھے مگر اب خاک میں ملے ہوئے ہیں۔ بلھے شاہ اس نفس کے ہاتھوں ہم رسوا ہوئے ورنہ شروع ہی سے تو ہم گنہگار و خطا کار نہ تھے)

اصغر گونڈوی نے کہا تھا۔

فرشتوں نے وہاں تک حرز جاں اس کو بنایا تھا
فراز عرش پر تیرا ہی کچھ نقش کف پا ہے

ایک اور شعر ہے۔

میرے ساقی نے عنایت کی تھی مئے بے درد وصاف
رنگ جو کچھ دیکھتے ہو میرے پیمانے میں ہے

اور غالب نے کہا تھا۔

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں

انہی خیالات کو مع شے زائد حضرت بلھے شاہ نے پنجابی کے بلیغ لہجے میں بیان کر کے سحر حلال بنا دیا کہ پنجابی اپنے بلیغ اظہار و بیان سے خیال کے جمال کو اکثر آنگن عطا کیا کرتی ہے۔ حضرت پیر مہر علی شاہؒ نے اپنے فکر فلک رس سے بات کہیں سے کہیں پہنچا دی۔ آغاز کی بات حضرت آدمؑ سے شروع کرنے کے بجائے "میم کی گواہی کو لانا" ان کے فکر رفیع کی دلیل ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری ہونا' ان کے اولین ہونے کا ایک منطقی ثبوت ہے کہ وہی وجہ وجود کائنات ہیں۔

اضطراب' آرزو کی تپش کا اظہار ہوتا ہے دل کسی کو پانے' آنکھ کسی کو دیکھنے اور قدم کسی تک پہنچنے کے لئے بے تاب ہوتے ہیں۔ بسا اوقات نارسائی میں بھی وہ لذت نصیب ہوتی ہے جو پذیرائی میں نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ اہل شوق کے نزدیک' ہر منزل' نشان منزل ہوتی ہے۔ ذوق طلب کو جواں رکھنے کے لئے جواں ہمت یہ آرزو کرتے ہیں کہ شوق کے مرحلے کبھی ختم نہ ہوں۔ دل صدق طلب سے لبریز ہو تو ہر راستہ' خود مسافر کی عظمت کی واضح شہادت ہو جاتا ہے گویا منزل میں جاذبیت اور کشش ہو تو اس کی طرف جانے والے راستے بھی پر کیف ہو جایا

Marfat.com

کرتے ہیں کہ راستے جمال منزل کے غماز ہوتے ہیں اور یوں اس راستے میں اٹھنے والا ہر قدم' دل کی چاہتوں کا امین ہو جاتا ہے رسائی اگر ایک نعمت ہے تو نارسائی کا شرف بھی کچھ کم نہیں ہے اہل شوق کی زندگی کا ہر لمحہ تلاش و جستجو ہے۔ رسائی خوش بختی کی علامت اور نارسائی' فغاں کی آبرو ہے۔ غیاب ہو کہ حضور' اضطراب مسلسل' دل دردمند کا نشان امتیاز ہوا کرتا ہے کہ آرزو کا سارا حسن' اس کے ناتمام رہنے میں ہے۔

کچھ ملتے ہیں اب پختگی عشق کے آثار
نالوں میں رسائی ہے' نہ آہوں میں اثر ہے

نعتیہ شاعری' کیف خیال' عفت احساس اور پاکیزگی تصور کا ایک صداقت آفرین اظہار ہے جس کا مقابلہ کوئی سی تصوراتی شاعری نہیں کر سکتی۔ یہاں محبت کی جملہ وسعتوں کو سمیٹ کر اور چاہت کی جملہ بیقراریوں کو سنبھال کر ہر نوع کے مبالغے سے' دامن بچا کر چلنا پڑتا ہے ورنہ حصول سعادت کے بجائے' متاع ایمان کے سلب ہو جانے کا خدشہ رہتا ہے۔ بیدل نے کہا تھا۔

زلاف حمد ونعت' اولیٰ است برخاک ادب خفتن
سجودے می تواں بردن' درودے می تواں گفتن

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در و دیوار' اشجار و کہسار اور آثار و اماکن' خوش قسمت تھے کہ وہ ہر لمحہ انوار سے مستنیر تھے اور اس دور کی آنکھوں کے کیا کہنے جنہیں راستے کی لذتیں بھی نصیب تھیں اور اس وجود پر انوارؐ کی زیارت بھی جو فی الواقع جمال الٰہی کا آئینہ تھا۔۔۔ جبکہ متاخرین کی قسمت میں تصور کی رعنائی طلب کا سوز اور چاہت کا اضطراب ہی رہ جاتا ہے اور اس اضطراب کا حامل نہ ہر دل ہوتا ہے اور نہ ہر قلم اس کا عکاس۔ حضرت پیر مہر علی شاہؒ کے قلم سے سوز دل کی ترجمانی دیکھئے کہ وہ مرہم کے نہیں زخم کے طلبگار ہیں کہ وہ بھی عطائے محبوب ہے اور اگر زخم کی رفوگری مطلوب بھی ہو تو حضرت کے شوق فراواں کو اس کے لئے بھی محبوب ہی کی نوک مژہ مطلوب ہے۔ ان کی نعتوں کے بہت سے اشعار ان کے دل گداختہ کی اس کیفیت کی یوں عکاسی کرتے ہیں کہ۔

آبگینہ تندی صہبا سے پگھلا جائے ہے۔
جب سے لاگے تورے سنگ پیا
نیند گئی آرام نہیں ساری ساری رین پیا

Marfat.com

(اے محبوب! آپ سے دل لگا کر شب بھر کا سکون ختم ہو گیا اور نیند اڑ گئی ہے)

جھات پا کے دل گیوں ساری رین گزری روندیاں
نین برسن زار رم جھم جیویں بدلیاں کالیاں

(تیری ایک جھلک دیکھنے کے بعد رات بھر ہماری آنکھیں کالی بدلیوں کی طرح برستی رہیں)

فی المنام قد تفضلت علی منیتی
ارنی فضلا جمالک فارحنی فی العیاں

(خواب میں زیارت سے تو نے مری مراد پوری کر دی۔ اب اے جان جہاں، جاگتی آنکھوں سے نظر آ)

دل دا وہڑا، خانہ اکھیاں دا، دوہاں نوں انتظار
قدم پاویں جیوندیاں جیوندیاں تد ہوون خوشحالیاں

(دل کا صحن اور آنکھوں کا گھر دونوں تیرے منتظر ہیں۔ تو جو زندگی میں تشریف لے آئے تو میری مسرت بے اندازہ ہو)

روندیاں نیناں نوں سمجھا رہی لکھیا پڑھیا سب بھلا رہی
ہک نام سجن دا گا رہی رگ رگ تے لوں لوں ساہاں نال
دل لگڑا بے پرواہاں نال

(میں نے اپنی اشکبار آنکھوں کو بہت سمجھایا جو کچھ لکھا پڑھا تھا وہ بھی بھلایا لگڑا ہر رگ، ہر نس اور ہر سانس سے محبوب ہی کا نام پکارا، واسطہ بے نیاز سے پڑ گیا)

سینہ مالا مال درد است وبجوید ہر دمے
درد بر درد دگر، زخمے بجائے مرہمے

(سینہ پر درد ہے اور اسے ہر دم درد ہی کی تلاش ہے درد پر درد، مرہم کے بجائے زخم مطلوب ہیں)

دل کند زخمے رفوگر مہرباں دارد طلب
نوک مژگاں را صبا باردگر گو مرہمے

(نوک مژگاں سے صبا کہیو کہ پھر زخمی دل۔ مہرباں تم سا رفوگر ہو تو مرہم چاہیے)

بستہ شد اندر ازل خاطر بداں شور جہاں
کز نسیم تاب زلفش نوریاں عہدے

Marfat.com

(ہم ازل ہی سے ہیں اس کاکل پیچاں کے اسیر۔ جس کی خوشبو کو فرشتہ بھی نہ کچھ کم چاہے)

عشق آمدو شد ساری چوں بوبہ گلاب اندر
او در من و من در وے سریست ز اسرارم

(عشق مجھ میں آ بسا ہے جیسے خوشبو پھول میں۔ اس میں ہوں میں' مجھ میں وہ کیا پردۂ اسرار ہے)

بیروں نہ زدم قدمے ویں طرفہ تماشابیں
پر آبلہ شد پائم' عمریست کہ سیارم

(اک قدم باہر نہیں نکلا مگر حیران ہوں پاؤں میں جو آبلے ہیں کس سفر کا بار ہیں)

می کند مہر علی از سوز دل ناله ہاکہ وصل جویانیم ما

(ہو رہے مہر علی سوز دل سے نالہ بلب۔ صدا یہی ہے کہ جویائے وصل جاناں ہیں)

رہین ساقی چشمم کہ جرعہ بچشاند زجام چہرہ ترکان مہوشان حجاز

(میں اپنی آنکھوں کا ممنون ہوں کہ جن سے ملی۔ شراب جلوہ ترکان مہوشان حجاز)

یہ کیسا ہے گدازو سوز کیسی ہے یہ بے خوابی
جگر میں' آنکھ میں' دل میں' سراپا جسم میں' تن میں
دل حیراں کی تسکیں کو خیال ان کا غنیمت ہے
مجھے ڈر ہے نہ جائے ان کی طرح لامکاں میں
مدینے . میں بلا بھیجو قریب وادی حمرا
تڑپ کر ڈال لوں میں ہاتھ پھر سیمیں ساقن میں

حافظ مظہر الدین ایک مقام پر لکھتے ہیں "عرفان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر عرفان ذات ممکن نہیں۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دست قدرت کا وہ عظیم شاہکار ہیں جس پر قدرت کو ناز ہے۔ معرفت ربانی کے حجاب در حجاب جلوے جن تک عقل انسانی کی رسائی ممکن نہیں جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک دیکھ لینے سے نظر آ سکتے ہیں۔ فن جب تخلیق میں پوری طرح جلوہ گر ہو جائے تو فنکار کو بے حجاب ہونے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ وہ خود پس پردہ چلا جاتا ہے اور فن اسے آشکار کر دیتا ہے۔ طور پر تجلیوں کی بارش اسی وقت تک کے لئے تھی

Marfat.com

جب تک قدرت کے فن کو اوج کمال نہ ملا تھا۔ یہ فن ذات محمدی ﷺ کی صورت میں جلوہ گر ہو گیا اور تخلیق کو معراج کمال نصیب ہو گئی۔ تو اب فنکار کی بے حجابی کی ضرورت باقی نہ رہی۔ تخلیق بے حجاب ہو گئی اور خالق چھپ گیا کیونکہ اب تخلیق خالق کی معرفت کے لئے کافی تھی" بقول شاعر، جس سر میں آپ کی محبت سما جائے وہ قرآن ہے اور جس دل میں آپ کا تصور ہو وہ کعبہ ہے۔

مصحف بود آں سرکہ بہ سودائے تو باشد
کعبہ بود آں دل کو دروجائے تو باشد

حضرت کے درج ذیل نعتیہ اشعار خالق حقیقی کے اسی کمال تخلیق کا اظہار بھی ہیں اور دیکھنے والے کی شفاف نگاہی کے عکاس بھی کہ ہر نگاہ جلوہ ہائے حسن سمیٹنے پر قادر بھی کب ہوتی ہے۔ یہ توفیق محب کا فخر نہیں بلکہ سراسر محبوب کی عطا ہے۔

اکحل العینین، املح وازج الحاجبین
سرمہ گیں چشمے کماں ابرو، ملیحے ارحمے
(سرگیں آنکھیں ہیں خوب، کھلے ابرو بھی۔ چاہنے والا انہیں املح و ارحم چاہے)

روئے تاباں والضحیٰ والیل مویش زا بجی
وز فتحنالیش لوئ، یٰسین از متبسمے
(والضحیٰ ہے رخ روشن تو ہیں زلفیں والیل۔ روز و شب عشق یہی حسن کا عالم چاہے)
ہے فتحنا کا نشاں نصرت حق کا ساماں۔ نغمہ یٰسین لعل متبسم چاہے)

از زلف پریشانش شد خانہ بہ دوش من
در مصحف روئے او آیات خدادارم
(اس کے گیسوئے پریشاں سے ہوں میں خانہ بدوش۔ اس کا چہرہ مصحف آیات پر انوار ہے)

چیست دانی چہرہ زیبائے دوست
دید حق را آئینہ گویم نہ اوست
(کیا کہوں کیا ہے رخ یار حسیں۔ دید حق کا آئینہ ہے حق نہیں)

Marfat.com

نگارے والضحیٰ روئے و واللیل بجی موئے
ابھی گزرے ہیں اس راہ سے بھری خوشبو مشامن میں
سنا کر میٹھی باتوں کو دکھا حسنیٰ صفاتوں کو
دلوں کے قافلے لوٹے ہیں خود بیٹھے مکانن میں

محبوب تو وہی ایک در یتیم ہے مگر ہر چاہنے والے کا ظرف اپنا ہوتا ہے۔ حسن کی خیرات تو بٹا ہی کرتی ہے یہ دیکھنے والی نظر پر منحصر ہے کہ وہ کس کس ادا کو سمیٹتی اور سنبھالتی ہے۔ ساقی کی نوازشات تو پیہم ہیں مگر ظرف قدح خوار پر بھی بہت کچھ موقوف ہوتا ہے۔ متاع درد کا رنگ' ڈھنگ اور آہنگ ہمیشہ صاحب دل اور صاحب قلم کے اپنے مقام و منصب کا غماز ہوا کرتا ہے۔ ایک ہی ذات کے بارے میں کہتے تو سب ہیں مگر دیکھنا یہ ہے کہ کہنے والا کون ہے اور وہ کس ڈھب سے بات کرتا ہے۔

دے صورت راہ بے صورت دا توبہ راہ کی عین حقیقت دا
پر کم نہیں بے سوجھت دا کوئی ورلیاں موتی لے تریاں

اللہ تعالیٰ خالق حقیقی ہیں' یکتا و بے مثال ہیں۔ ذرے سے لے کر آفتاب تک کون سی شے ہے جس کا کوئی جواب ہے۔ ہر شے لاجواب' ہر انداز رعنا' ہر ترتیب حسن توازن کی آئینہ دار جبکہ انسان اشرف المخلوقات' احسن تقویم اور نازش فطرت ہے کہ دنیا میں اس جیسا بھی کوئی نہیں ہے اور ہر نبی اپنے دور کے ہر بشر سے' ہر اعتبار سے بالا تر و برتر' اور مظہر جمال و کمال۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جملہ انبیائے کرام کے خصائص جمیلہ کا ایک احسن واجمل امتزاج۔ حضرتؒ کے درج ذیل اشعار' شان محمدیؐ کا محض ایک شعری اظہار ہی نہیں' بلکہ اپنے اندر بصیرت و حقیقت کی ایک دنیا بھی لئے ہوئے ہیں۔ ان پر جتنا بھی غور کیا جائے فکر روشن' ذہن اجلا اور دل نورانی ہوتا چلا جاتا ہے۔ صرف اس لئے کہ انہیں پردہ خیال سے صفحہ قرطاس پر منتقل کرنے والا قلم' علم کی گہرائیوں' نظر کی وسعتوں اور عشق کی رفعتوں سے کماحقہ' آشنا تھا۔

وصل علیٰ کیا شان ہیں لا مشلک فی الدارین پیا

Marfat.com

آدمؑ تا عیسیٰؑ سارے نبی جب کہیں گے بس نفسی نفسی
اک "امتی امتی" والے بھی ہوں گے وہاں احمد صلی علیٰ

از پئے لطف وہدایت از سبل نیست مارا جز اطاعت یارسل
ہم زفضل ورحم خود یا ذوالعلا کردہ ای ارسال رسل وانبیاء
تاکہ ختم الانبیاء جد الحسن آخر آمد بود فخر انجمن
خواند مارا روشن ومعجز کتاب داد مارا شرع بافصل خطاب
علم وحی آمد دلیلت سربسر عقل جزوی ہست ایں جا خیرہ سر

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں۔

دلم زعشق محمدؐ پر است وآل مجید
گواہ حال من است ایں دکایاتم

آل مجید سے مراد اہل بیت ہیں اور اہل بیت کی تعظیم لازم اور ان کی محبت دلیل ایمان ہے۔ آل محمدؐ کے بغیر درود کی تکمیل نہیں ہوتی۔ مفسرین نے آل نبیؐ میں جملہ متبعین محمد ﷺ کو شامل کر رکھا ہے۔ لسان العرب کے مطابق اس سے مراد بیویاں، بیٹیاں اور داماد ہیں اور اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان (احزاب-۳۳) ہے کہ "اے گھروالو' اللہ چاہتا ہے کہ تم سے آلودگی دور فرمائے اور تم کو ہر طرح (ظاہرا" باطنا") پاک وصاف رکھے" اسی لئے اہل بیت کو پاک سیرت کہا جاتا ہے ضروری ہے کہ اہل بیت کی محبت کو حرز جاں بنالیا جائے کہ ان کی محبت' حضور ﷺ کی خوشنودی کا باعث ہے۔ اہل بیت سے بغض سراسر خسارہ اور ان کی محبت سربسر عبادت ہے کہ وہ اہل سیادت ہیں۔ حضرت پیر مہر علی شاہؒ کی نعت میں ایسے اشعار بھی ملتے ہیں جن سے اہل بیت کی قلبی' روحانی اور نسبی محبت ٹپکتی ہے۔ نعت نگاری کا مقصود اگر حضور ﷺ کی رضاو مسرت ہے تو اہل بیتؓ کی توصیف' صحابہؓ کی تکریم اور بزرگان سلف کی منقبت بھی نعت ہی کے مانند' حضور ﷺ کی خوشنودی کا باعث ہے۔ حضرتؒ کے چند اشعار ہیں۔

جیا تڑپت ہے درسن دیکھو صدقہ حسنؓ حسینؓ پیا

Marfat.com

ربی الہی صمدی صل وسلم علی النبیؐ
فاطمۃؓ الزہرا وعلیؓ حسنین جگ دی پناہاں نال
دل لگڑا بے پرواہاں نال

گشت اول از ہمہ نور نبیؐ بود اقرب تربہ او نور علیؓ

تا یافتہ ام خبر سے ازباب علوم دل دلدادہ بہ مہر آں شہ حیدر کرارم

حضرت پیر مہر علی شاہؒ بیش بہا روحانی فضیلتوں سے بہرہ ور ہونے کے باوجود، ہر مقام پر اپنے عجز وانکسار کا اظہار فرماتے ہیں۔ وہ خاصان بارگاہ میں سے تھے اور حضور ﷺ کی یہ دعا کہ ''اے اللہ! مجھے اپنی نظروں میں کمتر اور دوسروں کی نگاہ میں برتر بنادے'' ان کے حق میں قبولیت کا شرف پا چکی تھی حق یہ ہے کہ ظرف معمور کم آواز دیتا ہے۔ شاخ ثمردار، ذات ثمر آور کے حضور میں سرنگوں ہوتی ہے۔ سجدہ، انتہائے تذلل کی دلیل ہے مگر اسے یہ عظمت حاصل ہے کہ اس عالم میں ابھرنے والی نواؤں کا جواب افلاک کی رفعتوں سے آتا ہے۔

فروتنی ایست نشان رسید گان کمال
کہ چو سوار بمنزل رسد، پیادہ شود

ان رسید گان کمال کو اگر ناز ہوتا ہے تو محبوب سے اپنے تعلق پر، اور نسبت کی یہ عظمت ہی ذروں کو تابش خورشید عطا کرتی اور قطروں کو ہمسر قلزم بنا دیتی ہے۔ اب دیکھیے کہ عجز وانکسار کے یہ پیکر، کس افتخار کے ساتھ رہ محبوب میں بچھ بچھ جاتے ہیں اور کیسے حسن بے نیاز کے حضور میں اپنی نیاز مندیوں کی نذر پیش کرتے ہیں۔

تو مہر علی ہے کون بھلا لاشے ومجسم جرم وخطا
سر پر عیبوں کا بوجھ دھرا شاہوں سے پریت لگانے چلا
دل بے پروا کے سنگ لگا

○

سبحان اللہ، ما اجملک
ما احسنک ما اکملک

Marfat.com

کتھے مہر علی' کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

توئی کہ ذرہ صفت رابہ آسماں بردی
چگونہ شکر تو گوید کمینہ بندہ نواز
غرض ادائے نیاز است ورنہ حاجت نیست
کمال حشمت محمود را بہ عجز ایاز
رہین ساقی چشم کہ جرعہ بچشاند
زجام چہرہ ترکان مہوشان حجاز

حریف ساغر و مے ہوں' غریق بحر عصیاں ہوں
سہارا ہے فترضیٰ کا مجھے محشر مکانن میں
مجھے کیا غم ہے محشر کا مرا حامی ہے جب وہ شاہ
کہا لولاک وطٰہٰ ومزمل جن کی شانن میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو تورات کے مطالعہ سے روکا تھا کیوں کہ قرآن پاک کے بعد جملہ سماوی صحائف منسوخ ہو چکے۔ اب ان "محرف اوراق پریشاں" کی نہ ضرورت نہ حاجت' راولپنڈی کے ایک عیسائی عالم نے حضرت گولڑویؒ کو بائیبل کا ایک نسخہ بطور تحفہ بھیجا' حضرتؒ نے شکریئے کے ساتھ یہ شعر لکھوا کر واپس بھیج دیا۔

ہمہ شہر پر ز خوباں منم وخیال ماہے
چہ کنم کہ چشم خوش خو نکند بکس نگاہے

(سارا شہر حسینوں سے بھرا پڑا ہے لیکن میں کسی چاند کے خیال میں مگن ہوں۔ کیا کروں میری خوش مزاج آنکھ کسی اور طرف دیکھنے کی روادار نہیں ہے)

اصل شعر میں شاعر نے "چشم بدخو" باندھا تھا' حضرتؒ نے اسے "چشم خوشخو" سے بدل کر اس شعری زمین کو آسمان بنا دیا یوں یہ شعر عاشقانہ غیرت کی نعتیہ تاب وتب کا ایک دل آویز اظہار ہو گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت پیر مہر علی شاہؒ محض ایک گوشہ گیر صوفی نہ تھے بلکہ زاہدانہ اور

Marfat.com

مجاہدانہ اعتبار سے وہ ایک ایسے نابغہ عصر تھے کہ ان پر قرون اولیٰ کے نفوس قدسیہ کے اتباع صدق آفرین کا گمان گزرتا ہے ان کی راتیں' آنسوؤں سے وضو کرتی رہیں۔ ان کے دن رشد وہدایت کے چراغوں کو فروزاں کرتے رہے' ان کا قلم' ایسے موتی بکھیرتا رہا جن کی ریزہ کاری' سنگینی گردش ایام پر خندہ زن ہے۔ وہ ناموس رسالت پر شب خون مارنے والوں پر' برق عتاب بن کر کوندتے رہے اور حدود سے تجاوز کرنے والی زبانوں کو لگام دیتے رہے' حق یہ ہے کہ طریقت کے پر کیف مرحلوں نے ان کی علمیت کو نور' فکر کو گداز اور اظہار کو تاثیر عطا کی تھی۔ شعر ہو یا نثر' وعظ ہو یا نصیحت' مناظرہ ہو یا مباہلہ' ان کا ہر قول اور ہر بول قرآن وحدیث سے رنگ ونور لیتا تھا۔ ان کی شاعری علمی صداقت اور دینی واقعیت کی ایک حسین قوس قزح تھی۔ ان کا دل آویز پیرایہ اظہار ہمہ ساز بھی تھا اور ہمہ سوز بھی۔ جناب حافظ لدھیانوی مرحوم کے الفاظ میں

''تصوف اور شاعری کا چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ صوفیائے کرام کے واردات قلبی کا شعر ہی ذریعہ اظہار ہو سکتا ہے۔ جو بات وہ اپنے ارشادات واقوال میں تفصیل سے بیان فرماتے تھے اس کے لئے ایک شعر یا ایک مصرع ہی کافی ہوتا تھا۔ شعر واردات قلبی اور جذبات کے اظہار کا موثر ذریعہ ہے اس لئے بیشتر صوفیائے کرام نے سینے کے سوز کو شعر کے حسن میں بیان کیا۔ ان کے مصرعے اور اشعار سلوک کی منزلوں کے ترجمان بن گئے۔ سینکڑوں برس بعد بھی ان کے اشعار کے حسن' ان کی مقبولیت' ان کے استعمال اور ان کی تاثیر میں فرق نہیں آیا۔ وہ اشعار جو صداقت اور سچے جذبات کے عکاس ہوتے ہیں صوفیا کی محفلوں میں شمعیں روشن کرتے ہیں۔ حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قدس سرہ العزیز کا یہ مصرع''

دل دریا سمند روں ڈونگھے کون دلاں دی جانے ہو

آج بھی دلوں کی بے پناہ گہرائی اور جذبات کی وسعت کا پتا دیتا ہے حضرت پیر مہر علیشاہؒ نے بھی دوسرے صوفی شعراء کی طرح اشعار میں واردات قلبی کی ترجمانی کی ہے۔ ان کی اس نعت

آج سک متراں دی ودھیری اے　　　کیوں جندڑی اداس گھنیری اے

نے تو نجانے کتنے دلوں کو سوز کی نعمت عطا کی ہے''

اسلوب نگارش بھی واقعی حسین ہوتا ہے اور قلم سنبھالنے والے ہاتھ بھی یقیناً رعنا ہوتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اگر مقصود تحریر' روح بہاراں ہو تو حرف حرف غنچہ' لفظ لفظ گلاب اور نقطہ نقطہ خوشبو ہو جایا کرتا ہے۔ ذکر حضور ﷺ کے فیض سے کتنے ہی قلم ہیں

Marfat.com

کہ ملائک انہیں چومتے ہیں' سچ یہ ہے کہ تحریر میں رعنائی ہے تو انہی کی بدولت' نگاہوں میں روشنی ہے تو انہی کے طفیل' دلوں میں چاندنی ہے تو انہی کے باعث' یہ کائنات ارجمند ہے تو اسی روضہ اقدس کی بنا پر' آسمان بلند و رفیع ہے تو محض اس لئے کہ اس نے گنبد خضریٰ کو جھک کے بوسہ دے رکھا ہے اور یہ اسی ذات گرامی قدر ﷺ کی مدحت کا فیض ہے کہ ذرے' آفتاب و ماہتاب کو بھی خاطر میں نہیں لا رہے۔

حدیث حافظ' اے سرو سمن بو بوصف قدتو بالا گرفتہ است

(اے چنبیلی کی خوشبو والے سرو' تیرے قد کی تعریف میں حافظ کے شعر اوج شہرت پر پہنچ گئے ہیں)

مآخذ

۱۔ مہر منیر۔ مولانا فیض احمد فیض۔ ۲۔ پیر مہر علی شاہؒ۔ کرم حیدری۔ ۳۔ سلسبیل' تذکرہ اولیائے جدید۔ حاجی فضل احمدؒ۔ ۴۔ سیارہ ڈائجسٹ۔ اولیائے کرام نمبر حصہ اول۔ ۵۔ سات ستارے۔ حکیم محمد حسین بدر۔ ۶۔ متاع بے بہا۔ حافظ لدھیانوی۔ ۷۔ ختم نبوت۔ شورش کاشمیری۔ ۸۔ نشان راہ۔ حافظ مظہر الدین۔

Marfat.com

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ

(اسم اوؑ مہر سلیمانؑ راد ہد شان جلیل)

اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں نہ کسی چیز کی کوئی کمی ہے اور نہ بانٹنے اور لٹانے سے ان میں کوئی کمی واقع ہوتی ہے۔ وہ ذات مائل بہ کرم ہو' عطا کرنے پہ آئے تو فرد میں انجمنیں سجا کر' اسے فرد فرید بنا دے۔ اللہ تعالیٰ کی نگہ عنایت بعض شخصیات کی بصارتوں پر بصیرتوں کے دروازے کھول کر انہیں اپنے لئے منتخب کر لیتی اور انہیں توفیق و عطا کی نعمتوں سے نوازتی ہے یوں ان کے علم و خبر کو نظر مل جاتی اور ان کے قلم کو پر ہما کی جنبش نصیب ہو جاتی ہے۔ ورنہ نہ ہر دل کا آبگینہ' مئے محبت کا امانت دار ہوتا ہے اور نہ ہر ساز' نغمات محبت کے لئے موزوں' یہ شکر و سپاس کا مقام ہے کہ جسے نصیب ہو جائے۔

نگاہ یار جسے آشنائے راز کرے
وہ اپنی خوبی قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ' خاصان بارگاہ میں سے تھے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وہ حج کے بعد مدینہ طیبہ میں مقیم ہیں' نماز کے بعد مسجد نبویؐ سے باہر نکل رہے ہیں کہ امام مسجد نبویؐ تیزی سے آتے ہیں اور قاضی صاحب کی جوتیوں کو سیدھا کر کے' ان کے سامنے رکھ دیتے ہیں' قاضی صاحب روکتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ رات' سرور کائنات ﷺ نے خواب میں مجھے آپ کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا ہے اور آپ کو اپنا مہمان بتایا ہے--------یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آپ رحمتہ العالمین کو کمال محبت اور احترام کے ساتھ تحریر فرمایا کرتے تھے۔ ایک ایک لفظ کو اپنے دل کی محبتوں کا آئینہ بنا دینا چاہتے تھے۔ آپ نماز تہجد کے بعد اللہ تعالیٰ سے توفیق تحریر مانگا کرتے تھے اور پھر قلم اٹھاتے تھے۔ اہل دل کا یہ احساس ہے کہ آپ نے پھول کے تذکرے کو خوشبو کا لب و لہجہ دیا ہے۔ آہ سحر اور نالہ شبگیر کا حاصل یہ تھا کہ "رحمتہ اللعالمینؐ" کی طباعت کے لئے آپ نے پٹیالہ کے ایک غیر معروف شخص خلیفہ شیخ ہدایت اللہ دروازہ عطر والا کا انتخاب کیا۔ حالانکہ انہیں طباعت کا کوئی تجربہ نہ

Marfat.com

تھا۔ کتاب کی طباعت زیر تجویز تھی اور اس کا کسی کو علم نہ تھا مگر شیخ موصوف کو کئی اصحاب کے خط ملے کہ انہیں عالم خواب میں حضور ﷺ نے "رحمتہ اللعالمین" پڑھنے کی ہدایت فرمائی اور ساتھ ہی پٹیالے کا پتا بھی بتایا گیا" سورہ یوسفؑ کی تفسیر "الجمال والکمال" آپ نے مکہ معظمہ کے قیام کے دوران میں مکمل کی۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ حضرت علیؓ عالم خواب میں تفسیر سے متعلق بعض نادر نکات سے آشنا فرماتے تھے۔ تفسیر کی ندرت' کیف اور تاثر اس کی ملہمانہ عظمتوں کا آئینہ دار ہے۔

۱۹۲۱ء میں آپ نے پہلا حج کیا۔ اچانک روانہ ہو گئے' رخصت کا بھی انتظار نہ کیا کہ بلانے والے جب بلاتے ہیں تو رہا نہیں جاتا اور ؎

راہ نبیؐ میں غیر پہ تکیہ حرام ہے
اے عشق آ کہ بے سروساماں سفر کریں

اس قدر عجلت کی وجہ دریافت کی گئی۔ مگر آپ نے بات ٹال دی۔ اصرار پر ایک خواب سنایا "دیکھا کہ ایک قبر شق ہوئی' ایک بزرگ نمودار ہوئے' سلام و مصافحہ کے بعد پوچھا کہ آپ محمد سلیمان مصنف "رحمتہ اللعالمین" ہیں کہا' ہاں۔ پوچھا آپ کو حضور ﷺ سے اشتیاق ملاقات ہے' چلئے میرے ساتھ' کافی دیر چلنے کے بعد ایک مکان آیا' بزرگ نے دربان سے کہا' حضور ﷺ سے عرض کریں' قاسم نانوتوی' سلام کے لئے حاضر ہے دربان اجازت لے کر آ گیا۔ بزرگ ساتھ لے چلے' پہلے انہوں نے حضور ﷺ کو سلام عرض کیا۔ مصافحہ کیا' پھر مجھے پیش خدمت کیا۔ میں نے سلام و مصافحہ کی سعادت حاصل کی' قاسم نانوتوی نے حضور ﷺ سے عرض کی' مجھے رخصت عطا فرمائیے۔ میں سلیمان کو خدمت اقدس میں چھوڑ جاتا ہوں۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی" پھر ------------ یہ واقعہ دونوں بزرگوں کے مقام عظمت کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ اس کی صداقت میں شبہ اس لئے نہیں کیا جا سکتا کہ زیارت حضور ﷺ سے متعلق ہر خواب سچا ہوا کرتا ہے۔ یہ سعادت کسی کسی کو ملتی ہے' دولت غم عام نہیں ہوتی اور جن آنکھوں کو یہ سعادت مل جائے۔ اس کی بصیرتوں میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ بقول احسان دانش؎

چوما ہے اپنی آنکھوں کو رکھ رکھ کے آئینہ
ہوئی ہے جب بھی مجھ کو زیارت حضورؐ کی

Marfat.com

اپنے ایک اور خواب کے بارے میں لکھتے ہیں ''حضرت سیدنا امام حسنؓ اور سیدنا امام حسینؓ کو دیکھا کہ ایک حوض میں ہیں۔ میں نے قریب جا کر سلام عرض کیا تو انہوں نے پانی کے چھینٹے مجھ پر پھینکے' میں نے عرض کیا' شاہزادو! میں آپ کے خاندان کے غلاموں کے غلام سے بھی کمتر ہوں' یہ شوخی کیسی؟ فرمایا' سلیمان' یہ شوخی نہیں' عطا ہے ہم جس حوض میں ہیں اس کے چند چھینٹے تمہیں عطا کر رہے ہیں۔ یہ ''غایت المرام'' لکھنے کا انعام ہے۔ ہماری طرف سے تم بھی تین پیشین گوئیاں لکھدو' وہ بھی بہت پیشین گوئیاں کرتا ہے'' چنانچہ آپ نے مرزائے قادیانی کو ''غایت المرام'' بھیجی اور منسلک مکتوب میں تین پیشین گوئیاں بھی درج کر دیں۔ ۱۔ آپ کو حج نصیب نہیں ہو گا۔ ۲۔ آپ سے اس کتاب کا جواب نہیں دیا جائے گا۔ ۳۔ آپ کی موت میری موت سے قبل ہو گی'' ---------- ایسے لوگ جن کے خواب بھی صداقتیں ہوں۔ روز روز جنم نہیں لیتے۔ مادر گیتی کو ان کے لئے مدتوں منتظر رہنا پڑتا ہے۔

طرز قدسی میں کبھی' شیوۂ انساں میں کبھی
ہم بھی اک چیز تھے اس عالم امکاں میں کبھی

آپ کے خواب اکثر صداقت آفرین ہوتے تھے۔ آپ نے دوسرے حج پر روانگی کے وقت عبدالعزیز کے ہاں ایک بیٹے کے تولد کی خوشخبری بھی دی تھی اور نام بھی معزالدین تجویز فرما دیا ---- آپ کے روحانی تصرفات کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ آپ ایک سکھ گیانی سے گرنتھ پڑھا کرتے اور دونوں عقائد و مطالب توحید کو سمجھتے سمجھاتے تھے۔ جس روز گرنتھ کی تدریس ختم ہوئی۔ اسی روز وہ گیانی مسلمان ہو گیا۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ کے الفاظ میں

''قاضی سید محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ میں روشن خیالی کے ساتھ ساتھ روشن ضمیری اور دماغی قابلیت کے ساتھ روحانی کیفیت یکجا تھی۔ وہ علم کے ملا اور دل کے صوفی تھے ---- سب سے بالاتر جو وصف تھا وہ ذات پاک رسالت مآب ﷺ کے ساتھ شیفتگی اور عقیدت تھی ---- ایک عاشق رسول ﷺ کے قلم نے عشق و محبت کے نشہ سرور میں علم و عقل کی فرزانگی اور ہوشیاری کے ساتھ نکتہ رسی اور دیدہ دری کی صنعت کاریاں کی ہیں''

Marfat.com

یہ بھی ایک صداقت ہے کہ قاضی صاحب" اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے کہ "اے مولا' مجھے ایسے وقت اپنے حضور میں بلانا جب میں دنیا کی ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہوں" اور ان کی یہ دعا اس رنگ میں مقبول ہوئی کہ حج بیت اللہ (۳۰ مئی ۱۹۳۰ء بروز جمعہ) سے واپسی پر جہاز ہی میں مولا کریم نے بلاوا بھیج دیا اور وہیں آپ کی نماز جنازہ مولانا محمد اسمٰعیل غزنوی" نے پڑھائی اور آپ کے جسد خاکی کو سمندر کے سپرد کر دیا گیا۔ قاضی صاحب" ہی کا ایک شعر ہے۔

نظر آتا نہیں قسمت میں مجھ کو لوٹ کر آنا
مجھے عمر رواں' آب رواں معلوم ہوتی ہے

مولانا غلام رسول مہر" بھی واپسی کے اس سفر میں اسی جہاز میں سوار تھے آپ نے اپنے سفرنامے میں' قاضی صاحب کے سفر آخرت کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور ان کے سفرنامے کے آخری باب کا عنوان ہی یہ ہے "مصنف "رحمتہ اللعالمین" ۔ آغوش رحمت میں"۔ مولانا مہر نے ہندوستان کے اس چراغ بصیرت افروز کو گل ہوتے اپنی اشکبار آنکھوں سے دیکھا' اس کیفیت کو انہوں نے یوں بیان کیا ہے۔ "ہم نے غور سے دیکھا تو علم و فضل اور زہد و تقوی کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو چکا تھا۔ ہاتھ خود بخود اس طرح آ کر دل پر بندھ گئے تھے جیسے کہ انسان نماز کے اوقات میں نیت باندھتا ہے"

علامہ اقبال" کو ان سے تعلق خاطر تھا۔ حبیبیہ ہال میں حاجی شمس الدین (انجمن حمایت اسلام) کی صدارت میں تعزیتی اجلاس ہوا' جس میں مولانا احمد علی لاہوری" مولانا محمد بخش مسلم" اور علامہ اقبال" نے مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا' علامہ اقبال" نے اپنی تقریر میں' مرحوم کی شاعرانہ صلاحیتوں کا اعتراف بھی کیا اور اظہار بھی۔ اور خود ان کے کچھ شعر بھی سنائے' دو شعر درج ذیل ہیں۔

شیخ کعبہ میں تم نے کیا دیکھا بخدا خانہ خدا دیکھا
ہم نے دیکھے کبوتران حرم کیا ہوا گر ہما نہیں دیکھا

انجمن حمایت اسلام سے مرحوم کو قلبی انس تھا۔ وہ انجمن کے سالانہ جلسوں میں شریک ہوتے اور دینی موضوعات پر تقاریر فرماتے۔ ایک بار انہوں نے "محامد اسلام" کے موضوع پر چھ گھنٹے تقریر فرمائی اور میاں محمد شفیع نے ہر گھنٹے کے عوض تین ہزار روپے انجمن کو بطور عطیہ دیئے۔

Marfat.com

قاضی صاحب مسلکاً اہل حدیث تھے۔ انجمن اہل حدیث کے صدر بھی رہے۔ ۱۹۳۰ء میں جب حج کے لئے گئے تو سلطان ابن سعود سے ملے۔ وہ آپ کے تبحر علمی سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے آپ کو "تاریخ نجد" لکھنے کی فرمائش کی۔ مگر قاضی صاحب اس سفر حج سے واپسی پر راستے میں وفات پا گئے۔ ان کی طبعی رواداری اور قلبی وسعت کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ آپ جمعہ تو دو منزلہ مسجد اہل حدیث بازار شہ نشین پٹیالہ (یہ مسجد آج بھی پٹیالے میں مسلمانوں کی عبادت کے لئے واگزار ہے جب کہ دوسری مساجد پر غیر مسلم تصرف ہے حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مقامات کو بھی تحفظ کی ضمانت دے دیا کرتے ہیں جہاں کسی اہل اللہ کا قدم پڑ جاتا ہے) میں پڑھاتے تھے مگر درس قرآن محلے کی مسجد حنفیہ میں دیا کرتے تھے اور تمام نمازیں بھی وہیں حنفی طریق سے ادا کرتے تھے البتہ صبح کی نماز کی امامت کھجور والی مسجد پٹیالہ میں بلاناغہ کراتے تھے۔ طبیعت میں تعصب کا کوئی سا سایہ اور تنگ دلی کا کوئی سا شائبہ بھی نہ تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ وہ امور جن کی بنا پر ہم نے مختلف فرقے بنا لئے ہیں۔ وہ حضور ﷺ ہی کی ادائیں ہیں جنہیں اپنی اپنی تحقیق کے مطابق ہر فرقے نے اپنا رکھا ہے اور یوں قیامت تک حضور ﷺ کی ہر ادا محفوظ ہے۔ ان باتوں کو وجہ مسرت ہونا چاہئے' وجہ نزاع نہیں' اختلاف صرف اساسیات دین کی بنیاد پر ہونا چاہئے۔ قاضی مرحوم اور ان کے اسلاف نے تصوف و طریقت کو اپنا شعار نہیں بنایا مگر یہ امر تحیر آمیز مسرت کا مظہر ہے کہ اس خاندان میں سلسلہ بیعت شروع ہی سے تھا اور تمام افراد خانہ کسی نہ کسی صاحب نظر وجود اور کسی نہ کسی مرشد روحانی کے متصوفانہ سلسلے سے وابستہ رہے۔ قاضی نے اپنے اکلوتے بیٹے قاضی عبدالعزیزؒ کو حضرت خواجہ ضیا معصوم نقشبندیؒ سے بیعت کرایا تھا جن کا سلسلہ حضرت مجدد الف ثانیؒ سے ملتا ہے قاضی عبدالعزیزؒ سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت کے اعزاز سے نوازے گئے۔ قاضی صاحب کے بھائی قاضی عبدالرحمٰنؒ' حضرت مولوی عبدالرحمن لکھویؒ سے بیعت تھے۔ قاضی عبدالباقی قدسی' خانوادہ سراجیہ کندیاں کے معتقد ہیں۔ ان کے بھائی قاضی عبدالباری' حضرت خواجہ حافظ عبدالصمد (رینالہ خورد) سے وابستہ ہیں اور ہمشیرہ حضرت سید علاؤالدین شاہ نقشبندیؒ (دارالسلام شیخوپورہ) سے بیعت ہیں۔ کسی مرد حق آگاہ کے سامنے اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر خلاف شرع امور کو ترک کرنے اور موافق شرع امور کو اپنانے کے وعدے کا نام بیعت ہے اور اس مرد حق آگاہ کی ہدایات کے مطابق دل کی دنیا سنوارنے اور

Marfat.com

روح کے عالم کو نکھارنے کی کوشش کا نام سلوک و تصوف ہے----- یہ اقدام نہ اسلام سے متصادم ہے اور نہ اصول شرعیہ کے خلاف' بلکہ عین اسلام ہے اور حضور ﷺ کے شعار اقدس کے حسب حال- اور قاضی صاحب ایسے متدین اور متشرع انسان کا خود اپنے فرزند کو سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کرانا ہی اس فعل کی دینی اور شرعی حیثیت ثابت کرنے کے لئے کافی ہے- بعض "گدی فروشوں" کے اس پاکیزہ سلسلہ رشدوہدایت کو رسوا کر دینے' بعض دنیا پرستوں کے اس سلسلے میں در آنے اور جنوں کو تماشا بنا دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ "پیری مریدی" کا یہ سلسلہ ہی عبث ہے---- صوفیائے کرام کے فیوض و برکات سے برصغیر پاک وہند کی تاریخ' چاہے بھی تو ابا نہیں کر سکتی' اس برصغیر کی فضاؤں میں چلنے والی ہوا کی ہر موج' صوفیائے عظام کے آستانوں کو اسی لئے بوسہ دے کر گزرتی ہے کہ ان کا وجود اس بت کدے میں تکبیر کی صدا تھا اور ان کے روحانی تصرفات ہی کی بدولت یہاں کے کروڑوں بت پرست باخدا انسان بن گئے تھے- انہی کے فیض نگاہ نے گمرہوں کو نشان منزل بنا دیا تھا- سچ یہ ہے کہ اس برصغیر میں نہال اسلام کے شگوفوں کو نازبالیدگی عطا کرنے والے یہی صوفیائے عظام تھے-

زندگی دے رہے ہیں آنکھوں سے کیا سلیقہ ہے بھیک دینے کا

تصوف کے میدان میں در آنے والی بدعات کو روکنا علماء کا فرض ہے مگر حقیقی سلسلہ تصوف کی مخالفت' منبرومحراب کی غلط بھی ہے قاضی عبدالباقی قدسی'' کے الفاظ میں

"قاضی صاحب علمائے حدیث کے عاشق تھے مگر فقہائے کرام سے بھی والہانہ عقیدت تھی اور صوفیائے کرام سے خاص ربط و نظم تھا"

قاضی سلیمان سلمان منصور پوری'' ۱۸۶۷ء (۱۲۸۴ھ) میں منصور پور (ریاست پٹیالہ) میں پیدا ہوئے اب یہ قصبہ انبالہ بٹھنڈہ ریلوے لائن پر واقع ہے اور چھینٹانوالہ کے نام سے معروف ہے- آپ کے جد امجد قاضی معزالدین سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے منسلک' ایک صاحب طریقت بزرگ شاہ غلام علی دہلوی'' سے بیعت بھی تھے اور ان کے خلیفہ بھی- شاہ غلام علی دہلوی''- مرزا مظہر جان جاناں'' کے خلیفہ تھے- قاضی معزالدین'' کو عالم خواب میں حضور ﷺ اور ان کے رفقائے کرام کے گھوڑوں کی رکھوالی کی سعادت مل چکی تھی- قاضی معزالدین'' کے والد قاضی باقی باللہ'' نے اپنی زندگی تبلیغ کے لئے وقف کر رکھی تھی اور

Marfat.com

روایت ہے کہ ان کے حلقہ درس میں جنات بھی حاضری دیا کرتے تھے۔ قاضی باقی باللہؒ کے بیٹے اور قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کے والد قاضی احمد شاہؒ ریاست پٹیالہ میں محکمہ مال میں ملازم تھے۔ قاضی سلمان منصور پوریؒ کی والدہ کا نام اللہ جوائی تھا۔ قاضی صاحب کے دوسرے بھائی کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ والدہ محترمہ دونوں بیٹوں کو دودھ باوضو حالت میں پلایا کرتی تھیں۔ قاضی سلیمان سلمان منصور پوریؒ کو ایام شیر خوارگی میں سائیں توکل شاہؒ صاحب نقشبندی مجددی انبالوی کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا اور سائیں توکل شاہ صاحبؒ نے آپ سے انتہائی شفقت کا اظہار فرمایا اور آپ کے لئے دعا فرمائی تھی۔۔۔۔۔۔یوں لگتا ہے کہ قاضی صاحب کا پورا خاندان بہترین دینی، علمی اور روحانی سعادت سے بہرہ ور تھا اور قلب و نظر کی بہترین پاکیزگیوں سے متصف۔۔۔۔۔۔۔دینی اور مروج تعلیم کے بعد، قاضی صاحب ۱۸ سال کی عمر میں ریاست پٹیالہ میں بطور سرشتہ دار محکمہ تعلیم مقرر ہوئے۔ اس کے بعد بوجوہ انگریز انسپکٹر جنرل پولیس کے ساتھ منسلک ہوئے۔ وہ آپ کی خداداد صلاحیتوں سے بہت متاثر ہوا۔ اس نے حکومت پنجاب کو آپ کے بارے میں ایک شاندار رپورٹ لکھی۔ چنانچہ بعد میں قاضی صاحب مدت العمر مجسٹریٹ درجہ اول اور سیشن جج کے طور پر کام کرتے رہے۔

مولا کریم نے قاضی صاحب کو علمی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ مورخانہ بصیرتوں سے بھی نوازا تھا۔ انہیں اسلاف کے انداز فکر و نظر اور حسن کردار و عمل سے والہانہ شیفتگی تھی۔ ان کی طرز تحریر، ادبی اور شاعرانہ ہوتے ہوئے بھی مبالغہ آفرینی سے پاک ہوتی تھی۔ نثر ہو یا نظم ان کا قلم احتیاط کے دامن کو تھامے رہتا تھا اور جب ذکر رسالت مآب ﷺ کا ہو تو اس کے لئے احتیاط، ادب اور سوجھ بوجھ اور بھی لازم ہو جاتی ہے۔ ارادت کے اپنے مقام بھی ہیں اور اپنے حدود بھی، حقیقت کو بڑھا کر، مبالغہ بنا دینے کا نام، عقیدت نہیں، بلکہ توہین آمیز بدعت ہے۔۔۔۔۔۔ قاضی صاحب کی ہر تحریر میں روایت اور درایت کی صحت کا ایک حسین امتزاج ہے۔ ان کے قلم سے نکلنے والا ہر جملہ اور ہر مصرع حسن الفاظ اور صحت مطالب کا آئینہ دار ہوتا تھا۔

آپ تاریخ گوئی کے مشکل ترین فن سے بھی آشنا تھے اور آپ نے حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ، حضرت امام حسن مثنیٰ بن امام حسنؓ مجتبیٰ، سیدنا عبدالقادر جیلانی، سید بختیار قطب الدینؒ، شیخ معین الدین چشتیؒ، شیخ فرید الدین

Marfat.com

فاروقی'' شیخ شہاب الدین سہروردی'' حضرت ابراہیم ادھم'' علامہ ابن قیم'' اسد اللہ غالب'' مومن خاں مومن'' ابراہیم ذوق'' امام ابو حنیفہ'' امام مالک'' امام محمد بن ادریس الشافعی المطلبی'' اور امام احمد بن حنبل''--------کی تاریخ ہائے وفات بڑے خوبصورت اشعار میں کہی ہیں۔ یہ جہاں ایک شعری اور تاریخی سرمایہ ہے وہاں ان سے قاضی صاحب کی فکری ارادتوں اور قلبی محبتوں کا بھی پتا چلتا ہے ظاہر ہے کہ ان اصحاب کے بارے میں ان سے کسی نے تاریخ کہنے کی فہمائش نہیں کی ہو گی بلکہ انہوں نے اس سلسلے میں از خود' اپنے دل کے تقاضوں کے تحت غور کیا ہو گا۔ ان میں اہل بیت اطہار بھی ہیں۔ صوفیائے کبار بھی' آئمہ عالی مقام بھی ہیں اور شاعران کرام بھی----ان سے جہاں ان کے اپنے شاعرانہ ذوق پر روشنی پڑتی ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل بیت کے ثناخواں' صوفیاء کی عظمتوں کے قائل اور مختلف آئمہ کی فقیہانہ بصیرتوں کے معترف تھے ورنہ بعض کم نظر اور کم نصیب افراد کی جبینوں پر صوفیاء اور آئمہ کے نام ہی شکن ڈالنے کے لئے کافی ہیں۔ یہ عبوسا'' قمطریرا لوگ نہیں سمجھتے کہ کسی کی عظمت کا اعتراف کرنے والا' فی الواقع خود بھی عظیم ہوا کرتا ہے۔ یہ لوگ معتقدین و متاخرین کی بدعات کو صوفیاء کے کھاتے میں ڈال کر ان کی صداقتوں کو دھندلانے میں لگے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان صوفیائے کرام کی تعلیمات' تصانیف اور شاعری سراسر فرمودات رسالتؐ کی روشنی میں نکات توحید کی تفسیر ہے----بت خانے صرف ہمارے دماغوں اور سومنات صرف ہمارے دلوں میں ہیں----ورنہ خورشید کی تابشوں کا مداح دراصل اپنی مدح خود ہی کر رہا ہوتا ہے اور وہ تعریف فی الحقیقت اس کی اپنی سلیم النظری کی دلیل ہوا کرتی ہے۔

شاعر اگر پیشہ ور تاریخ گو نہ ہو اور محض طبعی مناسبت اور قلبی لگاؤ کے تحت تاریخ کہے تو عموماً ایسا ہوتا ہے کہ شعر یا مصرعے کے جس ٹکڑے سے وہ مادۂ تاریخ اخذ کرتا ہے۔ وہ ٹکڑا متوفی کی شخصی خوبیوں کا نچوڑ ہوا کرتا ہے اور خود تاریخ گو کے اپنے تعلق خاطر کا اظہار بھی------وہ ''زاہد پاک'' کے ٹکڑے سے ۴۰ھ اخذ کرتے ہیں کہ یہ سن کر حضرت علیؓ کی وفات کا ہے۔ ان کی فکر کے آئینے میں ابن عباسؓ کے لئے ساجد کا ایک بامعنی لفظ' مادہ تاریخ بن جاتا ہے۔ امام حسنؓ کی تاریخ وفات یوں ملتی ہے۔

Marfat.com

سرجود بنہاد پائے وجود (ج= ۳ ھ) شہید ہلاہل شد آں ماہ وجود (۵۹ ھ ماہ وجود)

امام حسینؓ کے بارے میں ان کے شہباز فکر کی اڑان ملاحظہ ہو۔

ولادت یافت زیر ظل احمد (د-۴ھ) شہادت یافت در یاد الٰہی (۶۱ ھ- در یاد الٰہی)

سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

بہ تائید الٰہی عبدقادر (۴۷۱ھ-بہ تائید) لبے سبقت زجمع اولیاء برد (۵۶۱ھ-جمع اولیاء)

"تاج رفعت" سے سید قطب الدین بختیار کاکیؒ کی 'مفتاح بقا' سے حضرت معین الدین چشتیؒ کی، 'مطلع آفتاب' سے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی 'کعبہ دین' سے حضرت ابراہیم ادھمؒ کی 'لعل بے بہا' سے امام ابو حنیفہؒ کی تاریخ نکالتے ہیں۔ امام مالکؒ کی تاریخ پیدائش اور وفات دونوں ملاحظہ ہوں۔

آنکہ الدین ہست میلادش (۹۵ھ-الدین ہست) مالک ست آں امام حق آئین (۱۷۹ھ-امام حق آئین)

اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں ان کا یہ تاریخی شعر، ان کے کمال فن اور ان کے اعتراف عظمت کی دلیل ہے۔

امام عہد، امام احمد بن حنبل (۱۶۱ھ-امام عہد) بسال فوت گفتم، قلزم دیں (۲۴۱ھ- قلزم دیں)

غالب کے لئے ان کا خراج عقیدت یوں ہے۔

ز اسد اللہ خاں چہ پرسی
کہ نام شعر از وے یافت تبجیل
خردپرور، بداں سال ولادت (۱۲۱۲ھ خرد پرور)
سلیم الطبع غالب، سال ترحیل (۱۲۸۵ھ سلیم طبع غالب)

مومن کے لئے ان کی کہی ہوئی تاریخ وفات یوں ہے۔

بہ سال فوت او اوصاف او خواں طبیب و شاعر و درویش و مومن (۱۲۱۹ھ درویش)

ذوق کے بارے میں کہتے ہیں۔

چوں از دنیا رفت، سلمان گفت ذوق مجموعہ مکارم بود (۱۲۷۱ھ مجموعہ مکارم)

آپ نے جنگ طرابلس ۱۹۱۲ء میں شہید ہونے والی مسلمان بچی فاطمہ بنت عبداللہ پر بھی ایک شاندار نظم لکھی تھی۔ نبیرہ سلیمان منصور پوری، قاضی عبدالباقی قدسی منصور پوری کے

Marfat.com

الفاظ میں

"قاضی سلیمان منصور پوری نے اظہار بیان کے لئے نثر اور نظم دونوں اسلوب کو اپنایا، قادر الکلام تھے مگر خود کو بطور شاعر متعارف نہیں کرایا۔ ان کے کلام میں سبھی اصناف سخن پائے جاتے ہیں۔ حمد، نعت، قصیدہ، نظم، غزل، قطعہ، فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہے۔ قیام پاکستان پر، ہجرت سے ان کا کتب خانہ و دیوان امتداد زمانہ کی نذر ہو گئے"

قاضی صاحب کا بیشتر کلام ۱۹۴۷ء کے ہنگاموں کی نذر ہو گیا" "سفر نامہ حجاز" میں مرقوم نمونہ کلام بھی زبانی یاد داشتوں پر مبنی ہے۔۔۔۔۔۔غزل کا آبگینہ نازک اور لطیف ہونے کے ساتھ ساتھ تندی صہبا کا بھی امین و عکاس ہوا کرتا ہے۔ یہ جامعیت اظہار کی ایک دل آویز شکل ہے۔ یہ حقائق حیات کو نوک مژہ پر تولنے اور سمندر کی وسعتوں کو قطرے میں سمیٹنے کا فن ہے۔ ہر غزل گو ایک خوبصورت نعت گو اور نظم گو ہو سکتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ ایک اچھا نظم گو، ایک اچھا غزل گو بھی ہو۔ قصائد اور نظموں میں گداز و تاثر "تغزل ہی کے بل پر پھولتا، ابھرتا اور انگڑائی لیتا ہے۔ قاضی صاحب کی ایک فارسی غزل محفوظ ہے ان کی شعری خوبیوں کا اندازہ کرنے کے لئے اور قاری کے ذوق سلیم کو کیف بداماں کرنے کی خاطر درج کر رہا ہوں۔

بر روئے شوخ آں صنم بے حجاب ما | باشد نگاہ حیرتی من نقاب ما
بنوشتہ اند قصہ سوز کباب ما | سرخی زخون دل بہ سزد بر کتاب ما
یک نقطہ زدہ است سویدا بروئے دل | بہر شار ہست کہ ایں انتخاب ما
خواہم ز داد مردن خود نے زتیغ او | تا وار زبار گران حساب ما
خورشید من ببام رسید اندریں ہوس | گاہے مگر رسد بسرم آفتاب ما
اے دل ببال مایہ نازے شکست شد | آئینہ کور کرد زعکس آفتاب ما
سلماں برائے وصل دعا ہاچہ میکنی | رنگے مداد ادعیہ مستجاب ما

ماہنامہ "مسلمان" لاہور (مدیر عبدالمجید خادم) میں ان کی منظومات شائع ہوتی رہی ہیں۔ اپریل اور جون ۱۹۲۹ء میں چھپنے والی تین نظموں میں سے چند شعر درج ذیل ہیں۔ "خطاب بہ مسلم" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

پہلے شائستگی علم و ہنر پیدا کر
دل میں درد، زباں میں اثر پیدا کر

Marfat.com

مثل خالدؓ کی دکھا پنجہ فولاد کا زور
بو عبیدہؓ کی طرح دیدۂ تر پیدا کر
ذرہ ذرہ میں نظر آئے گا خورشید تجھے
پردہ آنکھوں سے ہٹا نور نظر پیدا کر

"اسرار محبت" کے موضوع پر چند شعر۔

بے سود ہے دلدار سے اظہار محبت
مخفی نہیں رہتے کبھی آثار محبت
خود حسن تجسس میں رہا عشق کی مانند
ڈھونڈے نہیں ملتے ہیں طلبگار محبت
چھوڑا زن و فرزند کو اور خویش و وطن کو
واللہ! خلیل ست جہاندار محبت

غزل کے کچھ شعر بھی دیکھیے۔

آسمان اور زمیں بن نہ سکے اس کے امیں
جس کو قدرت نے بنایا ہے امانت میری
عشق نے ڈھال لیا حسن کو بھی قالب میں
ان کی صورت کا بنی آئینہ صورت میری
میرا مرقد میرے احباب کے سینے ہوں گے
تودۂ خاک کو مت جانیو تربت میری
شاعری اہل سخن کو ہو مبارک سلماں
اس طرف تو نہیں مانوس طبیعت میری

اس دور کے دینی رسائل دیکھے جائیں تو اس نوع کے بہت سے شعری نوادرات مل سکتے ہیں۔
رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر حضرت حسان بن ثابتؓ نے ایک مرثیہ لکھا تھا جو تاریخ کی مستند کتابوں میں موجود ہے۔ قاضی صاحب نے اس مرثیے کا منظوم فارسی ترجمہ یوں کیا تھا۔

بود روشن از جمالت مردم چشم جہاں
چوں تو رفتی در جہاں اندر عدم گردد نہاں
پر حذر بود از مصائب ہائے دوریں بردلم

Marfat.com

چوں تو رفتی در فنا گردد زمین وہم زماں
آں سیہ روزم گزائد گرمرا مارسیہ
مار او مارسیہ باشد بجان ناتواں
دو ختم ایں دیدۂ پر آب برراہ فنا
گرچہ مے لرزند از نام اجل ایں مرد ماں
رفتی واحباب راہم صبر از دل ہا برفت
حیف برمن گر نشینم درمیان دوستاں
وہ چہ خوش بودے نہ زادے مادر من گر مرا
یاکہ پیش از رحلتش درخاک می گشتم نہاں

حقیقت یہ ہے کہ شعر یادوں کی ضو میں آنکھ کھولتا' جدائی کی تلخیوں سے لذت یاب ہوتا اور احساس کی آنچ سے پروان چڑھتا ہے۔ وصال کبھی شعر نہیں بن سکتا اسی لئے اہل ذوق فراق کو وصال پر ترجیح دیتے ہیں کہ فراق ہی سے وہ دل گداختہ ابھرتا ہے جس سے حسن فروغ شمع سخن' عبارت ہے۔ مولانا غلام رسول مہرؔ نے اپنے "سفرنامہ حجاز" میں قاضی صاحب سے مکہ میں اپنی ملاقات کا حال لکھا ہے۔ (یاد رہے کہ اس مقدس سفر سے واپسی پر سفر کے دوران ہی میں ان کا انتقال ہوا) انھوں نے ایک مقام پر قاضی صاحب کے یہ الفاظ لکھے ہیں "مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد شعریت طبیعت سے بالکل غائب ہو جاتی ہے۔ پچھلی مرتبہ میں حج کے لئے آیا تھا تو ایک موقع پر بے اختیار ایک مصرع زبان سے نکل گیا بعد ازاں ہرچند فکر کیا۔ دوسرا مصرع نہ ہو سکا۔ خدا کا شکر ہے کہ یہاں کی فضا میں اب تک ایسی تاثیر ہے"

آپ کا ایک حمدیہ قصیدہ ۵۹ شعروں پر مبنی ہے جبکہ دو نعتیہ قصائد بالترتیب ۴۷ اور ۲۶ شعروں پر مشتمل ہیں ان کا موجود اور دستیاب شعری سرمایہ عددی اعتبار سے گو مختصر ہے مگر حیثیت واہمیت کے اعتبار سے اتنا معتبر ضرور ہے کہ وہ ان کی شاعرانہ وقعت کو ادب کی تاریخ اور نقد و نظر کی دنیا میں منوا سکتا ہے------- اور پھر اس دور انحطاط میں جب کہ چند نثری نظموں کا خالق بھی' ستائش باہمی کے سہارے' روز بروز "خاقانی و قاآنی" بنتا چلا جا رہا ہو۔ پروفیسر پریشان خٹک نے بڑی خوبصورت بات کی تھی کہ

"شاعر بننے کے لئے شاعری نہیں کی جا سکتی بلکہ شاعری کرنے کے بعد انسان شاعر بنتا ہے"

افسوس کہ دور حاضر کی اکثریت کو نہ عروض پر کوئی گرفت ہے نہ اوزان پر کوئی عبور' نہ

Marfat.com

فکر میں کوئی رفعت، نہ بیان میں کوئی حسن، ------ایسے "باتخلص" حضرات شعری پابندیوں سے اس لئے دور بھاگتے اور اس لئے انگریزی نظم کی ہیئت میں نت نئے تجربے کرتے ہیں کہ وہ پابند شاعری کی سنگلاخ زمینوں میں لالہ وگل کھلانے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ نتیجہ معلوم کہ آج کے اکثر شاعروں کے شعر "بحر میں کم اور لہر میں" زیادہ ہوتے ہیں--------دور حاضر کی نثری نظمیں، شاعر کے فکری افلاس، فنی پسماندگی اور شخصی کوتاہ قامتی کو چھپانے کا ایک پردہ ہیں۔ ورنہ موسیقیت کی میزان میں الفاظ کو تولنے کا فن، فی الواقع جانکاہی کا طلبگار ہے------اور دور حاضر کے وہ "نغز گو" جو محض شاعر کہلوانے کے لئے شعر کہتے ہیں ان سے کب توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ سوز دل کو، ساز رگ جاں بنا کر خود کو پائندہ کر سکیں گے۔ ایسے میں، یہ فرشتہ خو اسلاف جو شعری صلاحیتوں کے باوجود شاعر کہلوانا پسند نہیں کرتے تھے، مگر فطری افتاد کے تحت شعر کہتے تھے کہیں عظیم اور برتر محسوس ہوتے ہیں اور ان کے مقابل دور حاضر بونا بونا سا لگتا ہے۔

قاضی صاحب کی طبیعت موزوں، دل گداز اور فکر پاکیزہ تھی شعر گوئی اور نثر میں شعری آہنگ، اسی موزونی طبع کا ثمر تھا چونکہ وہ خود کو بطور شاعر معروف نہیں کرنا چاہتے تھے اور نہ انہوں نے اس فن کی طرف باقاعدہ توجہ دی اور نہ اس سلسلے میں فکری ریاض کیا۔ بلکہ اپنی شستہ وبرجستہ طبیعت کے پیش نظر، گاہے گاہے نظر کو نوازنے والی اور دل میں اترنے والی کیفیات، بے ساختہ شعر میں ڈھلتی رہیں۔ چونکہ ان کے مزاج میں واقعات کی صحت اور اظہار کی صداقت بدرجہ اتم شامل تھی۔ اس لئے وہ شاعرانہ صلاحیتوں کے باوجود اس میدان میں نمایاں نہ ہو سکے۔ ورنہ جہاں تک ان کی طبیعت کی شعری مناسبت، اظہار وادا پر قدرت اور فکر وخیال پر عالمانہ گرفت کا تعلق ہے۔ وہ کسی بھی پختہ فکر اور نغز گو شاعر سے کم نہیں ہیں۔ مشق کے نہ ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے ہاں تفکر غالب، اور تغزل کم ہے۔ الفاظ، عالمانہ اور تراکیب ادق ہیں اور کہیں کہیں اظہار، رواں اور لفظی چھاپ کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے ہاں آمد کی کمی ہے یا وہ خیالات کی قلت کو لفظی شکوہ میں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ خود ایک جید عالم تھے اس لئے ان کی ہر تحریر ان کے عالمانہ طمطراق کی آئینہ دار تھی۔ نثر ہو یا نظم، ان کی علمیت، اظہار کے لئے زمین مشکل پسند کرتی تھی۔ مگر خوبی یہ ہے کہ اس ادیبانہ آن اور عالمانہ شان کے باوصف، وہ بات کی صحت اور انداز کی ندرت کو کہیں مجروح نہیں ہونے دیتے------ تفکر اور تغزل کا دل آویز امتزاج تو پختہ فکر شاعروں کو بھی سالہا

Marfat.com

سال کے فکری اور فنی ریاض کے بعد نصیب ہوتا ہے شعر کہنا اور بات ہے مگر شاعری میں بات بنانا، بہت مشکل کام ہے۔ شعر میں بات بنانے کا فن آ جائے تو انسان محض شاعر نہیں رہتا اپنے عہد کا "میر تقی میر" بن جاتا ہے۔۔۔۔۔۔ قاضی صاحب کے حمدیہ اور نعتیہ قصائد خاصے طویل ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ خیالات والہانہ انداز میں، امنڈتے چلے آ رہے ہیں اور الفاظ، انتخاب کا شرف حاصل کرنے کے لئے دست بستہ ہیں۔ بعض مقامات پر تو "از کمیں گاہ جستہ خیل غزال" کی سی کیفیت نظر آتی ہے۔

کرے نہ دل میں الاؤ تو شعر کس مصرف
کرے نہ شہر میں جل تھل تو چشم نم کیا ہے؟

ہر تعریف کے قابل، ہر تحسین کی مستحق اور ہر فیض کا مبداء، اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے، ہر ستائش اسی تک جاتی ہے، ہر سفر کی وہی ایک منزل ہے، ہر راہی کا وہی ایک مقصود ہے ہر جبیں کے لئے وہی ایک مسجود ہے اور ہر راہ اسی کی چاہ کے دروازے تک جاتی ہے۔ انتہائے بیچارگی میں بھی وہی ایک دستگیر ہے اور انتہائے مسرت میں بھی جبین تشکر اسی کے حضور میں جھکتی ہے۔۔۔۔ وہی ایک بارگاہ ناز ہے جس کے لئے ہر نیاز مخصوص ہے۔۔۔۔۔۔۔ معبود حقیقی، رحمٰن و رحیم ہے۔ ہم اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں تاکہ اس کی نگہ کرم ہماری طرف ملتفت رہے چونکہ ہم خلقی طور پر جس قدر مرقع خطا و نسیان ہیں، ہمارا خالق اسی نسبت سے کہیں زیادہ رحیم و غفور ہے اس کے ہاں سزا سے کہیں زیادہ رضا کا جذبہ ہے۔ جزا سے کہیں زیادہ عطا ہے۔ اس کی رحمت و بخشش لاانتہا، اس کی عطاپاشی اور خطاپوشی کے سلسلے بے کراں ہیں۔ وہ مالک اسباب اور خالق اسباب ہے اگر اس سے تعلق استوار ہو جائے تو اسباب خود قدم لینے کے لئے بے تاب ہوتے ہیں۔ کچھ انہی خیالات کا اظہار قاضی صاحب کے ان اشعار میں ملاحظہ کیجئے۔

خدائے عزوجل کے لئے ہے شکر نعم
زیادہ حد و عدد سے ہے جس کا فضل و کرم
وہی مالک ہے، وہی مستعان، وہی معبود
وہی الہ، وہی ہادی، رہ اقوم
وہی ہے غافر ذنب اور وہی ہے قابل توب
وہی ہے فاطر ارض و سما، نور و ظلم
وہی ہے رافع عز و علاد مجد و عطا

وہی ہے دافع درد وبلا ورنج وسقم
اسی کی داد سے مہ کو ملا ہے سکہ سیم
اسی کے جود سے ماہی کو کیسہ درہم
اسی کی ذات مقدس حقیق سجدہ ہے
اسی کے اسم معظم کے واسطے ہے قسم
اسی جناب میں ہوتی ہے عرض' رب اغفر
اسی سے کہتے ہیں وارحم کہ سب سے ہے ارحم
وہی ہے ایک وحید اور لاشریک لہ
کہ ملک وحمد اسی کو ہے اور کبروقدم
مرے کریم مرے ذوالجلال والاکرام
عمیم ہیں ترے احساں کثیر تیری نعم
ہو تیری عفو ورحیمی کا جس جگہ اظہار
ہے مستحق کرامت گناہ اور ظلم
فرشتگان مکرم کہ انبیائے کرام
عبودیت پر تری شاد ہیں بہ فخر اتم
تری جناب میں سب کی ہے التماس دعا
ترے حضور میں سب کا سرارادت خم

ذکر خدا سے غفلت ہے مانع محبت
لیل ونہار بولو' صبح ومسا پکارو
آئے ہو اس جہاں میں دینے کو تم گواہی
اے اہل صدق بولو' اہل صفا پکارو
تقدیر کبریائی' تقدیس ذوالمنن کی
وقت الم پکارو' حین دعا پکارو
کیا کیا مطالبے تھے دل وچشم وروح کے
تینوں کو ایک وقت میں تو کا مگار دیکھ

Marfat.com

لو ختم ہو گیا قلق واضطراب دل
انجام آرزو' ثمر انتظار دیکھ
توڑا حرم نے نخوت قول لعین کو
نوع بشر پہ رحمت آمرز گار دیکھ
سلمان مستمند ترے آستاں پہ ہے
فضل وکرم سے اے مرے پروردگار دیکھ

غیر ذی زرع وہ جو وادی ہے غنچہ دل وہاں کھلا دیکھا
ابر رحمت گہر فشاں پایا بحر عصیاں کو خشک سا دیکھا
فیض بے حد مبدء فیاض چشم بر راہ التجا دیکھا

موجودات عالم میں کوئی شے بھی ایسی نہیں جو اللہ تعالی کے حکم سے سرتابی کرے۔ ہر شے اسی کی تابع اور اسی کی حمدوثنا میں محو ہے۔ انسان سرشار محبت ہو کر دیکھے تو ہر شے زبان حال سے اللہ تعالی کی حمدوثنا میں مصروف نظر آئے گی یوں لگتا ہے کہ ہر تلاش فی الواقع اسی کے لئے ہے۔ صحراؤں میں بگولے اسی کا ساز غزلخواں لئے پھرتے ہیں۔ پروانہ شمع کی لو میں اسی کی ضو دیکھتا اور نثار ہو جاتا ہے۔ اسی کے لئے شاخ گل جھومتی' پھول مسکراتے اور بلبل چہکتی ہے۔ مرغان سحر اسی کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور وہی رات کے دبیز پردوں کو پھاڑتا اور سحر نکالتا ہے---------انسان جو کہ اشرف المخلوقات ہے اس پر اس ذات کی ثنا واجب اور لازم ہے۔ ہماری زبانیں قاصر' ہماری سوچیں بے بس اور ہماری اڑانیں پر بریدہ ہی سہی مگر یہ کیا کم ہے کہ ہم ہر دربار میں سرکشیدہ اسی لئے ہیں کہ ہم نے اس ایک بارگاہ میں جھکنا سیکھ لیا ہے۔ انہی حقائق کی روشنی میں ان کے چند شعر دیکھئے۔

کمال عقل ہے عرفان کنہ میں قاصر
زبان نطق بیان ثنا میں ہے ابکم
اسی کے قصد میں پوشیدہ ہے الوف مال
اسی کی حمد میں گوئندہ ہیں صنوف امم
اسی کی غایت حمدوثنا ہے لااحصی

Marfat.com

اسی کے اول ادراک پر ہے لا اعلم
اسی کے خلق ہیں اور اس کو پا نہیں سکتے
حواس سمع وبصر، عقل، درک لمس

اے آنکھ حسن کعبہ کو تو بار بار دیکھ
کیا شان کیا جلال ہے یہ نور بار دیکھ

اللہ تعالیٰ سراسر رحمت ضرور ہے مگر عادل و منصف اور جبار وقہار بھی ہے۔ سراپا غیرت بھی ہے اور بلا شرکت غیر، حاکم مطلق بھی۔ ہر شے اس کے حکم کی زنجیر میں اسیر ہے۔ اجرام فلکی اسی کے دیئے ہوئے ضابطے کے تحت اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں۔ ہوائیں اسی کے فرمان کے تحت چلتی، بادلوں کو لاتی اور ویرانوں کو گلزار بناتی ہیں، آگ اسی کے اشارے پر بھڑکتی اور اسی کے منشا سے طرح گلستان بن جاتی ہے۔ کس کو آئین خداوندی سے سرتابی کی جرات ہے۔ نہ ہوا چلنے سے، نہ بارش برسنے سے اور نہ نباتات بالیدگی کی خو سے ادھر ادھر ہو سکتے ہیں۔ زندگی میں کوئی سا بچپن بھی شباب بننے سے انکار نہیں کر سکتا اور کوئی سا بڑھاپا بھی آغوش لحد میں جانے سے منکر نہیں ہو سکتا۔----- وہ انسان جو اپنے قد سے باہر نہیں جا سکتا۔ وہ تقدیر کی حد سے باہر کیسے جا سکتا ہے؟ اس کے باوجود انسان اگر اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ضابطے سے انحراف کرتا ہے تو پھر اسے اس کی نگہ غضب کا شکار ہونے کے لئے بھی تیار رہنا چاہئے-----کہ عدل وانصاف کے بغیر عطاو بخشش کی قدر و قیمت گھٹ جایا کرتی ہے۔

قاضی صاحب انہی حقائق کو اپنے انداز سے یوں واضح کرتے ہیں۔

جلال اس کا، آفاق کے لئے ہے محیط
نوال اس کا ہے ارزاق کے لئے مقسم
اسی کے حکم سے قائم جبال شافع ہیں
اسی کے امر سے سائر ہے نیر اعظم
اسی کا نور ہے چشم جہاں کی بینائی
اسی کے حکم بقاوفنا کا مستلزم
اسی کی آیت قدرت ہے ہبوب ریاح
جو بادلوں کو ہے کرتی فراہم درہم

Marfat.com

ہے ایک حکم میں تیرے حیات و ممات
ہے سب کا تیرے ہی دو حرف میں وجود و عدم

اقبال نے کہا تھا۔

اے انفس و آفاق میں پیدا ترے آیات
حق یہ ہے کہ ہے زندہ و پائندہ تری ذات

اللہ تعالیٰ کی نشانیاں' تابانیاں اور رعنائیاں کہاں کہاں نہیں ہیں۔ خورشید تو دور کی چیز ہے۔ ایک ذرے ہی کو دیکھ لیں اس میں وہ حیرت انگیز طوفان چھپے ہوئے ہیں کہ وہ چاہے تو خورشید کا لہو بہا سکتا ہے۔ اللہ وہ ہے جس نے ایک اشارے سے آسمان بنا دیئے اور زمین جس کے حکم پر فرمانبرداروں کی طرح بچھ گئی۔ اسی نے اس مردہ زمین کو لالہ و گل سے آراستہ کیا۔

عالم تمام چشم حقیقت نگر بنا
منہ دیکھتا ہے آئینہ' آئینہ ساز کا

اسی نے نسل انسانی کو پھیلایا' جاندار مخلوق اور بے جان اشیا کو ہماری سواری بنایا' وہی ہے جس نے ہمارے لئے ہواؤں فضاؤں' خلاؤں' سمندروں اور شعلوں کو مسخر کیا۔ انسان کا ذوق تسخیر فطرت محدود نہیں بلکہ ازروئے قرآن لامحدود ہے۔ بلکہ ایک طبق سے دوسرے طبق اور دوسرے طبق سے آگے ہر طبق اس کی تسخیر کی زد میں ہے۔ تدبر کے ساتھ ساتھ ذوق اور شوق چاہئے۔ اقبال اسی لئے عشق کو امتحان میں ڈالتا اور ستاروں سے آگے واقع آسمانوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ وہی ہے جس کی کسی تخلیق میں کوئی کجی' کوئی بے ربطی' کوئی خلل اور کوئی کمی نہیں ہے------ کتنی ہی نگاہیں ہیں کہ کمی ڈھونڈنے میں لگی رہیں مگر نامراد پلٹ آئیں------ صانع قدرت کی کارفرمائیاں' مخلوق کے لئے ایک احسان عظیم کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس لئے انسان کے لئے لازم ہے کہ وہ ہر لحہ سراپا سپاس رہے۔

کونین جس کے ناز سے چکرا رہے ہیں داغ
میں ہوں نیاز مند اسی بے نیاز کا

اور حق یہ ہے کہ توفیق شکر' اسی کا کرم اور ناشکری کلیتہ ہماری کوتاہی قسمت ہے۔

اب قاضی صاحب کے قلم سے صانع فطرت اور مصور حقیقی کی قدرتوں کی ایک اجمالی تصویر دیکھئے کہ ان کے خیال میں اسی کے فیض سے باغ جہاں شاداب اور اسی کے نام سے قلب سلیم نزہت مقام ہے۔

Marfat.com

نمونہ قدرت باری کا ہے کہ صفحہ چرخ
ہجوم نجم سے ہوتا ہے اطلس معلم
ہے شان صنعت صانع کہ ارض کا یہ کرہ
وفور سبزہ سے بنتا ہے صفحہ ملحم
اسی کے فیض سے باغ حدوث ہے شاداب
اسی کے نام سے قلب سلیم ہے خرم
اسی نے فرش زمیں کو بچھا دیا ہموار
اسی نے سلک ثریا کو کر دیا درہم
اسی کی آیت قدرت سے ہے تلمع برق
چمک میں جس کی ہے بیم ورجا کی شان بہم
اسی کی آیت قدرت سے ہے نزول سیاہ
کہ مرگ وزیست کی ملتی نظیر ہے پیہم
اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ مردہ زمیں
حیات تازہ سے باردگر ہوئی منضم
اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ خاک سیاہ
ہزاروں بیش بہا گنج کی بنی مدغم
اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ لیل ونہار
ہمیں سکھاتے ہیں طرز وطریق رامش ورم
اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ بین بہار
بنا دیئے ہیں جزیرے مثال باغ ارم
اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ گنبد چرخ
مثال سقف بغیر از عمد رہا ہے تھم
اسی کی آیت قدرت سے ہے کہ ہوتا ہے
یہ موسموں کا تغیر' یہ انقلاب امم
ہے شرک جو اسے کہتا ہے رب النوع
وہ ہے مصور اشیا و خالق عالم

Marfat.com

ہر التجا، مالک حقیقی ہی سے کرنی چاہئے۔ وہ ہر دل کی پکار سننے والا ہے اور ہر محتاج کا داتا ہے۔ دینے والا ایک ہی ہے ذرائع اسباب بھی وہی فراہم کرتا ہے اور بسا اوقات تو لطف و کرم کا سلسلہ توقع سے کہیں فراواں ہوتا ہے کہ مانگنے والے کو تنگی داماں کے لئے بھی وسعت ساتھ ہی مانگنا پڑتی ہے۔ داغ کے یہ شعر سہل ممتنع بھی ہیں اور مظہر صداقت بھی۔

جو دیا اے خدا دیا تو نے　　داغ کو کون دینے والا ہے
اس سے مجھ کو سوا دیا تو نے　　جس قدر میں نے تجھ سے خواہش کی

حقیقت بھی یہ ہے کہ مانگنے والے کی نیت بھی یہی ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی نگاہ لطف سے کلیاں چٹکتی اور پھول بن جاتی ہیں اور اسی کے فیض سے خار زار نکہت بدوش ہو جاتے ہیں اور اسی کے کرم سے صحراؤں میں چشمے ابلتے اور ویرانوں میں باد بہاری چلتی ہے۔ ہر ناز اسی کو زیبا اور ہر نیاز اسی کے لئے مخصوص ہے۔

جب سے بسی ہوئی کسی گلگوں قبا میں ہے
میں کیا کہوں کہ نکہت گل کس ہوا میں ہے

البتہ بعض حوالے، بعض مقام، بعض اوقات، بعض کلمات، بعض اعمال اور بعض وجود ایسے ذی جود ہیں کہ ان کے ذکر کے ساتھ ہاتھ پھیلایا جائے تو وہ خالی نہیں رہتا، بلکہ بسا اوقات دینے والا، عطا کے ساتھ ساتھ دامن کو بھی وسعت دیتا چلا جاتا ہے۔ انسان کی نامہ سیاہی کے باوجود اس کے سفید بالوں سے بھی اللہ تعالیٰ کو حیا آتی ہے اور درود کے بول تو ایسے ہیں کہ ان کے بغیر تو دعا کی صدا، رسا ہوتی ہی نہیں، بلکہ فضاؤں میں معلق رہتی ہے۔ تو جس کے لئے درود بنایا گیا، جس کے لئے اس کی تلقین کی گئی اور جس ذکر کو بندوں کے ساتھ ساتھ ملائکہ اور خود اللہ تعالیٰ نے بھی اپنا شعار بنالیا۔ اس کا واسطہ کیونکر نظر انداز ہو سکے گا۔ یہ ذات گرامی قدر (صلی اللہ علیہ وسلم) وہی تو ہے جس کی ولادت ہی سے قصر کسریٰ کی بنیادیں ہل گئی تھیں، بنارس کے آتش کدے بجھ گئے تھے۔ جس کے بچپن کی معصومیت خشک سالی میں ابرو باراں کی شادابیوں کو جوش میں لے آیا کرتی تھی اور جس کے نام کا حوالہ اقوام گذشتہ کے لئے دلیل نصرت بن جایا کرتا تھا۔

قاضی صاحب دوران حمد و ثنا میں بھی اللہ تعالیٰ سے یہی التماس کرتے ہیں کہ انہیں گداز غم اور پیرایہ نم دونوں نصیب رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نقوش پا ان کے روبرو رہیں اور گنبد خضریٰ کے جلوے ان کے لئے مقصود سفر اور محبوب نظر بنے رہیں۔

Marfat.com

الٰہی! محو لذت ہائے نامت کن بیانم را
زفیض اسم اعظم گم کنی نام ونشانم را
چناں در دنہان تو فریب چشم ودل باشد
کہ تانائد بروں از چشم صد اشک روانم را
غمت می خواہم وسوز گداز و اندر غمت یارب
بدہ تاثیر آہم را، بدہ سوزے فغانم را
زعشق خود بہریک استقامت آں چناں بخشی
کہ فکر جاں بود تن را نہ درد جسم جانم را
خدارا، اے صبا کن التماس ازمن بندہ
شفیع امت عاصی نبیؐ مہر بانم را
چہ باشد گر طلب داری بہ طیبہ بندۂ سلماں
کنی از آستینت پاک چشم خوں فشانم را

یہ التجا ہے، یہی آرزو، یہی خواہش
مدام دل کی تمنا، یہی بدیدہ نم
رہوں سدا متمسک نبیؐ کی سنت سے
قدم ہوں میرے صراط ہدیٰ پہ مستحکم
ترے حبیبؐ نے جو امیوں کو دی تعلیم
وہی ہو میرا عقیدہ نہ اس سے بیش نہ کم
رسولؐ سید ابرار، بندۂ رحمٰن
نبی جہاں کے لئے رحمت اور مطاع امم
سراج وشاہد وداعی مبشر ومنذر
ملاذ کعبہ وحامی قدس وشاہ حرم
ہماری جان پہ ہم سے سوا رؤف ورحیم
شفیع وحامد واحمد محمد وخاتم
عوام کا اب وجد سے ہے مایہ نازش

Marfat.com

ہیں اس کی ذات پہ نازاں خلیلؑ اور آدمؑ
درود اس پہ اور اصحاب وآل پر اس کے
کہ پر ہے ان کے فضائل سے مصحف محکم
نفس ہے سینے میں سلماں کے رواں جب تک
نبیؐ کی نعت میں چلتی رہی زبان وقلم

سرزمیں کہ کشت سے خالی ہے اس جگہ
نخلِ مراد دل ہمہ برگ وبار دیکھ

ہر آخری چیز، گذشتہ اور سابقہ ہر شے سے جامع اور مکمل بھی ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ہی دائمی بھی۔ اسی لئے ہم گذشتہ ہر نبوت پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ آخری ہیں۔ گذشتہ تمام ادواز بھی انہی کا دم بھرتے رہے اور حال و مستقبل بھی انہی کے زیر سایہ ہیں۔ چونکہ ہماری کتاب بھی آخری ہے۔ اسی لئے ہم گزشتہ تمام صحائف کی تصدیق بھی کرتے ہیں اور ان کا احترام بھی۔ ہماری یہ کتاب ہر دور کے ہر تقاضے کے لئے رہنما اصولوں کی حامل ہے۔ اس میں ہر پریشانی کا مداوا بھی ہے، ہر دکھ کا علاج بھی، ہر الجھن کا حل بھی اور ہر تلاش کی منزل بھی۔ یہی راز پوشیدہ ہے اس حقیقت میں کہ روز حشر، کوئی نبی، کسی کو پناہ نہ دے سکے گا۔ بلکہ ہر نبی آپؐ ہی کی تلاش میں ہو گا اور ہر مضطرب آپؐ ہی کے پرچم شفاعت میں سکون پائے گا۔ اس لئے آپؐ کی پیغمبرانہ قیادت ہر دور کے لئے ہے اور ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ کسی اور قیادت، کسی اور رہنمائی کی اب نہ ضرورت ہے نہ حاجت۔ اللہ تعالیٰ رحیم ہیں، ظالم ہرگز نہیں کہ سلسلہ وحی بھی منقطع ہو جائے۔ انبیاء کی آمد بھی ختم ہو جائے اور نوع انسانی رشد وہدایت کے میدان میں تشنہ بھی رہے۔ کائنات کی ہر شے خواہ وہ مادی ہے یا غیر مادی، خشک ہے یا تر، قرآن پاک میں اس کا ذکر بھی ہے اس کا علم بھی اور اس کے بارے میں عمل کے انداز بھی، جب بصارت، بصیرت میں ڈھل جائے تو قلب ونظر کے حجاب اٹھ جاتے ہیں اور مطالعہ قرآن ہر شے کی حقیقت کو آئینہ بنا دیتا ہے۔ حق یہ ہے کہ غنچے آپؐ ہی کے فیض نفس سے پھول بنتے ہیں اور پھول آپؐ ہی کے ابتسام سے گلزار ہو جاتے ہیں۔ کائنات آپؐ سے رعنا ہے، دل کے شگوفوں کا ناز بالیدگی آپ ہی کی نگہ لطف سے ہے ماضی آپ سے منور، حال آپؐ سے پُرکیف اور مستقبل آپؐ ہی سے ممیّز ہے۔

Marfat.com

ہر گل نو کہ باشد چمن آرائے
اثر رنگ وبوئے صحبت اوست (حافظ)

ایسی عظیم و جلیل ہستی کی یاد کو دل میں بسانا' اس کے ذکر کو ہر لمحہ بلند و بالا کرنا اور اس کے درجات رفیعہ کے لئے دعا گو رہنا' ہم گنہگاروں کا ایک دینی فرض بھی ہے اور خود ہمارے لئے اثاثہ مغفرت بھی۔ نعت اسی ذکر رفیع کی ایک شاعرانہ شکل ہے۔ نعت ایک ایسی نماز نیاز ہے جسے خامہ مژگاں سے اشکوں کی زبان میں تحریر کیا جاتا ہے۔ ایک عظیم ترین اور ممتاز ترین انسان (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ نغماتی ذکر' خود ہمارے اعزاز واکرام کا سبب ہے۔ یہ ہماری محبتوں کا اظہار' عقیدتوں کا بیان اور دھڑکنوں کا تذکرہ ہے۔ قاضی صاحب کے الفاظ میں

"میں سمجھتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو نبی پاکؐ کا کلمہ خواں ہو ضرور ہے کہ اپنے علم و فہم کے موافق حضور ﷺ کا ثنا گر بھی ہو۔ تابش ذرہ اور ضوء قمر میں اگرچہ زمین و آسمان کا فرق ہے مگر دونوں ایک ہی نور کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ اگر ایک کی فلک گیر' ٹھنڈی' صاف روشنی ابصار کو محو دیدار کرتی ہے تو دوسرے کی خاک نشین چمک بھی راہ گیروں کے قدم لیتی ہوئی ان کی نگاہ کرم کو کبھی کبھی اپنی جانب کھینچ ہی لیتی ہے۔ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا کا اعلان ہر بار ایمان کو حوصلہ افزا ہے اور المرء مع من احب کا ارشاد ہر ایک صحیح الوجدان کا خضر راہ۔ اگر میرے لئے یہ سب اسناد' عماد نہ ہوتے تو کچھ شک نہیں کہ ایک حرف لکھنے کی بھی جرات نہ ہو سکتی"

ایک نعت گو جب ثنائے رسول ﷺ میں قلم اٹھاتا ہے تو اس کی نگاہوں کے سامنے ایک تختہ چمن کھل جاتا ہے اور رنگا رنگ پھول مسکراتے ہیں اور دامان نظر کھنچتا چلا جاتا ہے۔ وہ حیران ہوتا ہے کہ کس ادا کو بیان کرے اور کسے چھوڑے۔ پھر ذرہ ذرہ ہے اور آفتاب آفتاب' یوسف' یوسف ہے اور مصر کی بڑھیا بہرکیف بڑھیا---------مگر دل میں محبت کی چاندنی اور خلوص کی مہک ہو تو اظہار خود بخود لو دینے لگتا ہے۔ قاضی صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

"گلچیں سیرت مصطفی ﷺ کے سامنے ایک گلشن خلد بہار ہوتا ہے جس کے ہر ایک پھول کی رنگینی وشادابی دامان نگہ کو بھر دینے والی ہوتی ہے یہ گلچیں کا اپنا انتخاب اور مذاق ہے کہ کس پھول کو لیا اور کس کو چھوڑا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ نہ چھوڑا وہ اس سے

Marfat.com

کم نہ تھا جسے چن لیا"

حضور ﷺ کی ولادت کی خبر جب آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کو ملی تو اس وقت وہ طواف کعبہ میں مصروف تھے۔ آپ نومولود کو خانہ کعبہ میں لے گئے اور دعائے خیر کی اور آپ کا نام محمد رکھا۔ ساتویں دن آپ نے قریش کی دعوت کی اور استفسار پر بتایا کہ "میں نے دستور عرب سے ہٹ کر یہ نام اس لئے رکھا ہے کہ مجھے امید ہے کہ تمام اہل زمین ہمیشہ اس کی مدح وثنا کیا کریں گے"۔ والدہ ماجدہ نے احمد نام رکھا۔ قرآن پاک میں احمد کا لفظ ایک بار سورہ الصف (۶۱/۶) میں آیا ہے جبکہ محمد کا لفظ آل عمران (۳/۱۴۴) الاحزاب (۳۳/۴۰) سورہ محمد (۴۷/۲) سورہ فتح (۴۸/۲۹) میں چار بار آیا ہے۔ مگر جہاں بھی حضور ﷺ کو پکارا گیا ہے وہاں صفاتی اسماء ہی استعمال ہوئے ہیں۔ مندرجہ بالا پانچ مقامات محض تفہیم مطالب کے لئے ہیں۔ ندائیہ انداز نہیں رکھتے۔ قرآن پاک نے نوید مسیحا کا ذکر کرتے ہوئے احمد (۶۱/۶) ہی استعمال کیا ہے۔ طبقات ابن سعد میں اسم گرامی قدر احمد کے بارے میں بہت سی روایات ملتی ہیں۔ دور نبویؐ کے معروف نعت نگار حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت کعب بن مالکؓ نے بھی اپنے مدحیہ قصائد میں اسی مبارک نام کو زیادہ استعمال فرمایا ہے۔ صفاتی اسماء کے ساتھ پکارا جانا حضور ﷺ ہی کی تخصیص ہے ورنہ ہر نبی ذاتی نام کے ساتھ پکارا' بلایا اور سمجھایا گیا ہے۔---------- محمدؐ کا مفہوم ہے تعریف کیا گیا اور احمدؐ کا مفہوم ہے تعریف کرنے والا' گویا آپ وہ عظیم الشان انسان ہیں جن سے زیادہ کسی کی تعریف نہیں کی گئی اور جن سے زیادہ کسی نے اپنے خالق کی تعریف نہیں کی۔ خود خدا جس کا نعت خواں ہو اور قرآن جس کی کتاب نعت ہو اس کی توصیف کا حق نہ کوئی زبان ادا کر سکتی ہے نہ کوئی قلم۔ یہی وہ مقام ہے جہاں خامہ انگشت بدنداں اور ناطقہ سر بگریباں ہے کہ کیا کہیے؟ قاضی صاحب دوران نعت گوئی میں حضور ﷺ کے اسمائے گرامی قدر کا ذکر انتہائی محبت کے ساتھ کرتے ہیں کہ یہی وہ نام ہیں جنہوں نے ہم ایسے کم مایہ انسانوں کو معتبر اور معزز بنا رکھا ہے۔

فزوں ترا زتو کسے را نہ حمد گفت جہاں
زبرتراز تو کسے گفت حمد ربانی
ترا محمدؐ واحمدؐ زمیں خواند وزماں
حمید ماشد ومحمود ذات سبحانی
بما رووٴف ورحیمی' خدا رووٴف و رحیم

Marfat.com

دگرچہ سود کہ گویم سخن بنا دانی
تو رحمتی وجہاں آفرین ما رحمان
ہزار شکر کہ رسیدیم بہ گنج پنہانی
اسم او مہر سلیماں را دہد شان جلیل
نام اوؐ روشن بفر ماید سیہ بخت نگیں

سورہ الاحزاب کی اکیسویں آیت کا ترجمہ یوں ہے "درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے۔ پھر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے" اور سورہ سبا میں یوں فرمایا "اے محمدؐ! ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کے لئے بھیجا ہے" معلوم ہوا کہ اللہ کا نام لینے والے جملہ انسانوں کے لئے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالبوں کے لئے، اور آخرت کی سرخروئی کے آرزومندوں کے لئے اب وہی ایک راستہ ہے جس پر حضور ﷺ چلے۔ اسی ایک طرز عمل میں ہمارے لئے فوز اخروی کے رموز پنہاں ہیں، اب آبلہ پاؤں کے لئے، ایک ہی دیوار اور ایک ہی سایہ دیوار ہے۔ نشیمن بھی وہی ہے اور شاخ نشیمن بھی وہی۔ ضروری ہے کہ ہر جانب سے، ہر کشش سے، ہر تعلق سے اور ہر محبت سے منہ موڑ کر، قلب و نظر کو یکسو کر لیا جائے کہ غیرت ایمانی کا یہی تقاضا ہے۔

رستے تو دو جہاں کے بلاتے رہے مجھے
چوکھٹ ترے مکان کی منزل بنی رہی

حضور ﷺ کی تعلیم، سیرت اور کردار کی نوعیت محض نظری، علمی یا عقلی نہیں، بلکہ سراسر عملی ہے اور چلتے پھرتے ہوئے اس قرآن کی روشنی ہماری زندگی کے ہر رخ، ہر پہلو اور ہر انداز کو محیط ہے۔ ان کی سیرت طیبہ فطرت انسانی کے جلوۂ صد رنگ کے لئے واحد منارۂ نور ہے۔ وہی سرور عالم ہیں ہر زمان اور ہر مکان، ہر زمین اور ہر مکین کے لئے، وہی پیغام ہدایت ہیں۔ انہی کی ہدایت اور قیادت ازل سے ابد تک ہے گویا آپؐ کی سیرت کا فیض ابدی ہے اور آپ کا پیغام خزاں ناآشنا ہے۔ سیرت پاک کے یہی انوار قاضی صاحب کی نعت میں یوں جھلک رہے ہیں:۔

جمال معنی وزیں کمال وحسن جلالی مطاع خلق وضیائے جہان ظلمانی

Marfat.com

گرید فقر کہ فرمانروائے ملک ابد — بہ مشت خاک ندارد ہوائے سلطانی
توئی کہ از تو تمدن روان تازہ گرفت — توئی کہ کندہ زعالم بنائے رہبانی
توئی کہ نام نہی خمررا مخمر عقل — توئی کہ ام خبائث شراب را خوانی
زتو مبرہن وروشن تقوم مرداں — زتو معین ومحکم حقوق نسوانی
درشاہد اندمرا خیبر وحنین کہ تو — دہی بجود ہر آں چہ بفتح بستانی
یتیمی تو تسلی ست مر یتامی را — کہ زمہر پدر ہست عون ربانی
ز آفتابی واز حمد سربرآوردہ — تو ماہ وبرملک مجد نور افشانی
مبلغان تو دادند ایں پیام بہ خلق — کہ نصح خلق بود لازم مسلمانی
مبشران تو دادند ایں نوید بما — کہ کار دیں ہمہ تبشیر ہست وآسانی

اسوہ اش ہدی مبین ست وکلام اللہ علم — قلب ایں علم وعمل رایافت شیر وانگبیں
از دل او ہر چہ خیزد قدسیاں را رہنما — از لب او ہرچہ ریزد صادقیں را دل نشیں
درسگاہ قدس اورا ابجد دیگر بود — حرف آغازش بود ایمان وانجامش یقیں

روشن ہوئے براہیں، واضح ہوئے دلائل — جب نیر رسالت بر خاص وعام چمکا
غار حرا میں چھپ کر چرخ بریں پہ چڑھ کر — ارض وسما پہ یکسر وہ نور عام چمکا

قرآن مجید اس اعتبار سے "بیان رحمت" ہے کہ اس میں تعزیر وسزا کے مقابلے میں عفوو کرم کا ذکر زیادہ ہے۔ اللہ پاک نے انسان کو گناہوں سے ڈرایا بھی ہے مگر اسے ناامید بھی نہیں ہونے دیا۔ گو خوف ورجا کی درمیانی کیفیت کا نام ایمان ہے۔ مگر حسن ظن یوں محسوس کرتا ہے کہ رضا ورحمت کا پلڑا بھاری ہے۔ جس کتاب کا آغاز ہی "رحمن ورحیم" ایسے تفضیلیہ اور مبالغہ آمیز انداز سے کیا گیا ہو اور یہ بھی واضح طور پر کہا گیا ہو کہ "ورحمتی وسعت کل شی (الاعراف)" یعنی میری رحمت ہر ایک سے زیادہ وسیع ہے اور جس ذات رحیم وکریم نے اپنے آخری نبی کو عالمین کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہو۔ جس کی رحمت واسعہ' پتھر برسانے والوں کے لئے پھولوں کی دعا کر رہی ہو۔ جس کا دل ایک پرندے کی بے چینی پر تڑپ اٹھتا ہو۔ جو مقتدی خواتین کے کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر قرآن کی قرات کو مختصر

Marfat.com

کر دیتا ہو۔ جو خون انسانی کو کعبے سے بھی زیادہ مقدس سمجھتا ہو۔ اس کے لطف و کرم سے انسان کیسے ناامید ہو سکتا ہے۔ چونکہ آپؐ عالمین کے لئے رحمت ہیں۔ اس لئے آپ کی نبوت بھی جملہ عالمین کے لئے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم شرع میں پر عمل پیرا ہونے کی سچی آرزو اور سچی کوشش کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی رحمت کے ساتھ جو خیال حسین وابستہ کر لیں گے وہی ہو جائے گا۔ ورنہ جزا و سزا کی میزان میں تلنے اور اپنے ہی خلاف خود کو شہادت کے لئے پیش کرنے کی ہمت کس میں ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال رحمت و رافت کا تذکرہ مصنف "رحمتہ العالمین" کے قلم سے دیکھئے۔

محمد اسم وحبیب الہ وخواجہ کل
عرب بچاہ جہالت فتادہ بود بسر
در نجات کشودی برائے احمرواسود
تو عذر خواہ شوی بہرقوم از رحمن
تو قاتلان عم ودخت را نمائی عفو
پئے ہلاک جفا پیشگاں رضا ندہی
زعدل ورحم تو صد بہرہ یافتند اعداء
خدا یکے دپیامش بسوئے خلق یکے
تو باب سلم کشائی بروئے دشمن ودوست

نوید رحمت وپیان وعفو یزدانی
بسر گرفت زتو افسر ہمہ دانی
گہے کہ بست براشاں یہود ونصرانی
زسنگ چوں شکنند قوم در دندانی
بپاس خاطر ایمانی ومسلمانی
کہ نسل شاں مگر آید بدین دیانی
بحرب ہا کہ نمودند جمع خذلانی
تو خلق را بسوئے آں پیام می خوانی
تو دوستی بدل دشمناں بپالانی

درکلام او حیات تازہ دل مردگاں
پنجہ اش دردست دارد چشمہ ماء معین
منکر او دور ماند از رحمت پروردگار
رحمتہ العالمینش خواند رب العالمیں
خائب وخاسر نماند مذنب خائف دگر
خیر معلمین ست خالق او شفیع المذنبیں
حق تعالیٰ را بود در حشر مردم حکمتے
تانمائد جاہ اوبر آخرین و اولیں
بر مقام برتر محمود پانہ' ناکنند

Marfat.com

انبیاء زیر لواء الحمد جائے خود گزیں

ہر قوم کے پاس کسی نہ کسی رسول کا آنا' اس نوع سے اتمام حجت ہے کہ جزا و سزا کے لمحوں میں کوئی زبان یہ نہ کہہ سکے کہ اسے خیر و شر کی قدروں سے لاعلمی ہے' ہر امت کو خبردار کیا جاتا رہا ہے' یوں نبی آتے رہے' جاتے رہے اور ہر آنے والے کا مقام و مرتبہ اپنا اپنا رہا۔ کسی کا محدود' کسی کا وسیع' کسی کا وسیع تر ------- ہمیں ان میں تفریق و تقابل کی اجازت نہیں' ہمیں سب کو ماننا ہے ------ اور پھر آخر میں حضور ﷺ تشریف لائے جنہیں دین کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے ایک واضح شاہراہ پر قائم فرما دیا اور حضرت ابراہیمؑ کے طریقے کو واضح تر کر کے' روشن ترین نشانیوں کے ساتھ جملہ نوع انسانی کے لئے نقش ہدایت بنا دیا۔ حضور ﷺ کو مان لینے کا مطلب جملہ انبیاء کو مان لینا ہے اور قرآن مجید پر اعتقاد تمام صحائف آسمانی کا اقرار ہے کہ سچی اور منور کتاب تمام کتابوں کی مصدق' محافظ اور جامع ہے اور اس کتاب پر عمل پیرا امت "امت وسط" ہے جو تمام انسانیت پر گواہ ہے اور حضور ﷺ ہم پر گواہ ہیں کہ ہم کیا تھے' کیا ہیں اور ہمیں کیا ہونا چاہئے تھا --- اسی بے مثل بشر کی ملمانہ شان میں قاضی صاحب یوں رطب اللسان ہیں۔

☆

نبوت ست یکے قصہ آسماں پایہ — کہ ہم منتمم او آمدی وہم زبانی
بہ نزل عام تو مہماں نشستہ صد عالم — عجب تر آں کہ بعالم نزیل ومہمانی
حدیث پاک تو آں جامع الکلم کہ آزاد — رسد .بفوز چہ یونانی وچہ سودانی
جہاں شنید زفم تو آں کلام خدا — کہ دادہ بود خبرزد کلیم عمرانی
بداں جناب کہ جبریل را نہ پرد پر — تراست رفتن واز شوق حلقہ جنباتی
دلت گواہ بصدق نظارہ حشمت — نگاہ پاک تو سینائے صنع رحمانی
توئی کہ صدق ہمہ راستاں پدید کنی — توئی کہ عظمت پشینیاں درخشانی
فتوت تو امت را دہد فتاب لقب — زشوکت تو موال کنند سلطانی
بزور وکوشش افواج ہیچ حاجت نیست — ترا کہ فتح مبیں شد بلاغ قرآنی
تو عبد خواندہ شدی ورموز دان دانست — کہ برترست عبودیت از سلیمانی

Marfat.com

سخن ز واجب و ممکن نہ از ادب باشد طفیل تست ہمہ کارگاہ امکانی
زاستعارہ و تشبیہ بس بلند ہستی بہ بے مثالی خود ہم بخویش میمانی
طفیل تست کہ بعد از ہزار قرن مدید بگوش عالمیان شد نوید ارزانی
کہ دیں یافت کمال وتمام شد نعمت گزید نوع بشر از رضائے ربانی
صلوٰۃ بر تو خدائے وفرشتگاں خوانند کجا ثنائے تو آید زانسی وجانی

در دلم جوشد ثنائے رحمتہ اللعالمیں
آفتاب عالم جان وضیائے چشم دیں
نعمت او تصدیق فرمانیدہ پشینیاں
خلق اورا ترجمانی کرد قرآن مبیں
ایں تمام نعمت وہم ایں کمال معرفت
نوع انساں یافت ازوئے خلعت رضوان ودید
او دلیل صد ہزاراں واصلان قرب رب
اوکلید صد علوم اولین وآخریں
مسند آرائے نبوت بود او در قدس گاہ
منجل چوں بود آدم درمیان ماء وطیں
مدح اوچوں آب بر فوارہ ریزد برزباں
نام او چوں مہر مہ را نور بخش ذاکریں
احتشام او ہویدا از کلام ذوالجلال
نور او پیدا وہم پنہاں بہ آیات مبیں
ختم شد براونبوت یافت دیں ازوے کمال
شست اندر خانقاہ سدرہ اش روح الامیں

اہل کتاب ومشرک محتاج بینہ تھے
حجت ہوئی مکمل مہر انام چمکا
مقدم سے اس کے کعبہ ہے رشک طورسینا

Marfat.com

اسود ہوا مجلی بیت الحرام چمکا
تکبیر اور اذاں میں روشن ہے نام اس کا
قطبین واستوا پر اس کا کلام چمکا
اے مشت خاک تیرا چمکا نصیب اعلیٰ
وہ ماہ خاتمیت تجھ پر تمام چمکا
شان محمدیؐ سے اندھے ہیں اہل ظلمت
وہ نور حق ہے جس سے دارالسلام چمکا
تعلیم مصطفیؐ نے تجھ کو کیا منور
بخت سیاہ تیرا اے عقل خام چمکا

اولیں مہبط کلام کریم الحرا چشمہ ہدا دیکھا
وہ مطاع الامیں جہاں اترا آنکھ نے منظر دنیٰ دیکھا
اتباع محمدیؐ کا مقام کعبہ وقدس سے بڑا دیکھا

قاضی صاحب نے رحمتہ للعالمین جلد دوم میں خاص طور پر اس امر پر زور دیا ہے کہ حضور ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ ایک مومن کو جو قلبی لگاؤ ہوتا ہے اسے شاعر عموماً لفظ "عشق" سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ بیشتر شعراء کی فکر' غزل ہی ساختہ پرداختہ ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کے لئے لفظ "محبت" استعمال کرنا چاہئے کیونکہ قرآن وحدیث میں اس تعلق خاطر کے اظہار کے لئے حب ہی کا لفظ مخصوص ہے۔ عشق جنوں کی ایک غیر پختہ شکل ہے' عشق چاہت کی نفسانی کیفیتوں کا ایک ذہنی اظہار ہے' معشوق اس وقت تک معشوق نہیں جب تک کسی عاشق کی نگاہ' اس کی کسی نہ کسی ادا سے وارفتہ نہیں ہوتی۔ دوسری طرف محبوب' کمالات فائقہ اور جمالات عالیہ کا حامل ہے۔ اسے اپنی پہچان' اپنے اشتہار اور اپنی نمائش کے لئے کسی چاہنے والے کی ضرورت نہیں وہ ایک خوشبو ہے جو دروازوں' درزوں اور دلوں میں در آتی ہے۔ اس کا کام ہر مشام جاں کو معطر کرنا ہے جیسے سورج کی کرنوں کا کام اپنی زد میں آنے والی ہر شے کو اجالنا اور نوازنا ہے۔ گویا محبوب' محب کے بغیر بھی محبوب ہے۔۔۔۔ محبت' روح کے میلان سلیم اور رجحان حقیقی کا نام ہے۔ یہ انسانی کمال کا ایک پاکیزہ

Marfat.com

اظہار ہے۔ یہ ایک روحانی کیف ہے۔ یہ روح کا ایک نورانی وصف ہے۔ حق یہ ہے کہ محبت، انسان کے وجود میں آنے سے پہلے بھی اس کی روح میں ممتاز و ممیز تھی۔ قاضی صاحب نے اپنی نعت میں بھی حب ہی کے لفظ سے اپنے قلبی تعلق کو مختلف زاویوں سے یوں بیان کیا ہے کہ انہیں پڑھ کر سوچ نکھرتی، روح سنورتی اور دل تڑپتا ہے۔

نمیرد آں کہ زجام ولائے تو نوشد
کجاست مائل ظلمات شاہ یونانی

جرعہ جام ولائے او بہ بخشد زندگی
رفت بے بہرہ ازیں سکندر ظلمت نشیں
اتباعش کرد لازم برہمہ آمرزگار
ایں رساند انسی وجاں را بفردوس بریں
در ہوائے شہر اوچوں ذرہ پرد پیکرم
درخیال مسجد او سجدہ رقصد در جبیں
حب او از ہرچہ باشد برتر وخوش تربود
غایت ایماں ہمیں است و ہمیں است وہمیں
درغم دوری او چشم سرشکے چند ریخت
گفت رضواں زینت حوراست ایں درثمیں
آں سلیمانم کہ خاک آستان پاک تو
کرد مستغنی مرا از حب دیہیم ونگیں

روح حیات سلماں حب نبیؐ ہے یا رب
نور یقیں عطا کر فوق المرام ہمدکا

بوسہ حجر نے کس لب شیریں کا تھا لیا
جس کے سبب سے آج بنا بوسہ زار دیکھ

Marfat.com

قاضی صاحب بصد ادب واحترام اللہ تعالیٰ کی رحمت کی یوں تمنا کرتے ہیں کہ اگر لحد کی ظلمتوں، گہرائیوں اور تنگیوں میں انہیں جمال روئے رسالت مآب ﷺ کی ایک جھلک نظر آجائے تو پھر ان کا برزخ بھی صبح نورانی کی طرح جگمگا اٹھے گا اور لحد کی فضا عنبریں ہو جائے گی۔ قاضی صاحب مالک حقیقی سے اپنے نام ہی کے حوالے سے "صدق سلمانی" کے طلب گار ہیں۔

گزارشے ست الٰہی مرا بدرگاہت
امید ہست کہ از لطف او نہ گردانی
دمے کہ روح مجرد شود زپیکر خاک
دمے کہ مرگ نماید بدرد درمانی
دراں مغاک کہ تنگ ست و تار چوں دل من
جمال او بنمائی چو صبح نورانی
بہار تازہ بچشم فرشتگاں بخشی
مرا زتنگی گور و سوال برہانی
سمی فارس صدقم عطا بہ فرمائی
یک از ہزار بمن نیز صدق سلمانی

اگر ایک نیک انسان کی اولاد بھی نیک ہو تو ایسی اولاد کے حسنات وسعادات، اجداد کے لئے اخروی آسودگی کا باعث ہوتے ہیں۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ زندگی، موت اور اولاد کے بارے میں فی الواقع خوش قسمت ہیں کہ انہیں ایسی عابد اور زاہد اولاد نصیب ہوئی کہ انہیں دیکھ کر یا ان کی تحریروں کو پڑھ کر خود قاضی صاحب کی عظمتوں کا اجالا دل میں اترنے لگتا ہے۔ ان کے اخلاف حسن کردار و عمل کے ساتھ ساتھ ادبی اور شعری صلاحیتوں سے بھی متصف تھے اور یہ نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضور ﷺ کی محبت کا۔

سنبل بتاب و لالہ سیہ مست و گل بناز
یک جلوہ زاں جمال بہ گلزار آمدہ

☆ ☆

Marfat.com

حضرت بیدم وارثیؒ

(محمدؐ سر سے پا تک، مظہر حسن الٰہی ہیں)

حضرت بیدم شاہ، وارثی سلسلے کے ایک معروف رہنما تھے۔ وہ زہد وورع کے اعتبار سے بلند پایہ اور موزونیت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ایک ایسی شخصیت تھے جس کے قلم سے بکھرنے والی شعری شہ پارے ذوق سلیم کو مدتوں مسحور لذت رکھ سکتے ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ان کی شاعری صوفیانہ جذب وشوق کا دامن تھام کر، فکر وخیال کے افق پر ایک عرصہ صبح خنداں بن کر لو دیتی رہی ہے۔ صوفیائے کرام کا فارسی کلام تلحین ومزامیر کی زد سے اس لئے محفوظ رہا کہ سامعین کی اکثریت فارسی زبان کے فہم سے عاری ہوتی تھی۔ جبکہ اردو کلام، قوالوں اور سازندوں کے نرغے میں یوں آیا کہ اپنی ادبی حیثیت کھو بیٹھا اور سربازار رقصاں ہو کر رہ گیا اور یوں کتنے ہی لولوئے لالہ تھے کہ تحسین ناشناس کی ہاؤ ہو میں دب کر رہ گئے اور کتنے ہی قطرے تھے کہ صدف کی گود سے محروم رہے اور موتی نہ بن سکے۔

بیدم وارثی کے بیٹے سید ایاز وارث وارثی، اپنے والد گرامی قدر کی زندگی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"سادات کرام کی ایک شاخ سات آٹھ پشتوں سے اٹاوہ (یو۔پی۔ بھارت) میں آباد ہے۔ ان حضرات کا ذریعہ معاش زمینداری رہا ہے۔ اسی خانوادے کے ایک بزرگ سید انوار حسین کو اللہ تعالیٰ نے وہ فرزند عطا فرمایا جسے دنیا آج بیدم شاہ وارثی کے نام سے جانتی ہے جو اس خاکسار راقم سطور کے والد گرامی تھے ---- آپ کی تاریخ ولادت ٹھیک طور پر معلوم نہیں ہے۔ لیکن چونکہ آپ نے خود اپنا سن شریف وفات سے تھوڑے دن پہلے ۴۷ سال بتایا تھا اور آپ کی وفات نومبر ۱۹۳۶ء میں ہوئی تھی اس حساب سے آپ کا سن ولادت ۱۸۸۲ء قرار پاتا ہے ---- آپ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ آپ کا پیدائشی نام غلام حسنین تھا۔ بیدم شاہ کا لقب آپ کو پیرومرشد کی بارگاہ سے عنایت ہوا تھا جسے آپ نے اس طور سے اپنایا کہ والدین کا دیا ہوا نام فراموش ہو گیا۔ انتہا یہ ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ تک کو آپ کا پہلا نام یاد نہ رہا تھا ---- ذہانت اور ہنرمندی کے آثار بچپن ہی سے

Marfat.com

آپ میں نمایاں تھے۔ ابتدائی درسیات کی تکمیل اٹاوہ میں کی۔ اس کے بعد علی گڑھ چلے گئے اور وہاں سے فارغ التحصیل ہوئے۔ تعلیم کے میدان میں آپ کی جولانیاں دیکھنے والوں کو دنیاوی لحاظ سے ایک قابل رشک مستقبل کا پتا دیتی تھیں۔ لیکن مشیت الٰہی کچھ اور تھی۔ قسام ازل نے آپ کو مزاج عاشقانہ عطا فرمایا تھا۔ یہ آگ گویا خون بن کر رگ وپے میں رواں تھی۔ لیکن قبل ازاں کہ جذبات کا تلاطم غلط سمت اختیار کرتا۔ خوش قسمتی سے حضرت وارث عالم نواز کی شکل میں آپ کو ایک ایسا ہادی و رہنما مل گیا۔ جس نے بالکل نوعمری میں آپ کا رخ مجاز سے حقیقت کی طرف پھیر دیا------آپ کا وصال ۸ رمضان المبارک بروز منگل ۱۳۵۴ھ میں (نومبر ۱۹۳۶ء) کو ہوا۔ ان دنوں آپ لکھنؤ میں نواب رامپور کی بڑی بہن شہزادی بیگم صاحبہ جو آپ سے بیعت تھیں کی کوٹھی میں قیام فرماتھے لیکن بمصداق عمر پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا-----دیار یار جو عمر بھر آپ کا کعبہ مقصود رہا اب اس کی خاک آپ کو اپنی آغوش میں لینے کے لئے بے تاب تھی۔ چنانچہ آپ دیوہ شریف میں اپنے مرشد پاک کے قدموں میں مدفون ہوئے، خود ہی فرمایا تھا۔

اسی خاک آستاں میں کسی دن فنا بھی ہو گا
کہ بنا ہوا ہے بیدم اسی خاک آستاں سے"

بیدم وارثی کے نو مطبوعہ دیوان ہیں۔ اولین جان بیدم اور آخری مصحف بیدم ہے۔ ان کا کلام اپنی تمام تر ادبی وجاہتوں کے باوجود سماع کی محفلوں کو تو گرماتا اور تڑپاتا رہا۔ مگر اپنے ادبی اور فنی معیار کو نقد و نظر کی دنیا میں منوا نہ سکا یا دوسرے لفظوں میں ناقدین نے اسے محض ساز کی آواز سمجھتے ہوئے درخور اعتنا نہ سمجھا۔ ورنہ علامہ نیاز فتح پوری نے بیدم وارثی ہی کے بارے میں لکھا تھا۔

"آپ کے اشعار صدق وصفا کے آئینہ دار اور مہر ووفا کے گنجینہ دار ہیں۔ خیالات کی بلندی، مضامین کی ندرت اور طرز ادا کی جدت آپ کا دم بھرتی ہے۔ نئی ترکیبوں کے ابداع پر قدرت ہے آپ کے اشعار سوز و گداز اور درد واثر سے ہمکنار ہیں"

سید افقر وارثی کے الفاظ میں

Marfat.com

"شاہ صاحب کا کلام مختلف اصناف سخن پر محول ہے اور ہر صنف میں اثر و تاثر کی پوری پوری تصویر نظر آتی ہے۔ یعنی جس قسم کی مصوری درکار ہوئی صرف کی گئی۔ اسی کو قدرت سخن کہتے ہیں سلسلہ آتش مرحوم میں مولانا نثار اکبر آبادی ممتاز شاعر گزرے ہیں آپ کو انہی سے فیض سخن اور شرف تلمذ حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام میں آتش مرحوم کی سی کیفیات قلبی' درد' احساس' تصوف اور سوز و گداز کی چاشنی نمایاں نظر آتی ہے"

حکیم ابو العلا ناطق لکھنوی بیدم کی شاعری کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

"بیدم شاہ کا دم' ایک سانس میں انفس و آفاق کا پورا دائرہ بناتا ہے ایک ایک لفظ سے معنی کی تصویر کھینچتا ہے' تصویروں میں جان ڈالتا ہے' حقیقت کو نمایاں کرتا ہے اور پھر حقیقت' حقیقت ہی رہتی ہے بال کی کھال کھینچتا ہے پھر بال بال میں موتی پروتا ہے جو صوفی محض صوفی ہوتا ہے وہ قال کو حال میں لاتا ہے مگر جب صوفی شاعر بھی ہوتا ہے تو وہ حال کو قال میں لاتا ہے"

مولانا شفق عماد پوری لکھتے ہیں۔

"کہنے والے کہتے ہیں' قال اور ہے حال اور' مجاز اور ہے حقیقت اور' شاعر حسن مجازی کا گاہک' عارف حسن حقیقی کا خریدار' یہ دیوانہ وہ ہوشیار' یہ دلدادہ وہ جان نثار' کچھ ہو فدائی ہیں دونوں ایک ہی حسن کے' پروانے ہیں دونوں ایک ہی شمع کے۔

عاشق ہم از اسلام خراب است ہم از کفر
پروانہ چراغ حرم و دیر نداند

سراج الشعراء بیدم کو شمع انجمن وارثی کہئے یا چراغ بزم سخن' ہر طرح نور علیٰ نور' احرام پوش ہوئے لباس میں بھی محترم' سخن ور نکتہ رس ہونے کی حیثیت سے بھی قابل قدر' اردو غزل گوئی کے دور حاضر میں ایسے سحر البیان چند ہی نفوس نکلیں گے"

نواب نصاحت جنگ بہادر حضرت جلیل جانشین امیر مینائی کا یہ شعر بیدم ہی کے بارے میں ہے۔

دیوان پر بہار کے ہر تازہ شعر میں
معنی آبدار کی اک کائنات ہے

Marfat.com

غلام قادر قادری اثر جالندھری کا یہ شعر بھی دیکھ لیں۔

شستہ بہ آب زمزم وکوثر زبان اوست
زاں دلپذیر اہل حقیقت بیان اوست

اور اب آغا شورش کاشمیری کا ایک تاثر بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"جنوری ۱۹۳۵ء میں ایک وارثی فقیر حیرت شاہ جالندھر سے لاہور وارد ہوئے ان سے جمالیاتی ذوق کی مطابقت کے باعث تعلق خاطر ہو گیا۔ جون کے اواخر میں ان کے مرشد حضرت بیدم وارثی لاہور میں تشریف لائے اور موچی دروازے کے اندر حافظ معراج الدین کے مکان پر قیام کیا۔ بیدم ایک فقیر منش انسان اور بڑے نغز گو شاعر تھے آج بھی خانقاہوں اور قوالوں میں ان کے کلام کا چرچا ہے۔ خود اٹاوہ کے رہنے والے تھے لیکن جب سے زرد احرام باندھا تھا دیوا ہی کے ہو گئے تھے جو ضلع بارہ بنکی میں صوفی حق آگاہ حضرت حاجی وارث علیؒ کی آخری آرام گاہ ہے---- اس زمانے کے اکثر شعراء حاجی وارث علی سے بیعت تھے مثلاً سیماب اور جوش بھی شروع میں وارثی کہلاتے رہے۔ جگر کے متعلق بھی یہی روایت سنی گئی۔ اصغر گونڈوی کے بارے میں بھی یہی کہا گیا۔ لیکن بیدم ظاہر وباہر کلام و بیان میں وارثی ہو گئے تھے۔ ان کی ہم نشینی میں یو۔ پی کے فقراء کی تہذیب کا اندازہ ہوا میں نے ان سے ایک غزل پر تبرکاً اصلاح لی"

یہ چند آراء اس امر کو پایہ ثبوت تک لے جاتی ہیں کہ بیدم وارثی کی غزل، رمز وایماء کے پردے میں اہل دل کی کیفیات شوق کا ایک دل آویز اظہار ہے۔ اسے سن کر ذوق جھومتا، دل تڑپتا اور روح وجد کرتی ہے ان کے اشعار دل کی گہرائیوں سے ابھرتے ہیں اور ہوش وخرد اور قلب و نظر کو شکار کر جاتے ہیں۔ وہ نگاہ کی طرح اٹھتے بجلی کی طرح لپکتے اور تیر کی طرح دل میں ترازو ہو جاتے ہیں۔ اور تاثر کی یہ کیفیت وقتی نہیں، سرمدی ہوتی ہے یہی سرور جاودانی بیدم کی شاعری کا نشان امتیاز ہے۔

بیدم کی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے مسائل تصوف کو غزل کے علائم و رموز سے یوں نکھارا ہے کہ مجاز سے حقیقت پھوٹتی، ابھرتی اور پھیلتی محسوس ہوتی ہے۔ حق یہ ہے کہ جذبہ اور گداز شاعری کو فسون واعجاز بنا دیتے ہیں کہ دل کی دنیا سے ابھرا ہوا نقش انتہائی پائیدار ہوتا ہے جبکہ بیان وبدیع کی کرشمہ سازیاں اس نقش حسیں کو تیرو نشتر بنا دیتی ہیں۔ رمزیت وایمائیت کے بغیر غزل کا حسن کجلا جاتا ہے گویا غزل میں ان علامتوں کے بغیر بات بنتی ہی نہیں۔

Marfat.com

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ وساغر کہے بغیر

اور بیدم وارثی فی الواقع بات بنانا جانتے تھے۔ بقول شاعر۔

بات بنانا مشکل سا ہے شعر سبھی یاں کہتے ہیں
فکر بلند سے یاروں کو اک ایسی غزل کہہ لانے دو

حق یہ ہے کہ آج وہی شعر کیف سامانیوں کے ساتھ ذوق کو سیراب وشاداب کرتا ہے جو غزل کے رنگ اور آہنگ میں کہا جاتا ہے۔

نعت ایک قدیم ترین صنف سخن ہے اس نقطہ نظر سے کہ نعت مدحت رسول ﷺ کا دوسرا نام ہے خواہ وہ مدحت نثر میں ہو یا نظم میں۔ خود خدا کی ذات بلند وبرتر' حضور ﷺ کی واصف وناعت ہے اور جملہ سماوی صحائف' حضور ﷺ کی شان مدحت سے لبریز اور یوں یہ صنف سخن ازل سے ابد کو محیط ہے۔ یعنی نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم' اصطلاح سخن کے اعتبار سے نعت' شعری پیرائے میں جگمگانے والی توصیف رسول ﷺ کا دوسرا نام ہے کبھی یہ توصیف قصائد کے انداز میں نظر آتی ہے' کبھی طویل نظموں کی شکل میں۔۔۔۔۔۔۔اور آج زیادہ تر غزل ہی کے لب ولہجے میں نعت سرائی ہو رہی ہے کہ غزل ایک ایسی نغماتی فکر ہے جو کائنات کی وسعتوں کو ناپ سکتی ہے۔ دل گداختہ اسے جنم دیتا' ذہن کی پختگی اسے سنوارتی اور تخیل کی رفعت اسے تاثر عطا کرتی ہے اس کا ہر شعر آہ کی طرح اٹھتا اور آنسو کی طرح گرتا ہے یہ ان رموز کی سچی عکاس ہے جو ذرہ سے خورشید تک اور دامان باغباں سے کف گلفروش تک پھیلے ہوئے ہیں۔ غزل کی یہی وہ گہرائی' گیرائی اور رعنائی ہے جس نے نعت گوئی کو تاثر کا حسن دیا ہے۔ بیدم وارثی کی نعت نگاری کا جائزہ لینے سے پہلے ان کے سوز دروں اور رنگینی حسن بیان کی ایک جھلک ان کی غزل کے روپ میں دیکھئے۔

مجھے پامال بھی کرتے ہیں انداز تغافل سے
مجھی سے پوچھتے بھی ہیں کہ سرگرم فغاں کیوں ہو
نئی دنیا بنا دی لذت ذوق اسیری نے
قفس کے رہنے والوں کو خیال آشیاں کیوں ہو

Marfat.com

درد فراق، زخم جگر، داغہائے دل
آیا ہوں ان کی بزم سے کیا کیا لئے ہوئے
جس شاخ پر چمن میں بنایا تھا آشیاں
بجلی گری اسی کا سہارا لئے ہوئے

بیدم نہ اپنا نخل تمنا ہرا ہوا
آئی بھی اور گزر بھی گئی رت بہار کی

انہیں تو مشق تیر ناز کی دھن ہے وہ کیا جانیں
کسی کی جان جائے یا کسی دل کا نشانہ ہو
نہ پوچھ اس عندلیب سوختہ ساماں کی حالت کو
قفس کے سامنے برباد جس کا آشیانہ ہو

وہ شیدا حسن صورت پر، فدائے حسن معنی ہم
فسانہ قیس کا بیدم ہماری داستاں کیوں ہو

میں اور حسن یار کا جلوہ لئے ہوئے
ذرہ ہے دلفریبی دنیا لئے ہوئے
دنیا سے بے نیاز زمانہ سے بے خبر
بیدم ہے تیرا، تیری تمنا لئے ہوئے

مشعل راہ وفا ہے مرا ذرہ ذرہ
کیوں مری خاک پہ کرتا ہے چراغاں کوئی

چومی رکاب اٹھ کے کسی شہسوار کی
ہمت تو دیکھئے مری مشت غبار کی

Marfat.com

ہماری خاک ہوتی یار کے نقش قدم ہوتے
ترے کوچے میں رہتے کاش پیوند زمیں ہو کر

اک میں کہ مجھ سے سارے زمانے کو اختلاف
اک تم کہ تم پہ ساری خدائی نثار ہے

اشک حسرت کی فراوانی بھی اک طوفان ہے
یوں تو قطرہ ہے جو بہہ جاتا تو دریا دیکھتے

خون دل عاشق کے اس قطرے کا کیا کہنا
دنیائے وفا جس نے رنگین بنا ڈالی

حاضر ہیں میرے جیب وگریباں کی دھجیاں
اب اور کیا تجھے دل دیوانہ چاہئے

صد شکر یہ دن ترک تمنا نے دکھایا
اب ڈھونڈتا پھرتا ہے دعاؤں کو اثر آج

بجھانے والے بجھاتے کسی کے دل کی لگی
چراغ ہستی' عاشق کو کیا بجھانا تھا

شوریدہ حال تیرے کہاں جائیں کیا کریں
راحت تری گلی میں نہ چین اپنے گھر میں ہے

بس اک فروغ نقش کف پا کے فیض سے

Marfat.com

ہر ذرہ آفتاب تری رہگزر میں ہے

چلی ہیں میری آہیں عرش کا پایہ ہلانے کو
کہیں برہم نظام عالم بالا نہ ہو جائے

یہ آندھی کیا اڑائے گی' یہ بجلی کیا جلائے گی
بہت اونچی' بہت اونچی ہے شاخ آشیاں میری

پہلے بھی تیغ ناز چمکنے میں برق تھی
میرے لہو میں ڈوب کے دونی نکھر گئی

یہ ملا عرض تمنا کا جواب
مسکرائے مسکرا کر رہ گئے

بعد میرے' مرا حال دل بنے گا داستاں
ذکر میرا ہو گا افسانہ زمانے کے لئے

وہ بھی اس غارت گرجاں کا شریک راز تھا
دل وہ دل جس کی وفا داری پہ ہم کو ناز تھا

بیدم وارثی تصوف کے ایک ایسے سلسلے سے منسلک تھے جن کے ہاں سماع کا ذوق و شوق نمایاں تھا۔ سماع جہاں روح کو "اک گونہ بیخودی" اور ایک نوع کی سرشاری عطا کر کے انسان کو مکروہات دنیاوی سے کچھ لمحوں کے لئے دور لے جاتا ہے وہاں موزونی طبع اور شعری ذوق کو پر پرواز بھی عطا کرتا ہے۔ بیدم کی فکری رفعت' قلبی کیفیت اور شعری موزونیت بھی ان کی غزل سے نمایاں ہے اور بعض اشعار سے ان کی ذاتی زندگی کے بارے میں اشارے ملتے ہیں کہ ان کا دل' درد کا منبع تھا اور ان کی زندگی جذب وجنوں کی کیف آور سرمستیوں سے عبارت

Marfat.com

تھی۔ چند مزید اشعار دیکھئے اور سوچئے کہ اس مقام کی حامل شخصیت کی قلبی واردات جب حمد و مناجات اور نعت و منقبت کا روپ دھاریں گی تو اظہار و اسلوب کی جدت کس کس انداز سے یخ بستہ دلوں کو انگارا نہیں بنائے گی کہ فن کار کی سیرت بہرکیف فن پاروں میں اکثر اپنی جھلک دکھا جاتی ہے کیونکہ شاعر تو قاری کے روبرو نہیں ہوتا مگر اس کا فن' شخصی حاضری کا کام دیتا ہے۔ اقبال نے کہا تھا۔

آیا کہاں سے نالہ نے میں سرور مے
اصل اس کی نے نواز کا دل ہے کہ چوب نے

مولانا حسن نظامی کے الفاظ میں

"آئندہ زمانے میں اردو زبان بحثیت زبان جس قدر ترقی کرے گی اس میں غالب وذوق وغیرہ کے چرچے بھی ترقی کریں گے کہ وہ اردو شاعری کے روح رواں تھے لیکن کلام بیدمؒ سے بیدمؒ اردو میں روحانی جان پیدا ہو گی۔ اس لئے میں کلام بیدم کا وجود کائنات میں دل سے خیر مقدم کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ بیدم تخلص ہی پورا کلام ہے اور اس کے بعد جو کچھ ہے وہ تخلص کی تفسیر و تشریح ہے اور جب تک اردو کے دم میں دم باقی ہے کلام بیدم ہمیشہ باقی رہے گا"

اب نیاز و ناز اور سوز و گداز کی قوس قزح کی ایک نظر دیکھئے۔

ہر ذرہ مری خاک کا ہے شوق کی دنیا
ہر قطرہ مرے اشک کا عنوان تمنا

فلک پر ڈھونڈتے ہیں ہم وہ ایمن پر چمکتی ہے
یہ معیار تجلی ہے وہ معیار نظر اپنا

سجا کر لخت دل سے کشتی چشم تمنا کو
چلا ہوں بارگاہ عشق میں لے کر یہ نذرانہ
یہ لفظ سالک و مجذوب کی ہے شرح اے بیدم
کہ اک ہشیار ختم المرسلینؐ اور ایک دیوانہ

Marfat.com

ترے قدموں پہ سر ہے سامنے تو ہے تصور میں
مرا نقش جبیں پھر بار سنگ آستاں کیوں ہو

آخری سانس بنے زمزمہ ہو اپنا
ساز مضراب فنا تار رگ جاں ہو جائے
یہ بھی اک معجزۂ وحشت دل ہے بیدم
کہ مری خاک کا ہر ذرہ بیاباں ہوجائے

اک سادہ ورق تھی مری امیدوں کی دنیا
رنگیں ہوئی، رنگین نگاہوں کے اثر سے

اک میں کہ میری شام، شب انتظار ہے
اک وہ کہ جن کی شام امید سحر میں ہے

مشعل بکف چلا مرا داغ آرزو
بھٹکے نہ راستے میں کہیں کاروان شوق

نہ پوچھ اے ہم نشیں کچھ مجھ سے شرح چاک دامانی
کہ ہر اک صفحہ گل پر لکھی ہے داستاں میری

یہ چند اشعار محض اس لئے دیئے گئے ہیں کہ قارئین بیدم وارثی کی نغز گوئی کے معیار، اعتبار اور وقار کا اندازہ کر سکیں۔ حق یہ ہے کہ بیدم کی جملہ غزلیں صوفیانہ انداز فکر کی ایک نغماتی شکل ہیں۔ وہ خود دل والے ہیں اور اللہ والوں کے حضور میں، برنگ شعر جھکے اور بچھے جاتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی سنت انہی سے روشن اور دل کی دنیا انہی سے تاباں ہے۔ ہم مسلمان اللہ تعالیٰ کے اس لئے پرستار ہیں کہ اس کی خبر ہمیں حضور ﷺ کی گفتار صدق اظہار سے ملی۔ ہم صحابہ کرامؓ کی عظمتوں کے لئے اس لئے ثناخواں ہیں کہ انہوں

Marfat.com

نے اپنی آنکھوں سے حضور ﷺ کو دیکھا۔ ان سے زندگی کی تاب و تب لی، جمال نبوت کی دلکش اداؤں سے پھول چنے اور خود کو گلزار بنالیا۔ وہ فی الواقع ستارے ہیں کہ ہم ان ستاروں کی لو سے اپنے دیئے جلا سکتے ہیں۔ علماء و فقہاء کا احترام بھی واجب ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کے سمندر سے موتی چنے۔ شمع رسالت مآب ﷺ سے دعوت و تذکیر کے چراغ روشن کر کے بصیرت کی راہوں میں اجالا کیا۔ اور ہمارے دل ان فقیران کج کلاہ کے حضور میں بھی جھکے جاتے ہیں کہ وہ نگاہوں سے دلوں کی کائنات بدلتے رہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا جذب دروں، کفر کے آشیانوں پر برق خاطف بن کر گرتا اور گلشن اسلام پر سحاب بہار بن کر لہراتا رہا۔ یہی محبت اسلام ہے اور یہی ارادت ایمان۔

علامہ اقبال نے درست کہا تھا۔

دیں سراپا سوختن اندر طلب　　　انتہائش عشق و آغازش ادب

میں سمجھتا ہوں کہ جہاں بھی حسن و رعنائی اور سلیقہ و قرینہ ہے وہ حضور ﷺ ہی کا فیض ہے اور حسن و جمال کے کمال کو جب بھی خراج ارادت پیش کیا جائے گا وہ بالواسطہ نعت ہی سمجھا جائے گا کیونکہ آپؐ تشریف نہ لاتےؐ تو یہ کائنات تاریک ہوتی اور بصارت بصیرت کے اجالوں سے محروم رہتی۔ بقول حمایت علی شاعر۔

میں آدمی کا قصیدہ جو لکھتا رہتا ہوں
قصیدۂ شہؐ لولاک کے سوا کیا ہے

بیدم وارثی کا دل جس والہانہ انداز سے رشد و ہدایت کے ان آستانوں کا طواف کرتا ہے اس کی کیفیت اس اعتبارؒ سے معتبر ہے کہ اس سے پتا چلتا ہے کہ جو قلم صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظامؒ کے حضور میں یوں رطب اللساں ہے۔ وہ جب نعت نبی ﷺ میں رواں ہو گا تو شاخ گفتار پر کیسے کیسے غنچے پھول نہیں بنیں گے کہ یہی محبت معیار ایمان ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جو شاعر صحابہؓ و اولیاء کے مناقب میں یوں ڈوب کر لکھتا ہے اس کی نعت موج صبا بن کر دلوں پر دستک کیوں نہیں دے گی؟ سب سے پہلے چند وہ شعر دیکھئے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اپنی بے مائیگی سے متعلق ہیں۔

کل عرصہ محشر میں جب عیب کھلیں میرے
رحمت تری پھیلا دے دامان خطا پوشی

Marfat.com

اس کی کیا شرم نہ ہو گی تجھے اے شان کرم
تیرا بندہ جو ترے سامنے رسوا ہو جائے

رحمت کی گھٹا آج جو گھنگھور اٹھی ہے
یارب یہ مری کشت تمنا پہ بھی برسے

کاسہ چشم تمنا میں جو چاہے بھر دے
اے شہ حسن کمی کیا تری سرکار میں ہے

میرے عصیاں دیکھ کر میری ندامت دیکھ کر
کیسے ممکن ہے تری رحمت نہ آئے جوش میں
دیکھ کر دریا رواں اشکوں کا میری آنکھ سے
لہریں لیتا ہے تبسم اس لب خاموش میں

دامان استجاب کی کلیاں کھلی رہیں
یارب وہ ہو قبول جو بیدم دعا کرے

زاہد کو اپنے زہد و عبادت کا ہے غرور
مجھ کو ترے کرم' تری رحمت پہ ناز ہے

دینے والے تجھے دینا ہے تو اتنا دیدے
کہ مجھے شکوۂ کوتاہی داماں ہو جائے

بیدم وارثی کے نعتیہ آہنگ پر غور کرنے سے پہلے ان کا رنگ منقبت ملاحظہ کیجئے تصوف کے بیشتر سلسلے حضرت علیؓ تک پہنچتے ہیں۔ حضرت علیؓ کے حضور میں بیدم یوں اظہار ارادت کرتے ہیں۔

خاک کے ذروں میں عطر بوترابی کی مہک

Marfat.com

باغ کے ہر پھول سے آتی ہے خوشبوئے علیؓ

کحل البصر ہے خاک قدم بوترابؓ کی
نقش قدم ہے قبلہ ایمان اولیاء
دیباچہ کتاب ولایت ہیں مرتضیٰؓ
اور غوث پاک مطلع دیوان اولیاء

اب غوث پاکؒ کی شان میں چند اشعار دیکھئے

سرتاج پیراں' قطب جہانی میراں محی الدین شیخ زمانی
خضر طریقت' شمع ہدایت بحر حقیقت' گنج معانی
اے کاش سنتے' سرکار جیلاں میری کہانی میری زبانی

شاہوں سے بھی اچھا ہوں کیا جانئے کیا کیا ہوں
ہاتھ آئی ہے قسمت سے در کی ترے دربانی

اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے عقیدت' حسن ایمان کی دلیل بھی ہے اور حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثبوت بھی۔ چند شعر دیکھئے۔

اے زاہد فسردہ اگر شوق خلد ہے
آ دیکھ لے بہار گلستان اولیاء
شاہی کی جستجو نہ تجمل کی آرزو
بیدم ہے اک غلام غلامان اولیاء

خلد والوں کو دکھانے کے لئے
اک ترے کوچہ کا نقشہ چاہئے

ساغر کی آرزو ہے نہ پیمانہ چاہئے
بس اک نگاہ مرشد میخانہ چاہئے

Marfat.com

اس کے حریم ناز میں عقل و خرد کو دخل کیا
جس کی گلی کی خاک کا ذرہ جہان راز ہو

خواجہ معین الدین چشتیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

خواجہ تری خاک آستانہ ہے طرۂ تاج خسروانہ
قائم رہے تا قیام عالم یہ قصر، یہ بزم صوفیانہ

حضرت علاؤ الدین صابرؒ کے متعلق ان کے دل اور قلم کی ہم آہنگی دیکھئے۔

تمنا ہے کہ میری روح جب تن سے روانہ ہو
دم آنکھوں میں ہو اور پیش نظر وہ آستانہ ہو
زباں جب تک ہے اور جب تک زباں میں تاب گویائی
تری باتیں ہوں، تیرا ذکر ہو، تیرا فسانہ ہو

یہاں ہر مردہ دل آ کر حیات تازہ پاتا ہے
بہار جاوداں ہے ہمکنار روضہ صابرؒ

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی شان میں ان کا قلم یوں سراپا آرزو ہے۔

ہزاروں حسرتیں لے کر تمہارے در پہ آیا ہوں
زباں خاموش ہے لیکن سراپا مدعا ہوں میں
مری عرض تمنا بھی عجب عرض تمنا ہے
کہ تم کو مانگتا ہوں اور تمہیں سے مانگتا ہوں میں

میں آپ کا دیوانہ ہوں محبوب الٰہیؒ
اپنے سے بھی بیگانہ ہوں محبوب الٰہیؒ

اب ان کے مرشد حضرت وارثؒ سے

بیدم کمین بندہ از بندگان تست
زیں در کجا رود کہ سگ آستان تست

Marfat.com

سلام علی وارث دیں پنا ہے
ضیا بخش حسن رخ مہر و ما ہے

سلام اے مرتضیٰؑ صورت، سلام اے مصطفیٰ سیرت
سلام اے ہادی دیں، سلام اے مہدی ملت

سلام اے سروبستانے بہار ہر گلستانے
سلام اے نور یزدانی، سلام اے پنج تن شانے

پنج تن کے نام کا طغریٰ ہے خط نور میں
دور سے چمکے گا محشر میں نشان وارثی

سلام اے گلبن باغ تمنا
فروغ مجلس داغ تمنا

بیدم وارثی کے شوق عاشقانہ اور ذوق شاعرانہ کی ایک ہلکی سی جھلک کے بعد، مصحف بیدم میں موجود، ان کی گیارہ نعتوں کا ایک اجمالی جائزہ اور تجزیاتی تذکرہ مقصود ہے گو یہ نعتیہ سرمایہ بہت مختصر ہے مگر یہ ان کی قلبی محبتوں اور روحانی لرزشوں کا آئینہ دار ہونے کے ساتھ ساتھ ان ادبی خصائص سے بھی بہرہ ور ہے جنہیں نہ اہل نظر، نظرانداز کر سکتے ہیں نہ تماشائی------------یہ ممکن ہے کہ احتیاط کے تقاضوں نے نعت کے میدان میں ان کے قلم کو سربگریباں اور خود انہیں انگشت بدنداں رکھا ہو اور انہیں حرف حرف، سنبھلنا اور لفظ لفظ سوچنا پڑا ہو اور یوں بات مختصر رہ گئی ہو---------بہرکیف یہ سرمایہ اس قابل ضرور ہے کہ نعت کی دنیا میں بیدم کو زندہ بھی رکھ سکے، ان کے مقام کا تعین بھی کرا سکے اور ان کے لئے بہترین زاد راہ بھی ثابت ہو سکے۔ حق یہ ہے کہ اس مختصر سے نعتیہ سرمائے سے ان کے شوق نعت گوئی کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر بے تاب اور بے حساب ہے اور سچ یہ ہے کہ یہی وہ مقام ہے جہاں کمیت نہیں، کیفیت دیکھی جاتی ہے۔

Marfat.com

پہلی نعت یوں ہے۔

آئی نسیم کوئے محمد ﷺ
کھنچنے لگا دل سوئے محمد ﷺ
کعبہ ہمارا کوئے محمد ﷺ
مصحف ایماں روئے محمد ﷺ
لے کے مراد دل آئیں گے مر جائیں گے مٹ جائیں گے
پہنچیں تو ہم تا کوئے محمد ﷺ
طوبیٰ کی جانب تکنے والو آنکھیں کھولو ہوش سنبھالو
قد دلجوئے محمد ﷺ
ہم اسی کا باب کرم ہے دیکھ یہی محراب حرم ہے
دیکھ خم ابروئے محمد ﷺ
بھینی بھینی خوشبو لہکی بیدم دل کی دنیا مہکی
کھل گئے جب گیسوئے محمد ﷺ

اس نعت کی ردیف صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس ردیف کے ساتھ بہت سے شاعروں نے نعتیں کہی ہیں۔ اس نوع کی نعتوں پر مشتمل ایک نعتیہ انتخاب (صلی اللہ علیہ وسلم۔ راز کاشمیری) چھپ بھی چکا ہے۔ بیدم وارثی کی اس نعت میں ایک کیف بداماں نغمگی ہے۔ تراکیب کا حسن نمایاں ہے۔ وہ کمال عشق و مستی میں حضور ﷺ ہی کی چوکھٹ کو اپنی منزل مراد قرار دیتے اور انہی کے رخ زیبا کو اپنا مصحف ایمان سمجھتے ہیں کہ انہی کے وسیلے سے ہمیں عرش و فرش کے مالک حقیقی اور مدبر حقیقی کا پتا چلا۔ ان کے نزدیک رسول پاک ﷺ کے قامت رعنا کے روبرو طوبیٰ بے حیثیت ہے اور آپ ہی کا خم ابرو، محراب حرم ہے اور یہی وجہ ہے کہ روئے کعبہ بھی سوئے محمدؐ ہے اور یہ انہی عنبریں گیسوؤں کا فیض ہے کہ عرب کا صحرا ایک عالم کو نکہتیں بانٹ رہا اور ادھر سے آنے والی باد صبا، شاخ نہال دل کے لئے وجہ نمو اور غنچہ ہائے خاطر کے لئے باعث ابتسام بنی ہوئی ہے اسی طرح ان کی ایک نعت صلی اللہ علیک وسلم کی ردیف میں بھی ہے۔

دوسری نعت دیکھئے۔

Marfat.com

یہ ادنیٰ ہے وصف کمال محمدؐ		کہ ہے عرش زیر نعال محمدؐ
جدا ہو نہ دل سے خیال محمدؐ		زباں پر رہے قیل وقال محمدؐ
ہیں حسنینؓ حسن وجمال محمدؐ		علیؓ زور دست کمال محمدؐ
گلستان زہراؓ کا ہر پتا پتا		ہے آئینہ دار خصال محمدؐ
سلام اور تیری رحمتیں روز افزوں		الٰہی بر اصحاب و آل محمدؐ
حسین وجمیل و ملیحان عالم		نمک خوار خوان جمال محمدؐ
یہ ہے مختصر شرح شرع وطریقت		کہ اک قال ہے ایک حال محمدؐ
مری جان پر غم مرا قلب محزوں		اویسؓ ایک ہے اک بلالؓ محمدؐ
مرے دل کا دل، جان کی جان بیدم		ملال محمدؐ خیال محمدؐ

یہ نعت جہاں مواد کے اعتبار سے وقیع ہے وہاں اپنی جمالیاتی ہیئت کا نقش بھی دل پر ثبت کر رہی ہے۔ بیدم وارثی کے خیال میں معراج مصطفیٰؐ دلیل عظمت انسانی ہے اور یہ وصف کمال محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ حسنینؓ حسن محمدؐ کے عکاس ہیں اور جملہ اہل بیت اسوہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاسدار۔ سچی بات یہ ہے کہ اس کائنات میں جہاں بھی کوئی حسن وخوبی ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے پرتو جمال کی آئینہ دار ہے۔ بقول شاعر۔

بہار شرح جمال تو دادہ در ہر فصل
بہشت ذکر جمیل تو کردہ در ہر باب

تشبیہات واستعارات کے اعتبار سے بھی یہ نعت، جمالیاتی دلپذیری کا ایک نغماتی شاہکار ہے۔ وہ اپنی جان غم زدہ کو اویسؓ محمدؐ اور اپنے قلب حزیں کو بلالؓ محمدؐ قرار دیتے ہیں۔ ایک مقام پر وہ شریعت اور طریقت کی الجھی ہوئی بحث کو اس ایک شعر میں انتہائی خوبصورتی سے سلجھا گئے ہیں جبکہ شعر صنعت لف ونشر مرتب کی ایک خوبصورت مثال بھی ہے۔

یہ ہے مختصر شرح شرع وطریقت
کہ اک قال ہے ایک حال محمدؐ

شریعت، ضوابط ربانی کو اپنے جسم پر نافذ کرنے کا نام ہے جب کہ طریقت میں ان ظاہری ضوابط کو روح ودل کے ساتھ ہم آہنگ کیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو احکام فرمائے وہ شریعت ہے اور عملی زندگی میں ان کا جو اظہار فرمایا وہ طریقت ہے۔ شریعت مسلمان کو قرآن کا قاری بناتی ہے جبکہ طریقت اسے چلتا پھرتا قرآن بنا دیتی ہے۔ طریقت، شریعت ہی کی ایک عملی

Marfat.com

اور تکمیلی شکل ہے۔ ان میں کوئی مغائرت نہیں۔ دونوں کے متوازن امتزاج کا نام اسلام ہے۔ ہمارے دین میں، ذہن وذوق کی ایک حسین وجمیل مطابقت جھلکتی ہے۔ شریعت میں اعضاو جوارح کو آمادہ کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ طریقت میں اعضاو جوارح انسانکو خود آمادہ کرتے ہیں۔

رقابت علم وعرفاں میں، غلط بنی ہے منبر کی
کہ وہ حلاج کی سولی کو سمجھا ہے رقیب اپنا

تیسری نعت ہے۔

عدم سے لائی ہے ہستی میں آرزوئے رسولؐ
کہاں کہاں لئے پھرتی ہے جستجوئے رسولؐ
خوشا وہ دل کہ ہو جس دل میں آرزوئے رسولؐ
خوشا وہ آنکھ جو ہو محو حسن روئے رسولؐ
تلاش نقش کف پائے مصطفیؐ کی قسم
چنے ہیں آنکھوں سے ذرات خاک کوئے رسولؐ
پھر ان کے نشہ عرفاں کا پوچھنا کیا ہے
جو پی چکے ہیں ازل میں مئے سبوئے رسولؐ
بلائیں لوں تری اے جذب شوق صل علیٰ
کہ آج دامن دل کھچ رہا ہے سوئے رسولؐ
شگفتہ گلشن زہراؓ کا ہر گل تر ہے
کسی میں رنگ علیؓ ہے اور کسی میں بوئے رسولؐ
عجب تماشا ہو میدان حشر میں بیدم
کہ سب ہوں پیش خدا اور میں روبروئے رسولؐ

اس دل کی خوش بختی کا کون اندازہ کر سکتا ہے جو حب رسول ﷺ اور آرزوئے رسول ﷺ سے سرشار ہو۔ یہ نعت، آرزو کی انہی کیف آفرینیوں سے عبارت ہے۔ بیدم کوئے محبوب کے ذرے ذرے کو عقیدت کی نگاہوں سے چومتے بھی ہیں اور چنتے ہیں۔ عشق رسول ﷺ ان کے سبوئے جاں میں کیمیا بن کر چھلکتا اور دامن دل خود بخود سوئے مدینہ کھنچا چلا جارہا ہے اور یوں لگتا ہے کہ

کوئی کھینچے لئے جاتا ہے خود جیب وگریباں کو

Marfat.com

"مصحف بیدم" کی چوتھی نعت کے چند شعر ہیں۔

محشر میں محمدؐ کا عنوان نرالا ہے
امت کی شفاعت کا سامان نرالا ہے
خوبی وشمائل میں ہر آن نرالا ہے
انسان ہے وہ لیکن انسان نرالا ہے
تزئین شب اسریٰ دیکھی تو ملک بولے
کیا آج خدا کے گھر مہمان نرالا ہے
مستوں کے سوا تجھ کو سمجھا نہ کوئی سمجھے
اے پیر مغاں تیرا عرفان نرالا ہے
وہ مصحف رخ دل میں آنکھوں میں تصور ہے
البیلی تلاوت ہے قرآن نرالا ہے
پھولوں میں مہکتا ہے بلبل میں چہکتا ہے
جلوہ تری صورت کا ہر آن نرالا ہے
اس مصحف عارض کو قرآن سمجھتے ہیں
ان اہل محبت کا ایمان نرالا ہے

یہ نعت بیدم کے جذب والہانہ کا بے ساختہ اظہار ہے۔ بیدم کے خیال میں مستانہ سرخوشی کے بغیر عرفان رسالت ناممکن ہے۔ اس میدان میں جو جتنا مست ہے اتنا ہی ہوشیار ہے۔ جنوں والوں کے نزدیک حضور ﷺ کا مصحف رخ ہی قرآن ہے اور اسے دیدہ ودل میں بسانا' تلاوت ہے کہ اس رخ رنگیں کے جلوے لالہ وگل کی رعنائیوں میں انگڑائی لیتے محسوس ہوتے ہیں۔ چاند اس رخ انور کے مقابل پھیکا پھیکا سا لگتا ہے حق یہ ہے کہ اس کائنات کی ساری زیبائی' حضور ﷺ ہی کا فیض ہے اور یہ بزم جہاں انہی کی خاطر آراستہ کی گئی ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ جسے اس در کی گدائی نصیب ہو گئی اسے کسی اور نعمت کی ضرورت نہیں۔

گدائے کوئے تو از ہشت خلد مستغنی است
اسیر بند تو از ہر دو عالم آزاد است

اب بیدم وارثی کے اس دیوان کی پانچویں اور چھٹی نعت دیکھئے۔

Marfat.com

قبلہ و کعبہ ایمان، رسولؐ عربی
دو جہاں آپ پہ قربان رسولؐ عربی
چاند ہو تم جو رسولان سلف تارے ہیں
سب نبی دل ہیں تو جان رسولؐ عربی
صدقہ حسنینؓ کا روضہ پہ بلا لو مجھ کو
ہند میں ہوں میں پریشان رسولؐ عربی
کس کی مشکل میں تری ذات نہ آڑے آئی
تیرا کس پر نہیں احسان رسولؐ عربی
کوئی بہتر ہے تو بہتر سے بھی بہتر ہے تو
سب سے اعلیٰ ہے تری شان رسولؐ عربی
تیرا دیدار ہے دیدار الٰہی مجھ کو
تیری الفت مرا ایمان رسولؐ عربی
مجمع حشر میں اس شان سے آئے بیدم
ہاتھ میں ہو ترا دامان رسولؐ عربی

میرا دل اور مری جان مدینے والے
تجھ پہ سو جان سے قربان مدینے والے
باعث ارض و سماء صاحب لولاک لما
عین حق صورت انسان مدینے والے
بھر بھر دے، مرے داتا مری جھولی بھر دے
اب نہ رکھ بے سروسامان مدینے والے
کل کے مطلوب کا محبوب ہے معشوق ہے تو
اللہ اللہ رے، تری شان مدینے والے
آڑے آتی ہے تری ذات ہر اک دکھیا کے
میری مشکل بھی ہو آسان مدینے والے
پھر تمنائے زیارت نے کیا دل بے چین

Marfat.com

پھر مدینے کا ہے ارمان مدینے والے
دل بھی مشتاق شہادت ہے کماندار عرب
اس طرف بھی کوئی پیکان مدینے والے
تیرا در چھوڑ کے جاؤں تو کہاں جاؤں میں
میرے آقا مرے سلطان مدینے والے
سگ طیبہ مجھے سب کہہ کے پکاریں بیدم
یہی رکھیں مری پہچان مدینے والے

درج بالا دونوں نعتیں گو اپنی ردیف کے اعتبار سے مانوس ہیں اور سامعین اکثر قوالوں سے سنتے رہے ہیں۔ مگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ان کا ہر شعر تغزل کے اعتبار سے قابل قدر اور مفہوم و مطالب کے لحاظ سے قابل غور ہے۔ اس قدر سہل اور رواں لب و لہجے میں اس نوع کے بلیغ حقائق کو سمو دینا' بیدم وارثی ہی کی شاعرانہ عظمت کا کمال ہے۔ شرعی نقطہ نظر سے بات کو پرکھنے والوں کے نزدیک ممکن ہے بعض مقام محل نظر ہوں۔ مگر عشق' جب جنوں کو چھوتا ہے تو وہ مکلف نہیں رہتا۔ انور صابری کی نعت کے دو شعر ہیں۔

کہا ہے کس نے کہ مدہوشی محبت میں
دل شکستہ عاشق کا آسرا نہ کہو
کہا ہے کس نے کہ مایوسیوں کے عالم میں
جہان عشق کا مقصود و مدعا نہ کہو

ساتویں نعت یوں ہے۔

رہا جو مدتوں تاج سر عرش بریں ہو کر
وہی چمکا عرب میں نور رب العالمیں ہو کر
محمدؐ سر سے پا تک' مظہر حسن الہی ہیں
کہ آئے دہر میں تصویر صورت آفریں ہو کر
محمد سب سے پہلے ہم گنہگاروں کو پوچھیں گے
ہمیں وہ بھول سکتے ہیں شفیع المذنبیں ہو کر
ہمارا کچھ نہ ہونا لاکھ ہونے کے برابر ہے
چلے دنیا سے ہم شیدائے ختم المرسلیں ہو کر

Marfat.com

ہمارے سر پہ بیدم ظلِ دامان محمدؐ ہے
تو کیا کر لے گا پھر خورشید محشر خشمگین ہو کر

حضور ﷺ پر جان قربان کرنا، ان کا محبوب حق ہونا، ان کی رحمت کا شکستہ دلوں کا آسرا بن جانا، ان کا مظہر حسن الٰہی ہونا اور سر محشران کی شفیع المذنبینی، ایسے مضامین ہیں جنھیں کم و بیش ہر نعت گو نے برتا ہے۔ مگر بیدم نے ان نعتوں میں انھی قدیم اور عام مضامین کو ادا کی اس طرفگی کے ساتھ استعمال کیا ہے کہ بعض اشعار فی الواقع سحر حلال ہو گئے ہیں۔

آٹھویں نعت درود پاک کی ایک مترنم اور غنائی کی شکل ہے۔

ماہ درخشاں، نیر اعظم صلی اللہ علیک وسلم
از سرتاپا نور مجسم، صلی اللہ علیک وسلم
میرے ہی کیا کل کے سرور، ہر برتر سے بھی تم برتر
رحمت عالم خیر مجسم صلی اللہ علیک وسلم
ڈوبے ہوؤں کو تم نے ابھارا، بگڑے ہوؤں کو تم نے سنوارا
حامی و محسن نوحؑ و آدمؑ صلی اللہ علیک وسلم
سب سے بڑھ کر سب سے اعلیٰ سب سے افضل سب سے بالا
سرور دیں سردار عالم صلی اللہ علیک وسلم
حرزیمانی، اسم اعظم دافع رنج و مصیبت بیدم
نام مبارک قلعہ محکم صلی اللہ علیک وسلم

اب نویں نعت ملاحظہ ہو۔

سراجا" منیرا نگار مدینہ — تجلی مکہ، بہار مدینہ
گھرا ہوں اکیلا میں انبوہ غم میں — دوہائی ہے اے تاجدار مدینہ
مبارک تجھے بخد اے روح مجنوں — میں سو جان سے ہوں نثار مدینہ
الٰہی دم واپسیں سامنے ہو — وہ محبوب عالم، نگار مدینہ
مجھے گردش چرخ گو پیس ڈالے — بنوں پر میں یارب غبار مدینہ
دل مبتلا کے ٹھکانے نہ پوچھو — جوار مدینہ، دیار مدینہ
کہاں باغ عالم کی بیدم ہوائیں — کہاں وہ نسیم بہار مدینہ

دیار بطحا اس لئے محترم سمجھا جاتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی جائے پیدائش، جائے

Marfat.com

رہائش اور جائے وفات ہے۔ چونکہ مدینے کو، خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا شہر قرار دیا اس لئے دل والے، اپنی ساری عقیدتوں کو اپنی پلکوں میں سمیٹ کر اس دیار ناز کے ذرے ذرے کو بوسہ دیتے ہیں۔ یہ آپؐ ہی کا فیض ہے کہ ایک عالم اس مرکز کی طرف کھنچا چلا آ رہا ہے۔ بیدم اسی علاقے میں غبار راہ بن کر رہنے کی آرزو کرتے ہیں اور بوقت مرگ، اسی نگار مدینہ کی زیارت کے آرزو مند ہیں جو ہر دل کا کعبہ مراد اور ہر آنکھ کا مقصود نظر ہے۔

مصحف بیدم کی دسویں نعت یوں ہے۔

شوق دیدار میں اب جی پہ مرے آن بنی
ارنی انت حبیبی شہ مکی مدنی
خاتم جملہ رسل شمع سبل، مصدر کل
نخل بستان عرب، سرو ریاض مدنی
کشش عشق نبیؐ، صل علیٰ، صل علیٰ
مرحبا جذبہ بے تاب وغریب الوطنی
کیوں نہ روضے کو ترے نور علیٰ نور کہوں
قبہ نور پہ ہے چادر مہتاب تنی
موتی دندان مبارک کی چمک پر صدقے
لب رنگیں پہ ہے قربان عقیق یمنی
ہندی محتاج کو محروم نہ رکھئے سرکارؐ
اے شہنشاہؐ عرب یثرب وبطحا کے دھنی
سب کی سنتے ہیں تو تیری بھی سنیں گے بیدم
رائیگاں جا نہیں سکتی یہ کبھی نعرہ زنی

بیدم کی نعت اس یقین کا اظہار ہے کہ ان کی التجائیں، حضور ناز میں یقیناً قبولیت پائیں گی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگہ کرم سے بگڑی ضرور بنے گی اور دل کی دنیا ضرور سنورے گی۔ اس نعت میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بعض خوبصورت تراکیب کا استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً خاتم جملہ رسل، شمع سبل، مصدر کل، نخل بستان عرب، سرو ریاض مدنی، بہرکیف بیدم نے اس نعت میں سنگلاخ زمین میں، ذوق وشوق کے جو گلزار کھلائے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ انہیں نگاہوں میں سمیٹ کر، نشاط روح کا سامان بنالیا جائے۔

Marfat.com

مصحف بیدم کی آخری نعت' اس قدر معروف ہے کہ وہ نہ کسی تعارف کی محتاج ہے نہ تعریف کی' اس نعت میں فکری پاکیزگی' قلبی ارادت' اور روحانی وابستگی' نغمگی کے پیرہن میں جگمگا رہی ہے۔

کیا پوچھتے ہو گرمی بازار مصطفیٰ
خود بک رہے ہیں آ کے خریدار مصطفیٰ
دل ہے مرا خزینہ اسرار مصطفیٰ
آنکھیں ہیں دونوں روزن دیوار مصطفیٰ
پھیلا ہوا ہے چاروں طرف دامن نگاہ
اور لٹ رہی دولت دیدار مصطفیٰ
تفسیر مصحف رخ پر نور والضحیٰ
واللیل شرح گیسوئے خمدار مصطفیٰ
نعلین پا سے عرش معلیٰ کو ہے شرف
روح الامیں ہیں غاشیہ بردار مصطفیٰ
بیدم نہ آؤں جا کے دیار رسولؐ سے
تربت ہو زیر سایہ دیوار مصطفیٰ

اور آخر میں دو شعر کہ وہ ان کی ایک غزل سے ماخوذ ہیں۔

قدم مصطفیٰ کی برکت سے آسماں بن گئی زمین حجاز
کاش پہنچا دے کوئی طیبہ تک سجدۂ شوق اور سلام نیاز

حقیقت یہ ہے کہ بیدم وارثی کا شعری ذوق' اسی سجدہ شوق اور اسی سلام نیاز کی ایک دلنواز روداد ہے۔ اور دل والوں کی زبان میں اسی "نماز نیاز" کو نعت کہتے ہیں۔

کتابیات

۱۔ مصحف بیدم ۲۔ بوئے گل' نالہ دل' دود چراغ محفل۔ شورش کاشمیری۔ ۳۔ اردو کے دس عظیم شاعر۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید ۴۔ فن خطابت۔ شورش کاشمیری ۵۔ صحبتے با اہل دل۔ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ۔

Marfat.com

حضرت خواجہ محمد یار فریدی چشتیؒ

(مدح اوؐ شیریں کند گفتار را)

حق دار کو اس کا حق نہ دینا زیادتی نہیں، ظلم ہے۔ ادبی ناقدین اس نقطہ نظر سے خالق اور مخلوق دونوں کے روبرو جواب دہ ہیں کہ انہوں نے صوفیائے کرام کی شاعرانہ صلاحیتوں اور فکری رعنائیوں کو ادب کی دنیا میں قرار واقعی مقام نہیں دیا۔ کسی فن پارے کو صرف صوفیانہ قرار دے کر گویوں اور قوالوں کے سپرد نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کوئی ادبی شہ پارہ ہیئت کی خوبی' انداز کے حسن' اور تخیل کی پاکیزگی سے نشو و بلوغ تک پہنچتا ہے تو اصولاً ناقدین کو ایسی شعری اور نثری تخلیق کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھنا چاہئے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ ہمارا معیار نقد و نظر ذاتی پسند و ناپسند کے گرد گھومتا ہے۔ بطور شاعر وہی عظیم سمجھے جاتے ہیں جن کا انداز مغرب کی بھونڈی نقالی کے بل پر جدیدیت تک جا پہنچا ہو اور فکری اعتبار سے ان کا سرمایہ شعر و سخن خواہ کتنا ہی بے مایہ کیوں نہ ہو۔ ہم ملحدانہ اور فاسقانہ افکار کو محض متغزلانہ اسلوب اظہار کی بنا پر نہ صرف قبول کرتے ہیں۔ بلکہ سر بھی دھنتے ہیں۔ رونا یہ ہے کہ اخلاقی اعتبار سے شعر جتنا باغیانہ ہوتا ہے فنی اعتبار سے اتنا ہی بلند مقام پاتا ہے۔ یہی وہ معیار نظر ہے جس کی بنا پر "الوہی فرامین" کو نفرتوں کے صحیفے کہہ کر طاق پر رکھنے والوں کو ہم دیدہ و دل کے صحیفوں میں جگہ دیتے ہیں اور انہیں بطور شاعر عظمت و شرف کی رفعتیں عطا کرتے ہیں جبکہ صوفیائے کرام جن کے دل عشق حقیقی سے لبریز تھے جن کا ہر بول اعتدال کے سانچے میں ڈھل کر نکلتا تھا' جن کی ادبی صلاحیتیں فنی نقطہ نظر سے مسلمہ تھیں' جو صاحب دیوان تھے محض چند غزلوں اور کچھ آزاد نظموں کے شاعر نہ تھے۔ جن کا قلم فکری عظمتوں اور نظری وسعتوں کو موسیقیت کی میزان میں تولنے پر قادر تھا۔ یاد رہے کہ موسیقیت کی اسی ترازو کا دوسرا نام عروض و اوزان ہے۔ وہ صوفیائے کرام کہ جن کی زبان ان کے دل کی رفیق تھی جو سچائیوں کے شاہد اور حقیقتوں کے عکس بردار تھے۔ انہیں نہ معلوم کیوں ناقدین ادب نے کبھی درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ حالانکہ قرآن مجید نے شاعر کی حیثیت و کیفیت کے بارے میں جو فیصلہ دیا ہے ان کی تخلیقات ان کے عین مطابق تھیں اور ہیں۔ قرآن نے کہا شاعر خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور ان کی پیروی بھی گم کردہ راہ کیا کرتے ہیں۔ وہ فکری اعتبار سے ہر میدان میں سرمارتے ہیں۔ جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔ مگر وہ شاعر زمانے کی نظر میں معتبر ہیں۔ جو فکری اور عملی اعتبار سے

Marfat.com

مومن و صالح ہیں۔

حق یہ ہے کہ وہ شاعر جو مومن ہے۔ اتقاء کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہے۔ ذکر الٰہی جس کی زندگی ہے۔ جس کے دن یادوں سے معطر اور راتیں اشکوں سے منور رہتی ہیں۔ ایسے ہی شاعروں کی تائید کے لئے روح القدس مائل پرواز رہتا ہے۔ گویا شعر' کلام ہے اچھا ہو گا تو اچھا سمجھا جائے گا' برا ہو گا تو ٹھکرا دیا جائے گا۔ قرآن کے نزدیک سچا شاعر وہ ہے جو ذاتی اعتبار سے شعر گوئی کی صلاحیت اور عمل کی صالحیت سے بہرہ ور ہو۔ جس کے سامنے عظیم مقصد ہو جس کی سوچ بے لگام نہ ہو۔ جو حق شناس بھی ہو اور صدق اظہار بھی۔ اس آئینے میں دیکھا جائے تو ہمارے شعراء کی اکثریت اپنی تمام متغزلانہ صلاحیتوں کے باوجود فکری اعتبار سے اپاہج اور قلبی لحاظ سے مفلس نظر آئے گی اور ان کے دیوان بے مقصد اور گمراہ کن افکار کا پلندہ دکھائی دیں گے۔ کیونکہ محض انداز کی ندرت' بطور شاعر کسی کی صداقتوں پر مہر تصدیق و اعتبار ثبت نہیں کر سکتی۔ جب تک کہ مواد کا حسن' سچائیوں کا ترجمان نہ ہو۔ کیونکہ شعر' حسن ادا اور حسن مواد دونوں سے مل کر بنتا' نکھرتا اور دل میں اترتا ہے۔ افسوس کہ ہم نے دریدہ دہن' ژولیدہ مو اور پراگندہ فکر شاعروں کو تو شعری دنیا کی متاع عزیز جانا مگر وہ شخصیتیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسول ﷺ کی سچائیوں کو بیان کرتی رہیں۔ (یاد رہے کہ صداقت' صادق کے دامن کو چھو لینے کا دوسرا نام ہے صادق سے کٹ جانے والا' ابو الحکم ہو کر بھی ابو جہل رہتا ہے) جن کی تحریر کا لفظ لفظ مقصدی امور سے مزین رہا۔ جو فنی اعتبار سے پختہ اور فکری لحاظ سے شستہ و شگفتہ تھے۔ ہم نے انہیں کبھی فلسفی سمجھ کر نظرانداز کیا اور کبھی صوفی کہہ کر ایک طرف رکھ دیا۔ حالانکہ شاعر تلمیذ فطرت ہوتا ہے اور فاطر السموات والارض اسی کو سچا شاعر کہتے ہیں جو سچائیوں کا ترجمان ہو۔ افسوس کہ ایسے لوگ ہمارے نزدیک درخور اعتنا نہیں اور وہ لوگ شعر و سخن کے افق کا غازہ بنے ہوئے ہیں جن کے قلم سے ظلمتیں بکھرتی اور گمراہیاں نکھرتی ہیں جو دروغ کو فروغ کا رنگ دے کر بات بنانے کی سعی کرتے رہتے ہیں۔

شاعری کیا ہے؟ دلی جذبات کا اظہار ہے
دل اگر بیکار ہے تو شاعری بیکار ہے

مگر ضروری ہے کہ شاعر کے دل کی دنیا پاکیزہ ہو اور وہ اپنے قلم کے ذریعے تشکیک کو ایمان' تاریکی کو اجالا' گمرہی کو راستی اور الجھاؤ کو سلجھاؤ عطا کر سکے۔

حضرت مولانا خواجہ محمد یار فریدیؒ' خواجہ محمد غلام فریدؒ کے سچے متبع تھے راہ طریقت میں

Marfat.com

بھی اور وادی شعروادب میں بھی اور خواجہ غلام فریدؒ کی شاعری میں فکری خلوص' ادبی صداقت اور قلبی گداز بدرجہ اتم جلوہ گر ہے اور پھر پنجابی لب و لہجے نے ان کی ندرت اظہار کو بلاغت کی کیف سامانیاں بھی عطا کی ہیں۔ حضرت محمد یار فریدیؒ کی شاعرانہ تاب وتب اہل دل اور اہل نظر کے لئے سرور و کیف اور رنگ ونور کی ایک کہکشاں ہے۔ فارسی' اردو اور سرائیکی تینوں زبانوں میں ان کا اظہار عالمانہ' گرفت فنکارانہ اور آہنگ صوفیانہ ہے۔ جناب خورشید گیلانی کے الفاظ میں "خواجہ محمد یار فریدیؒ نہ تو باقاعدہ کسی جامعہ کے فارغ التحصیل تھے نہ انہیں اردو ادب کا ماحول میسر آیا' نہ ہی وہ شعروسخن کی محفلوں کے باضابطہ حاضرباش تھے۔ مگر ان کے فارسی کلام میں اساتذہ کا رنگ جھلکتا ہے ان کی اردو سے دلی اور لکھنؤ کی مہک آتی ہے۔ پنجابی ان کی اپنی زبان نہ تھی مگر ٹھیٹھ پنجابی علاقے ان کی خطابت کی جولاں گاہ تھے۔ رہی سرائیکی تو ظاہر ہے کہ وہ گھر کی لونڈی تھی"

آپ کے والد گرامی کا نام مولانا عبدالکریمؒ تھا۔ آپ ۱۳۰۰ھ (۱۸۸۳ء) میں گڑھی اختیار خاں ضلع رحیم یار خاں میں پیدا ہوئے۔ انیس سال کی عمر میں علوم دینیہ کی تکمیل کی اور حضرت خواجہ غلام فریدؒ ساکن چاچڑاں ضلع ڈیرہ غازی خاں سے بیعت ہوئے۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ تھا۔ خلافت سے سرفراز ہوئے اور مرشد کے وصال کے بعد اپنے وطن کو تبلیغ وارشاد کا مرکز بنایا۔ ۱۹۱۵ء میں دیار خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری دی۔ آپ اہل دل اور خاصان بارگاہ میں سے تھے۔ نگاہ میں دلبری کی صلاحیت اور گفتگو میں دل نشینی کی کیفیت تھی۔ آپ کا خطیبانہ رنگ و آہنگ سامعین کے ذہنوں کو قائل اور دلوں کو گھائل کرتا چلا جاتا تھا۔ مثنوی مولانا رومؒ خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے آپ نے علامہ اقبالؒ کی استدعا پر' جاوید منزل میں مثنوی سنائی۔ مولانا نورالحسن بخاریؒ کے الفاظ میں "آپ کی زبان میں بلا کا رس تھا آپ کے دلفریب طرز ترنم سے اڑتے ہوئے پرندے ٹھہرجاتے اور چلتا دریا تھم جاتا تھا"۔ ۱۴ رجب المرجب ۱۳۶۷ھ (مئی ۱۹۴۷ء) بروز پیر بمقام لاہور آپ کا وصال ہو اور حضرت میاں میرؒ کے احاطہ میں دیوار کے ساتھ بیرونی جانب دفن ہوئے۔ چھ ماہ بعد آپ کا تابوت گڑھی اختیار خاں منتقل کیا گیا۔ بارہ سال کے بعد قریب ہی نو تعمیر مقبرے میں آپ کا صندوق منتقل ہوا' جو صحیح وسالم تھا۔ آپ ہی کا شعر ہے۔

وہ خاکسار ہوں برہم مرا مزار ہوا
کہ خاک ہو کے بھی ہر ذرہ اشکبار رہا

Marfat.com

خواجہ محمد یار فریدیؒ کا کلام معنوی اعتبار سے وحدت الوجود کے رنگ و آہنگ کو سمیٹے ہوئے ہے۔ وحدت الوجود کا تصور صوفیائے کرام کے شغف روحانی کا ایک کیفیاتی انداز ہے۔ یہ سمندر کے مقابلے میں قطرے کے بے حیثیت اور سورج کے مقابلے میں ذرے کے بے وقعت ہونے کی ایک محسوساتی کیفیت ہے۔ مولانا رومؒ نے فرمایا تھا۔

جملہ معشوق است و عاشق پردہ زندہ معشوق است و عاشق مردہ

گویا "جملہ موجودات عین معشوق ہیں جو ذات حق ہے اور عاشق جو تعینات و تشخصات میں پایا جاتا ہے۔ محض ایک پردہ ہے۔ اگر یہ پردہ اٹھ جائے تو عالم نابود ہو جائے۔ اسی طرح معشوق یعنی ذات حق زندہ جاوید ہے اور عاشق مثل مردہ ہے کیونکہ عاشق کا وجود اور اس کی حیات و ممات خدا ہی کی ایک شان ہے۔ اگر وہ اس شان کے بغیر جلوہ گر ہونا چاہے تو عالم نیست و نابود ہو جائے"

اس مسئلے کی تفہیم 'خام ذہنوں کو اکثر الجھا' بہکا اور بھٹکا دیتی ہے۔ یہ خاص لوگوں کی سوچ کا خاص انداز ہے کہ خاص لوگوں ہی کے لئے ہے---------- شیخ اکبر محی الدین العربیؒ سے لے کر شیخ امان پانی پتیؒ تک' شمس تبریزؒ سے لے کر مولانا رومؒ تک' شیخ فرید الدین عطارؒ سے لے کر مولانا جامیؒ تک' خواجہ باقی باللہؒ سے لے کر عبدالحق محدث دہلویؒ تک صوفیا کی ایک کثیر تعداد وحدت الوجود کی صوفیانہ توجیحات کی صداقتوں کی قائل رہی ہے۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ' خواجہ قطب الدینؒ اور خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ کے اشعار کا معتدبہ حصہ' کہیں واضح اور کہیں اشاراتی انداز میں اس مسئلے کا عکاس ہے۔ بعد میں آنے والے صوفیا نے محسوس کیا کہ اس مسئلے نے عوام الناس کو شریعت اور طریقت کے حقیقی راستے سے ہٹا دیا ہے اور افکار و عقائد کے لئے فساد و فتنہ کا موجب ہو رہا ہے۔ تو انہوں نے اسے جذب و انہماک کی شخصی کیفیات کی انتہا قرار دیتے ہوئے رد کر دیا کہ تصوف کے راہی کو وحدت الوجود کا محض احساس ہوتا ہے جبکہ اس میں واقعیت نہیں ہوتی۔ انہوں نے اس مثال سے وحدت الوجود کی فلسفیانہ' صوفیانہ اور متکلمانہ توجیحات کے الجھتے ہوئے رشتوں کو سلجھانا اور سمجھانا چاہا کہ سورج کی روشنی میں ستارے نظر نہیں آتے حالانکہ وہ موجود بھی ہوتے ہیں اور منور بھی' دن کو سورج کا نور ان پر اس قدر غالب و مسلط ہوتا ہے کہ وہ ہونے کے باوجود نہیں ہوتے اور یوں بعد کے صوفیائے کرام نے وحدت الوجود کو وحدت الشہود کی شکل دے کر عام فہم بنانے کی سعی کی۔ اس سلسلے میں شیخ سرہندؒ کی کوششیں قابل ذکر اور قابل قدر ہیں۔ الغرض اہل معنی

Marfat.com

کے نزدیک خدا کے سوا ہر شے معدوم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بے کراں رفعتوں' بے پایاں وسعتوں اور بے اندازہ قدرتوں میں اس قدر گم ہو جاتے ہیں کہ استغراق کے اس عالم میں انہیں دکھائی دینے والی ہر ذات ڈولتی ہوئی' محسوس ہونے والی ہر کیفیت مٹتی ہوئی اور وجود رکھنے والی ہر شے ڈوبتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ مجذوب و مستغرق کا اپنا وجود بھی نابود سا ہو جاتا ہے حق یہ ہے کہ موجودات ہیں۔ مگر ذات حق کے روبرو بے وقعت ہیں۔ اس احساس کی پختگی صوفیا کا منتہائے نظر رہی ہے اور اس نقطہ عروج کو چھو کر اور اس مقام رفیع کو پاکر سالک کے دل کی ہر دھڑکن "ہمہ اوست" پکارتی ہے۔ یاد رہے کہ مقصود ہمہ اور اوست کا اتحاد نہیں بلکہ یہ سمجھنا ہے کہ ہمہ کی ہستی قابل اعتبار نہیں۔ فانی' بے وقعت اور بے بود ہے جبکہ او کی ہستی حقیقی' دائمی اور معتبر ہے یہی وہ نامعتبر ہمہ ہے جو ہمیں صاحب اعتبار تک لے جاتا ہے۔ نگاہ کی بینائی اور رسائی ضروری ہے۔

یہ شعاعیں' یہ شرارے' یہ شگوفے' یہ نجوم
چھین لے یارب نگاہوں سے شعور انتخاب

وجود تو ہر شے کا ہے۔ دنیا میں اسباب بھی ہیں اور ممکنات بھی۔ مگر خالق اسباب اور مالک موجودات کے سامنے وہ وجود رکھتے ہوئے بھی بے وجود ہیں۔ شیخ سعدیؒ کے یہ دو شعر اس صوفیانہ الجھن کو سلجھانے میں معاون ہو سکتے ہیں۔

یکے قطرۂ باراں زابرے چکید خجل شد جو پہنائے دریا بدید
کہ جائیکہ دریاست من کیستم گر اوہست' حقا کہ من نیستم

بہر کیف مجھ ایسے نگاہ کے اعتبار سے کم مایہ اور دل کے اعتبار سے بے پایہ انسان کو وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی فلسفیانہ الجھنوں اور صوفیانہ مکاشفوں میں پھنسنے اور خود کو کھونے کے بجائے توحید کا قابل فہم اور قابل عمل نظریہ سامنے رکھنا چاہئے کہ یہی مقصود شریعت ہے اور "چہ می کردیم یارب گر نبودے نارسید نہا" کہہ کر باقی مباحث کو بھاری پتھر سمجھ کر' اٹھانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ کہ ہم لوگ تو دل رکھنے کے باوجود سمجھنے اور آنکھیں رکھنے کے باوصف دیکھنے سے قاصر ہیں۔ ہمارے سینوں میں تو دل اندھے ہو گئے ہیں نتیجہ معلوم کہ ہم روشنی کے اس مقام عروج کو کیسے تک سکتے ہیں "جسے نور" کہتے ہیں۔

خواجہ محمد یار فریدیؒ چونکہ دل والے بھی ہیں اور نظر والے بھی۔ اس لئے محویت کے عالم میں انہیں کبھی ہر شے نابود دکھائی دیتی ہے' کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خدا کے جمال و کمال کے

Marfat.com

جلوے نظر آتے ہیں۔ کبھی مرشد 'ذات حق کی تجلیوں کا امین محسوس ہوتا ہے اور گاہے اللہ کی یکتائی اس حد تک حاوی ہو جاتی ہے کہ انہیں اپنی ذات بھی یکتا دکھائی دیتی ہے۔ گویا اللہ جیسا بھی کوئی نہیں اور اللہ کے اس عظیم شاہکار جیسا بھی کوئی اور نہیں ہے جسے انسان کہتے ہیں۔ وحدت الوجود کی انہی مشکل پسندیوں نے ان کے بعض اشعار میں ابہام پیدا کر دیا ہے اور یہ تعین مشکل ہو گیا ہے کہ ممدوح و مقصود مالک حقیقی ہیں' یا محبوب خداوندی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا مرشد راہ طریقت۔

ان کی اکثر نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔ غزل بیان و بدیع کے حسن سے نکھرتی' اشاراتی انداز سے بلاغت سمیٹتی اور ایمائیت سے بال و پر لے کر تاثر کی دنیا میں پرواز کرتی ہے۔ صوفیانہ افکار' حکیمانہ خیالات اور روحانی محسوسات کی ترجمانی جس کامیابی سے غزل کرتی ہے کوئی اور صنف شعر نہیں کر سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر صوفیائے کرام نے غزل ہی کو اظہار واردات کا ذریعہ بنایا ہے کہ غزل دل گداختہ سے جنم لیتی' سوز دروں کی آنچ سے پختہ ہوتی اور رنگینی حسن بیاں سے کمال کو پہنچتی ہے اس کا ہر شعر گلستاں بکنار ہوتا ہے۔ گداز فکر کے اظہار کے لئے کوئی اور صنف شعر' نہ غزل کی مماثل ہے نہ مثیل' نہ مقابل ہے نہ حریف کہ باقی اصناف تو تندی صہبا سے پگھل پگھل جاتی ہیں۔ حضرت محمد یار فریدیؒ نے اپنے کلام میں تغزل کے ایسے پھول کھلائے اور ستارے ابھارے ہیں کہ انہیں پا کر اور دیکھ کر ذوق سلیم مدتوں مسحور لذت رہ سکتا ہے۔ درج ذیل اشعار کا جمالیاتی کیف ان کے رنگ تغزل کی ایک اجمالی تصویر دکھا سکتا ہے۔

در خم ابرو خمیدن آرزوست
سجدہ ہا را آفریدن آرزوست
سالہا در پردہ ہایت دیدہ ام
یک زماں بے پردہ دیدن آرزوست
عمرہا در خاک وخوں غلطیدہ ام
سوئے افلاکم پریدن آرزوست
برخاک نشستیم وزافلاک گزشتیم
اے خاک در پاک تو اکسیر زمانے

Marfat.com

نگاہ وزلف نے مل کر مسخر کر لیا عالم
نگہ شمشیر زلف یار کو زنجیر کہتے ہیں

خاک' زر ہوتی ہے پتھر لعل بنتے ہیں یہاں
باعث ایمان ہے اکسیر مرے پیر کی

درد جس دل میں نہیں وہ دل نہیں
یار کے رہنے کی وہ منزل نہیں

میں کیا کہوں کس رنگ کا اب درد ہے دل میں
بے درد کو یہ درد سنائے نہیں جاتے
عشاق کا حصہ ہے امانت کا اٹھانا
افلاک سے یہ بوجھ اٹھائے نہیں جاتے

انہوں نے تخلص کے استعمال کو بھی اس قدر بامعنی بنایا ہے کہ بات سے بات نکلتی چلی جاتی ہے۔ اردو اور فارسی میں بہت کم ایسے شاعر ہیں۔ جنہوں نے تخلص سے مفہوم نکھارنے اور مطالب سمیٹنے کا کام لیا ہے۔ چند مثالیں دیکھئے۔

چوں محمد بگشت یارم روز و شب ہست دربرما
ہست مقبول محمدؐ مصطفیٰ ایں محمد یار' یار یار ما

محمد یارشد یار محمدؐ کہ یار من تو محبوب الٰہی

شریعت کی بلندیاں ہوں یا طریقت کی گہرائیاں' سالک کو ذوق پرواز ار شوق غواصی اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے نصیب ہوتا ہے اور محبت کے بغیر اطاعت محض بے کیفیوں کا کیف ہے' محبت ہو یا اطاعت دونوں صورتوں میں عطا کا منبع مالک حقیقی کی ذات اور فیض رسانی کا وسیلہ گنبد خضریٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ عظیم وجلیل معطی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

الطاف حق کے بے مثال قاسم۔ ایک صاحب حال کو جذب وجنوں کی وہ بے کراں کیفیتیں اور سعادتیں نصیب ہوتی ہیں کہ موجودات عالم اس کے زیر نگیں اور نجوم وماہتاب اس کے زیر پا ہوتے ہیں۔ اس کی ہر بات اللہ کی تقدیر بنتی چلی جاتی ہے۔ سچ یہ ہے کہ اہل اللہ کی زندگی اجالوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہوتی ہے۔ شوق کے مرحلے طے ہی نہیں ہوتے ہر لحظہ نیا طور ہوتا ہے اور نئی برق تجلی۔ یہ حضور ﷺ کے الطاف کریمانہ کا ایک ہلکا سا پرتو ہے۔ ان کی نگاہ ناز خزف کو حریف گہر بناتی اور صدف کو موتیوں سے معمور کر دیتی ہے۔ گنبد خضریٰ سے عطا ہونے والی انہی سعادتوں کا واضح اعتراف ان کے ان اشعار میں جھلکتا ہے۔

شیر ژیاں ز رعب من آید بلرزہ
من یک سگ کمینہ نور محمدم
دریائے بے کنار گر امواج میزند
من ساکن سفینہ نور محمدم

مدح محمدی سے محمد ملا ہے نام
مداح بے گنہ ہوں گنہگار کیوں رہوں

ڈوبا تو نکالا ہے پھسلا تو سنبھالا ہے
میں بھول نہیں سکتا احسان محمدؐ کا

ہر صبح وشام ہوتی ہے باران بیکراں
ہم مجرموں پہ آپؐ کے الطف عمیم کی

ہم اہل ظاہر، حضور ﷺ کے حسن ظاہر کا نقشہ مجازی تصورات کے بل پر، غزل کے علائم واشارات کے ذریعے کھینچتے رہتے ہیں اور بسا اوقات توہین کے مرتکب بھی ہو جاتے ہیں کہ ہمارا تصور غیر پختہ ہوتا ہے۔ دل کا شیشہ گدلا ہو تو وہ عکس کے حسن صبیح اور جمال ملیح کو کماحقہ نہ سمیٹ سکتا ہے اور نہ دکھا سکتا ہے نتیجہ معلوم کہ ہم حسن حضور ﷺ کو اکثر ایسے مظاہر سے تشبیہ دیتے ہیں جو ممدوح سے کہیں کم تر ہوتے ہیں۔ جبکہ مشبہ بہ کو مشبہ کے

Marfat.com

مقابلے میں بہرکیف برتر ہونا چاہئے۔ صوفیاء کی سوچ شفاف ہوتی ہے ان کے ہاں نہ خیال کی کوئی دوئی ہے' نہ نگاہ کی کوئی کجی۔ وہ بسا اوقات زیارت رسول ﷺ سے بھی بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اس لئے جب وہ جمال رسالت کی بات کرتے ہیں تو ان کے الفاظ ترجمان حق اور ان کے اشعار وا تعیت کو چھوتے نظر آتے ہیں۔ گو کماحقہ عکاسی جمال' نہ کسی قلم کے بس کی بات ہے اور نہ کسی تصور کی اڑان وہاں تک ہے۔ خواجہ محمد یار فریدیؒ کو اس جہان رنگ و بو کی ہر رعنائی' کائنات قلب کا ہر نور' اسی حسن عالمتاب سے مستعار دکھائی دیتا ہے۔ حضور ﷺ کا حسن' مطاف حق اور محور کائنات ہے۔ حسن حبیب ﷺ کو دیکھنے والی آنکھ کا طواف خود جلوے کیا کرتے ہیں۔

بد قبلہ جاں صورت زیبائے محمدؐ
شد کعبہ دل نقش کف پائے محمدؐ
مقصود ز کونین بدایں نقش محمدؐ
نقاش ازل بود ، سراپائے محمدؐ
از قامت اوہست ، قیامت .بقیامتہ
قرباں .بقیام قد بالائے محمدؐ
از حسن محمدؐ چہ تواں گفت محمد
خود حسن ازل بود تماشائے محمدؐ

حسیں جتنے ہیں عالم میں غلامان محمدؐ ہیں
اسی کو حسن والے حسن عالمگیر کہتے ہیں

دونوں جہاں کی ظلمتیں کافور ہو گئیں
اٹھی رخ جمال سے چلمن جو میم کی

یہ حسن مہروماہ' یہ شادابی چمن
ہے اک کرن جمال حبیب علیم کی

Marfat.com

جب وہ مئے حب رسول ﷺ سے سرشار ہو کر نعت سرا ہوتے ہیں تو وہی بات کہتے ہیں جو دل محسوس کرتا ہے۔ وہ نشاط روح کی کیف سامانیوں کو رنگ و نور کی کہکشاں بنا کر غزل کے ماتھے پر سجاتے چلے جاتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک حضور ﷺ ہم بے کسوں کا ملجا و ماویٰ ہیں۔ وہی سرمایہ درد بھی ہیں اور چارۂ درد بھی۔

آں شہ کون و مکان و لا مکاں ماٴمن ہر مسلم و کفار را
دافع درد و مصیبت ہائے ما شافع بدکار و بدکردار را

خاک در حبیب طبیب در چشم ماست کحل الجوا ہر است غبار حجاز ما
درد محمدیم و محمدؐ طبیب ما بہر دوائے درد چہ درماں گرفتہ ایم

پروفیسر آفتاب احمد نقوی مرحوم کے الفاظ میں "خواجہ محمد یار فریدیؒ کے کلام کا ایک اہم موضوع عشق رسالت مآب ﷺ بھی ہے۔ جو انہیں اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ غلام فریدؒ اور دوسرے صوفی شعراء کے ہاں بدرجہ اتم دکھائی دیا تھا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا۔ انسانیت کو اسلام کی دولت لازوال سے سرفراز کرنے والی ایک آپؐ ہی کی ذات گرامی ہے۔ جنہوں نے نہ صرف اس آفاقی پیغام کو رب کائنات سے انسانیت کی طرف منتقل کیا بلکہ اپنے افعال و کردار سے یہ ثابت کیا کہ یہی وہ دستور حیات ہے جسے اختیار کر کے دنیا میں فلاح و کامرانی اور آخرت میں سرخروئی حاصل کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ اپنے اس عظیم بے مثال محسن و مربی ﷺ کے افعال و کردار اور شمائل و خصائل کا ذکر "دیوان محمدی" کے ایک ایک شعر سے بخوبی محسوس کیا جا سکتا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہاں شاعر کے ہاں فارسی، اردو اور پنجابی کی سی مختلف زبانیں ہونے باوجود عقیدت و احترام کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اشعار کے پیچ و خم میں پوری طرح موجزن ہے۔ گویا "دیوان محمدی" کا ایک بڑا حصہ نعت رسول ﷺ پر مشتمل ہے جس میں عقیدت و احترام کے نوبہ نو گل، آنکھوں کو نور اور دل کو سرور کی دولت سے مالا مال کرتے ہیں۔"

جب ایک صوفی کو حق آگاہی کی سعادت نصیب ہو جاتی ہے تو پھر اس کے دل کی ہر دھڑکن اس وجود ذی جود ﷺ کے حضور میں سراپا سپاس ہو جاتی ہے۔ جس کے لطف عمیم کے بغیر انسانی شعور و آگہی کی ہر کوشش بے ہدف ہے۔ حضرت فریدیؒ کی بصارت کو جب

Marfat.com

بصیرت نصیب ہوئی تو وہ بے ساختہ اس نعت عظمیٰ کے لئے یوں سراپا تشکر نظر آتے ہیں۔

ارچہ بے کارم بکردم کار را　　صد ہزار الحمد آں دلدار را
تا ثنا خوان محمدؐ گشتہ ام　　رشک می آید بمن ابرار را
گرچہ حساں نیستم سحباں نیم　　مدح او شیریں کند گفتار را
مدح محمدؐ عربی شان ماشدہ است　　جان محمد است محمد نواز ما

میں محمد ہوں فقط فخر ہے ہمنامی کا　　جن کا ہمنام ہوں کافی ہے نگہباں اپنا

اور تشکر کی انتہا یہ ہے کہ انسان ہر لحظہ محبوب کے حسن عطا میں اضافے کی دعا مانگتا رہے' گیسوئے تابدار اور بھی تابدار ہوں۔ یہ آرزو اس لئے ہوتی ہے کہ ہوش و خرد اور قلب و نظر خود فراموشی کی لذتوں سے بار بار فیضاب ہوتے رہیں۔ حضور ﷺ پر درود و سلام بھی اسی لئے بھیجا جاتا ہے کہ عطا ہونے والی عنایات کا اعتراف بھی ہو اور کرم کے یہ سلسلے بار دگر' بار گرد ہو کر مستقل بھی ہو جائیں۔ حضرت فریدیؒ کے سلام' کیف و عطا کی انہی سرشاریوں کا اقرار و اعتراف ہیں۔ حق یہ ہے کہ تشکر و استحسان کا جذبہ نہ ہو تو سعادتوں اور نوازشوں کا سلسلہ رک جاتا ہے۔ خواجہ محمد یار فریدیؒ کے درج ذیل اشعار ایسی ہی پیہم نوازشوں کے اعتراف کی دلیل ہیں۔

صد ہزاراں الصلوٰۃ والسلام　　اے خدا از من رساں سرکارؐ را

السلام اے سید و سالار ما　　السلام اے سرور و سرکار ما
السلام اے قبلہ حاجات ما　　السلام اے کعبہ طاعات ما
السلام اے بادشاہ کن فکاں　　السلام اے شاہباز لا مکاں
السلام اے ناقہ خیر الرسلؐ　　السلام اے شیر بخش جزو و کل
السلام اے کعبہ ہر خاص و عام　　السلام اے قبلہ حال و مقام

ہر کسے دارد تمنائے دگر　　دین و ایمانم تمنائے نبی ﷺ
فارغم کر دی ز دنیا و ز دیں　　شاد باش اے پاک سودائے نبی ﷺ

Marfat.com

در احد احمد نگر تا حل شود — عقدہ میم معمائے نبی ﷺ
از ازل من بلبل مستانہ ام — ہر گل حسن دلا رائے نبی ﷺ

سید سالار سلطاں الصلوۃ والسلام — بادشاہ جن وانسان الصلوۃ والسلام
کام بخش نا مراداں الصلوۃ والسلام — جام بخش رند شاداں الصلوۃ والسلام
جرم بخش جرم کاراں الصلوۃ والسلام — عذر خواہ خاکساراں الصلوۃ والسلام
خاک پایت سرمہ جاں الصلوۃ والسلام — گرد راہت جان وایماں الصلوۃ والسلام
از محمد بندہ تو الصلوۃ والسلام — مجرم شرمندہ تو الصلوۃ والسلام

مقام رسالت کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوئی سی انسانی کاوش بھی کامیابی کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ کون ومکاں سے پار جانے والی نظر بھی' رخ خیرالبشر ﷺ کو ایک نظر دیکھنے کا حوصلہ نہیں کر سکتی اور نہ کوئی انسانی عقل' حضور ﷺ کی عظمتوں کا احاطہ کرنے کا دعویٰ کر سکتی ہے۔ اس مقام پر عقل کی نارسائی ہی اس کا کمال اور نگاہ کی خیرگی ہی اس کی معراج ہے۔ عقل رسا ہو جاتی تو عشق بے وقار ہو کر رہ جاتا۔ نگاہ کسی کو پالیتی تو وہ حسیں نہ رہتا' حسیں وہی ہے جسے نگاہ کی اڑان پا نہ سکے اور محبوب وہی ہے جس تک عقل جا نہ سکے۔ جبکہ عشق کوشش ناتمام ہی کا جمالیاتی کیف ہے اور آرزو کا سارا حسن اس کے تشنہ تکمیل رہنے میں ہے۔

آرزو کی خلش بھی بڑی چیز ہے
لوٹ آئے ہیں آثار منزل سے ہم

ایک صاحب دل اور صاحب نظر' کمالات نبوتؐ کو کس رخ سے محسوس کرتا اور دیکھتا ہے اس کی ایک جھلک آپ بھی دیکھیے۔

بصورت گرچہ انساں نماید — مگر نسیان انسانی ندارد
بہ سلطانی مسلم شد نیازش — تکبر ہائے سلطانی ندارد
میان خالق ومخلوق سریست — عجب شانے کہ پایانی ندارد
فرید وقت وفرد ہرزمانست — بملک دلبری ثانی ندارد

Marfat.com

مصطفیٰ دیدم خدارا یافتم مبداء ہم منتہی رایافتم
خاکپائے مصطفیٰ باید شدن من بکویش انبیاء رایافتم

ز اوج تنزہ .بفوج تشبیہ .بقصر نبوت شہنشاہ برآمد
پے دفع ظلمت زا قلیم وحدت بشیرًا سراجًا منیرًا برآمد

بہ تمثل تو کہ در زمیں مثال تو بشرے نشد
بہ تجمل تو کہ در فلک بجمال تو قمرے نشد

عالم عبارتست ز زلف دراز تو
قربان تار زلف تو عمر دراز ما

کیا کہوں حیرت میں ہوں رتبہ رسولؐ اللہ کا
سب بڑوں سے ہے بڑا چھوٹا رسولؐ اللہ کا
ہے نظیر احمدؐ مرسل یقینًا ممتنع
اس لئے ملتا نہیں سایہ رسولؐ اللہ کا

اللہ • اللہ محمدؐ عربی
لوگ تیرا فراز کیا جانیں

ہر ایک کا حصہ نہیں دیدار کسی کا
بوجہل کو محبوب دکھائے نہیں جاتے

زتحت الثریٰ تا سر عرش اعظم
چلو دیکھ لو جلوہ ہائے محمدؐ

Marfat.com

مجھ کو قسم ہے خالق عرش عظیم کی
یاد خدا ہے یاد رسولؐ کریم کی
بھولا ہوا ہے جس نے بھلایا حضورؐ کو
بھولی ہے اسؔ کو یاد رہ مستقیم کی
یٰسین میں، مزمل وطٰہٰ وطور میں
تفسیر ہے فقط رخ در یتیم کی
جلوہ نما ہے نور نبیؐ شش جہات میں
کونین میں نمود ہے ماہ وسیم کی
صلی علیٰ یہ عظمت واعزاز مصطفیٰؐ
یاد خدا ہے یاد رسولؐ کریم کی

رسول اللہ ﷺ کے بلند مقام کو پہچاننے کے بعد، عقیدت کیا رخ اختیار کرتی اور محبت کس انداز سے دل کی دنیا کو منور کرتی ہے۔ خاکساری کی سرفرازی اور انکسار کا افتخار ملاحظہ ہو۔

خاکروبی درگہت را رویش مانیز شہپر ما
خاکپائے سگان راہت مشک مانیز عنبر ما
غازہ روئے ماتجودت خاکپائے تو افسر ما

دلے دارم کہ می دارد نیازے بمحبوب خدا خلاق نازے
جبینم سجدہ ہا بارد بہردم بہ نقش پاہ مخدوم حجازے

یا الٰہی گر رسم در کوئے او خاک کویش را چشیدن آرزوست
دیدہ ام صد بار آں دلدار را دیگرم صد بار دیدن آرزوست
تا محمد را محمد دیدہ ام زیر پایش آرمیدن آرزوست

اے آنکہ شرح ناز تو طرح نیاز ما راز حقیقت تو، ظہور مجاز ما
من بندہ کمینہ نور محمدؐ مست مئے شبینہ نور محمدؐ

Marfat.com

درد محمدیم و محمدؐ طبیب ماست ۔۔۔ بہر دوائے درد چہ درماں گرفتہ ایم

وہ جلوۂ نورانی وہ نقشہ رحمانی ۔۔۔ رہتا ہے مرے دل میں ہر آن محمدؐ کا

لا ریب دو جہاں میں وہی سرفراز ہیں ۔۔۔ الفت ہے جن کے دل میں نبیؐ کریم کی

☆

شعروادب کے ناقدین ہوں یا عام قارئین وہ صوفیائے کرام کے افکار عالیہ کا صحیح ادراک نہیں کر سکتے' شعر کے سچے فہم کے لئے قاری یا ناقد کو قلب شاعر پر گزرنے والی کیفیات خود پر وارد کرنا پڑتی ہیں۔ دور حاضر کی اکثریت صوفیائے کرام کی خدمت میں دنیا ہی کی طلب میں جاتی ہے۔ خدائے پاک اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرزو تو کسی دل میں بھی نہیں ہوتی۔ دنیاوی اسباب تعیش اگر کسی نوع سے بھی اہم ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان سے صرف مسلمانوں کو نوازتا' اہمیت اور وقعت اخروی نعمتوں ہی کی ہے جو بہر نوع ہمارے لئے وقف ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ آج دنیا ہی ہماری زندگی کا اہم ترین مقصد' ہماری طلب کا مدعا اور ہماری پسند کی انتہا ہے۔ دنیا کی یہ زندگی سریع الزوال بھی ہے اور سراپا لہو ولعب بھی۔ صوفیائے کرام اسی جنس کاسد کو حقارت کے پاؤں کی ٹھوکر سے اڑاتے رہے ہیں اور ذات حق ہی ان کا مقصود مدعا رہی ہے۔

پوچھو تو اس حسین فلک بارگاہ سے ۔۔۔ کیا ہر ستارہ اہل طلب کی جبیں نہیں

☆

عشق کے کیف کا اندازہ ہر دل نہیں کر سکتا اور نہ یہ نغمہ ہر ساز پر گایا جا سکتا ہے۔ لطف ایں بادہ ندانی بخدا نہ چشی۔ ہم سگان دنیا' عرفان حق سے محروم ہیں اور نہیں سمجھتے کہ دنیا میں بہترین لباس ریشم ہے اور وہ ایک حقیر کیڑے کا لعاب دہن ہے۔ جبکہ بہترین غذا شہد ہے اور وہ ایک مکھی کی اگلی ہوئی شے ہے------ ہم لوگ صوفیائے کرام کے کلام کے حقیقی کیف و سرور کی گرد کو بھی نہیں پا سکتے کہ ہم کم سواد ٹھہرے اور وہ صاحب فکر و نظر۔ ہم مور بے مایہ ہیں اور صوفیاء شاہین و شہباز۔ ہم رزق' خاک رہ میں ڈھونڈتے ہیں اور وہ افلاک کی رفعتوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔

عشق کی اک جست نے طے کر دیئے قصے تمام
اک ردائے نیلگوں کو آسماں سمجھا تھا میں

کتابیات:۔ ا۔دیوان محمدیؐ موسوم بہ انوار فریدی۔ حضرت خواجہ محمد یار فریدی۔ ۲۔مفتاح العلوم۔ شرح مثنوی مولانا روم دفتر اول۔ حصہ پہلا۔ مولوی محمد نذیر عرشی۔ ۳۔بیس بڑے مسلمان ص ۹۶۹۔

Marfat.com

پروفیسر محمد اقبال جاوید
کی دیگر تصانیف

- **مخزن نعت** : قدیم وجدید شعرا کے گلہائے نعت قرانی، علمی، تاریخی اشارات اور نعتیہ ارتقا کے مبسوط جائزے کے ساتھ
رائٹرز گلڈ سے انعام یافتہ
- **اردو کے دس عظیم شاعر** : ولی، میر، درد، مصحفی، آتش، غالب، حالی، حسرت، اقبال اور اصغر کی شاعری کا تحقیقی اور تفصیلی جائزہ
- **مرقع چہل حدیث** : دو صد گراں بہا ہدایات وارشادات، منظوم، فارسی، اردو، پنجابی اور انگریزی ترجمے کے ساتھ
- **نگارشات شورش** : ایک عہد آفریں شخصیت کے غیر مدون قلمی نوادر مختلف موضوعات کے تحت، شذراتی انداز میں
- **مولوی محمد شریف** : خندہ گل اور خروش سلاسل کا ایک حسین امتزاج ایک گمنام ادبی اور دینی شخصیت علم و معرفت کے تناظر میں
- **لوح بھی تو قلم بھی تو** : راز کاشمیری کی نعت (ترتیب و تہذیب)

Marfat.com

پروفیسر محمد اقبال جاوید

کی زیر ترتیب کتب

- تجلیات : عامر عثمانی کے ادبی دینی اور فکری شہ پارے مبسوط تحقیقی مقالے کے ساتھ
- انتخاب نعت : قدیم و جدید نعت کا ایک دل نواز انتخاب
- رشحات راتھر : ایک گمنام مگر عظیم ادیب و شاعر کے رشحات خامہ
- قلم برداشتہ : نصیحت آموز اور بصیرت آمیز مکاتیب سے تمسس ایک دلآویز (دستاویز) عمر بھر کے فکری مطالعہ کا افشردہ و عصارہ
- قرآن پاک اردو منظومات کے آئینے میں : ایک مسلسل مضمون شعری رعنائیوں سے ہم آہنگ
- مضامین شورش : غیر مدون ادبی و تاثراتی مضامین، فکر و نظر کا شباب اسلوب داد اکا بانکپن لئے ہوئے

Marfat.com

بیسویں صدی کے قرآن نمبر

ایک تعارفی جائزہ

اہم اقتباسات کے ساتھ

پروفیسر محمد اقبال جاوید

سابق صدر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ

(طباعت کے مراحل میں)

ناشر!

فروغ ادب اکادمی ۸۸-بی سیٹلائٹ ٹاؤن

گوجرانوالہ فون 251603#

Marfat.com

بیسویں صدی کے رسولؐ نمبر

(صلی اللہ علیہ وسلم)

تحقیقی و تعارفی جائزہ

پروفیسر محمد اقبال جاوید

سابق صدر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ

صفحات 592 قیمت 250 روپے

ناشر!

فروغ ادب اکادمی ۸۸-بی سیٹلائٹ ٹاؤن

گوجرانوالہ فون #251603

Marfat.com

Marfat.com

پروفیسر محمد اقبال جاوید کی دیگر تصانیف

بیسویں صدی کے رسول ﷺ نمبر: ۱۹۱۱ء سے ۱۹۹۹ء تک کے رسول ﷺ نمبروں کا تعارفی و تحقیقی جائزہ شعری اور نثری انتخاب کے ساتھ۔ ○ اس کتاب میں تحقیق اور تالیف کا حق ادا کیا گیا ہے **تخصیص**، ریاضت اور توفیق کے بغیر ایسے کاموں کی سعادت نہیں ملا کرتی۔ (مختار مسعود) ○ یہ کتاب **تحقیق و تجسس اور بصیرت** و آگہی کا شاہکار ہے۔ (حفیظ تائب) ○ اُن لوگوں کو ایک نئی زندگی عطا ہوئی ہے جو آج ہم میں **نہیں اور** جن **کی محنتیں** وقت کی دھول میں گم ہوا چاہتی تھیں۔ (خالد شفیق) ○ کتاب معنوی حیثیت و اہمیت کے ساتھ ساتھ صوری اعتبار سے بھی قابل قدر ہے۔ (ڈاکٹر عبدالغنی فاروق) ○ اس سے نظم و نثر کی وہ زمینیں، تلازمے اور فکر و بیان کے وہ مضامین اور اسالیب، ایک نظر میں سامنے آجاتے ہیں جن تک رسائی پانا، عام شائقین کے لئے ناممکن تھا۔ (سلیم منصور خالد)

مخزن نعت: قدیم و جدید شعراء کے گلہائے نعت ......قرآنی، علمی، تاریخی اشارات اور نعتیہ ارتقاء کے مبسوط جائزے کے ساتھ......رائٹرز گلڈ سے انعام یافتہ

اردو کے دس عظیم شاعر: ولی، میر، درد، مصحفی، آتش، غالب، حالی، حسرت، اقبال اور اصغر کی شاعری کا تحقیقی اور تفصیلی جائزہ

مرقع چہل حدیث: دوصد گراں بہا ہدایات وارشادات، منظوم فارسی، اردو، پنجابی اور انگریزی ترجمے کے ساتھ

نگارشات شورش: ایک عہد آفرین شخصیت کے غیر مدون قلمی نوادر، مختلف موضوعات کے تحت، شذراتی انداز میں، خندہ گل اور خروش سلاسل کا ایک حسین امتزاج

مضامین شورش: غیرمدون ادبی اور تاثراتی مضامین فکرونظر کا شباب، اسلوب و ادا کا بانکپن لئے ہوئے۔ (زیر طباعت)

مولوی محمد شریف: ایک گمنام ادبی اور دینی شخصیت ......علم و معرفت کے تناظر میں

قلم برداشتہ: نصیحت آموز اور بصیرت آمیز مکاتیب سے مقتبس ایک دل آویز دستاویز، عمر بھر کے فکری مطالعہ کا افشردہ وعصارہ (زیر ترتیب) ○ **لوح بھی تو، قلم بھی تو**: راز کاشمیری کی نعت (ترتیب و تہذیب)

بیسویں صدی کے قرآن نمبر: ایک تعارفی جائزہ، اہم اقتباسات کے ساتھ (زیر طبع)

قرآن پاک.....اردو منظومات کے آئینے میں: ایک مسلسل مضمون، شعری رعنائیوں سے ہم آہنگ (زیر طبع)

تجلیات: عامر عثمانی کے ادبی، دینی اور فکری شہ پارے، مبسوط تحقیقی مقالے کے ساتھ (زیر ترتیب)

انتخاب نعت: قدیم وجدید نعت کا ایک دل نواز انتخاب (زیر ترتیب)

رشحات راتھر: ایک گمنام مگر عظیم ادیب و شاعر کے رشحات خامہ (زیر ترتیب)

Marfat.com